کادیانی کی فیصلہ آسمانی کا جواب

ملقب بہ

کادیانی کی فیصلہ آسمانی کی ترمیم

اور

اسکی مسائل کی تصفیہ کیلئے آسان تجویز یا تقویم

تمہید

کادیانی نے مباحثہ لودیانہ مین فاش شکست پائی اور دہلی مین اسکو ذلت کے ساتھ ہزیمت نصیب ہوئی جسکی کیفیت نمبر ۹ و ۱۰ اجرا ۳۲ مین چھپ چکی ہے۔ تو پہلے اپنی اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء مین اس مضمون کا دعوی کیا کہ مین بمقام لاہور مباحثہ کرنا چاہتا ہون۔ جسکا جواب اشتہار ۷ اگست ۱۸۹۱ء مین اسکو یہ دیا گیا کہ ہم آپ کی مناظرہ کے لیے ہر وقت حاضر و مستعد ہین۔ لاہور مین کرین۔ خواہ بٹالہ مین۔ اور اگر خاص مسکن مولد تشریف قادیان مین ہو تو نہایت مناسب ہے۔ "تا کہ مقولہ صادق آئے۔ دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید" پر بھی عمل ہو جائے۔ یہ جواب ملیح دیا گیا تھا کہ اشتہار چلا اور بیچارا ہوا نامنفعل ہو کر بمقابل ہونا چاہئے۔ تو اسکا یہی علاج ہے نہ یہ کہ سابق بیچارا مد لتا لکی خلوت سے اپنے دعوی پر خاموش ہو رہین اور اسکو لاف زنی کرنے دین۔ اس جواب سے اسکے دانت کھٹے ہوتے اور اسکی چابکی چھوٹ گئی تو آپ دہلی پہنچے۔ اور وہان جاکر ایک شیخ وقت و مسند العصر جناب حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہین آپ یہ سوچ بیٹھے کہ شیخ وقت تو اپنی بزرگی اور ہماری نا اہلی کی نظر سے ہمکو مخاطب نہ بنائینگے۔ اور ابو سعید محمد حسین بھی دور ہین نہ آئینگے۔ کیونکہ دہلی دور است۔ مثل مشہور ہے۔ جیلو اسمین کام ہوا ہینگ لگی نہ پھٹکری اور میدان ہاتھ مین آیا۔ مگر بدقسمتی سے ایک نابینا کے لکھنے سے اس اشتہار مین جسمین حضرت شیخ وقت سے مباحثہ کا دعوی کیا تھا۔ مولوی عبد الحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی کا جو شیخ وقت کے تلامذہ مین نام بھی درج کر دیا۔ لہذا پہلے تو مولوی صاحب موصوف ہی انکی خدمت گذاری کو حاضر و مستعد ہو گئے پھر یہ خادم قوم دہلی پہنچا۔ اور اپنے شیخ و شیخ الکل کی طرف سے مباحثہ کے لیے مستعد ہو گیا۔ خاکسار کے دہلی پہنچنے سے پہلے تو کادیانی صاحب مولوی صاحب موصوف سے مباحثہ کرنے کو بظاہر مستعد تھے۔ اور اسکو شروط ناجائز کی آڑین کھڑی کرکے (۱) صاحب ڈپٹی کمشنر کی خاص اجازت باہتمام سرکاری (۲) جلسہ مین پولیس افسر موجود ہو۔ (۳) گفتگو یون ہو کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کرکے لوگون کو سنا دین۔ یہ نہو کہ سوال و جواب زبانی ہون۔ اور دو منشی انکو لکھتے جائین) ٹالا ہی تھے مگر جب یہ خادم دہلی پہنچا تو آپ مولوی عبد الحق صاحب کی کوٹھی بنفس نفیس حاضر ہو کر مظہر و ملتمس ہوئے کہ مین آپسے گفتگو کرنا نہین چاہتا۔ مجھے حافظ احمد نابینا نے دھوکہ دیا کہ انکا نام بھی اشتہار مین ہوا دیا۔ مین تو غیر مقلدون سے بحث کرنا چاہتا ہون آپ ہماری بھائی ہین۔ اور ایسے اور ایسے۔ مولوی صاحب نے یہ سمجھا کہ گرانہ سے

٭ یہ لاجواب سے مناظرون کادیانی کے چھپے حواریون کے اس سوال کا جواب ہے کہ مولوی صاحب نے مرزا صاحب کو ایکدفعہ شکست دی ہے تو پھر اب اسکے پیچھے کیون پڑتے ہین بھاگتے ہوئے کے پیچھے پڑنا اور اسکا مقابلہ کرنا بہادرون کا کام نہین ہے۔

ہوگا تا اچھا ہو تب۔ اور انکا جو جواب دیا گیا تو یہ ہی اشتہار اور اشتہار سے انکار کرکے ہم ہی دست بردار ہو جائیں گے۔ اسکے دہلی
نے ۲- اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار جاری کیا اور اس میں مولوی سید نذیر حسین صاحب کے گفتگو کرنے سے انکار کیا۔ اور صرف حضرت شیخ الکل سے مباحثہ
کا دعوی قائم رکھا۔ مگر بدقسمتی سے اُسکے ساتھ ہی خاکسار کا نام بھی شامل کر دیا۔ یہی وجہ ہماری بھی ایک ثالث عملی اور تدبیر عقلی ہی جو
آپکے ایک سادہ لوح حواری کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھی۔ اگر اشتہار میں یہ مضمون تھا۔ اس کا جواب اشتہار ۲- اکتوبر میں
حضرت مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ … املاقات … کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب بہت
گوشہ گزین آدمی ہیں۔ اور ایسے جلسوں سے … طبعاً کارہ ہیں۔ …
میں مشغول ہیں اور شرائط اشتہار … مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزین ہیں … ملاقات …
صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت ہے … لیکن … حسین صاحب … قادیانی صاحب … میں
میں۔ ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہذا … مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ
سمجھنے میں حق پر ہیں … پابندی شرائط بحث کریں۔ مگر قادیانی کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوا … مولوی عبد الحق صاحب نے
انکی معذرات اور وجہ انکار کو جھوٹا سمجھا۔ اور ۱۰- اکتوبر ۱۸۹۱ء کو … دہلی میں اس … کا یہ جواب … اشتہار دیا کہ مولوی عبد الحق
صاحب کلام ہی نہیں … مگر ہاں انتظام … کے لیے … قادیانی صاحب ۱۱- اکتوبر کو … حال میں آئیں۔ اور ان سے
مباحثہ کر لیں۔ ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے اور ادھر خاکسار کا قادیانی سے … مباحثہ کے جواب … اشتہار ۶- اکتوبر ۱۸۹۱ء
مختصر کر دیا۔ اور اسمیں یہ درج کیا۔ کہ آپ خاکسار اور ہمارے شیخ الکل دونو کو مقابل مباحث بنانا چاہتے ہیں۔ … ظاہر
و مسلم کل ہے کہ آخر گفتگو کے وقت ایک ہی شخص جو بیگانہ … آپ سے کلام کریں گے۔ لہذا … ہے کہ پہلے خاکسار
آپسے گفتگو کرے۔ پس اگر آپکو ساکت اور لاجواب کردے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ رہے۔ اور اگر خاکسار آپ کے
جواب سے ساکت ہو جاوے۔ تو پھر حضرت شیخ الکل آپکے ہم نشین ہونے کی نوبت پہنچے۔ اور یہی امر … مناسب ہے … شاگرد ہونے
ہونے ایک شیخ و امام وقت کو زیبا نہیں ہے۔ کہ وہ آپ جیسے … مناظر بنائیں۔ اس اشتہار کے آخر میں یہ بھی لکھدیا
کہ اگر آپ اپنی ہی شرطیں بالکل بیش منظور کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم اس کے لیے بھی حاضر ہیں … ۱۱- اکتوبر ۱۸۹۱ء
بوقت ۲ بجے دن کے چاندنی محل میں تشریف لاویں۔ … خاکسار … گفتگو کریں۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ اور اپکی
سب شرطیں منظور ہیں … چھاپ کر … قادیانی کے پاس بھیجا گیا … اس اشتہار
کے … کوئی عذر … تو اس سے اسکی … تسلیم سمجھکر چاندنی محل میں فرش وغیرہ کا انتظام کرایا گیا۔ اور …
ایک خط بھی خاکسار اور مولوی عبد الحق صاحب کی طرف سے انکے نام بھیجا گیا جسکا یہ مضمون تھا۔ کہ کل کے اشتہار میں جو …
صاحب نے ٹون ہال میں مباحثہ کے لیے آپکو بلایا تھا۔ آج باتفاق چاندنی محل قرار پایا ہے۔ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لاویں
کیونکہ فرش وغیرہ پر بہت سا روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

اس خط کے پہونچنے پر آپنے شرط نمبر ۲۔ اکتوبر کے عہد و اقرار کو توڑ دیا۔ اور خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے
صاف انکار کردیا۔ اور اسی بات پر اصرار اختیار کیا۔ کہ مین خاص مولوی نذیر حسین صاحب سے گفتگو کرونگا۔
مولوی ابوسعید محمد حسین کی گفتگو سے مجھے بالطبع نفرت ہے۔ ہان وہ مولوی سید نذیر حسین صاحب کے مددگار
رہین۔ انکو لکھنے مین مدد دین یا کوئی بھولی بات یاد دلادین۔ تو مضائقہ نہین اور اس اصرار کے پورا ہونے کی
شرط سے جلسہ ۱۱۔ اکتوبر ۹۱ء مین حاضر ہونا منظور کیا۔ جناب حضرت شیخ الکل نے اس کے اس اصرار کو منظور
کرلیا۔ اور حسب قرارداد ۱۱۔ تاریخ کو چاندنی محل مین پہونچکر منظوری شرط و اصرار کادیانی کی مشتمل خط اسکے نام بھیجا
اس خط کے پہونچنے پر کادیانی نے اپنے اصرار کو بھی توڑا۔ اور مجلس مین آنے سے صاف انکار کیا۔ اور اس مضمون
کا خط لکھا۔ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اور مین دیکھتا ہون کہ اس جوش کی حالت
مین کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھے کہہ گیا ہے۔ کہ مین خیرخواہی کے رو سے لکھتا ہون۔ کہ عوام کی نیت
فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے۔ کہ غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جاکر اطلاع دین۔ تو پھر ایک تاریخ مقرر
کرکے جلسہ ہو۔ جس پر جلسہ برخاست ہوا۔ اور کسی ناکس تماشائے دہلی نے جان لیا۔ کہ کادیانی کو مباحثہ منظور نہین ہے
اور وہ صرف حیلہ وبہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتا ہے۔ اس واقعہ کی مفصل کیفیت اشتہار ۱۲۔ اکتوبر مین مشتہر ہوچکی
اس سے پہلے بھی ایکدفعہ حضرت شیخ الکل نے کادیانی کے اس اصرار کو توڑا اور خود بنفس نفیس اسکے شبہات
کو دور کرنا چاہا۔ یکم ربیع الاول مطابق ۵۔ اکتوبر کو ایک خط اس مضمون کا اسکے پاس بھیجدیا۔ کہ آپ بے تکلف میرے
مکان پر آجائین۔ اور اپنے شکوک کا ازالہ کرالین۔ اس خط کے جواب مین بھی اسنے آنے سے انکار کیا۔ اور یہین افسر کے
موجود ہونے کی شرط کو آڑ بنایا۔ حضرت شیخ الکل اور اس خاکسار کے علاوہ جملہ علماء دہلی نے کادیانی کو مباحثہ
کیطرف بلایا۔ اور اس کی جملہ شرطون کو منظور کرکے اس سے مباحثہ کرنا چاہا۔ ازان جملہ ایک مولوی عبد المجید
صاحب واعظ دہلی ہین۔ جنہون نے کئی اشتہار دیکر کادیانی کو دعوت دی اور اسکے ثبوت دعوے پر ایک ہزار روپیہ
انعام بھی دینا منظور کیا۔ ازان جملہ ایک مولوی رحیم بخش صاحب مدرس مدرسۃ القرآن ہین۔ جنہون نے بمنظوری
جملہ شرائط کادیانی اپنے مدرسہ مین انکو بلایا۔ ازان جملہ مولوی محمد علی خانصاحب ہین جنہون نے ۱۔ اکتوبر کو
بمنظوری جملہ شرائط مسجد فتحپوری مین کادیانی سے مباحثہ کا اشتہار دیا۔ ازان جملہ مولوی عبد الحمید صاحب ہین
جنہون نے کادیانی کے عذرات کو اپنے اشتہار ۔ ۔ اکتوبر ۹۱ء مین یون توڑا۔ کہ آپ اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھکر
گفتگو کرین۔ مین اسکے مقابل کوٹھے کی چھت پر بیٹھکر گفتگو کرونگا۔ اور جمیع بلوا حائل ہوگا۔ اور کسی قسم کا اندیشہ
انکو باقی نرہیگا۔ اور اسی قسم کے اور اشتہارات اسکے مقابلہ مین نکلے جنکی تعداد حد وحصر سے زیادہ ہے۔ مگر اسنے کسی شخص سے مباحثہ
اور مقابلہ کا حوصلہ نپایا۔ اور اپنے گھر سے جسکے دروازہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا رکھا تھا۔ قدم باہر نرکھا۔
کادیانی کے اس گریز اور فرار خصوصًا چاندنی محل کے جلسہ مین آنے سے انکار کا تمام شہر دہلی بلکہ تمام ہندوستان
و پنجاب مین شہرہ ہوگیا۔ اور ذلت وبدنامی کی سیاہی کا دھبہ آپ پر لگ گیا۔ تو آپنے اس دھبہ کو اٹھانے کو

پہلے یہ تجویز نکالی کہ مطلع ہو سکے ایک مجمع عام مین حضرت شیخ الکل سے ایکدفعہ آمنا سامنا ہو جائے۔ گو گفتگو کچھ بھی نہو۔ یہ سوچکر آپنے ۲ اکتوبر کو ایک اشتہار نکالا جسمین دو دزن (یعنے درجن) سے زائد حضرت شیخ الکل کو گالیان دین۔ پھر اسکے اخیر مین یہ فریب کا بھرا ہوا مضمون درج کردیا۔ کہ اگر شیخ الکل مجھے غلطی پر سمجھتے ہین تو مجمع عام مین میرے خیالات و دلائل کے جھوٹا ہونے پر قسم کھالین"۔ حضرت شیخ الکل و خاکسار اور بعض ارباب خورد حضرت شیخ الکل کادیانی کی اس **غرض** کو **سمجھ گئے تھے** اور اسکو مجلس عام مین حاضر ہونے اور اس سپاہی کے سبہ کو اتانے کا موقعہ دینا **پسند نکرتے تھے** اور یقیناً جانتے تھے کہ وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہیگا نہ مباحثہ کریگا۔ اور نہ حضرت شیخ الکل کی قسم پر راضی ہوگا **اسی نظر سے** اسکے اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کا جواب اعلام عام اہل اسلام کے ضمن مین دیا گیا۔ کہ کادیانی اس گوئی اور سخت زبانی کے ساتھ جناب شیخ الکل سے خطاب کے لائق نہین رہا۔ ہان خاکسار اور حضرت شیخ کے شاگرد تلامذہ مین سے جسکو وہ پسند کرے اوس سے گفتگو کرے۔ اگر مباہلہ کی کرنا ہے تو صوفی عبدالحق امرتسری سے کرے یا مولوی عبدالمجید صاحب سے۔ یہ اعلام ۸ صفحہ پر ہے جو ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ عیسوی کو چھپکر شائع ہوا۔ **مگر** عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت شیخ الکل کو جامع مسجد دہلی مین جب مجبور کیا۔ **جب** حضرت شیخ الکل نے جامع مسجد مین ہوکر **نواب** [illegible] **خان** صاحب بہادر رئیس دہلی و مولوی **عبدالمجید** صاحب اور **میر بشارت حسین** صاحب کوتوال شہر کی وساطت سے کادیانی کو پیغام بہیجا کہ مین آپکے عقائد باطلہ کے غلط اور ناحق ہونے پر قسم کھانے کو تیار ہون۔ ہمارے سامنے آؤ اور اپنے عقائد و دلائل بیان کرو۔ تو کادیانی نے اس سے صاف **انکار** کیا۔ مباحثہ کیطرف بلایا گیا تو اس سے بھی فرار اختیار کیا۔ اسکی مفصل کیفیت تحریر مطبوعہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ محررہ مولوی عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید سے نقل کیجاتی ہے اسکے صفحہ ۲ مین ہے۔

بعد ادائے نماز جمعہ جناب مولوی **عبدالمجید** صاحب و سید **بشیر حسین** صاحب انسپکٹر پولس و جناب نواب **سعید الدین احمد خان** صاحب بہادر منجانب جناب مولانا صاحب ممدوح مرزا صاحب کے پاس گئے اور کہا حسب ارشاد جناب مولانا صاحب آپ کہتے ہین کہ اگر جناب مولانا صاحب نے میرے دلائل کو رد کردیئے تو مین اپنے عقیدہ سے توبہ کرلونگا۔ مرزا صاحب خاموش رہے بعض حوارین کہنے لگے کہ ٹھہرے ہوئے اور کہا ایک سال کے بعد توبہ کرین گے۔ مگر اسمین یہ شرط ہے کہ اگر جناب مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہوا یعنے اگر ایک سال کے اندر مولانا صاحب کو نصیب دشمنان بخار آگیا یا دردسر ہوگیا تو توبہ نہ کرینگے۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر پولس نے کہا یہ تو کوئی کام کی بات نہین آپکی اسبات کو تو کوئی بھی منظور نہین کرسکتا۔ **مولوی عبدالمجید** صاحب [illegible] صاحب سے مخاطب ہوکر کہا ہم آپکو ثالث مقرر کرتے ہین آپ ان سے دریافت کرین کہ بموجب تحریر جناب مولانا صاحب آپ اپنے عقائد کا ثبوت پیش کرسکتے ہین اور درصورت عدم تسلیم مولانا صاحب کی قسم اور حلف پر اسوقت توبہ کرینگے یا نہین ہم باتون مین وقت گذارنا نہین چاہتے۔

صاحب [illegible] نے مرزا صاحب سے [illegible] کہا کہ تم کیون بات بڑہاتے ہو ایک بات مختصر کہو

کہ تم کو یہ بات منظور ہے یا نہیں۔

مرزا صاحب ہم صرف حیات و ممات مسیح میں گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔

مولوی صاحب۔ اس مسئلہ حیات و ممات کا بھی اور آپکے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا فیصلہ کریں جب آپکے بہت سے عقائد خلاف اہل اسلام ہیں اور دعویٰ تو آپ کو مسیحائی کا ہے۔ آپ اسکا کچھ ثبوت دیجئے

صاحب بہادر و نواب صاحب وجناب منشی اکرام اللہ خانصاحب جج رجسٹرار و مجسٹریٹ و نواب سید سلطان مرزا صاحب آنریری مجسٹریٹ اور تمام معززین و اراکین جلسہ بیک زبان ایسا ہی ہونا چاہئے مرزا صاحب کیواسطے وہی مولوی صاحب

مولوی صاحب پبلک سے (پبلک سے) آپ اس فیصلہ پر ہم نے۔

حواریین مرزا صاحب۔ پبلک اپنا ہے۔

صاحب بہادر (مرزا صاحب سے مخاطب ہو کر) آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں ورنہ کہدیں کہ ہم مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں آپ کو کیا حق ہے۔ اسپر ہم دیا جانے۔ بہ صورت آپ کو اپنے دعویٰ کا ثبوت دینا ضرور ہے مرزا صاحب کی طرف سے یہ جواب نکلا۔

مولوی صاحب (باواز بلند صاحب موصوف سے) ہم ہر مسئلہ میں گفتگو کے لئے تیار ہیں۔ آپ کے پاس اگر کوئی شرعی برہان ہو [illegible] بہت بلند آواز سے ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔

غلام قادر صاحب جو نئی مولوی صاحب [illegible] دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو ستاتے ہیں۔ **صاحب بہادر** کہتے ہیں [illegible]

خواجہ محمد یوسف [illegible] صاحب مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر حضرت ایک مختصر [illegible] آپ پوچھوں [illegible] مسلمان نہیں [illegible]

مولوی صاحب۔ اگر تو بہ کریں تو ہمارا بھائی ہے۔

خواجہ صاحب۔ میں بھی انسے توبہ لکھوا لیتا ہوں۔ وہ لکھدینگے کہ جو کچھ قرآن و حدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے۔ وہ واپس لے اور میں مسلمان ہوں۔

مولوی صاحب۔ اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں۔ تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔

مرزا صاحب توبہ نامہ لکھنے لگے مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کرچکے ہیں۔

مولوی صاحب یہ تو مرزا صاحب پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ لکھنا تو یہ چاہیئے کہ جو عقائد خلاف اہل اسلام میں نے فتح اسلام و توضیح مرام۔ ازالہ اوہام میں لکھے ہیں انسے توبہ کرتا ہوں۔

خواجہ صاحب۔ مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔

مولوی صاحب۔ اچھا مرزا صاحب اسمیں گفتگو کریں کہ انکے عقائد خلاف قرآن و حدیث ہیں یا نہیں ہم ابھی انکی کتابیں پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب۔ ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ۔ یہ جلسہ اسلیے ہوا ہے۔ کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کریں۔ مولانا محمد سید نذیر حسین صاحب تسلیم کریں۔ یا بحلف انکا خلاف قرآن و حدیث ہونا بیان کریں۔ تو آپ توبہ کریں۔

مرزا صاحب۔ ہم صرف حیات و ممات مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔ اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ۔ یہ مجمع تحریروں کے لیے منعقد نہیں ہوا۔ یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہو رہے ہیں جب آپ ثبوت دعوی نہیں بیان کرتے۔ تو خلقت کو رخصت دینا چاہیئے۔ آخر میں جناب نواب سعید الدین احمد خانصاحب نے اراکین جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح پر ہی اپنے دلائل پیش کریں۔

مرزا صاحب۔ ہم تو صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔

اراکین جلسہ۔ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور انکے تلامذہ تیار ہیں۔ خلاف مقصود تحریروں کے لیے یہ جلسہ نہیں ہے۔

خواجہ صاحب (پبلک کیطرف مخاطب ہو کر) میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سناتا ہوں۔

مولوی صاحب۔ آپ اس بات کا مجاز نہیں رکھتے۔

خواجہ صاحب (کھڑے ہو کر) آپ نہ بولیں۔ میں سناؤں گا۔

مولوی صاحب۔ آپ سنائیں ہم ہر ہر جملہ کا رد کریں گے۔

صاحب بہادر۔ (خواجہ صاحب کو روک دیا) آپ ایسا نہیں کر سکتے پھر صاحب بہادر نے مولوی عبد المجید صاحب سے مخاطب ہو کر۔ کہا آپ لوگوں سے پکار کر کہدیں کہ رخصت سب لوگ جاؤ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

مولوی صاحب۔ صاحبو جلسہ برخاست۔ مرزا صاحب اپنے دعوے کا ثبوت نہیں بیان کرتے۔

صاحب بہادر۔ مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہدیجیے کہ جلسہ برخاست۔

مولوی صاحب و انسپکٹر صاحب نے جناب مولانا صاحب کے پاس آکر یہی کہا کہ جلسہ برخاست مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔ اسکے بعد **صاحب بہادر** و انسپکٹر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لیجیئے اب بیٹھنا بیکار ہے مرزا صاحب اسکو بسا غنیمت سمجھے اور مع حواریین کے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ صاحب بہادر نے مرزا صاحب کو پولیس مینوں کی حفاظت میں انکی گاڑی تک پہنچا دیا۔ جامع مسجد سے گاڑی تک جس ہیئت و شان سے مرزا صاحب پہنچے ہیں اسکا نقشہ اپنے ناظرین میں آپکو کیونکر دکھاؤں۔ مرزا صاحب کی اسوقت عجیب قابل دید کیفیت تھی۔ نیچے اس شعر سے آپ اندازہ کریں۔ **شعر**۔ عجائب چال سے ظالم ترا مستانہ آنا ہے * اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے *

مرزا صاحب کے چہرے پر ہلدی کھنڈی ہوئی تھی۔ ہوائیاں چہرے پر اڑ رہی تھیں۔ شرم سے سرنگون۔ عرق میں غرق۔ تمام اعضا میں رعشہ از پا تا فرق پیر رکھتے کہیں تھے پڑتا کہیں تھا دو طرف حواری سہارا لگائے ہوئے آگے آگے سیٹی صاحب بہادر و انسپکٹر صاحب پیچھے چاروں طرف پولس مینوں کا ایک حلقہ۔ دو رویہ راہ میں تماشائی زمانہ اور ہر شخص کی زبان جاری مرزا صاحب کے نا قبال بیتر لنہ * کیا اسی برتے پہ تھی ... پوزیشن کی پکار رہ گیا یہی تھی طمطراق اور ادعائے مسیحا

+ شان مرلے یہ بساط اور اہل حق سے ہمسری + لوکہاں یہ اور جناب شیخ عالم دین پناہ +))
ماس تحریر مین جو یہ ذکر ہوا ہے۔ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہین۔ تو مولانا صاحب اور انکے تلامذہ طیار ہین۔ اسپر حاشیہ مین یہ کہا ہے "مولوی عبد المجید صاحب تو وہان موجود ہی تھے۔ نواب سید سلطان مرزا۔ اور صاحب نے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کا بھی ہاتھ پکڑکر آگے کیا کہ لیجئیے اسی مسئلہ مین گفتگو کیجئیے۔ مرزا صاحب نے انکار کیا" ہم اسکی اس قدر تشریح کرنا چاہتے ہین۔ کہ نواب سید سلطان مرزا صاحب جناب میان صاحب کے پاس آئے اور خواستگار ہوئے کہ آپ اپنے شاگرد کو مباحثہ کے لیے میرے ساتھ بھیجدین۔ اور پھر حسب الحکم حضرت شیخ الکل خاکسار کا ہاتھ مین ہاتھ لیکر کادیانی کی مجلس مین پہونچے۔ اور بآواز بلند فرمانے لگے۔ کہ مرزا صاحب آپکو مناظرہ کا دعوے ہے۔ تو لیجئیے یہ مولوی صاحب حاضر ہین انسے مباحثہ کرلین۔ کادیانی کہان تھے۔ کہ بولتے اور مباحثہ کیطرف رجوع کرتے۔ وہ خاکسار کی صورت دیکھتے ہی سرد ہو گئے۔ اور اور بھی زرد پڑ گئے۔ اور مباحثہ سے انکار کر گئے اِس انکار کا آپکے حواری نے سیالکوٹ گزٹ مطبوعہ ۱۴۔ نومبر ۱۸۹۱ء مین بایں الفاظ اقرار کیا ہے۔ کہ بٹالوی صاحب آئے۔ کہ اس مسئلہ (وفات مسیح) پر بحث مین کرتا ہون۔ ہمنے صاف کہدیا۔ کہ اسوقت آپ مخاطب نہین ہین شیخ الکل صاحب بحث کرین۔ چنانچہ وہ اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے۔

اس ہزیمت و شکست جامع مسجد کے بعد آپنے مولوی محمد بشیر صاحب سے جو حسب استدعا کادیانی بھوپال سے مباحثہ کے لئے آئے تھے گفتگو کی ٹھہرائی۔ تو آپنے خط ۲۲۔ اکتوبر مین انسے یہ شرط کر لی۔ کہ اس جلسہ مین ابو سعید محمد حسین اور مولوی عبد المجید شامل نہون۔ پھر چند روز انسے گفتگو کرکے اسکو ناتمام* چھوڑا اور بات سکے تین سنکے پنجاب کا قصد کیا۔ اثنا راہ مین پٹیالہ جانے کا آپکو اتفاق ہوا۔ تو وہان مولوی محمد اسحاق صاحب پروفیسر مہندر کالج نے آپکو جا پکڑا۔ اور خوب رگڑا اور رگیدا۔ جسکی مفصل کیفیت لدہانہ مین چھپکر شائع ہونیوالی ہے پھر لودہانہ مین آپکا ورود ہوا۔ وہان میر عباس علی صاحب نے جو آپکے سب سے پہلے حواری تھے آپکو سخت ملزم کیا اور مختصر مشتہر کرکے لاجواب کر دیا۔ جسکی مفصل کیفیت مطبع ڈبہ اقبال ربی لدہانہ مین چھپکر شائع ہو چکی ہے یہ شعبدہ شکستیں جو تین پڑین۔ آپ افسردہ و پژمردہ ہوکر قادیان مین پہونچے۔ تو چارونطرف سے نفرت لعنت و ملامت آپپر بلند ہونے لگا۔ اور آپکی ہزیمت و شکست کا شہرہ عام ہوگیا۔ اور اس سے آپپر جھوٹ و انکار کا نتیجہ ہوا۔ تو اس غم کو غلط کرنے۔ اور اس شہرت و بدنامی کو حواریوں کی نظر مین کم کرنے کی غرض سے آپنے یہ **آسمانی فیصلہ** لکھ مارا جسمین کوئی نئی بات نہین ہے۔ صرف وہی **پرانی باتین** ہین جو شروع زمانہ دعوے الہام سے آپ کہتے چلے آئے ہین۔ فرق صرف اتنا ہے کہ انکا پیرایہ بدلا گیا ہے۔ آپ فیصلہ کو تین [illegible]

* اس بحث سے پہلے یہ شرط ٹھہر چکی تھی کہ جو شخص طرفین مین سے ترک بحث کریگا ہارا ہوا سمجھا جاویگا۔ آپنے بحث کو ناتمام چھوڑا تو باعتراف خود گریز کیا

اشتہار سنانے کے لیے آپنے قادیان مین جلسہ کیا۔ اور اسمین اپنے مخلص خلیفون کو جنمین اکثر کہ ہیڈ یا تسیرا حکیم **نورالدین** جمونی دین بلایا۔ اور وہ فیصلہ پڑہ سنایا۔ اور اسکے ذریعہ سے بہت سا روپیہ بہی وصول کیا ۔ اور کچہ غم غلط ہوا۔

افسوس۔ حاضرین جلسہ مذکورین بطبق۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ایک شخص بہی ایسا نکلا جسنے یہ سمجہا ہو۔ کہ اس فیصلہ مین کوئی نئی بات نہین ہے۔ یہی پرانی باتین ہین۔ جو مدت سے لکہی جاتی ہین۔ بلکہ سب نے قادیانی کے مسمریزم کی نگاہ سے مفتون ہوکر اس فیصلہ کو ایک نیا شگوفہ سمجہہ لیا۔ اور اسکو شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ اس فیصلہ کا جو حال ہے وہ ناظرین کو اسکے جواب پڑہنے سے معلوم ہوگا۔

اسمقام مین دو باتین اور اسکے متعلق کہنی ضروری ہین **اول** یہ کہ اس فیصلہ مین پہلے مباحثات مین قادیانی نے اپنی فیروزمندی و فتحمندی ظاہر کرکے آیندہ مباحثہ کرنے کا بہی دعوی کیا تہا۔ فیصلہ مین تو صرف شیخ الکل کا نام درج کیا۔ مگر زبانی جلسہ فیصلہ مین اور اس سے آگے پیچہے خاکسار کا نام لیا۔ اور اپنا مباحث بنانا چاہا۔ یہ بات کو سلسلہ بٹالہ اور اسکے اطراف موضع سیکہون نے بیان کیا ہے۔ جسپر لاہور و امرتسر وغیرہ شہر و نمین یہ چرچا پہیل گیا۔ کہ قادیانی صاحب اب لاہور مین آ دہین گے۔ اور مباحثہ کرین گے۔ **یہ چرچا سنکر** یہ خاکسار جو قادیانی کے تکفیر کرنے کا عادی اور بکمال درجہ کا شائق ہے۔ اپنے وطن بٹالہ سے لاہور آ پہنچا۔ اور مباحثہ کے لیے مستعد ہو بیٹہا۔ خدا خدا کرکے قادیانی صاحب اوائل فروری مین لاہور تشریف لائے۔ اور منشی میران بخش صاحب میونسپل کمشنر کی کوٹہی مین فروکش ہوئے۔ انکے آنے سے دوسرے ہی دن خاکسار کا پیام مباحثہ بہیجا۔ تو آپ نے اور آپکے حواریون نے انکار کیا۔ مگر آپ کی اس بہادری کو دیکہو کہ اس انکار پر بہی آپنے دوسری مجلسون مین دعوے مباحثہ چہوڑا۔ جسپر ایک نوٹس مباحثہ خاکسار اور دیگر علماء شہر لاہور کیطرف سے آپکے پاس بہیجا گیا۔ وہ نوٹس آپنے نہ لیا۔ تو چہپواکر آپکے دروازہ پر چسپان کیا گیا۔ پہر تو آپنے قیام لاہور کو موجب موت و ہلاکت سمجہا۔ اور مالک مکان سے کرایہ جو پیشگی دیچکے تہے واپس لیکر اسی نوٹس کے دن رات کے نو بجے سیالکوٹ کا رستہ لیا۔ وہان جا کر بہی پرائیویٹ جلسون مین مباحثہ کا دعوے نہ چہوڑا۔ تو وہان نوٹس نمبر ۲۔ آپکے نام ۲۰۔ فروری کو بہیجکر ۲۱۔ تاریخ تک جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ آیا۔ تو یہ خاکسار حسب درخواست روساء سکنائے **سیالکوٹ وہان پہونچا**۔ نوٹس کے پہونچنے کے دن سے آپکو یہ الہام ہوچکا تہا۔ کہ اب سیالکوٹ سے کوچ کرنا مناسب ہے۔ خاکسار کے پہونچنے پر تو وہ الہام قطعی واجب العمل ہوگیا۔ اور آپنے رات کی **ٹرین** مین وہان سے **کوچ کیا۔ روانگی سے پیشتر** معزز اشخاص کا **ڈپوٹیشن** جنمین **غلام حیدر خان** صاحب سررشتہ دار ضلع کا نام اسوقت یاد ہی ان کے پاس بہیجا اور انہون نے قادیانی صاحب کو مباحثہ کے لیے بہت کہا۔ مگر انہون نے اس **عذر سے انکار کیا**۔ کہ ابو سعید محمد حسین میری تکفیر کا فتوی دے چکے ہین۔ اور مجہے گالیان دیتے ہین۔ مین انسے بحث نہین کرتا۔

ہر چند لوگون نے اس **عذر** کا یہ **جواب** دیا کہ آپکی تکفیر کا فتویٰ جو لکھا گیا ہے۔ اسمین مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے اپنی خاص **رائے** کو درج نہین کیا۔ اور وہ فتوے ہنوز عام مین مشتہر نہین ہوا۔ اور جن گالیون کا آپ اندیشہ کرتے ہین انکا مجلس مناظرہ مین صدور ہو تو۔ ایسی گالی سنو اور یہ جرمانہ دینے کو وہ حاضر ہین۔ **مگر** پھر بھی انہون نے **مباحثہ** منظور نکیا۔ ملک **قطب الدین** خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے **لوکل حکام** سے **اجازت** لیکر **مباحثہ** کی یہ **تجویز** نکالی تھی۔ کہ فریقین جدا جدا بیٹھین۔ اور اپنا سوال وجواب بذریعہ تحریر پیش کرین۔ جسکا مناسب مطابق مطلوب ہونا۔ ایک وکیلون کی جماعت دیکھے۔ اور در صورت غیر مطابقت راقم کو واپس دے۔ اور اسکو الزام یافتہ قرار دے۔ اور اس **تجویز** سے خاکسار کے سیالکوٹ پہونچنے سے پہلے **کادیانی** نے بھی **رضامندی** ظاہر کی تھی۔ مگر اس عاجز کے پہنچنے کے بعد انہون نے رضامندی سے انکار کیا۔ اور بوریا بدھنا اوٹھایا۔ اور کوچ بولا ایک **سبب** جلد کوچ کرنے کا کادیانی نے یہ بھی بیان کیا تھا۔ کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین **خراب** ہو رہی ہے۔ مگر **جب** آپنے کوچ کیا۔ تو **کپورتھلہ** کا راستہ لیا۔ جہان انکی کوئی زمین نہین ہے وہان ہی خاکسار کا ایک اشتہار موسوم بدعانامہ جسمین کپورتھلہ پہنچکر آپ سے مباحثہ کرنے کا دعوی کیا گیا ہے۔ آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہان ادہر سے یہ اشتہار پہنچ گیا۔ اور ادہر علماے کپورتھلہ۔ اور انکے قرب وجوار مولوی نظام الدین صاحب ومولوی عبد القادر صاحب وغیرہ نے آپکو جا پکڑا۔ جسکی کیفیت اشتہار کپورتھلہ مین چھپکر شائع ہوئی ہے۔ تو آپنے معمولی رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ **جالندھر** کا **قصد** کیا۔ جالندھر کے بعض احباب نے کادیانی کے مقابلہ کے لیے خاکسار کو بلایا۔ تو یہ عاجز بشرط منظوری مباحثہ از جانب کادیانی جالندھر جانے کو تیار ہوا۔ مگر جالندھر سے ایک خط مرسلہ ماسٹر **فتحد الدین** خانصاحب وحاجی **بدرالدین** صاحب اس **مضمون** کا پہنچا۔ کہ وہ آپکے ساتھ گفتگو کرنے سے صاف **انکار** کرتا ہی اب یہ امر پنجاب کے مشہور شہرون مین زبان زد عامہ خلائق ہے۔ کہ کادیانی کو مولوی ابو سعید محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف اور قطعی انکار ہے۔ اس سے ناظرین اہل انصاف یقین کر سکتے ہین کہ اس فیصلہ آسمانی اور اپنے بیان زبانی مین انکا دعوے مباحثہ صرف ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے۔ اور حقیقت مین اوسکو مباحثہ منظور نہین۔

دوسری ایک بات اسمقام لائق اطلاع عامہ ناظرین یہ ہے۔ کہ مباحثہ مین اسنے پہلے دن سے **یہ شرط** قائم کر رکھی ہے۔ کہ مباحثہ تحریری ہو۔ نہ تقریری۔ اور تحریر بھی اس طرز سے۔ کہ آپ جو جی مین آوے اور جسقدر جی چاہے۔ اور جتنے وقت مین ہو سکے تحریر کرتے جاوین کوئی اس سے مزاحمت نکرے۔ اور بوقت قرأت تحریر والا بھی اوسپر کوئی ایک کلمہ تک منہ سے نہ نکالے۔ اور اس مجلس مین کوئی مصنف بھی نہو۔ جو اپنے منصب کے موافق اس تحریر پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور پیچھے بھی محدود ہوا اور مباحثہ کا

بند کرنا آپ ہی کے اختیار سے ہو۔ آپ شرط سے کس و ناکس بشرطیکہ عقل انسانی کا کوئی حصہ رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس شرط سے آپکا مقصود صرف یہ ہے۔ کہ آپ جو چاہیں لایعنی اور فضول باتیں کہتے جائیں۔ اور فریق ثانی فضول گوئی سے تنگ آکر مباحثہ ترک کرے۔ اور اس مجلس میں آپکا نام ہو جاوے۔ کہ آپ نے اتنے اوراق لکھے اور اتنی دیر تک بولتے رہے۔ اور باوجود عدم مداخلت بعلوم سمجھے کئی دن تک فلان عالم سے مباحثہ کرتے رہے اور اس سے آپ کی شہرت ہو۔ یہ مقصود آپکا ہرگز نہیں کہ کسی مسئلہ میں حق ظاہر ہو یا علمی تحقیقات سے لوگون کو نفع پہونچے۔

ایک شرط آپنے مباحثہ کو وہ نہیں ترک اشارہ یہ قائم رکھی ہے۔ کہ بحث مقصود سے پہلے تمہیدی امور اصول موضوعہ طے ہون۔ جس سے آپکا مقصود یہ ہے کہ آپ کی فضول گوئی آزادی کو کوئی مانع ہو جس حدیث یا اجماع یا دلیل عقلی یا قاعدہ اصول یا صرف یا نحو یا معانی و بیان کو آپ چاہیں دلیل مانیں جسکو چاہیں دلیل ہونے سے خارج کرین۔ جس آیت اور حدیث کے جو معنے چاہیں اختیار کرین۔ جس معنے کو چاہیں رد کرین۔ ماضی سے مضارع مراد لین اور مضارع سے ماضی۔ حقیقت کو مجاز اور مجاز کو حقیقت و علی ہذا القیاس۔

بناءً علیہ طالب حق کو بغرض و بامید احقاق حق آپ سے مناظرہ نا عبث اور محض فضول ہے۔ [illegible] مباحثہ کرنا چاہے تو اسکو بہ امید تبلیغ ایک حرف اس غرض سے مباحثہ کرنا چاہیے۔ [illegible] آزمایش کرے اور اسکے علم و دیانت و حق طلبی کی قلعی کھولے۔ اسی غرض سے یہ عاجز مدت سے اسکے متعلق [illegible] اور اپنے دوسرے اسلامی بھائیون کو بنظر خیرخواہی لکھنا مناسب سمجھتا ہے کہ اس خدمت کو اسی عاجز کے [illegible] کرین۔ اور خود اس دوسرکو ترجیح دین۔ ناکسا ما سبک الزام اور افحام کے طریق واندز سے بخوبی واقف۔ [illegible] اسلیے وہ اپنے سب بھائیون کیطرف کافی ہے۔

یہ دعوے مباحثہ کے متعلق واجب الغرض امور تھے جو بیان کئے گئے۔ اور فیصلہ آسمانی کا نشان [illegible] بنایا گیا۔ اس فیصلہ کا اصل حال اسکے جواب سے بخوبی ظاہر ہوگا انشاء اللہ تعالے۔

تمہید ختم ہوئی اب جواب فیصلہ آسمانی پڑھو۔

کادیانی* کے فیصلہ آسمانی کی ترمیم

اور

اُسکی مسلمانی کے تصفیہ کے لیئے آسان تجویز [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی.

(اما بعد)

مرزا غلام احمد کادیانی نے اپنے مسلمان ہونے اور الزام کفر والحاد وزندقہ وارتداد سے جو اتفاق رائے علماے پنجاب وہندوستان ان پر قائم ہوا ہے۔ اپنے بری ہونے کے لیے جو آسمانی فیصلہ مشتہر کیا ہے وہ عدل وانصاف پر مبنی نہیں بلکہ ترمیم کی لائق ہے۔

اس فیصلہ کے دو حصے ہین جو سولہ صفحہ مین پورے ہوئے ہین۔

پہلا حصہ (جو آٹھ صفحہ مین ہے) محض سب وشتم ولعن وطعن کا مجموعہ ہے جسکی چند تمثیلات بطور مشتے نمونہ خروارے یہ الفاظ وفقرات ہین جو کادیانی نے ایک آل رسول لخت جگر بتول حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور

---

* قادیان اکثر بڑے قاف سے لکھا جاتا ہے مگر جب قادیان کی نسبت مرزا غلام احمد کیطرف سے ہو تو کادیانی چھوٹے کاف سے لکھنا ضروری ہے۔ اسکی وجہ ایک الہام ہے جس کی شرح وتفصیل پرچۂ اشاعۃ السنہ متضمن مباحثہ لودہانہ مین ہو چکی ہے ناظرین ملاحظہ کرین۔

اور اس خاکسار راقم ترمیم کے حق میں استعمال کیے ہین۔
(۱) اہل اکافرین وہی ٹھرائے گئے ہین۔ (۲) دیانت وتقوے بالکل ہاتہ سے چھوڑ دیا۔ (۳) کنارہ کشی کی ذلت (۴) او باشانہ لاف وگزاف (۵) انکی مفسدانہ اور انکو باتین سن چکا ہون (۶) ایسے رسوا ہونگے (۷) سخت صدمہ خجالت وشرمندگی کا پہنچ گیا (۸) سراسر خیانت وبددیانتی (۹) بڑی ذلت کے ساتہہ ہمیشہ کے لیے شکست (۱۰) چوہڑون اور چمارون سے بہی کان کاٹے۔ (۱۱) یہ کیسی سفلہ پن کی باتین ہین مین سچ کہتا ہون کہ اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال مین تو تھوڑا بہت حیا کو کام مین لاتے ہین اور پشتو نکے سفلے ہی ایسی کمینگی اور شیخی سے بہرا ہوا تکبر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہین لاتے۔ (۱۲) اسکی کہوپری مین ایک کیڑا ہے جسکو ضرور ایک دن خدا تعالی نکالدیگا (۱۳) فرعونی رنگ کے تکبر سے (۱۴) منہ کو لگام دیوے (۱۵) یہہ کیا شرارت اور بیحیائی کا بیان ہے (۱۶) مین ان سفلے ملاؤن کو سراسر بے بصیرت سمجھتا ہون اور بخدا ایک مرے ہوئے کیڑے کی برابر بہی انہین خیال نہین کرتا (۱۷) مین انکی گندی گالیون اور نجاست بہری ہوئی باتون سے ترسان ہوا (۱۸) ہمیشہ شرفا بدگفتار لوگون سے ڈرا کرتے ہین۔ اور مہذب لوگ گندی زبان والون سے پرہیز کر جاتے ہین۔ شریف از سفلہ نمے ترسد بلکہ از سفلگی اوسے ترسد۔ (۱۹) پردہ دری کرے (۲۰) بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کیطرح تکفیر اور لعنت کی جہاگ منہ سے نکالنے کے لیے چہوڑ دیا۔ (۲۱) محض شرارت کی راہ سے لکھتے ہین (۲۲) تکفیر کی شیطانی منصوبون سے باز آجائین۔ اس قسم کے اور بہت سے الفاظ سب وشتم آپنی زبان دُر افشان سے نکالکر قلم اعجاز رقم کے حوالے کئے ہین۔ اس دُر افشانی کی آپنے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اسکے مخالفون نے اسکو کافر وملحد دجال وکذاب کہا ہے۔ اور بٹالوی نے جامع مسجد دہلی مین اسکو فحش گالیان دین اور پہلور کے اسٹیشن پر اسکے لیے گندی اور نجاست بہری گالیون کی ایک تو مثال دی ہوتی۔

کی موت تجویز کی۔ پھر آپ فرماتے ہین "اسلیے مجھے مقابلہ نے کسیقدر درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات مُنہ پر لاؤن"۔ یہ بھی آپنے فرمایا ہے۔ "کہ مین گالیون کے عوض مین گالیان نہین دینا چاہتا اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہون"۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ جسقدر گالیان آپکے دل دماغ مین جمع ہین اُنکے مقابلہ مین یہ گالیان جو آپ قلم مین لاچکے ہین کچھ مقدار نہین رکھتین۔ گویا یہ گالیان ہی نہین ہین بلکہ یہ آپکی مسیحی اخلاق اور جمالی صفات کا نمونہ ہین **فریق ثانی** کا اسکے مقابلہ مین یہ عذر و جواب ہے کہ انہون نے نہ تو جامع مسجد دہلی مین فحش گالیان دین اور نہ پھلور کے سٹیشن پر کادیانی کے لیے کُتّے کی موت تجویز کی۔ اس بیان مین کادیانی نے افترا کیا اور اپنی عادت قدیم کذب سے کام لیا ہے۔ ہان دجّال و کذاب و ملحد و کافر اور ان معنے کے اور الفاظ وہ اسکے حق مین ضرور لکھتے ہین۔ مگر اسمین وہ ایک امر واقعی اور حکم شرعی کا اظہار و بیان کرتے ہین جسکے امر واقعی اور حکم شرعی ہونے پر علمائے پنجاب اور ہندوستان اُنسے اتفاق رکھتے ہین چنانچہ اُنکا فتوے بحق کادیانی جو عنقریب شائع ہونے والا ہے اس بیان پر شاہد عدل ہے۔ اور ایک امر واقعی کے اظہار و بیان کا گالی نہونا کادیانی نے خود تسلیم کیا ہے چنانچہ اُسنے **ازالہ** کے صفحہ ۱۲ مین اسنے کہا ہے۔ "پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات مین اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہین جس سے مشتعل ہوکر مخالفین نے اللہ جلشانہٗ اور رسول کریمؐ کی بے ادبی کی۔ اور پُر دشنام تالیفات شائع کردین۔

قرآن شریف مین صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودون کو سب اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالے کی نسبت سب و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولین۔ لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سب و شتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی مین معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہین

فرمائے جو اس عاجز نے بزعم اونکے اپنی تالیفات مین استعمال کئے ہین - اور در حقیقت سب و شتم مین داخل ہین -

مین سچ سچ کہتا ہون کہ جہانتک مجھے معلوم ہے مین نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہین کیا جسکو دشنام دہی کہا جاوے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت مین سمجھ لیتے ہین اور ان دونو مختلف مفہومون مین فرق کرنا نہین جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک امر واقعی کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپان ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہین حالانکہ دشنام اور سب و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جاوے - اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اسکی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم مین داخل کر سکتے ہین تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیون سے پر ہے

پھر جب سے تک آپنے اس اجمال کی تفصیل نہ کی اور [illegible] خود قرآن سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ امور واقعیہ کا بیان گالی نہین کہلاتا - بنا بر علیہ آپکو فرعون دجال کذاب دلیمہ و مثال ذلک کہنا ہرگز گالی نہین ہو سکتا کیونکہ باتفاق علماے ہندوستان و پنجاب یہ ایک امر واقعی کا بیان ہے - ہان آپ کا [illegible] ان کو [illegible] کافر اور اوّل الکافرین کہنا یا بے حیا و بے دیانت قرار دینا آپکے اصول و اقرار کے موافق گالی ہے کیونکہ آپ اپنی تحریرات مین ان لوگونکی نیک نیتی کی تعریف کرتے ہین - اور اس خلاف کو جو آپسے وہ ظاہر کرتے ہین ایک خطا اجتہادی سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے آپ ان کے مقابلہ مین مباہلہ کرنے اور لعنت کہنے پر مستعد نہین ہوتے -

قادیانی سے اب یہ فیصلہ کو جس مین اس نے گالیون کی بوچھاڑ کی ہے راقم ترمیم غلط اور لائق ترمیم سمجھتا ہے کہ بجاے اسکے یہ تجویز مناسب نہین سمجھتا کہ ان گالیون کے

بدلے اسکو گالیان دی۔ اور اپنے اس فیصلہ کے پیچھے کو پکڑ گاہ بنا دی۔
وَلَیْسَ ذٰلِکَ اَلَّا بِخَلْقِ بِحَمْدِ اللّٰہِ یہ اسکی کبھی عادت نہیں ہوئی اسنے چودہ سال (زمانہ شباب
پرچہ) مین کبھی کسی کو گالی کا جواب گالی سے نہین دیا۔ اور نہ گالی سے ابتدا کیا ہے
پہلے اسکا علائی بھائیون حنفیون سے مخاطب رہا تو انکی سخت گوئی کے جواب مین اُس نے
یہ شعر پیش کیا ہے بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی ٭ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا
[illegible] ایک مدت تک اس تحریر کو مذہب جاننے والون سے اسکا [illegible] تو اسمین بھی اس
[illegible] پر اسکا عمل رہا ہے دشنام خلق را ندہم [illegible] جواب [illegible]
اب ایک مدت سے وہ اپنے عیسی بھائیون اہلحدیث سے مخاطب ہے تو [illegible]
اور [illegible] کہتا ہے اور واقع بالتی ھی احسن پر کاربند ہے۔ پھر وہ کادیانی کی گالیون کا مقابلہ
گالیون سے کیونکر کرے اور اپنی فطرت اور عادت قدیم کو کیونکر بدل سکے۔
ہان بجائے اسکے ایک اور تجویز مناسب اسکے خیال مین آئی ہوئی ہے جسکے فکر
مین وہ اسوقت سے مصروف ہے جبکہ کادیانی نے اشتہار (۱۷) اکتوبر ۱۸۹۱ء
مین اسکے شیخ مشیخ الکل کی جناب مین گستاخی کی تھی اس سے پیشتر اپنے بھوپالی حواری
محمد احسن امروہی سے تبرا بازی کرائی تھی۔ مگر اسکی تعمیل کا ابھی وقت نہین آیا وہ وقت
آگیا تو کادیانی کی بدزبانی کا کافی علاج ہو جائیگا اور اس فساد کا پورا انسداد عمل مین
آئیگا۔ انشاء اللہ تعالے۔
دوسرے حصہ مین کادیانی نے اپنے کفر و ایمان کے لیے ایک معیار تجویز کیا۔
اور اس معیار سے اپنے مومن ہونے اور کافر و ملحد ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس فیصلہ
کو اسنے بحسب عادت قدیم تطویل بلا طائل اور بغرض تلبیس و تغلیط مخاطب طولانی اور
پیچیدہ عبارات مین تحریر کیا ہے۔ جسکو پورا اور بعینہ نقل کرنا نہ صرف فضول بلکہ
مخل مطلوب ہے۔ لہذا اس مقام مین اسکا خلاصہ مطلب بیان کرکے اسکی ترمیم اور دیگا

اسکی اسان تجویز با لتقویم بیان کیجاتی ہے۔ **خلاصہ** فیصلہ قادیانی یہ ہے کہ مومن و کافر کا امتحان بحکم قرآن چار علامتون سے ہوتا ہے۔ **اول بشارات** سے۔ یعنی مومن کو اسکی مرادات اور اسکے دوستون کی مطلوبات قبل از وقوع بتائے جاتے ہین۔

دوم اطلاع مغیبات یعنے مومنون کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دیجاتی ہے۔

سوم۔ قبولیت دعوات یعنے مومن کی اکثر دعائین قبول ہوتی ہین۔

چہارم کشف عجائبات قرآن یعنے مومن کو قرآن کے ایسے عجائبات معارف و حقائق سوجھائے جاتے ہین جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہون۔ اور کسی اسلامی کتاب تفسیر مین بیان نہوئے ہون۔

ان چہارگانہ علامات ایمان و کمالات امتحان مین قادیانی نے ازراہ دوراندیشی ایک **قید و استثنا** بھی لگادی اور یہ بات کھولکر کہدی ہے کہ یہ علامات اکثری ہین کلی نہین ہین اور بعض اوقات یہ علامات مومن مین پائی نہین جاتی بلکہ اسکے مقابل کافر مین پائی جاتی ہین۔ بعض بشارتین مومن کو نہین ملتی۔ کافر کو مجاتی ہین۔ بعض واقعات آئندہ مومن پر نہین کہلتی کافر پر کھلتی ہین۔ بعض دعائین مومن کی اسوجہ سے کہ تقدیر مبرم مین انکی عدم قبولیت لکھی گئی ہے قبول نہین ہوتین کافر کی ہوجاتی ہین۔ بعض اوقات مومن پر قرآن کے عجائبات نہین کھلتے۔

یہ **قید و استثنا** اپنے اس غرض سے لگائی ہے کہ جن بے شمار اشخاص کے لیے آپ دعائین کر چکے اور ان کے عوض مین ان سے ہزارہا روپیہ لیکر ہضم کر گئے ہین۔ چنانچہ فتح الاسلام کے صـ۷۹ مین اس امر کے اقراری ہوئے ہین اور ابتک وہ لوگ مطلب کو نہین پہنچے اور آپ کی دعاؤن سے فائدہ نہین پائے وہ اس قاعدہ امتحان کو سنکر کہین چونک نہ اٹھین اور اپنے حق مین آپ کی دعاؤن کے مقبول نہونے سے آپکو کافر

سمجھکر واپسی روپیہ کے خواستگار نہو جائین۔ اور چارون طرفسے دیوانی نالشون کے نوٹس نہ پہنچنے لگین۔ انکا منہ اس استفسار سے بند کر دیا اور انکو یہ سمجھا دیا کہ انکی قسمت اور تقدیر مُبرم مین حصول مراد مقدر نہ تھا۔ اس لیے ان کے حق مین آپ کی دعاؤن کا اثر نہوا۔ یہ انکی قسمت کا قصور ہے نہ آپکی دعاؤنکا۔

ازانجملہ ایک ہمارے شہر لاہور کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر رسالدار پنشنر ہین جن سے انکے گہر مین بیٹا پیدا ہونے کے لیئے دعا کی وعدہ وامید پر آپ نے پانسو روپیہ یکمشت اور کئی رقمین متفرق آپنے ایک دلال (جو اہلحدیث کہلاتے اور آمین بالجہر اور رفع یدین کرتے ہین اور اس جامہ کے پردہ مین لوگون کو پراعتبار جاکر انکا صدہا روپیہ کادیانی کے خزانہ مین جمع کرا چکے ہین) کے ذریعہ سے وصول کیئے ہین۔ وازانجملہ بعض متعلقین نواب محمد ابراہیم علی خان صاحب والئے ریاست مالیر کوٹلہ ہین جنسے دعاء صحت نواب صاحب کے وعدہ وامید پر اپنے پانسو روپیہ وصول کئے مگر وہ ابتک صحت یاب نہوئے۔ وازانجملہ ہمارے ایک دوست مولوی جلال الدین صاحب ساکن پیرکوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ہین جو مرض نزول الماء سے نابینا ہوکر کئی بار کادیان مین ماحضر لیکر حاضر ہوئے اور ابتک اس مرض سے صحت یاب نہین ہوئے اور اگر وہ کسی ڈاکٹر کے پاس جاکر اپریشن کراتے تو غالبًا اچھے ہوجاتے۔ وقس علی ھذا

اس قاعدہ سے کادیانی نے اپنے اور اپنے مخالفون کے ایمان کے امتحان کی یہ تجویز کی ہے کہ لاہور مین ایک بڑی انجمن (جنرل کمیٹی) قائم ہو جسکے ممبر کادیانی کے مخالفین بہی ہوسکتے ہین اگر وہ درخواست کرین۔ ورنہ صرف کادیانی کے حوارین وموافقین کافی ہین۔ اور اس کمیٹی کے پہنچ (شاخین) دور دراز ملکون (مثلاً مدراس۔ بمبئی۔ کلکتہ وغیرہ) مین مقرر ہون وہ کمیٹی یا کمیٹیان دفتر رجسٹر بناوین۔ اس دفتر مین کادیانی اور اسکے مخالف مولوی اپنی اپنی تحریرات متضمنہ بشارات

ویشین گوئیان متعلقہ واقعات باثبات شہادت چار کس اہل اسلام ایک سال کے عرصہ تک بھیجتے رہین۔ اور کمیٹی ان تحریرات کے مطالب کو اپنے رجسٹرون مین درج کرکے ان تحریرات کی رسیدین باثبات دستخط تمام ممبران یا کم سے کم پانچ اشخاص کے فریقین کو دیتے رہے اور ان تحریرات کے نتیجہ کے ظہور پر اسکو اپنے رجسٹرون مین درج کرے اور اسپر جملہ ممبران یا پانچ ممبر اپنے دستخط ثبت کیا کرین۔ ایک سال کے بعد وہ کمیٹی فریقین کے سامنے انکی بشارات اور پیشنگوئیون کے نتائج کا موازنہ و مقابلہ کرے۔ پس جس فریق کی بجانب کثرت ہو یعنے اسکی بشارتین اور پیشین گوئیان فریق مقابل کی نسبت زیادہ سچ نکلین اسکو مومن کامل تصور کیا جائے۔

وہی کمیٹی یا (کمیٹیان) اہل حاجات مختلف مذاہب اور مختلف مصائب مین مبتلا (مثلاً کوڑہی۔ اندھے۔ لنگڑے۔ یا کسی سخت سزا عبور دریا شور یا پھانسی کی حکم یافتہ یا اپنے پیارے مفقود الخبر کی غم زدہ یا لاولد ہونے کی مصیبت مین مبتلا) لوگون کو اشتہارات کے ذریعہ سے (جنکو آپ کے مخلص حواری میان غلام قادر صاحب ایڈیٹر ومالک پنجاب گزٹ سیالکوٹ مُفت چھاپ دین گے) طلب کرکے اکٹھا کرین (یہان دو باتین آپ بیان کرنا بھول گئے) اول۔ یہ کہ اگر اشتہار واذن عام کو دیکھ کر ہزارون کوڑہی جمع ہونے کو تیار ہو جاوینگے۔ تو انکی سکونت کے لیے کوڑہیخانہ لاہور مین میو ہاسپٹل کے قریب یا اور کہین بنوانا پڑیگا یا خود کمیٹی کو قصبہ ترنتارن ضلع امرتسر پنجاب مین جہان کوڑہی بکثرت رہتے ہین جا کر ایک مدت تک کوڑہیون کے ساتھ رہنا ہو گا۔

امر دوم۔ کہ ان کوڑہیون کا اگر وہ لاہور مین جمع ہونا چاہینگے خرچ خوراک کون دیگا۔ کیا وہی میان غلام قادر یا ان کے ہم زلف آپکے پہلے اور بڑے حواری حکیم نورالدین جنکے ہاتھ مین خزانہ ریاست جمون کا ایک حصہ ہے یا یہ خرچ ان بیچارے

مولویون پر جو کادیانی کے مخالف ہین ڈالا جائیگا۔ شاید ان دونو امر کی نسبت آپکو کچہ الہام نہین ہوا۔ قافیہ الہام تنگ ہوگیا تھا تب ہی اسکے بیان سے تعرض نہین کیا) اور ان سب اہل مصائب کی درخواستین لیکر ایک صندوق مین (اس صندوق کی نسبت بھی الہامی بیان نہین ہوا کہ وہ کراماتی صندوق (تابوت سکینہ) ہوگا۔ یا معمولی۔ دیسی یا ولایتی لکڑی کا یا لوہے کا اور اس کا خرچ (اگر ولایتی لوہے کا ہو) کسپر پڑیگا۔ شاید اسکا خرچ آپکے تیسرے حواری میان عبدالکریم سیالکوٹی اپنے ذمہ لینگے۔ کیونکہ انکو اس صندوق سے خصوصیت کے ساتھ ذاتی جسمانی فائدہ پہنچنے کی توقع ہوسکتی ہے) جمع کرتی ہے۔ اور ان سبکے نام بقید ولدیت وسکونت وپیشہ ومذہب ونوع مصیبت کمیٹی اپنے رجسٹرون مین درج کرے اور ایک مہینہ کے یا جسقدر مدت کے بعد کمیٹی مناسب سمجھے درخواست کنندگان اہل مصائب کی دو فردین بناوے۔ اور انکو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کادیانی اور اسکے مخالف مولویون مین تقسیم کردے۔ جس فریق کے حصہ مین جس فرد کے اہل مصائب آوین روز تقسیم سے ایک سال تک وہ فریق ان کے حق مین دعا کرتا رہے۔ پھر جس فریق کی دعا سے کثرت سے لوگ اچھے ہون وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

اسی کمیٹی کے سامنے کادیانی اور مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معانی بیان کرین جو پہلے کسی کتاب تفسیر مین بیان نہون یعنے پہلے کسی مسلمان کو نہ سوجھے ہون۔ پس جس فریق کے بیان کردہ معارف کمیٹی کے جلسہ مین صحیح وخالی از تکلف ثابت ہون وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

اس امتحان مین مقابلہ کی وجہ کادیانی نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ یکطرفہ نشانی دکھایگا تو اسکے مخالف مولویونکو اعتبار نہ آئیگا۔ اور عام لوگ چونکہ مولویون کی تابع ہوتے ہین لہذا وہ بھی ان نشانون کو نہ مانینگے۔ پھر کہا ہے کہ ہان اگر مولوی لوگ وعدہ دین کہ ہم

کادیانی کا یکطرفہ نشان دیکھکر اسکو مسلمان مان لینگے تو یکطرفہ نشان دکہانیکو بہی آپ حاضر
ہین اس فیصلہ کے دنبالہ مین کادیانی نے علمی مباحثہ کیطرف بہی اپنے مخالفون
کو بلایا اور یہ کہا ہے کہ میرے مخالف میرے دعوے وفات مسیح مین مجہ سے
بحث نہ کرسکے اور اس بحث کو ناجائز شروط پیش کرکے ٹلا چکے تو مین نے یہ
آسمانی گولہ چلایا ہے وہ اب بہی لاہور مین اگر مجہسے بحث کرین تو مین مباحثہ
کے لیے بہی حاضر ہون۔ اور اسکے حواری اسپر یہ حاشیہ چڑہاتے پہرتے
ہین کہ حضرت کادیانی صرف اسی وجہ سے لاہور مین آئے ہین کہ وہ مولوی ابوسعید
محمد حسین سے انکے بٹالہ چلے جانے سے پہلے بحث کرین۔ حضرت کادیانی کو انکے
بٹالہ چلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ ابہی لاہور مین نہ آتے۔ کئی ضروریات انکو
اس سفر سے مانع تہی۔ انکو ملتوی کرکے وہ لاہور مین اس غرض مباحثہ سے آئے ہین۔
اس دنبالہ کے اخیر مین آپنے یہ بہی دعوی کیا ہے کہ دعوی وفات مسیح مین قرآن
اور حدیث آپ کے ساتہ ہے۔ قرآن مین یہ کہین نہین لکہا کہ آنے والا مسیح حقیقی طور
پر صلیب توڑے گا اور قتل خنازیر کا حکم دیگا اور اسلامی حکم جزیہ کو منسوخ کرے گا
اور کتاب صحیح بخاری مین یہ نہین لکہا کہ آنے والا مسیح ناصری نبی اسرائیلی ہوگا بلکہ
اسمین یہ لکہا ہے کہ وہ تم مین سے اور تمہارا ایک امام ہوگا۔ اور لکہا ہے کہ حضرت
مسیح وفات پاچکے ہین۔ یہہ آپکے فیصلہ اور اسکے ضمنی اور دنبالہ کا خلاصہ ہے
اب اسمین ترمیم اور بجائے اسکے فیصلہ کی آسمان تجویز بالتقویم پیش کی جاتی
ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ بوجوہ ذیل لائق نسخ و ترمیم ہے۔
وجہ اول یہ کہ قرآن مجید نے امتحان ایمان طریق یہ نہین بتایا کہ مدعی ایمان کو
ان چارگانہ علامتون سے آزمایا جائے۔ اگر نہین اسکا نمبر کم ہے تو اسکو کافر تصور کیا
جائے۔ بلکہ امتحان ایمان کے لیئے آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ آسمانی قرآن اور آسمانی وحی

خفی حدیث نبوی پر مدعی ایمان کے اقوال وعقائد کو عرض کیا جائے۔ پس اگر وہ اقوال وعقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں تو اسکو مومن تصور کیا جائے ورنہ کافر
سورہ ممتحنہ مین ارشاد ہے تمہارے پاس مومن عورتین ہجرت کرکے آوین تو

یا ایہا الذین آمنوا اذا جائکم المؤمنات مہاجرات فامتحنوہن اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموہن مؤمنات فلا ترجعوہن الی الکفار لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن واتوہم ما انفقوا ۔ یا ایہا النبی اذا جائک المؤمنات یبایعنک علیٰ ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادہن ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن ولا یعصینک فی معروف فبایعہن الآیۃ (ممتحنہ ع ۲)
ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ ان رسول اللہ کان یمتحن من ہاجر الیہ من المؤمنات بہذہ الآیۃ بقول اللہ یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی قولہ غفور رحیم قالت عائشۃ فمن اقر بہذا الشرط

(انکے ایمان) کا امتحان کرو خدا تعالے کو انکے ایمان کا خوب علم ہے۔ تم اون کو مومن جانو تو انکو کافرون کیطرف نہ پھیرو۔ وہ انکے لیے حلال نہین اور نہ وہ انکے لیے حلال ہین اور ان (کافرون) کو (واپس) دو جو انہون نے (مہر) دیا تھا۔
اور ارشاد ہے کہ اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتین اسپر بیعت کرنے کو آوین کہ وہ شرک نہ کرینگی چوری نہ کرین گی زنا نہ کرینگی اپنی اولاد قتل نہ کرینگی اور نہ بہتان دلاینگی اور کسی امر معروف (حکم شرعی) مین تیری نافرمانی نکرینگی تو انسے بیعت کرلے
اور صحیح بخاری مین عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنے والی عورتونکا امتحان ایمان خدا تعالے کے اس قول سے جسمین شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار لیا گیا ہے کرتے پھر جو عورت اقرار کرتی اسکو فرماتے کہ مین نے تجھسے بیعت لی

من المؤمنات قال لها رسول الله
صلی الله علیه وسلم قد بایعتك كلاماً
(صحیح بخاری ص۷۲۶)

اختلف فیما کان یمتحنهن به فقیل
کان یستحلفن بالله ما خرجن من
بغض زوج ولا رغبة من أرض
الی أرض ولا لالتماس دنیا بل حباً لله
ولرسوله و رغبة فی دینه فاذا حلفت
کذلك اعطی النبی صلی الله علیه وسلم
زوجها مهرها وما انفق علیها ولم یردها الیه
وقیل الامتحان هو ان تشهد ان لا اله
الا الله وان محمداً رسول الله فاذا
علموا ان ذلك حق منهن لم یرجعن الی
الکفار واعطی بعلها فی الکفار الذین
عقد لهم رسول الله صلعم صداقها
الذی اصدقها واحلهن للمؤمنین
اذا اتوهن اجورهن قال ابن عباس
وقیل ما کان الامتحان الا بان
یتلو علیهن رسول الله صلعم الآیة
وهی یا ایها النبی اذا جاءك المؤمنات
الی آخرها- (فتح البیان ص۲۹۵ ج ۹)

تفسیر فتح البیان وغیرہ مین لکھا ہے
کہ اس امتحان کی تفسیر مین بعض علما
کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم ان مہاجر عورتون کو قسم دیکر پوچھتے
کہ وہ خاوند سے ناخوش ہوکر اور ہر ایک
جگہ سے دوسری جگہ کو پسند کرکے تو نہین
آئین بلکہ محض خدا رسول کی محبت اور دین
اسلام مین رغبت کے لیے آئین ہین۔
جب وہ یہ قسم کھا لیتین تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم انکو کافر شوہرون کیطرف
نہ پھیرتے اور ان کے مہر انکو واپس دیتے۔
اور بعض کا قول یہ ہے کہ امتحان یون ہوا
تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑہتین جب اس
کلمہ سے معلوم ہوتا کہ وہ مسلمان ہین تو آن
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو واپس نہ کرتے بلکہ
انکو مہر واپس کردیتے۔
بعض کا یہ قول ہے کہ امتحان صرف
اسطرح ہوا تھا کہ آپ ان کے سامنے وہ
آیت قرآن جس مین شرک وغیرہ گناہ
نکرنے کا اقرار ہے پڑھ دیتے۔
یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال

علمار امت محمدیہ بالاتفاق ناطق ہین۔ کہ امتحان ایمان کے لیے آسمانی اور قرآنی فیصلہ وہی ہے جو اُپر بیان ہوا ہے۔ کہ مدعی ایمان کے اقوال و اعتقادات کو قرآن و حدیث پر عرض کیا جائے۔ نہ یہ کہ علامات چہارگانہ مجوزہ کادیانی سے اسکو آزمایا جائے کادیانی نے علامات مذکورہ سے امتحان کرنے کو قرآنی فیصلہ قرار دینے مین نہ صرف انصاف کا خلاف کیا بلکہ خدا اور قرآن پر صریح افترا کیا ہے قرآن مین اسکی تجویز کا کہین نام و نشان نہین ہے۔

اب کادیانی کے اس افترا سے تائب ہو۔ اور امتحان و ایمان کا محک و معیار قرآن و حدیث سید الابرار کو تسلیم کر کے قرآن و حدیث سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔ ہر چند کادیانی نے زبان سے کلمہ شہادت پڑھتا اور مُنہ سے یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ قرآن و حدیث مین جو امور ایمان قرار دیئے گئے ہین مین اُنکو مانتا ہون۔ ولیکن چونکہ اسکی تصنیفات مین اس اقرار کے مخالف صریح انکار پایا جاتا ہے لہذا اسکا صرف کلمہ شہادت پڑھنا اور زبان سے امور ایمان کو تسلیم کرنا لائق اعتبار نہین۔ اور یہ اس تسلیم و اقرار کی مانند ہے۔ جو منافقین زمانہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع مین آیا اور قرآن مجید نے اسکو صحیح و معتبر نہین سمجھا۔ چنانچہ آیت منقولہ حاشیہ

> اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون

مین بیان ہوا ہے کہ جب منافق تمہارے پاس (اے رسول مقبول) آتے ہین تو یہہ کہتے ہین ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ خدا کے رسول ہین۔ یہ بات خدا تعالے بھی جانتا ہے (مگر) خدا گواہی دیتا ہے کہ منافق (اس گواہی دینے مین) جھوٹے ہین وہ جو کہتے ہین دل سے نہین کہتے۔

بنا بر علیہ کادیانی کو لازم ہے کہ اگر اسکا یہ اقرار اور کلمہ پڑھنا دل سے ہے تو وہ اپنے اس انکار سے رجوع مشتہر کرے اور ان کتابون کے (جنمین وہ انکار پایا جاتا ہے)

پڑھنے سے لوگون کو روک دے۔ یا مجمع علمار مین حاضر ہوکر اس انکار کے ایسے معنے بتادے جو اس اقرار سے موافق و مطابق ہو سکین۔

وجہ دوم۔ یہ کہ صورت مجوزہ کادیانی سے ایمان کا امتحان بعض اوقات اور بعض حالات مین بحکم عقل ناممکن ہے جسکے عدم امکان پر قرآن کی شہادت بہی موجود ہے۔ کیونکہ صورت مجوزہ کادیانی سے آسمانی نشان کے ظاہر ہونے مین کادیانی نے بعض اوقات وحالات کی استثنار لگادی اور یہ بات تبصریح کہدی ہے کہ بعض اوقات مومن کو بشارتین نہین ملتین اور اسپر واقعات آیندہ اور معارف قرآنی نہین کہلتے اور دعار کی نسبت تو اُس نے یہانتک کہدیا ہے کہ جو تقدیر حقیقی اور واقعی طور پر مبسرم ہو وہ مومن کامل کی دعاؤن سے ہرگز نہین بدلتی۔ اگرچہ مومن کامل نبی یا رسول کا رتبہ رکھتا ہو" اور اس استثنار سے حالت مقابلہ کی استثنار کہین ثابت نہین۔ یعنے یہ بات قرآن وحدیث مین کہین نہ آئی کہ اگر مومن کامل کسی کافر یا مومن ناقص کے مقابلہ مین آسمانی نشان دکھانا چاہیگا تو اس حالت وصورت مین نشان دکہانے کا قاعدہ کلیہ اور دائمی رہیگا۔ اور اس استثنار کا جسکو بعض حالات مین کادیانی نے تسلیم وتجویز کیا ہے اسمین دخل نہو گا۔ بلکہ قرآن مجید سے اسکا خلاف ثابت ہے۔ اور بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت مین نشان دکہلنے سے انکار ثابت ہوا ہے اگرچہ اکثر اوقات مقابلہ کے وقت نشان دکھانا ہی قرآن سے ثابت ہے۔

مقابلہ کیحالت مین نشان دکہانے کی تمثیلات کی نقل تفصیلی اس مقام مین ضروری نہین ہے۔ کیونکہ فریقین کو اسپر اتفاق ہے۔ اور وہ تمثیلات شہرہ آفاق مین جیسے مشرکین مکہ کے مقابلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو دو ٹکڑے کر دکھانا۔ اور بدر کی لڑائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے فرشتون کا نازل ہونا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کف دست مٹی اور سنگریزہ پھینکو سے

تمام مشرکین کی آنکھوں اور نتھنوں کا خاک اور کنکروں سے پر ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔

اس مقام مین ایک ایسی مثال کی تفصیل کیجاتی ہے جسمین آنحضرتؐ کا مشرکین کے مقابلہ کے لیے آسمانی نشان چاہنا اور اسپر نشان دکھانے سے انکار پایا جانا ثابت ہے۔ سورہ انعام مین ارشاد ہے۔ کہ اگر تجھ پر (اے رسول مقبول) مشرکین مکہ کا (اسلام سے) منہ پھیرنا ناگوار ہو تو اگر تجھے زمین مین سرنگ نکالکر یا آسمان مین سیڑہی لگاکر کوئی نشان (جو وہ چاہین) دکھانے کی طاقت ہے تو انکو نشان لادے۔

وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بایۃ ـ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی فلا تکونن من الجاھلین (سورہ انعام ۳۴)

خدا تعالے چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر اکٹھا کر دیتا۔ تو اس حرص یا سوال سے نادان نہ ہو جائیو۔

تفسیر معالم مین لکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو اپنی قوم کے مومن ہو جانے کی کمال حرص تھی وہ جب کوئی نشانی مانگتے تو آپ خدا تعالے سے چاہتے کہ وہ انکو نشان دکھاوے اس طمع سے کہ وہ لوگ مومن ہو جائینگے جسپر خدا تعالے نے یہ ارشاد فرمایا۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرص علی ایمان قومہ اشد الحرص وکانوا اذا سألوا ایۃ احب ان یریھم اللہ تعالی ذلک طمعا فی ایمانھم فقال اللہ عز وجل - فان استطعت الایۃ (معالم ص ۳۰۰)

بیضاوی مین اس آیۃ کی تفسیر مین لکھا ہے جو امر نہو اسکی حرص سے نادان نہو۔

من الجاھلین بالحرص علی ما لا یکون (بیضاوی ص ۲۵۳)

اس قسم کی آیات قرآن مجید مین اور بھی ہین جنمین مقابلہ کیحالت مین انبیاء

سابقین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان دکہانے سے انکار کرنا پایا جاتا ہے کادیانی نے جو مقابلہ کیحالت مین نشان ظاہر ہونے کو ضروری اور لازمی قرار دیا اور اوسکو اپنے ستثنار سے مستثنی کردیا ہے تو اسپر سنے دو آیات قرآن سے تمسک کیا ہے ایک وہ آیت جسکا اسنے یہ ترجمہ کیا ہے "اے سوتو مقابلہ سے ہمت نہ ہارو اور کچہ اندیشہ مت کرو انجام کار غلبہ تمہین کا ہے اگر واقعی طور پر مومن ہو"

دوسری عہ وہ آیۃ جسکا ترجمہ اسنے باین الفاظ کیا ہے کہ "خدا تعالی ہرگز کافرون کو مومنون پر راہ نہین دیگا" مگر سچ یہ ہے اسنے مسلمانون کو دہوکہ دیا ہے اور آیات کا مطلب غلط بتایا ہے۔ ان آیات مین ہر وقت اور عام حالات مین مسلمانون کو کافرون پر ظاہری اور دم نقد غلبہ دینے کا وعدہ نہین دیا گیا۔ بلکہ پہلی آیت مین تو ایک خاص موقع جنگ اُحد کے بعد جنگ بدر صغرے کی تیاری پر یہ وعدہ دیا گیا تہا۔ چنانچہ پہلی آیۃ کی تفسیر مین معالم مین لکہا ہے کہ اس آیت کا نزول جنگ اُحد کے بعد ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ابو سفیان کے مقابلہ کا انکے زخمی ہو جانے کے بعد حکم دیا تہا اور وہ حکم اُنپر گران گذرا تہا تب خدا تعالے نے اس آیۃ کو اوتارا۔

نزلت هذه الآية بعد احد حين امر النبي صلى الله عليه وسلم اصحابه لطلب القوم بعد ما اصابهم الجرح فاشتد ذلك على المسلمين فانزل هذه الآية (معالم)

اور دوسری آیت مین نہ تو خاص کرکے آسمانی نشان دکہانے سے غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے اور نہ ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مین مسلمانون پر کافرون کو راہ دینے کا وعدہ ہے اسی عدم عموم حالات کیوجہ سے اس آیت کی تفسیر مین صحابہ کا اختلاف رہا ہے۔ حضرت علی مرتضی نے فرمایا ہے کہ

قال علي في الآخرة وقال عكرمة

عہ آیۃ یہ ہے ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين۔
عہ وہ یہ ہے ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا۔

آخرت مین خدا کافرون کو مومنون پر راہ نہ دیگا۔ حضرت ابن عباس رضہ نے کہا ہے کافر دلائل سے (جو اکثر آسمانی نشان	عن ابن عباس رض ای حجۃ وقیل ظهورا علی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (معالم ص۵۹)

کے سوا بہی ہوتے ہین۔) مسلمانون پر غالب نہ آئین گے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر غالب نہونگے۔ یہ تفسیر معالم کا بیان ہے۔ ایسا ہی بیضاوی مین لکھا ہے اور اسمین تخصیص آخرت پر آیۃ کے سیاق کو دلیل سمجھ کر کہا ہے

فاللہ یحکم بینکم یوم القیمۃ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا[۱] حینئذٍ اور ان آیات سے کسی مسلمان سلف یا خلف نے یہ نہین سمجھا۔ کہ انہین مومنون کو کافرون پر ہر حالت اور ہر وقت مین غلبہ دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور واقع اور مشاہدہ کی شہادت بہی اس کے برخلاف ہے۔ ہم صاف دیکہتے ہین کہ بارہا مسلمانونکا کافرونسے مقابلہ ہوا۔ اور بظاہر کافرون نے غلبہ پایا عام مسلمانون کا ذکر ہے خاص انبیا پر بعض کافرون نے غلبہ پایا اور انکو شہید کیا۔ دیکہو قرآن مین وقتلہم الانبیاء بغیر حق کادیانی سنے بہی دل سے ان آیات کا یہ مطلب نہین سمجہتا جو یہان بیان کرتا ہے۔ وہ خود یہ مطلب سمجہتا ہے تو کیون دلیری کے ساتہہ بلا حراست پولیس وحفاظت حوارین کبہی میدان مین نہین نکلتا۔

دہلی مین چاندنی چوک کے جلسہ عام اہل اسلام مین نہ آیا۔ اور اسنے صاف اور صریح الفاظ کے ساتہ یہ عذر لکھہ بہیجا کہ اُس جوش کی حالت مین کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابہی ایک شخص مجہکو کہہ گیا ہے کہ مین محض خیر خواہی کے رو سے کہتا ہون کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی[۲] غلام قادر صاحب

[۲] غلام قادر کو آپ مولوی نہ کہین تو وہ آپکو حضرت اقدس کسطرح کہین۔ س

من ترا حاجی بگویم تو مرا

[۱] ترجمہ۔ پس خدا تعالے تم مین قیامت کو دن فیصلہ کریگا اور خدا تعالے کافرون کو مومنون پر کسی صورت راہ نہ دیگا۔

ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر آپ کی تحریر ذمہ داری سے اطلاع دیدین۔ اور یہ بھی التجا و درخواست کرین کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنی طرف سے امن قائم کرنے کے لیے کچھ مدد کرین بعد اطلاع ڈپٹی کمشنر آپکو اطلاع دیجاویگی"

اور آپ نے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر مین یہ شتہر کیا ہے کہ عوام کے مفسدانہ حملون نے جو ایک ناگہانی طور پر کرگئے اسدن مجھے حاضر ہونے سے روک دیا صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہین۔ کہ اس جلسہ کے عین وقت پر مفسد لوگون کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ مین انکی وحشیانہ حرکت دیکھکر اوپر کے زنانہ مکان مین چلا گیا۔ آخر وہ اسطرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے۔ اور یہانتک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان مین گھس آئے"

ایسا ہی آپنے تقریر مطبوعہ ۲۳۔ اکتوبر مین اور آپکے حواری میان غلام قادر نے سیالکوٹ گزٹ ۱۴۔ نومبر مین مشتہر کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد جتنے دن آپ دہلی مین رہے اپنے گھر پر پولیس کا پہرہ رکھوایا۔ اور جسدن دہلی سے کوچ کیا رات کے تین بجے ریلوے سٹیشن کا راستہ لیا۔

لاہور مین آپکا قدم آیا تو یہان بھی ارد گرد حوارین کا پہرہ رکھوایا۔ اور جسدن سے آپکے ثانی اثنین مہدی[1] لاہوری نے سر بازار آپکی خدمت کی اسدن سے تو آپنے

---

[1] ۔ یہ شخص لاہور مین ہے۔ دعوی رسالت بھی کرتا ہے مہدی ہونیکا بھی مدعی ہے۔ کلمہ یہ پڑھتا ہے۔ لا الہ الا اللہ مہدی رسول اللہ چینیانوالی مسجد کے بعض آمین کہنے والے اسکے دعوی کی تحقیق کر بھی درپے ہوں۔ اور بالفعل معمولی کلمہ پڑھنا چھوڑ دین جیسا کہ تحقیق دعوے قادیانی کے درپے ہو کے اگلے عقائد کو خیرباد کہہ چکے ہین۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۰

اکثر زنانخانہ مین (جواسی غرض سے ساتھ رہتا ہے) خلوت اختیار کی اور بہت کم نیچے کے مکان مردانہ مین نشست فرمائی۔

پس اگران آیات کا وہی مطلب آپکے دل مین ہوتا جو بیان بیان کیا ہے تو یہ امر ایسے وقوع مین نہ آتا۔ ناظرین انصاف وایمان سے کہنا جس شخص کو خدا کیطرف سے مقابلہ کے وقت غلبہ کا وعدہ دیا جائے وہ خدا پر بھروسہ چھوڑ کر ڈپٹی کمشنر یا پولیس یا اور لوگون کی پناہ لیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور اگر کادیانی کو یہ دعوے ہے کہ ان آیات مین ظاہری وجسمانی مقابلہ کیوقت مومنون کو غلبہ دینے کا وعدہ نہین دیاگیا۔ بلکہ باطنی اور روحانی کے مقابلہ کے وقت یہ وعدہ دیاگیا ہے۔ تو وہ اسکا ثبوت پیش کرے۔ اور نقل صحیح سے یہ بتاوے کہ جس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تہین وہ ظاہری اور جسمانی مقابلہ کا موقع نہ تھا۔ بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کا موقع تھا۔ اس بات کا کادیانی ثبوت دے تو ہم سے ایک دلیل پر سو روپیہ انعام لے۔

ہرچند آیات (اگر عمومات ہون) اپنے موقع سے مخصوص نہین ہوتین۔ مگر یہہ تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ موقع نزول کو وہ شامل ہوتی ہین۔ اور یہ امر بالاتفاق ناممکن ہے کہ وہ اپنے معانی کی نظر سے مورد نزول کو شامل ہو سکین۔ اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ مقابلہ کی صورت مین بہی ہر وقت اور ہر حالت مین مومنون کو غلبہ دینے اور آسمانی نشان دکہانے کا خدا کیطرف سے وعدہ نہین دیاگیا۔ بلکہ بعض اوقات عین مقابلہ کیحالت مین نشان دکہانے سے انکار پایاگیا ہے۔ اور اس قاعدہ نشان نمائی مین جو استثنار کادیانی نے تجویز وتسلیم کی ہے اس سے حالت مقابلہ مستثنے نہین ہے۔ بنا ئرعلیہ صورت فیصلہ مجوزہ کادیانی سے بعض حالات مین فیصلہ ناممکن ہے کیونکہ بحکم استثنار مجوزہ وسلمہ کادیانی ممکن ہے۔ کہ مقابلہ کے وقت دونو فریق یا ایک فریق بمدت

محدود تک (سال تمام کیون نہو) کسی بشارت یا پیشینگوئی یا عجائبات قرآنی کا انکشاف نہو اور فریقین یا کسی ایک فریق کے فرد اہل حاجات و مصائب مین ایسے لوگ آجائین جنکے حق مین تقدیر مبرم کا قلم چل چکا ہو۔ اور انکے حق مین کسیکی دعا مقبول نہو اس حالت مین علامات چارگانہ مجوزہ کادیانی سے فریقین یا احد الفریقین کا کاذب یا مومن ہونا ثابت نہو سکے گا۔ اور صورت مجوزہ کادیانی سے فیصلہ ممکن نہوگا۔

وجہ سوم۔ یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ کادیانی کا وقوع بحکم عادت بھی ناممکن ہے اور اس سے امتحان ایمان کادیانی متعذر ہے۔

ان مالی مشکلات کو کوٹھری خانہ کی تیاری کے لیے روپیہ کون دیگا اور مفلس کوڑیوں کا خرچ روزمرہ کا اگر وہ صدہا لاہور مین جمع ہو گئے کون ذمہ وار ہو گا۔ قطع نظر ہو اور حکیم صاحب ممبون کے خزانہ عامرہ کی نظر سے انکو آسان تصور کیا جائے تب بھی بڑی بھاری مشکل اس تجویز کے وقوع سے مانع یہ ہے کہ کمیٹی ممتحنہ کے ممبر اگر صرف حواریان کادیانی ہون (جو روپیہ ملنے اور دو وقتہ مفت پلاؤ کھانے کے طمع سے بخوشی ممبر ہو سکتے ہین) تو ان کے امتحان اور ایمان پر فریق ثانی اور عام مسلمانون کو اعتبار نہو گا۔ اور اگر اس کمیٹی مین فریق ثانی کے اشخاص ممبر مقرر کیے جاوین۔ تو یہ امر بخیال طوالت میعاد ایک سال کے ناممکن الوقوع ہے۔ وہ لوگ کادیانی کو اسکی ایسی ہی عادتون کی نظر سے جھوٹا اور فریبی جانتے ہین اور خود آسمانی نشان دکھانے کے مدعی نہین ہین۔ پھر وہ کس امید پر اپنے کام کاج چھوڑ کر ایک سال تک اسکی نوکری مین لگ سکین گے۔ اسی نظر سے کادیانی نے یہ کمیٹی تجویز کی ہے۔ اور ایک سال انکی نوکری اور حاضر باشی کی میعاد ٹھہرا دی ہے۔ اسکو امر کا یقین حاصل ہے کہ ایک سال کی میعاد مقرر کرنے سے کوئی مسلمان اس کمیٹی مین شامل ہونا پسند نہ کریگا۔ اور اس قدر عرصہ تک ناحق و بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا روا نہ رکھیگا۔

یہ یقین اسکو ان اشتہارات کو جاری کرنے سے ہو چکا ہے۔ جو سابقاً مخالفین اسلام

کے مقابلہ مین ایک سال تک حاضری کی شرط پر آسمانی نشان دکہانے کے لیے
اس نے جاری کئے تھے۔ اور مخالفین ان اشتہارات کیطرف ملتفت نہوئے کسینے
اسکو فریبی اور دہوکہ باز سمجہا۔ کسینے دیوانہ قرار دیا۔ اور اس نے اپنے احمق اتباع پر اسکا
نتیجہ یہ ظاہر کیا کہ کوئی اسکا مقابل نہوا اور میدان اسکے ہاتہ مین رہا۔ یہی نسخہ اس نے
مسلمانون سے پیچھا چھوڑانے اور اپنے احمق اتباع کے سامنے انپر اپنی فتح ظاہر کرنے
کے لیے استعمال کرنا چاہا ہے۔ مگر دانا ہر فرقہ کے خوب سمجھتے ہین کہ یہ اسکی فتح نہین
گریز ہے۔ اور ایک ناممکن الوقوع امر کو شرط مقابلہ ٹھیرانا گریز کا ایک بہانہ ہے۔
بہلا اگر کادیانی کو کوئی یہ کہے کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ اسکی خدمت مین حاضر رہے
ایک سال کے بعد وہ اسکو خدا تعالے کی ظاہری آنکہون سے زیارت کراویگا۔ یا اسکو
پر لگا کر آسمان پر اڑا کر پہچا دیگا۔ تو کیا کادیانی اس امید پر ایک سال تک اسکی
خدمت مین رہنا منظور کرے گا۔؟ نہین ہرگز نہین۔ پہر وہ مسلمانون کو (جو اس کو
محض فریبی سمجھتے ہین اور اس سے صدور خوارق و کرامات کو ویسا ہی محال جانتے ہین)
کیون ایسی بات کہتا ہے؟ ہان وہ میعاد نشان نمائی ہفتہ یا دو ہفتہ کر دے تو
مسلمان نہ اس امید پر کہ وہ نشان دکہا سکتا ہے۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ جہوٹا
ہے خدا اوسکو جہوٹا کریگا۔ اور عام لوگون پر اسکا فریب ظاہر کر دیگا۔ اس قلیل مدت
تک اپنی اوقات کو صرف کر سکتے ہین۔ سال بہر تک تو وہ اپنی اوقات کو اسکی
تکذیب کے لیے صرف کرنا کوہ کندن و گیا ہے براوردن [illegible] کا مصداق سمجھتے ہین
اور اس سے آسان تدبیر تقریر و تحریر کے ذریعہ سے اسکا جہوٹا اور فریبی ہونا ظاہر کر سکتے
ہین۔ لہذا میعاد ایک سال کے لیے انکا اس کمیٹی کا ممبر ہونا ناممکن الوقوع ہے۔
وجہ چہارم۔ یہ کہ صورت معجزہ کادیانی سے فیصلہ وقوع مین آ بہی جاوے تو
وہ مشتبہ رہتا ہے۔ کیونکہ بعض علامات جسکو کادیانی آسمانی قرار دیتا ہے آسمانی

نہین بلکہ شیطانی یا انسانی ہونے کا احتمال رکھتی ہین۔
وہ کشف واقعات آیندہ سے جو بذریعہ علم نجوم ورمل وجفر اور ہندسہ حساب اور قیافہ شناسی اور پولیٹکس سے ہوتا ہے اور اس قسم کے واقعات کو بطور پیشگوئی نجومی رملی و پولیٹیشن اشخاص بتلاتے ہین اور وہ اخبارون مین مشتہر ہوتے رہتے ہین۔ اور واقعی بھی نکلتے ہین جب کادیانی (جو علم نجوم مین دخل رکھتا ہے (چنانچہ اسکی عبارات توضیح مرام و [illegible] کادیانی سے ظاہر ہوتا ہے) اور پولیٹیشن اور قیافہ شناس ونجومی [illegible] ہے) اور علماء اسلام کہ متقی ہین (جو رمل ونجوم کا علم نہین رکھتے اور کادیانی کے برابر قیافہ شناس و پولیٹیشن بھی نہین ہین) کچھ واقعات آیندہ بتادے جنکی مثل وہ علانیہ بتا سکین تو اس سے ان واقعات کے بیان کا آسمانی نشان ہونا کیونکر متیقن ہو سکتا ہے۔

وجہ پنجم۔ یہ کہ بعض علامات مجوزہ کادیانی یقیناً آسمانی نہین بلکہ شیطانی ہین جنکی نظر سے اس فیصلہ کو یقیناً شیطانی کہہ سکتے ہین۔ وہ آیات قرآن مین اسکی وہ تحریفات ہین جنکو وہ معارف قرآنی کہتا ہے (جیسے کادیانی کے نزدیک لیلۃ القدر سے رات مراد نہ ہونا بلکہ ایک ظلمانی زمانہ جبکی ظلمت حد کمال تک پہنچ چکی ہو مراد ہونا۔ اور (۲) سجود آدم سے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کی طرف ملائکہ کا سجدہ مراد نہ ہونا بلکہ انسان کامل کی خدمت واطاعت مراد ہونا۔ اور (۳) حضرت عیسیٰ کے احیاء موتے وشفاء مرضی سے روحانی مُردون اور مریضون کو ہدایت کرنا۔ یا عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اپنا خیالی اثر حیات وصحت انمیں ڈالنا اور خلق طیور سے کل دار کھلونے بنانا مراد ہونا وغیرہ وغیرہ) اور مسلمان ایسے معانی کے بیان کو تحریف وکفر والحاد وزندقہ وباطنیت سمجھتے ہین اور اسپر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ وہ معانی ظاہر نصوص کے (جو باتفاق اہل اسلام واجب الاعتقاد ہے) مخالف ہین۔ اور سلف صالحین صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین واکابر محدثین کے

مردی وما ثور نہین - اس امر کا تو کادیانی خود فخر کے ساتہہ مدعی ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ معانی کسی کتاب تفسیر مین موجود نہونگے۔ لہذا وہ تحریفات بحکم حدیث من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فھو رد۔ (یعنے جو شخص ہمارے دین مین ایسی بات نکالے جو اسمین نہو۔ (یعنے قرون ثلثہ مین جنکی بہتری کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے پائی نہ جاوے) وہ مردود ہے) مسلمانون کے نزدیک لائق رد ہین پہر وہ ان تحریفات کو آسمانی نشان کیونکر مان لین اور اسمین کادیانی کا مقابلہ کسطرح کرین۔ کادیانی کے مقابلہ مین وہ تہوڑی دیر کے لیے بہی کافر نہین بن سکتے*

وجہ ششم۔ یہ کہ صورت فیصلہ معجزہ کادیانی نہایت طوالت اور مہلت طلب ہے ایک عرصہ انعقاد و تقرری کمیٹی کے لئے مختلف ملکون کے لیے چاہیے۔ اور بعد انعقاد کمیٹی ہا اور شروع کارروائی پہر ایک سال انتظار نتائج دعاؤن اور پیشین گوئیون کے لیئے چاہیے۔ حالانکہ یہ کٹی سالون کی راہ ایک دن یا چند دنون مین بآسانی طے ہو سکتی ہے۔ جسکی صورت یہ ہے کہ وہی کمیٹی جو آیندہ دعاؤن اور پیشین گوئیون کے نتائج اور قرآنی معارف کا امتحان کرکے کادیانی کو پاس کریگی۔ کادیانی کی گذشتہ دعاؤن اور پیشین گوئیون کے نتائج اور اسکے بیان کردہ قرآنی معارف کا امتحان کرے۔ اس کمیٹی مین کادیانی کے مخالف مولوی بہی شامل ہو سکتے ہین۔ کیونکہ یہ صرف چند دنون کا کام ہے۔ اور اسمین انکو بنظر کاذب اور مفتری ہونے کادیانی کے اور کذب ہونے اسکی پیشینگوئیون کے اور کفر و الحاد ہونے اس کے بیان کردہ معارف کی اپنی کامیابی کی کامل امید ہے۔

اس کمیٹی کے ممبر فریقین سے مساوی منتخب ہون۔ اور اوسکا پریسیڈنٹ ایک نیوٹرل (ثالث غیر طرفدار) ہو۔ یہ کمیٹی کادیانی کی پہلی دعاؤن اور پیشین گوئیوں کے نتائج اور قرآنی معارف کو درست اور صحیح اور آسمانی نشان قرار دے تو کادیانی کو مرسل

* وہ اس احمق کی نظیر بننا نہین چاہتے جس نے پرائی بدشگنی کے لیے اپنی ناک کٹالی تہی

کامل تصور کیا جائے ورنہ کافر دروغ گو۔

پچھلی دعا والون مین شاید ان لوگون کے نام بہی پیش ہون جنکا ہزار ہا روپیہ کادیانی صاحب کہا کر ہضم کرچکے ہین اور انکے کام نہین ہوئے اور انکی نسبت شاید وہ یہ عذر پیش کرین کہ انکے حق مین تقدیر مبرم چل چکی تہی ۔ اس لیے وہ کامیاب نہوئے لہذا انکی جگہ چند نئے اہل حاجات (جنمین بعض کادیانی کے اتباع سے اعرج ۔ (لنگڑے) اعور (کانے) اور احول (کج نگاہ) بہی شامل ہونگے) پیش کیے جائین گے۔ انکی نسبت پہلے کادیانی صاحب الہام کی دوربین لگاکر لوح محفوظ یا عرش معلے یا علیین سے یہ دیکھ لین کہ وہ تقدیر مبرم والے تو نہین وہ ایسے نکلین تو انکی جگہ اور لوگون کو منتخب کرے جو تقدیر مبرم کی لپیٹ مین نہ آئے ہون۔ اور پھر انکے حق مین دعا کر کے ایک یا دو ہفتہ مین اسکا اثر دکہاوے ۔ اور اس کمیٹی سے اور اپنے تمام مخالفین سے اپنے مسلمان ہونے کا سارٹیفکٹ حاصل کرے۔

ہم سب[۱] مخالفین کادیانی اسکو وعدہ دیتے ہین کہ اگر وہ غلبہ رائے کمیٹی سے اس امتحان مین پاس ہوگیا تو ہم یہ سمجھینگے کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہین ہے (گو اسکے الفاظ[۲] سے یہ دعوے قطعاً ثابت ہو) اور اس نظر سے وہ کافر نہین۔ کیونکہ ہم لوگون اہل سنت کا اصول و اعتقاد ہے کہ متنبی (جھوٹے مدعی نبوت) کے ہاتہ پر خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ممکن نہین ہے چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۷ صفحہ ۲۱۷ مین اسکی تشریح ہوچکی ہے۔

۱ے۔ اس امر کو مینے آپکے اور مخالف علما کے پاس ذکر کیا تو انہون نے منظور کیا ۔ آپ اس امر کو منظور کرینگے تو انکی دستخطی تحریرین آپکے پاس بہیجی جائیگی انشا اللہ تعالی۔

۲ے۔ اس صورت مین ان الفاظ کی نسبت یہ خیال کیا جائیگا کہ وہ الفاظ اس نے نادانی اور سادہ لوحی سے جسکا وہ اپنے فیصلہ ۲ فروری ۱۸۹۲ء مین مقر ہوا ہے بولے ہین ۔ نہ عمداً اور ارادہ معانی حقیقیہ سے ۔

ومعہذا اگر کادیانی آسمانی نشانوں اور کرامتوں کا ظہور ہوا تو سمجھا جائیگا کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہیں۔ صرف نادانی اور سادگی سے ایسے الفاظ جنسے دعوے نبوت ثابت ہے اسکی قلم سے نکل گئی ہے۔ ہمارے اس وعدہ وتسلیم سے کادیانی کے یہ دو لو عذر۔ کہ (۱) بعض اوقات تقدیر مبرم نشان دکہانے سے مانع ہوتی ہے۔ اور (۲) یکطرفہ نشان دکہایا جاوے تو مخالف مولوی اسکو نہ مانے گے۔ اور انکے بہکانے سے عوام بہی اسکا اعتبار نہ کرینگے۔ نیز اٹھ گئے۔ اب تو وہ سرتسلیم جہکائے اور یکطرفہ آسمانی نشان دکھائے۔ اور سالہا سال کی راہ ایک دن یا چند دنوں مین طے کرنا منظور کرے۔ وہ اس تسلیم کا خود اپنے فیصلے مین ہم سے طالب ہوا تہا ہم نے اسکو منظور کرلیا ہے۔ تو اب اسکو یکطرفہ نشان دکہانے سے کونسا عذر مانع ہے بس اب میدان مین آئے اور نشان دکہائے۔ اور روز کا قصہ طے کرے۔

یہ فیصلہ کادیانی کے نسخ وترمیم کی وجوہات ہین انہین وجوہات کے ضمن مین اس فیصلہ کی جگہ جو سامان تجویز بانقوم ہمارے خیال مین تہی وہ بیان ہوچکی ہے۔ وہ تجویز وہ آسمانی صورت فیصلہ ہے جو وجہ اول کے ضمن مین بیان ہوئی ہے۔ کہ کادیانی اپنے اقوال واعتقادات کو آسمانی وحی جلی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر مجمع علماء مین حاضر ہوکر پیش کرے اور اپنی زبانی اقرار کلمۂ شہادت اور اظہار تسلیم امور ایمان مندرجہ حدیث وقرآن کو اپنی کتب وتصانیف کے احکام سے مطابق کر دکہائے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی مجالس اور بعض اشتہارات تحریرات مین تو یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ مین (۱) ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب نہین سمجھتا۔ (۲) انکے نبات خود زمین پر آنے سے انکاری نہین ہون۔ جبرائیل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس اصلی صورت مین چہ سو بازؤن کے ساتہ آنا مانتا ہون نہ انبیا کی خیالی صورت سے (۴) مین روح القدس روح الامین (جو انبیاء کے پاس آتا تا) اور کو

اندرونی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار نہین دیتا۔ بلکہ جبرائیل فرشتہ کو سمجھتا ہون جو آسمان سے اتر کر انبیاء کے پاس آتا تھا۔ ایک دفعہ جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس کے کئی سو پر تھے (پھر حکیم صاحب جمون کو مخاطب ہو کر فرمایا) بھائی نور دین بتانا کتنے تھے؟ (حکیم صاحب نے جواب دیا) حضرت چھ سو تھے)۔ مین (۵) تثلیث پاک تجویز نہین کرتا۔ مین (۶) بطور استعارہ ابن اللہ (خدا کا بیٹا) نہین کہلاتا۔ مین (۷) ستارون کی تاثیر کا قائل و معتقد نہین ہون۔ مین (۸) نبوت کا دعوی نہین کرتا بلکہ مدعی نبوت کو کافر جانتا ہون۔ مین (۹) اپنی وحی کو وحی انبیاء کیطرح دخل شیطان سے منزہ اور معصوم نہین سمجھتا۔ مین (۱۰) معجزات انبیاء اور خوارق کو مانتا ہون۔ مین (۱۱) آنحضرت م کے جسمانی معراج کو حق جانتا ہون۔ مین (۱۲) سجود آدم۔ لیلۃ (۱۳) القدر وغیرہ ہد کو جو قرآن و حدیث مین وارد ہین اسیطرح انکو ظاہری معانی سے مانتا ہون جسطرح تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہین۔ مین (۱۴) نصوص کے ظاہری معانی چھوڑنے کو کفر و الحاد سمجھتا ہون۔ مین (۱۵) مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین نہین کرتا بلکہ اس توہین کو کفر سمجھتا ہون۔ مین (۱۶) اپنے اوپر نزول کتاب یا آیات کا مدعی نہین ہون۔ مین (۱۷) تمام لوگون پر اپنی پیروی کو واجب اور موجب نجات اور اپنی نافرمانی کو حرام اور مستوجب سزا نہین جانتا۔ مین (۱۸) اہل اسلام سلف کو مشرک کافر نہین سمجھتا۔ بلکہ مومن کو کافر کہنے والے کو کافر جانتا ہون۔ وعلی ہذا القیاس بہت ایسے امور ہین جنکا وہ عام مجالس اور بعض تحریرات مین اقرار کرتا ہے۔

مگر اس کی کتب و مشہورہ تصانیف مین اس اقرار کے برخلاف صریح انکار موجود ہے۔ جو بہ ترتیب امور منقولہ بالا اسکی تصانیف سے نقل کیا جاتا ہے۔

(۱)

آپکا ملائکہ کو نفوس فلکیہ او ارواح کواکب قرار دینا آپکی عبارات ذیل مین پایا جاتا ہے

آپ اپنے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۴۳ مین لکھتے ہین روحانیات سماویہ خواہ
انکو یونانیون کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہین یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات
کے موافق ارواح کواکب سے انکو نامزد کرین یا نہایت سیدھی اور موحدانہ طریق سے
ملائک اللہ کا انکو لقب دین۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام مین مستقر اور
قرار گیر ہے اور اسکے صفحہ ۷۰ مین لکھتے ہین قرآن شریف سے ثابت ہے یہ سیارات
اور کواکب اپنے اپنے قالبون کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہین جنکو نفوس کواکب سے
بھی نامزد کر سکتے ہین۔

(۲)

آپکا ملائکہ خصوصاً جبرائیل و ملک الموت کے
بذات خود اور اصلی صورت سے نزول سے
انکار کرنا اور صرف نزول تاثیر کا قائل ہونا
اور (۳) انبیاء کی دیکھی ہوئی صورت کو انکی خیالی صورت
قرار دینا۔ اور (۴) روح القدس روح الامین وغیرہ
انسانی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار دینا اور
(۵) تثلیث پاک کو تجویز کرنا۔ اور (۶) اپنے آپ کو
بطور استعارہ ابن اللہ کہنا۔

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۲۹ مین لکھتے ہین محققین اہل اسلام ہرگز اسبات کے
قائل نہین کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانون کیطرح پیرون سے چلکر
زمین پر اُترتے ہین اور یہ خیال بداہت باطل بھی ہے ++ مثلاً فرشتہ ملک الموت
جو ایک سیکنڈ مین ہزارہا ایسے لوگون کی جانین نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار
مین ایکدوسرے سے ہزارون کوس کے فاصلے پر رہتے ہین اگر ہر ایک کے لیے اسبات کا
محتاج ہو کر اول پیرون سے چلکر اسکے ملک اور شہر اور گھر مین جاوے اور پھر اتنی

مشقت کے بعد جان نکلنے کا اسکو موقعہ ملے تو ایک سکینڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کر
لیے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہین ہو سکتی کیا ممکن ہے کہ ایک شخص انسانون
کیطرح حرکت کرکے ایک طرفۃ العین کے یا اسکے کم عرصے مین تمام جہان گھوم کر چلا
آوے ہرگز نہین۔ اور اسکی عبارت منقولہ ۴۲ مین گذر چکا ہے کہ در حقیقت یہ
عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام مین مستقر اور قرار گیر ہے" + اور اسکے صفحہ ۴۸
مین لکھتے ہین اگران نفوس طیبہ کا ان ستارون سے الگ ہونا فرض کر لیا جاوے
تو انکی تمام قوی مین فرق پڑجاوے گا + + وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات
کے لیے جان کا حکم رکھتے ہین اور انکے جدا ہونے سے انکی حالت وجودیہ مین کلی فساد
راہ پا جانا لازمی اور ضروری امر ہے۔ اور **اسکے صفحہ ۶۸ مین** لکھتے ہین سو وہ فرشتہ
(جبریل) اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو
(نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے)
لیکن اسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادون اور مختلف ظروف کے
لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلون پر تقسیم ہوتا ہے وہ **توضیح مرام کے صفحہ ۲۱**
مین لکھتے ہین۔ ان دونو محبتون (یعنے محبت خدا و محبت بندہ) کے ملنے سے جو در حقیقت
نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہین۔ ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور
مخلوق مین پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت
کو پکڑ لیتی ہے۔ ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جسکا نام روح القدس ہے + + +
چونکہ روح القدس ان دونو کے ملنے سے انسان کے دل مین پیدا ہوتی ہے
اس لیے کہہ سکتے ہین کہ وہ ان دونو کے لیے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث
ہے جو اس درجہ کی محبت کے لیے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتون نے مشرکانہ طور پر
سمجھ لیا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۲۵ مین لکھتے ہین۔ اور کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر

دونو محبتون کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اوسکو روح امین کے نام سے بولتے ہین۔ اور اسکے صفحہ ۷ مین لکھتے ہین اسوقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اسکے اندر رکھدیتا ہے تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اسکی عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتے کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو یہ نہین کہ فرشتہ اُسکے اندر گھس آتا ہے جیسے مثلاً آئینہ[1] دیکھنے سے یہ نہین ہوتا کہ تمہارا منہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ مین جا رکھدیا جاتا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۹۷ مین لکھتے ہین جب جبریلی نور خدا کی کشش اور تحریک اور نفخۂ نورانیہ سے جنبش مین آتا ہے تو معًا اسکی ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے محب صادق کے دلمین منقش ہو جاتی ہے

(۷) آپکا تاثیر ستارون کا قائل و معتقد ہونا

آپ توضیح مرام مین صفحہ ۴۳ مین لکھتے ہین۔ جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتون پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیارون کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتون پر یہ سب ملائک اثر ڈال رہے ہین۔ اور اسکے صفحہ ۴۸ مین لکھتے ہین کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۴۹ مین لکھتے ہین کہ جیسے کواکب اور سیارون مین باعتبار اُنکے قالبون کیطرح طرح کے خواص پائے جاتے

[1] اس عبارت مین الفاظ زیر خط بعینہا کا دیانی کے الفاظ ہین۔ باقی ربط عبارت کے لیے ہمنے لگائے ہین۔ اصل عبارت طویل تھی اسلیے پوری نقل نہین ہوئی۔

ہین جوز مین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہین۔ ایسا ہی انکو نفوس نورانیہ مین بھی انواع اقسام کے خواص ہین جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اثر ڈالتے ہین اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندون پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہین۔

(۸)

آپکا مدعی نبوت ہونا اور نبیون کی مانند اپنی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ومعصوم سمجھنا۔

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ مین لکھتے ہین اسمین کچھ شک نہین کہ یہ عاجز خدا کیطرف سے اس امت کے لیے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالے سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اسپر ظاہر کیے جاتے ہین اور رسولون اور نبیون کی وحی کیطرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغز شریعت اسپر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیا کیطرح اسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئین باواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھ نہین کہ امور متذکرہ بالا اسمین پائے جائین۔"

اور اپنے ازالہ کے صفحہ ۵۳۳ مین لکھتے ہین ہان یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کرکے بھی بیان کیا گیا ہے مگر امتی کرکے بھی تو بیان کیا گیا ہے + + + سو یہ بات کہ امتی بھی کہا اور نبی بھی کہا اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ دونو شانین امتیت اور نبوت کی اوس مین پائی جاوینگی جیسا کہ محدث مین ان دو شانون کا پایا جانا ضروری

ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے غرض محدثیت دونو رنگون سے رنگین ہوتی ہے اسلیے خداتعالے نے براہین احمدیہ مین بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔"

اور اسکے صفحہ ۶۷۶ مین لکھتے ہین کہ جیسے اسلام مین سرفتر الٰہی خلیفونکا مثیل موسٰے ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسٰے بن مریم ہے جو اس امت کے لوگون مین سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا ہے۔ اور فرمان جعلناك المسيح ابن مريم نے اوسکو درحقیقت وہی بنادیا ہے وکان الله على كل شئ قديرا اور اس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کی مثیل ہونے کیطرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسٰے اپنے جمالی معنون کے رو سے ایک ہی ہین اسیکی طرف یہ اشارہ ہو ومبشرا برسول ياتي من بعدي اسمه احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہین یعنے جامع جلال وجمال ہین لیکن آخری زمانہ مین برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے۔

(۱۰)
آپکا معجزات سے انکار کرنا اور انکو قانون قدرت کے مخالف سمجھکر از قسم شعبدہ بازی ودستکاری ومسمریزم قرار دینا

اب توضیح مرام کے صفحہ ۹ مین لکھتے ہین۔ یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید ومولا

موسلے حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھ جاؤ اور روبرو ہی وہ اتریں اور انہیں جواب ملا تھا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي یعنے خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دارالابتلا میں دکھاوے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے اور آپنے ازالہ کے صفحہ وصف میں آپ لکھتے ہیں مناسبت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں (یعنے کاویانی سے) اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ احیائی جسمانی کچھ چیز نہیں[1] احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں[2] تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جسقدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے[3] ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ[عہ] مسیحی معجزات[4] کی رونق دور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر[5] ہے۔ کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئینگی۔ مری

---

[1] یہ فقرہ توجہ ناظرین کی لائق ہے۔ اسی غرض سے اسکو بقلم جلی لکھا گیا۔

[2] یہ فقرہ بھی توجہ ناظرین کے لائق ہے اسمین صاف تصریح ہے کہ جن معجزات کو مسیح کیطرف مسلمان منسوب کرتے ہیں وہ مفتریات ہیں مسیح سے وہ معجزات سرزد نہیں ہوئے۔

[3] یہ بھی لائق توجہ ہے اسمین صاف تصریح ہے کہ سب نبیوں کے معجزات و خوارق محل شبہات ہیں مگر مسیح کے سب سے زیادہ۔

[4] ناظرین دیکھو یہ کیسی صریح نفی معجزات مسیح ہے۔

[5] ناظرین! خدا کے لیے توجہ کرنا۔ اصل مسیح کی پیشگوئیوں کا حال ابتر اور اُسکے مثیل کی جو ظلمت

[عہ] تالاب کا حال آپ کی عبارت منقولہ صفحہ ۲۱ رسالہ ہذا میں ہے۔

پڑیگی - لڑائیان ہونگی - قحط پڑینگے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جسقدر حضرت مسیح کی پیشگوییان غلط نکلین - اسقدر صحیح نہین نکل سکین + اور اس کے **صفحہ ۸ مین** لکھتے ہین اس مقام مین زیادہ تر تعجب یہہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہین کہ مین ہرگز کوئی معجزہ دکہا نہین سکتا مگر پہر بہی عوام الناس ایک انبار معجزات کا اون کیطرف منسوب کر رہے ہین نہین دیکہتے کہ وہ کہلے کہلے انکار کیے جاتے ہین - **اور اسکے صفحہ ۱۰۳ مین لکھتے ہین** دوسرے عقلی معجزات ہین جو اوس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہین جو الہام

کا مدعی ہے نہ فوقیت کا پیشگوییون کا حال خوب تر - اس صورت مین آپ اصیل ٹہرے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم آپ کے ظل مثیل مگر شاید آپ بیان دعوے مین بہول گئے ہین ایک ہی وقت کے اصیل ہو نہ مثیل -

سلہ - جس نبی کی ایک الہامی پیشگوئی غلط نکلے اوس کے الہام اور وحی اور نبوت کا کچہ اعتبار نہین ہے - بنائٌ علیہ آپکا حضرت مسیح کی پیشگوئی کو غلط کہنا در پردہ انکی نبوت سے انکار ہے -

یہان تو آپ نے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات (پیشگویون) پر وار کیا ہے - مگر اپنے ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ مین اس وار اور طعن مین چارسو اور نبیون کو بہی شامل کر لیا ہے - چنانچہ بحوالہ کتب یہود ونصاریٰ جنپر اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد حلال نہین یہ لکہا ہے کہ ایک بادشاہ کیوقت مین چارسو نبی نے اسکی فتح کے بارہ مین پیشگوئی کی تہی اور وہ جہوٹی نکلی - اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان مین مرگیا - اسکا سبب یہ تہا کہ درصل وہ الہام ایک ناپاک روح کیطرف سے تہا نوری فرشتہ کیطرف سے نہ تہا - اور ان نبیون نے دہوکہ کہا کر ربانی سمجہ لیا "

اس بیان کی تائید مین اپنے قرآن کی ایک آیت کو اس حصہ سے جسمین ذکر ہے کہ جو نبی

الہی سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کا معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے
جسکو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

بار سوال گذرا ہے۔ انہوں نے بات کی تو شیطان نے اوس میں
کچھہ ملا دیا۔ بستد دل کہا اور یہ کہا ہے کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ جس
حالت میں قرآن کریم سے ایسے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن
ہے اور پہلی کتابیں توریت و انجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بناپر
الہام روایت یا الہام بعد موافقت و مطابقت قرآن کریم کی حجت
نہیں تو پھر ناظرین کے لیے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات بینہ سے
میاں عبدالحق صاحب و میاں محی الدین صاحب نے اپنے الہامات کو رحمانی الہام
سمجھ لیا ہے۔ مگر اس مقام میں آپنے تحریف سے کام لیا اور مسلمانوں کو دہوکہ دیا۔ صریح تحریف

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطن ثم یحکم الله ایته والله علیم حکیم۔ (الحج ع ۷)	اس آیت کا پہلا حصہ آپ نے لے لیا اور اوسکا آخیر جس میں صاف یہ بیان ہے کہ اللہ تعالے شیطان کی ملائی ہوئی بات کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیت کو محکم کرتا ہے چھوڑ دیا۔

اور طرفہ یہ کہ آپ بہت جگہ اپنی تصانیف میں اس آیۃ کے آخری حصہ سے الگ
ساتھ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے لفظ ولا محدث شامل کرکے اپنے اور دیگر محدثین
کے الہامات کا دخل شیطان سے منزہ ہونا ثابت کرتے ہیں اور اسی آیت اور حدیث
بخاری کو اپنے دعوے نبوت و محدثیت کا بڑا بھاری ثبوت خیال کرتے ہیں۔
اس مقام میں مولوی محی الدین صاحب و صوفی عبدالحق کے الہامات کو (جو کادیانی کو

آب جاننا چاہیئے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ (خلق طیور یعنے مٹی کا پرندہ بنانا) حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کیطرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اون دنون مین ایسے امور کی طرف لوگون کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ[1] بازی کی قسم مین سے اور در اصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت مین ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بناکر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور طیار کرکے اونکو زندہ جانورون کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت مین عام طور پر یہودیون کے ملکون مین پہیل گئے تھے اور یہودیون نے اُنکے بہت سے ساحرانہ کام سیکھہ لیے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہین کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے[2] طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہین تو پیرون سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہین اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام

[illegible] مخالف ہوئے ہین جھوٹھا بنانے کے لیے اوس حصہ آیت اور حدیث کو آپ ہضم کر گئے۔ اور اوس آیت کے پہلے حصہ کو کتب یہود و نصاریٰ کا مصدق بناکر دکھا دیا اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔ اور درحقیقت یہ پوری آیت مضمون کتب یہود و نصاریٰ کے مصدق نہین ہے۔ اور کسی آیت اور یا حدیث سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ انبیاء اپنی الہامی پیشگوئی مین جھوٹے نکلتے ہین۔

[illegible] آئندہ شعبدہ بازی کو بیان کرکے حضرت مسیح کے معجزات کو اوسکی قطار و شمار مین بیان کرنا اور اسکو لہو و لعب و مسمریزم اور کھیل کہنا اور قابل نفرت قرار دینا صاف دال ہے کہ آپ اوسکو بھی شعبدہ بازی کی جنس سے سمجھتے ہین۔ ان الفاظ مین جو حضرت مسیح کے

در حقیقت ایک ایسا کام ہے جسمین کلون کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتون
کے بنانے مین عقل تیز ہو جاتی ہے۔ **اور اسکے صفحہ ۳۰۵ مین آپ لکھتے
ہین** ۔ ماسواے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب
یعنے مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور مین آسکین کیونکہ عمل الترب
مین جسکو زمانہ حال مین مسمریزم کہتے ہین ایسے ایسے عجائبات ہین کہ اس مین پوری
پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزون پر ڈالکر اون چیزون کو
زندہ کے موافق کر دکھاتے ہین انسان کی روح مین کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی
زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بیجان ہے ڈال سکتی ہے تب جماد سے وہ بعض
حرکات صادر ہوتی ہین جو زندون سے صادر ہوا کرتی ہین۔ **اور اسکے صفحہ ۳۰۹
مین لکھتے ہین** ۔ جناب مسیح کی یہ تربی کارروایان زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت
کے تہین۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہین جیسا کہ عوام الناس اسکو
خیال کرتے ہین۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالے
کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیون مین حضرت ابن مریم
سے کم نہ رہتا۔ **اور اسکے صفحہ ۳۱۰ مین آپ لکھتے ہین** ۔ واضح ہو کہ اس عمل جسمانی
کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئین اس شغولی مین ڈالے اور جسمانی
مرضونکے رفع دفع کرنے کے لیے اپنی دلی و دماغی طاقتون کو خرچ کرتا رہے اپنی

اور انکے معجزات کی توہین پائی جاتی ہے وہ توجہ ناظرین کے لائق ہے۔

ص۳۰۵ - ان الفاظ مین حضرت مسیح کی صریح و صاف توہین پائی جاتی ہے۔ ناظرین
خدا کے لیے انصاف کرنا۔

ونمبر ا و ۲ صفحہ آئندہ

ان روحانی تاثیرون مین جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریون کو دور کرنی مین بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اُسکے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت[1] اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلون مین قائم کرنے کے بارے مین انکی کارروائیون کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام[2] رہے۔

اور اسکے صفحہ ۳۲۱ مین آپ لکھتے ہین کہ غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور انہین پھونک مار کر انہین سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہین بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جسمین روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل[3] کے قسم سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی۔ جیسے سامری کا گوسالہ۔ اور اسکے صفحہ ۴۸۴ مین آپ لکھتے ہین۔ ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہین ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا۔ اور اپنے وارثون کو نصیحت کرتا کہ مین تو دوزخ مین سے آیا ہون تم جلد ایمان لے آؤ اگر مسیح صاف طور پر یہودیون کے باپ دادے زندہ کر کے دکھا دیتا اور انسے گواہی دلواتا تو بھلا کسکو انکار کی مجال تھی۔ غرض پیغمبرون نے نشان تو دکھائے مگر کچھ بے ایمانون سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہین آیا بلکہ مُردون کے زندہ ہونے کے لیے بہت سا آبحیات خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بیشک جو شخص اُسمین سے پئے گا زندہ ہو جائیگا۔

بلاشبہ مین اقرار کرتا ہون اگر میری کلام سے مُردے[4] زندہ نہون اور اندھے[5] آنکھین نہ کھولین۔ اور مجذوم صاف نہ ہون تو مین خدا تعالےٰ کیطرف سے نہین آیا۔

[1] جس ابتلا کی آپ حضرت مسیح سے نقل کی ہے روحی بیماریوں کو اپنے بیٹے اس مقام مین ثابت کیا ہے
[2] یہ حضرت مسیح کی صاف و صریح توہین ہے ملتا جلتا بھی اسکی نظیر انکے کلام سے نقل کی گئی ہے۔

اور اسکے صفحہ ۲ مین آپ لکھتے ہین۔ اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مرگئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہین مرے گا۔"

(۱۱)
آپکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج سے انکار کرنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ مین لکھتے ہین۔ اب مین کہتا ہون کہ جو امر (یعنے آسمان پر جانا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہین اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا۔ وہ حضرت مسیح کے لیے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ مین لکھتے ہین۔ اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات مین سے ہے۔ تو پھر آن حضرت علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ سیر معراج[علہ] اس جسم کثیف کے ساتھ نہین تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

(۱۲) سجود آدم (۱۳) اور لیلۃ القدر کے ظاہری معانی سے انکار کرنا۔ اور (۱۴) نصوص کے ظاہر معانی چھوڑکر اُن سے استعارات مراد لینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۴۹ مین لکھتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اسوقت سے متعلق نہین ہے[علہ]۔ کہ جب حضرت آدم پیدا کیے گئے۔ بلکہ یہ علیحدہ ملائک

[علہ] آنحضرت صلعم اور عیسیٰ علیہ السلام کا جسم نورانی اور لطیف تھا کثیف نہ تھا وہ نورانی جسم سے آسمان پر گئے ہیں۔

[علہ] ملاحظہ صفحہ آئندہ — اس نفی کو نہایت غور سے دیکھیں پھر کادیانی کے اس دعوے کو کہ مین حقائق کی نفی نہین کرتا ملاحظہ کرین۔

کو حکم کیا گیا۔ کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے۔ اور اعتدال انسانی اُسکو حاصل ہو جائے اور خدا تعالےٰ کی روح اُسمین سکونت اختیار کرے تو تم اُس کامل کے آگے سجدہ مین گرا کرو یعنے آسمانی انوار کے ساتھ اُسپر اُترو اور اُسپر صلوٰۃ بھیجو۔ سو یہہ اُس قدیم قانون کیطرف اشارہ ہے۔ جو خدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندون کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔

اور آپ فتح اسلام کے صفحہ ۵۴ مین لکھتے ہین۔ تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اُس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جسکی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اسلئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اُس ظلمت کو دور کرے۔ اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ رات نہین ہے[1] یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہمرنگ ہے۔

اور اسکے صفحہ ۱۵ مین آپ لکھتے ہین۔ کہ خدا تعالےٰ ہمیشہ استعارون سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے"!

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ مین حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کرکے آپ لکھتے ہین یہ سب استعارے ہین جنکو خدا تعالیٰ کیطرف سے فہم دیا گیا ہے تو وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے انکو سمجھ جائینگے۔ ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اوتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل مین خاکہ کھینچنا ہے۔

(۱۵)
آپکا مسیح وغیرہ انبیا کی توہین کرنا۔

حضرت مسیح کی جو آپ نے توہین کی ہے اُن عبارات سے بخوبی ثابت ہے جو آپکے

[1] حاشیہ صفحہ دیکھو۔

انکار معجزات مسیحی کی شہادت مین پیش کی گئی ہین - علاوہ برین حضرت مسیح کی توہین
مین آپ صفحہ (۹) ازالہ کے یون خامہ فرسائی کرتے ہین۔ "اس جگہ حضرت مسیح ؑ کی
تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ متی
باب ۲۳ - ایت ۲ - مین وہ فرماتے ہین کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوئے
ہین یعنے بڑے بزرگ ہین اور انہین یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیون کے مقتدا
کہلاتے تھے - اور قیصر کے دربار مین بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسون مین بٹھائے
جاتے تھے - پھر باوجود ان سب باتون کے انہین فقیہون اور فریسیون کو مخاطب
کرکے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ
ان یہودیون کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مودبانہ الفاظ سے سراسر انکساری
کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت مین یون عرض کی کہ اے استاد ہم تم سے ایک نشان
دیکھنا چاہتے ہین اسکے جواب مین حضرت مسیح نے انہین مخاطب کرکے یہ الفاظ استعمال کئے
اور اپنے ازالہ صفحہ ۵۷۰ - سے ۶۰۰ - تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے
جملہ اصحاب اور انکے تابعین اور سبھی آئمہ دین کی توہین کی ہے - ان صفحات مین

[illegible]

ان الفاظ کو ناظرین دیکھین انمین کیسی صریح مسیح کی توہین ہے پھران سے
مقابلہ مین یہودیون کے حق مین انکے الفاظ ۴ و ۶ کو ملاحظہ کرین کہ اون مین
یہودیون کو کس تعظیم سے یاد کیا ہے - اس توہین کا شاید آپ یہ جواب دین کہ
یہ توہین ہے نہ عیسائیون کی کتابون مین ہے - ہم تو صرف ناقل ہین و نقل کفر
کفر نباشد مثل مشہور ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ ان کتابون کی ایسے مضامین
کو جنکا قرآن و حدیث مصدق نہو - اور انمین انبیاء کی توہین پائی جاتی ہو نقل کرنا
ہی انبیاء کی توہین ہے اور نقل کفر اسوقت تک کفر نہین ہوتا - جب تک کہ اسکی
مضمون سے ناقل اپنا اعتقاد و تسلیم بظاہر نکرے - اور اگر ناقل مضمون نقل کفر کا مصدق ہو

آپ نے فتح سیفی کی (جسکے سبب خداتعالے نے سورہ فتحنا مین آنحضرتؐ پر احسان جتایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر کمال مسرت کا اظہار کیا اور اسکو تمام دُنیا کی نعمتون سے بہتر اور محبوب تر کہا اور صحابہؓ نے اسکی خوشی مین اونٹ دوڑائے اور اُس خوشی مین انکو وہ غم جو مقام حدیبیہ مین پہونچے تھے سب بھول گئے) سخت توہین کی ہے اور اسکی نسبت صفحہ ۷۶ - مین یہ بات بتصریح کہدی ہے کہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں ہے - چند روزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم[1] ہوجاتی ہے - حقیقی فتح وہ ہے - جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتونکے لشکر کے ساتھ حاصل ہو سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو (یعنے آپکے ہاتھ سے) نصیب ہوئی ہے - پھر صفحہ ۷۹ - مین کہا ہے ایک یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے ایسے دقائق ومعارف بھی مان لین جو پہلون نے دریافت نہیں کئے تو اس مین اجماع کی کسرشان ہے - گویا ہمین یہ کہنا پڑیگا کہ جو پہلے امامون کو معلوم نہین ہوا تھا وہ ہمنے معلوم کرلیا - یہ خیال ان مُلا لوگونکا بالکل فاسد ہے - انکو سوچنا چاہیے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات[2] وغیرہ مین زمانہ حال مین کوئی ایسی خاصیت ثابت ہوجائے

[1] - محض کذب اور مغالطہ ہے - سیف سے اگرچہ ابتدا اکراہ ہوتا ہے مگر انتہا وہ اکراہ بانشراح مبدل ہوجاتا ہے - اور جب مومن کے دلمین اسلام راسخ ہوجاتا ہے تو وہ پھر کبھی دور نہین ہوتا - ہندوستان کیحالت کو دیکھو اسلام اسمین کیونکر آیا اور اب کسطرح قائم ہے - مسلمانون کا اقبال نہین رہا مگر پھر اسلام عیسائیت کی نسبت ترقی پر ہے -

[2] - نباتات کی نسبت الیوم اکملت لکم کی بشارت وارد ہوتی تو اون کے خواص جدیدہ کی بھی نفی کی گنجایش ہوتی - اون کی نسبت تو انتم اعلم بامور دنیاکم وارد ہے اور قرآن اور اسلام کی نسبت الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پھر کیونکر ممکن ہو کہ ہم جملہ صحابہ کی مخالف

جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اسوقت اُنکے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

پھر اُسکے صفحہ ۷۰۸ - مین کہاہے - سواب وہی وقت آگیا - اب وہ وقت نادان مولوین کے روکنے سے رُک نہین سکتا - اب وہ ابن مریم جسکا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہین جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے - بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگون مین تقسیم کریگا -

(۱۶) آپکا مُدعی نزول آیات ہونا۔

قرآن کی بہت سی آیات ہین جنکو آپ اپنے حق مین نازل بتاتے ہین - جنکی تفصیل مجلس فیصلہ مین ہوگی - اور اگر وہ مجلس نہوئی توکسی آیندہ تحریر مین کی جائیگی - اس مقام مین ایک ایسی آیت نقل کی جاتی ہے جو علاوہ آیات قرآن کے آپ پر نازل ہوئی ہے - آپ ازالہ کے صفحہ ۷۳ - مین لکھتے ہین اور یہ بھی مدت سے الہام ہوچکا ہے - کہ انا انزلناہُ قریبًا من القادیان وبالحق انزلناہُ وبالحق نزل وکان وعداللہ مفعولاً - پھر صفحہ ۷۶ - مین لکھتے ہین اسجگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جسمین کا دیان مین نازل ہونیکا ذکر ہے ہوا تھا

سلہ - اسمین آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی طعن ہے - کیونکہ ضرورت کی تفصیل آپ نے کی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین بھی خیال آپ کے پیش نہین آئی - لہٰذا آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذاللہ اون دقائق مین محروم رہے ہین -

ارض کشفی طور پر میںنے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان تو میں نے سُنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میںنے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور میںنے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ۔ اور مدینہ۔ اور قادیان۔"

(۱۷)

آپ کا تمام لوگوں کو اپنی پیروی کو واجب اور نجات کا موجب لکھنا۔

آپ فتح اسلام کے صفحہ ۴۲۔ میں لکھتے ہیں۔ یعنے خدا نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پائیگا اور جو انکار میں رہیگا اسکے لیے موت در پیش ہے۔ اور صفحہ ۵۸ فرماتے ہیں۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائیگا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اسکی لاش بھی سلامت نہیں رہیگی۔

سلہ ۔ آپ محدث کہلاتے ہیں اور محدث کا کشف و الہام آپ کے نزدیک دخل شیطانی سے منزہ ہے۔ لہذا اس آیت کا قرآن میں ہونا آپکے نزدیک یقینی اور ضروری ہے۔ موجودہ قرآن میں جو یہ آیت موجود نہیں تو یہ شاید آپکے نزدیک معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عثمان یا زید بن ثابت کی غلطی ہے۔

(۱۸) آپ کا سلف صالحین اہل اسلام کو کافر و مشرک کہنا۔

اشتہار ۲۰ مئی ۱۸۹۱ء مین تمام مسلمانون کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہین مشرک اور اعتقاد حیات مسیح کو ستون شرک قرار دیا۔ اور یہ لکھا ہے کہ ہماری گذشتہ علماء نے اسطرف نہین خیال کیا۔ اور یہ اعتقاد مسلمانون اور عیسائیون دونون نے برخلاف کتاب اللہ ٹھہرالیا ہے۔ اور پھر کہا ہے کہ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہین اور درپردہ مخلوق پرستی کے موید ہین۔

اور ازالہ کے صفحہ ۲۹۶ مین لکھا ہے کہ وہ آیات جنین ایسا لکھا ہے (یعنے وہ آیات جنمین حضرت مسیح کا مٹی سے جانور بنانا مذکور ہے) متشابہات سے ہین اور انکے یہ معنے کرنا کہ گویا خدا تعالے نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسے کو صفات خالقیت مین شریک کر رکھا تھا (ان آیات کے یہ معنے آپ نے خود لکھے ہین مسلمان تو یہ کہتے ہین کہ خالق خدا ہے۔ حضرت مسیح کا مٹی کے جانور مین پھونک مارنا۔ یا انکے لیے دعائے حیات کرنا اس خالقیت کے ظہور کا سبب و محرک ہے) صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔

صفحہ ۲۹۷ مین کہا ہے۔ یہ سراسر مشرکانہ باتین ہین اور کفر سے بدتر۔ اور صفحہ ۲۹۸ مین کہا ہے کہ یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے۔ صفحہ ۳۰۱ مین کہا ہے ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہین۔ اور صفحہ ۳۲۲ مین کہا ہے غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور انمین پھونک مار کر انہین سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔

اسی قسم کے صدہا کفریات آپکی کتابون مین موجود ہین۔ اور یہ کفریات کادیانی کی زبانی کلمہ پڑھنے اور بعض تحریرات مین اسلام ایمان کا اقرار و تسلیم کرنے کے صریح

مخالف ہین۔ اور اس کلمہ واقرار کو صاف جھٹلا رہے ہین۔ پس اگر کادیانی اس اقرار و تسلیم مین سچا ہے اور اسکا وہ اقرار دل سے ہے۔ منافقین کی مانند صرف زبان سے نہین ہے تو اسکا فرض ہے کہ وہ ان کفریات کو اس اقرار و تسلیم سے مطابق کرکے دکھاوے۔ یہ نہ ہو سکے تو ان کفریات سے رجوع و توبہ کا اشتہار دے۔ اور ان کتابون کو جنمین یہ کفریات درج ہین جلا دینے کا حکم شہرہ آفاق کرے۔

ان باتون کو کفر ٹھرانے مین خاکسار راقم ترمیم متفرد نہین بلکہ ہندوستان و پنجاب کے علمار شریعت و مشائخ طریقت مختلف مذاہب و طرق (قادریہ۔ چشتیہ۔ حنفیہ و اہلحدیث وغیرہ) اسکی راے سے متفق ہین۔ خاکسار نے ان باتون کو بصمن ایک استفتا کے ان کی خدمات مین پیش کیا تو انہون نے بالاتفاق و بلا خلاف ان باتون کو دائرہ اسلام و سنن سے خارج کیا اور ان باتون کی نظر سے کادیانی پر کفر والحاد و زندقہ و ارتداد و بدعت و خروج از ملت و دائرہ سنت کا فتوی لگایا۔

وہ فتوی اسوقت تک اس غرض سے عام لوگون مین مشتہر نہین کیا کہ اگر کادیانی کو ان عقائد کفریہ و بدعیہ کی نسبت کوئی عذر ہو تو پیش کرے۔ ان عقائد کو اسلام و سنن کے موافق کر دکہاے یا ان سے رجوع کرے۔

یہ امر اسکو بارہا اشتہارات دہلی مطبوعہ ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ عیسوی وغیرہ مین کہا گیا ہے۔ اور اب اسصورت فیصلہ مین ان باتون کو بیان کرکے آخری دفعہ اسکو موقعہ عذر (تطبیق یا رجوع) دیا گیا ہے۔ اسپر بھی اُسنے مجلس عام مین حاضر ہو کر اس فیصلہ کیطرف رجوع نکیا تو اس فتوی کو عنقریب مشتہر کیا جائیگا۔ اور پھر کادیانی سے ہاتھ ملنے کے سوا کچھ بن نہین پڑیگا۔

یہہ صورت فیصلہ بھی اگر کادیانی کو منظور نہو تو پھر اسکے امتحان الہام کے لئے اسان اور

سہل الوقوع وہ تجویز ہے۔ جو وجہ ششم کے ضمن مین بیان ہوئی ہے۔ کہ کمیٹی مقررہ
فریقین قادیانی کے پہلے آسمانی نشانون کا امتحان کرے اسمین وہ غلبہ پا سے کمیٹی کے
پاس ہو جائے تو اسکو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔

اس صورت کو بھی آپ منظور نکرین اور ضرور آیندہ ہی نشان آسمانی دیکھنے اور
دکھانے پر اصرار کرین۔ تو اسکو بھی ہم منظور کرتے ہین۔ مگر نہ ان صورتون سے
جن کو آپ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ وہ بجز سالہا سال مدت کے ظہور پذیر نہین
ہو سکتین۔ بلکہ ان نئی دو صورتون مین سے ایک صورت سے جو ذیل مین معروض ہین

پہلی صورت یہ کہ آپ خود ہی آیندہ یکطرفہ آسمانی نشان دکھلائین۔ کسی
کوڑھی کو اچھا کر دین۔ یا ایک کانے کو دوسری آنکھ دین۔ یا لکڑی کا سانپ
بنا دین۔ یا آسمان سے منّ و سلوٰی یا مائدہ اوتارین۔ یا جلتی آگ مین کود پڑین
اور بچ جائین۔ یا کسی خشک درخت کو سبز کر دکھا دین۔ یا ایسا ہی کوئی اور نشان
جو انبیاء اور اولیاء سے ظاہر ہوا ہو۔

اس یکطرفہ نشان دکھانے مین جو آپکا عذر تھا۔ کہ مخالف مولوی اسکو نہ مانینگے
اسکو ہمنے اوٹھا دیا۔ اور نشان دکھانے پر مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کا وعدہ
کر لیا ہے۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا نیچر یا قانون قدرت کے
برخلاف ہے (چنانچہ جمون کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کے جواب مین آپنے کہا
اور انکو یون ہی ٹلایا ہے) تو یہ عذر فضول اور گریز کا ایک بہانہ ہے یہ عذر ان ہی
لوگون کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانون قدرت کے پھندے
مین پھنسے ہوئے ہین۔ مسلمان ایسے عذرون کو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف
جانتے۔ اور انکو توڑنے کے لیے تیار ہین۔

آپ اس امر کے تصفیہ کے لیے پہلے ہمسے بحث کر لین۔ ہمنے گو آپ پر ظاہر اور ثابت

کردیا کہ ایسے نشان دکھانا۔ قانون قدرت کے برخلاف نہیں۔ اور اُسکا ثبوت آپ ہی کی تصانیف سابقہ سے نکالدیا تو پھر آپکو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا۔ ورنہ ہمکو اپنے سوال کا واپس لینا۔

اِس صورت کے نشان نمائی سے بھی اگر آپ گریز کرین تو پھر دوسری صورت معروضہ ذیل سے نشان نمائی کرین یا نشان دیکھین۔

دوسری صورت یہ ہے جو ایک صوفی الہامی مدعی نمایش نشان آسمانی نے تجویز کی ہے۔ اور اُس سے ہمارے ایک معزز دوست نے ہمکو اطلاع دی ہے وہ دوست لکھتے ہین۔ مینے صوفی صاحب ممدوح کی خدمت مین ظاہر ہو کر انکو ازالہ اوہام کے دعوئے نشان نمائی مندرجہ صفحہ ۶۶۰- کی طرف توجہ دلائے تو انہون فرمایا۔ مولوی محمد حسین صاحب کو لکھدو کہ وہ اشاعۃ السنۃ مین چھاپ دین۔ کہ اگر مرزا کو درگاہ الٰہی مین اپنے مقبول ہونے اور دیگر علماء کے مردود ہونے کا زعم ہو تو اُس کو واجب ہے کہ وہ کوئی ایسی کرامت دکھلاوے جو اُسکے دعوے کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جسکو روے زمین کے ذی علم وطبعی و فلاسفر بھی کرامت کے نام سے موسوم کرسکین۔ اور دکھانے سے پہلے یہہ ایک ضروری شرط ہے کہ اسکی جزئی وکلی حالات ایسے مشروح طور پر لکھکر مشتہر کردی جاوین کہ عام وخاص جاہل وعالم اُسکی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سے سمجھ لین۔ جستے کہ سمجھنے اور دیکھنے مین اُسکی کیفیت کے اندر اُنکو ذرا بھی اختلاف نہو۔ پس اس شرط کو ساتھ مرزا کوئی آسمانی کرامت ونشان دس (۱۰) ہفتہ مین ہی دکھلاوے۔ اور اگر اس میعاد معینہ کے اندر ایسی کرامت کے دکھلانے سے مرزا عاجز آجاوے۔ تو اسکے اقرار عجز کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ مین وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کریگا اُس کو پانچ ہفتہ کے اندر دکھا دونگا۔ اور ایسا آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب

ہوگا کہ وہ اپنے عقائد مستحدثہ سے توبہ کریگا اور توبہ نامہ چھاپ دیگا"
اُن حضرت صوفی صاحب کا نام تب بتایا جائیگا جب کادیانی صاحب اس شرط سے نشان دکھلانا۔ یا دیکھنا منظور کرکے کسی اخبار مین اس امر کا اشتہار کر دینگے۔ پہلے سے ہم انکا نام مشتہر کرین تو کادیانی صاحب اسمین کسی قسم کی جرح نکالکر اس بات کو ٹلا دینگے۔ جیسکہ انکی قدیم عادت ہے۔ ہم انکی حکمت عملیون سے خوب واقف ہین۔

لیجیے ہمنے آسمانی فیصلہ کی چار صورتین بیان کی ہین جو آپکے مجوزہ صورتون سے بدرجہا آسان اور سہل الوقوع اور جلدی ظہور پذیر ہین۔ اب آپکو لازم ہے کہ اپنے فیصلہ کو وِدڈرا کرین یعنے واپس لین۔ اور ہماری مجوزہ صورتون مین سے ایک صورت کو منظور کرکے آسمانی فیصلہ کرلین۔ آپنے ان صورتون سے گریز کیا۔ اور اپنی ہی صورتون پر اصرار قائم رکھا تو عام و خاص کو آپکے گریز کا یقین ہوگا۔ یہ آپکے فیصلہ کا نسخ و ترمیم و جواب ہے۔ اب اسکے ضمنی دعوی گریز از مباحثہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب ضمنی دعوی گریز از مباحثہ

آپنے فیصلہ کے ضمن مین بصفحہ ۶۔ آپکا یہ دعوی کرنا کہ آپ کے مقابل فریق نے ناجائز شروط پیش کرکے مباحثہ کو ٹلا دیا ہے۔ ایک ایسا سفید جھوٹھ ہے کہ جس شخص مین ایک ذرہ بھی فہم و انصاف ہوگا۔ وہ صرف اسی ایک جھوٹھ کی نظر سے آپکو جملہ دعاوی جدیدہ مسیحائیت و محدثیت وغیرہ مین جھوٹھا سمجھیگا۔

آپکے مقابل فریق نے کبھی کسی شرط کو آپ کے مقابل مین پیش نہین کیا۔ یہ امر تو آپ ہی سے ہمیشہ ظہور مین آتا رہا ہے۔ آپ ہی نے ہر دفعہ شروط کو پیش کیا۔ اور آپ ہی نے ہمیشہ

ہمیشہ مباحثہ کو ٹلایا۔ اسکا ثبوت آپ کی تحریرات مین حسب تفصیل ذیل پایا جاتا ہے۔

پہلی بار آپ نے تحریر نمبری ۵۔ مندرجہ صفحہ ۳۶۹۔ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲۔ مین یہ چار شرطین پیش کین۔ "(۱) مباحثہ مجمع عام مین ہو۔ (۲) مباحثہ تحریری ہو۔ (۳)۔ اس مجمع مین الہامی لوگ بہی شامل ہون۔ (۴) گفتگو کے لیے صرف آپ (خاکسار کو کہتے ہین) منتخب ہون۔ کیونکہ آپ شائستہ اور مہذب ہین۔ اور آپ سے بہتر کوئی نہین۔"

بار دوم۔ آپنے تحریر نمبری ۸ مندرجہ صفحہ ۵۰۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۴۔ مین یہ وہو کہ دینے والی شرط پیش کی کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اور وہ صرف دو تحریرون مین ختم ہو۔ جنمین پہلی تحریر چار ورقون مین خاکسار کی طرف سے ہو۔ پہر اسی مقدار مین آپ کی طرف سے اور فریقین ایک حرف تک منہہ[۲] سے نہ نکالین۔

بار سوم۔ اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ عیسوی مین آپنے یہ چہ شرطین پیش کین۔ (۱) مکان مباحثہ کسی رئیس لودہانہ کا ہو۔ جیسے نواب علی محمد خانصاحب شہزادہ نادر شاہ صاحب۔ خواجہ احسن شاہ صاحب۔ اور مجلس مین کوئی یورپین افسر ہو۔ یا ہندو مجسٹریٹ اور چند پولیس مین۔ (۲)۔ فریقین کے سوال وجواب لکھنے کے لیے ہندو منشی ہو۔ (۳) بحث مین خارجی نکتہ چینی نہ ہو۔ (۴) سوالات وجواب قلم بند ہونے کے بعد لوگون کو سنائے جاوین۔ (۵) انکی ایک ایک نقل فریقین کو دیجاوے۔ (۶) جلسہ بحث آٹھ بجے سے دس بجے تک ہو زیادہ ہو تو نماز ظہر تک جلسہ ختم ہو۔

[۱] اس شرط کا راہ کر پر مبنی ہونا اشاعۃ السنۃ نمبر ا جلد ۱۴ کے صفحہ (۸) مین بخوبی ثابت کیا گیا ہے۔
[۲] ۔۔۔

بار چہارم۔ آپ نے تحریر نمبری ۱۱ مندرجہ صفحہ ۲۷ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنۃ
مین یہ شرط پیش کی کہ بحث صرف وفات یا حیات مسیح مین ہو۔
کیونکہ میرا اصل دعوے یہی ہے۔ اور دعوی مسیح موعود ہونے کا اسکی فرع
ہے۔ اور اسپر مبنی۔ اس کے جواب مین آپ کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا
کہ آپکا اصل دعوے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اسمین بحث کرین۔ یا اس دعوے
کو اصل ٹھہرانے مین غلطی کا اقرار کرین۔ تو وفات مسیح مین ہی بحث کرلین۔
تو آپ نے جواب سے انکار کیا۔ اور گریز اختیار فرمایا۔

بار پنجم۔ آپنے پٹیالہ والے بعض معتقدین کے جبر سے کچھ مباحثہ
منظور کیا تو اسکے لیے یہ گیارہ شرطین پیش کین۔ (جو آپ کی تحریر مندرجہ
صفحہ ۹۴۔ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنۃ مین موجود ہین) ۱۔ مکان مباحثہ چھ
سات ہزار آدمی کے لائق ہو۔ اور ذمہ وار مولوی محمد حسن ہون۔ ۲۔ فریقین
اپنے ہاتھ سے تحریر سوال وجواب کرین۔ ۳۔ پرچہ سوال وجواب صرف پانچ
ہو۔ ۴۔ ہر ایک فریق اپنے پرچہ کی نقل دوسرے کو دے۔ ۵۔ بحث مین
کتابون سے مدد نہ لیجاوے۔ ۶۔ تمہیدی امور مجلس مین لکھے جاوین۔ گھر
سے لکھکر کوئی نہ لاوے۔ ۷۔ جلسہ بحث چھ بجے سے گیارہ بجے تک ہو اور
تین دن مین ختم ہو۔ ۸۔ پرچون کا وقت مساوی ہونا چاہیے۔ ۹۔ بحث کے
دن سے دس روز پہلے اطلاع ہو۔ ۱۰۔ بحث جلسہ عام مین ہو۔ ۱۱۔ منصفی
حاضرین کی کچھ ضرورت نہین۔ اسکے جواب مین شروط فاسدہ کو رد اور صحیحہ کو تسلیم
کیا گیا۔ تو آپ نے جواب سے انکار اور بحث سے گریز کیا۔

بار ششم۔ جب آپ اوائل ماہ جولائے ۱۸۹۱ عیسوی مین امرتسر پہنچے
اور وہان کے بعض معزز رؤسا نے آپکو خاکسار سے مباحثہ کرنے پر مجبور کیا۔ تو

سلہ شرط اول کے بعد اس شرط کا ذکر عبث وتکرار بلا حاصل ہے۔
سلہ یہ شرط اپنے اسپر اسطرح لگا دی ہے کہ حاضرین مجلس پر ہی آپ کی فضول گوئی اور شروع مباحثہ سے گریز کی روک نہ سکو اور اسا
تب سے مغلوب وعاجز ہوجانے سے آپ کا مغلوب وعاجز ہونا مجلس مین ظاہر نہو۔

آپنے خط ہمی مولوی احمد اللہ صاحب و خاکسار مورخہ ۷ جولائے ۱۸۹۱ء عیسوی مین یہ شرطین پیش کین (۱) یہ کہ امن قائم رکھنے کے لیے کوئی احسن انتظام کیا جاوے۔ کوئی صاحب ذمہ وار ہوجائین۔ (۲) مباحثہ تحریری ہو۔ خواہ کوئی صاحب اپنے ہاتھ سے لکھین۔ خواہ دوسرے سے لکھا دین۔ ان شروط کی منظوری کی بعد خاکسار نے بٹالہ سے امرتسر پہنچنے کا وعدہ کیا۔ تو آپ میرے آنے سے پیشتر امرتسر چھوڑ کر لودہانہ کو سدہارے اور گریز کے مرتکب ہوئے۔ جسکی مفصل کیفیت ہمارے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء مین ہے۔

بار ہفتم۔ جب آپکو خاکسار نے لودہانہ مین جا پکڑا۔ اور آپکے خسر دوم منشی ناصر نواب نے آپکو مباحثہ پر مجبور کیا۔ آپ نے تحریر ۲۰۔ جولائی ۱۸۹۱ء مین جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء مین چھپ چکی ہے۔ یہ شروط پیش کین کہ گفتگو تحریری ہو۔ اور پہلی تحریر آپ کے مباحث کی جانب سے ہو۔ اور مطالب فتح اسلام و توضیح مرام پر اعتراض ہون۔ خانگی امور کے متعلق اعتراض نہو۔ ان شروط کی پابندی سے بارہ روز تک گفتگو ہوئی تو آپنے نقض شروط کا ناحق الزام قائم کرکے بارہوین دن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر گریز کیا۔ اور اشتہار یکم اگست اور رسالہ الحق مین اس گریز کا باین الفاظ اقرار کیا۔ کہ اب ہم اس بے سود بحث کو بند اور ختم کرتے ہین

بار ہشتم۔ جب آپ نے دہلی جاکر دعوے مباحثہ کیا۔ یہ تین شرطین پیش کین۔ (۱) امن قائم رکھنے کے لیے ایک افسر یورپین مجلس بحث مین موجود ہو۔ اور متعدد خطوط ہمی مولوی عبد الحق صاحب تفسیر حقانی مین یہ بھی لکھا۔ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی اجازت و اطلاع تقرری یورپین افسر خاص کرانکے نام سے آوے۔ یہ شرط آپ نے اسلیے لگائی تھی کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اسوقت جیوس صاحب بہادر تھے۔ جنہون نے لدہانہ مین فریقین کو مباحثہ سے روک دیا تھا۔ لہذا آپکو

یقین تھا کہ وہ صاحب ہرگز اجازت مباحثہ نہ دینگے۔ (۳) بحث تحریری ہو اور فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کرین۔ (۴) بحث صرف حیات و ممات مسیح مین ہو۔ ان شرائط ثلاثہ مذکورہ اور انکی نسبت جب یہ جتایا گیا کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اسوقت جیوس صاحب بہادر ہین جو لدہانہ کے مباحثہ کو روک چکے تھے تب ہی آپ اس شرط پر زور دے رہے ہین۔ تو آپنے اس سے منفعل ہوکر اشتہار ۲۰ اکتوبر مین اس شرط کو منسوخ کیا۔ اور اس کے بدلے ذمہ واری امن کا وعدہ بیکر مباحثہ منظور کیا۔ مگر تاریخ و مقام مقرر کرکے آپکو بلایا۔ تو آپنے انکار کر دیا۔ اور گریز کیا۔

اب آپ **انصاف** کو شرم و حیا کو کام مین لاکر کہین۔ کہ شروط جائز یا ناجائز کسنے پیش کیا اور کئی دفعہ مباحثہ کو کسنے ٹلایا۔ کسی موقع اور کسی دفعہ ہماری طرف سے بھی کوئی شرط ابتداءً پیش ہوئی ہے۔ اور ہماری کوئی تحریر آپ کے پاس موجود ہے۔ جسمین کوئی شرط ابتداءً پیش کی گئی ہو۔ اگر ہے تو اسکا نمبر اور تاریخ بتا دین۔ یا اسکو مشتہر کرین۔ نہین تو کچھ شرم و حیا کو کام مین لاکر بیہودہ شروط پیش کرنے اور اس ذریعہ سے مباحثہ کو ٹلانے کا الزام اپنے آپکو دین۔ نہ اپنے مخالفین کو۔ آپ سے تو یہ امید نہین۔ آپکے دام افتادہ وہ اہلحدیث جو صرف دہوکہ مین پہنسے ہوئے ہین۔ اور کوئی ذاتی غرض حصول فتوحات ممون نقدی و نوکری وغیرہ فوائد دنیوی نہین رکھتے وہی اس امر کو سوچین کہ کادیانی نے بیہودہ شروط پیش کرکے مباحثہ کو ٹلانے کے الزام دینے مین راستی سے کام نہین لیا۔ بلکہ سفید جھوٹ بولا ہے۔ تو کادیانی کے دام سے انکی مخلصی کی کامل امید ہے۔

جواب دعوی وفات مسیح
علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

فیصلہ کے اخیر مین اور اسکے صفحہ ۵ - مین کادیانی نے یہ دعوی کیا یا یون کہین کہ حکم لگا دیا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کو مردہ قرار دیا ہے اور صحیح بخاری مین بھی لکھا ہے کہ وہ موت ہو چکے ہین - یہ بھی **محض کذب** اور سفید جھوٹ ہے - نہ قرآن کریم مین یہہ تصریح یا اشارہ ہے نہ صحیح بخاری یا کسی اور کتاب حدیث مین اسپر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے - بلکہ قرآن کریم اور حدیث بالاتفاق حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے اور قیامت سے پہلے نزول اجلالی فرمانے کو ثابت کر رہے ہین - کادیانی نے اس فیصلہ مین اپنے دعوی پر دروغ اور کذب بے فروغ کے ثبوت مین دلائل قرآن وحدیث کو پیش نہین کیا - صرف دعوی بلا دلیل پر اکتفا کیا ہے - لہذا اس کے جواب مین ہماری طرف سے بھی مجرد دعوی اور مجمل رد کافی تھا - ولیکن ہم دلائل کادیانی کا جواب اپنے ازالہ مین جو وہ بیان کر چکا ہے نمونہ دکھانے اور ناظرین کو انکے رد و جواب کیطرف توجہ و شوق دلانے کی غرض سے اسکے بعض دلائل کو جسکو وہ اپنے زعم مین بہت صریح و صحیح و قوی سمجھتا ہے نقل کر کے اسکا تفصیلی جواب دیتے ہین -

پس واضح ہو کر **ازانجملہ** ایک وہ آیت ہے جسمین خدا تعالی نے حضرت مسیح کے خطاب مین فرمایا ہے - اے عیسے مین تجھے قبض کرنیوالا یا پورا لینے والا ہون اور اپنی طرف اٹھا لینے والا -

یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (آل عمران - ع ۶ -)

کادیانی نے اس آیۃ کا ترجمہ یہہ کیا ہے اے عیسے مین تجھے وفات دینے

والا ہون اور بہ عزت کے ساتھ اپنی طرف اوٹھانے والا ہون۔ اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہین۔ اور اُنکی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی ہے وہ زندہ جسم کے ساتھ آسمان کیطرف نہین اٹھائے گئے۔

اسکا ثبوت جو قادیانی پیش کیا ہے۔ اسمین کذب اور مغالطہ سے کام لیا ہے اور ناواقف مسلمانون کو دھوکہ دیا ہے۔

پہلا کذب و مغالطہ اسکا یہ کہنا ہے کہ توفی کے حقیقی معنے وفات دینا ہے نہ جسم کو قبض کرنا۔ اسکا ثبوت پیش کرنے مین اسنے بہت دلیری سے کام لیا اور مصرعہ۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کا نمونہ دکھلایا۔ اور حسب عادت قدیم تطویل بلاطائل و تکرار بلاحاصل اپنے ازالہ کے بیسیون صفحات اور متعدد مقامات۔ (صفحہ ۲۴۷ صفحہ ۲۹۵ نہایت صفحہ ۲۹۶ صفحہ ۳۲۶ نہایت صفحہ ۳۳۲ صفحہ ۵۹۸ نہایت صفحہ ۹۰۲ صفحہ ۸۸۵ نہایت صفحہ ۸۸۸ صفحہ ۸۹۲ صفحہ ۹۱۸ نہایت صفحہ ۹۲۰ صفحہ ۹۲۲ نہایت صفحہ ۹۲۶ وغیرہ وغیرہ) مین یہ دعویٰ(۱) کیا ہے کہ لفظ توفی قرآن مین تئیس(۲۳) جگہ وفات دینے کے معنون مین مستعمل ہوا ہے۔ اور کسی ایک مقام مین بھی اور معنون سے نہین بولا گیا۔ اور دعوی کیا(۲) ہے کہ ان تمام کتابون صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابو داود۔ نسائی۔ دارمی۔ موطا۔ شرح السنۃ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کتابون مین ۳۴۶۔ مرتبہ مختلف مقامات مین **توفی** کا لفظ آیا ہے۔ ہر جگہ اسکے معنے موت کے سوا کوئی نہین لیے گئے اور دعوے کیا(۳) ہے کہ آنحضرت صلعم کے مُنہ سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک کم سے کم سات ہزار مرتبہ یہ لفظ توفی نکلا ہے۔ ہر ایک مرتبہ اس لفظ سے قبض روح کے معنے لیے گئے ہین۔ اور دعوے کیا(۴) ہے کہ لغۃ کی کتابون۔ قاموس۔ صحاح صراح۔ مین بھی کوئی فقرہ عرب کے محاورات کا ایسا نہین ملا۔ جسمین **توفی** کے

لفظ کو خدا کیطرف منسوب کرکے ذی روح کے متعلق استعمال مین لاکر اُس سے سوائے موت کوئی معنے مراد لیے گئے ہون۔ اور دعوٰے(۵) کیا ہے۔ جب سے دنیا مین عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے تب سے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہین ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کے معنے مین استعمال کیا گیا ہو۔ کوئی کتاب لغتہ اُسکے مخالف نہین اور کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اسکی مغائر نہین۔ غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجایش نہین اور دعوی(۶) اور وعدہ کیا ہے اگر کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے۔ کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدائے تعالے کا فعل منسوب بہ ذی روح ہونے کیحالت مین وفات دینے کے سوا قبض جسم کے معنو نمین مستعمل ہوا ہو۔ تو مین اللہ جلشانہ کی قسم کھاکر اقرار صحیح شرعی کرتا ہون۔ کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت فروخت کرکے ایک ہزار روپیہ نقد دونگا۔ اور دعوٰے(۷) کیا ہے کہ ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ آیت اِنّی مُتَوَفِّیكَ کے یہ معنے ہین کہ اے عیسے مین تجھے وفات دونگا یہ کہا کہ امام بخاری ابن عباس کا قول بطور تائید لائے ہین تاکہ معلوم ہو۔ کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔

ان دعاوی و بیانات کا فورس (منہ زور) پر چلنے اور ناواقف مسلمانون کو اپنے دام تزویر مین لانے کی غرض سے کادیانی نے یہ غضب ڈھایا اور ستم کیا ہے کہ لفظ توفی سے وفات دینے کے سوا اور معنے قبض یا رفع جسم مراد لینے کو کفر و الحاد قرار دیا ہے۔ اور مفسرین سلف و خلف کو جو یہ معنے مراد سمجھتے ہین۔ ملحد و محرف و یہودی بنادیا چنانچہ ازالہ کے صفحہ ۳۲۴ مین کہا ہے کہ اول سے آخر تک محاورہ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ توفی سے موت دینا مراد ہے تو پھر متنازعہ فیہ آیات مین توفی کے معنے مخالف عام محاورہ قرآن گھڑ لینا الحاد اور تحریف نہین تو

گیا ہے۔ ایسا ہی صفحہ ۴۱ ۲ مین کہا ہے اور اسکی صفحہ ۲۰۹ مین کہا ہے بعض علماء نے
محض الحاد اور تحریف کے رو سے اس جگہ توفیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے یہی تو
الحاد ہے۔ایسا ہی صفحہ ۹۲۴ - وغیرہ مین کہا ہے۔
دوسرا مغالطہ اسکا یہ کہنا ہے کہ رفع سے مراد روح کا اوٹھالینا ہے۔ جیسا
کہ عام صالحین کے روح کو بعد موت خدا تعالےٰ اٹھالیتا اور اُنکا درجہ بلند کرتا ہے - نہ
روح کو معہ جسم اُٹھالینا۔
اسکے ثبوت مین کادیانی نے کسی جداگانہ دلیل کو پیش نہین کیا۔ بلکہ سابق دلائل
وفات مسیح کو اسکے ثبوت مین کافی سمجھا ہے۔ چنانچہ اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۶۳
وصفحہ ۲۶۳ صفحہ ۲۴۲ - لغایت صفحہ ۲۴۶ - وغیرہ مین کہا ہے کہ جس
حالت مین قرآن شریف اور حدیث کے رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ
علیہ السلام بلاشبہ فوت ہوگئے ہین تو پھر اس ثبوت کے بعد رفع سے جسم
کے ساتھ اوٹھایا جانا مراد سمجھنا کمال درجہ کی غلطی ہے۔ اور کہا ہے جب
کہ ضروری طور پر ماننا پڑا کہ ہر ایک مومن کی روح مرنے کے بعد آسمان کیطرف اٹھائی
جاتی ہے۔ تو اس سے صاف کھل گیا کہ رافعک الی کے یہی معنے ہین کہ حضرت
عیسےٰ کی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی اور اسکی تائید و تنظیر مین ازالہ کے صفحہ ۵۹۹
مین حضرت ادریسؑ کا اٹھایا جانا پیش کر کے کہا ہے - کہ اسمین شک نہین کہ
خدا تعالےٰ نے حضرت ادریسؑ کو موت دیکر بلند مقام مین پہچا دیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ
بغیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے ہین تو ضرور ہے کہ وہ ایک دن زمین پر اُترین اور
فوت ہون - اور زمین مین مدفون ہون - اور یہ امر قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے
تیسرا مغالطہ کادیانی کا "رافعک" کے ترجمہ مین جعل و تصرف کرنا اور ان الفاظ
سے اسکا ترجمہ کرنا ہے " اور پھر تجھے اوٹھانے والا ہون " اسمین اسنے واو کا ترجمہ

"پھر" سے کیا ہے۔ جو حرف "ثم" کا ترجمہ ہے اور وہ تحریف معنوی کا مرتکب ہوا۔ یا ترجمہ واو کے ساتھ ترجمہ حرف "ثم" از خود ملا دیا ہے اور تحریف لفظی کا ارتکاب کیا۔ اس جعل و تصرف پر اُسنے ترتیب الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھرایا اور یہہ کہا ہے کہ خدا تعالے نے پہلے "انی متوفیک" فرمایا پھر "رافعک" اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ توفی کا وقوع پہلے ہوا ہے۔ اور رفع کا پیچھے ہوا۔ کیونکہ اگر وقوع رفع کو پہلے اور توفی کو پیچھے مان لیا جائے تو اس سے کلام الہی کی جسمین توفی کا پہلے ذکر ہے اور رفع کا پیچھے فصاحت و بلاغت ٹوٹ جاتی ہے۔ اور نیز تجویز تقدیم و تاخر ترتیب طبعی کے برخلاف ہے۔ کیونکہ طبعاً توفی بمعنے وفات پہلے ہوتی ہے۔ اور رفع روح پیچھے۔ اس دعویٰ کا زور جتلانے اور ناواقف مسلمانون کو اس کی صحت کا یقین دلاکر دام مین لانے کی غرض سے قادیانی نے سلف و خلف علمار اسلام کے حق مین (جنھون نے حضرت مسیح کے رفع کا مقدم اور توفی کا موخر ہونا تجویز کیا ہی) سخت زبان درازی کی ہے۔ اور انکو یہودی۔ ملحد۔ بے حیار۔ بے ایمان۔ کہکر انکی آبرو لی ہے۔ (دیکھو ازالہ قادیانی کا صفحہ ۳۴۶ و صفحہ ۹۲۴ لغایت صفحہ ۹۲۶ وغیرہ)۔

قادیانی کے اس بے باکانہ غوغا و شور اور مزخرفانہ دعاوی کے زور کو دیکھکر بعض مدعیان علم عربی و قرآن مصداق مثل مشہور نیم ملان خطرۂ ایمان و نیم حکیم خطرۂ جان۔ اور اکثر اردو خوان جو قرآن حدیث سے محض بے خبر ہین اور علوم عربیہ مین کچھ دخل نہین رکھتے و معہذا علمار سلف و خلف کی تقلید چھوڑ کر نیچری ہو چکے ہین۔ یا فرقہ اہلحدیث کیطرف منسوب ہوکر بر طبق ع بدنام کنندہ نکونامی چند + اس فرقہ کو بدنام کر رہے ہین تو اسلام کو سلام کر بیٹھے ہین۔

وہ قادیانی کے ان دعاوی اور دلائل مزخرفہ کی نظر سے نہ صرف اسکے دعویٰ وفات مسیح پر ایمان لے آئے ہین۔ بلکہ اُسکے جملہ کفریات اور ستمہ نات کو حق جاننے

لگ گئے ہین۔ اور وہ اتنی ہوش وتمیز نہین رکھتے اور سمجھ نہین سکتے کہ صرف دعوے۔ وفات مسیح مین کادیانی کے مصیب ہونے اور اُسکے دلائل مذکورہ بالا کے قوی اور صحیح ہونے سے اسکے جملہ کفریات صحیح نہین ہو سکتے۔ اور نہ وہ اُن کفریات کے ساتھ صرف دعوی وفات مسیح مین مصیب ہونے کے سبب واجب التعظیم یا جائز الاتباع ہو سکتا ہے اسی انکی ناسمجھی وبے تمیزی سے کادیانی اپنا اُتو سیدھا کر لیا ہے۔ اور وہ اپنے جملہ الزامات کے جواب مین وفات مسیح کی بحث کو پیش کرتا ہے۔ اور اس مسئلہ کے سوا وہ کسی مسئلہ مین بحث نہین کرتا۔ اور اس بحث کو جملہ الزامات مثبتہ کفر وضلالت کا کافی جواب سمجھ رہا ہے۔ کیون نہو اُسکو ایسے عقل کے اندھے اور تسلیم کے پورے جو مل گئے۔ اب جو وہ کہے کہہ سکتا ہے۔ ؎

وزیرے چنین شہریارے چنان ٭ جہان چون نگردد قرارے جہان۔

مگر اہل دانش وبینش وصاحب خبرت وبصیرت ہر فرقہ اہل اسلام کے خوب سمجھتے اور یقین رکھتے ہین کہ اُسکا یہ دعوے وفات مسیح ایک بالو کی دیوار ہے اور اسکے دلائل مذکورہ بالا وغیرہ ہوائی گولے ہین۔ ان سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ہرگز ثابت نہین ہو سکتا۔ اور اگر بفرض محال وہ اس دعوی مین مصیب بھی ہو۔ اور وہ دلائل صحیح وقوی ہون تو اس سے اسکے باقی عقائد کفریہ صحیح ولائق تسلیم نہین ہو سکتے اور ان عقائد کے ساتھ وہ ہرگز جائز الاتباع نہین ہو سکتا۔

یہ شق ثانی ظاہر البیان اور بین الثبوت ہے۔ اس مقام مین شق اول یعنے اسکے دعوے وفات مسیح کا ایک بالو کی دیوار وغیر ثابت اور اُسکے دلائل کا ہوائی گولے وناکافی وبیکار ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ ناظرین توجہ کرین۔

پہلی کذب ومغالطہ مین اسکے دعوی اور دلائل کا غیر ثابت وناتمام ہونا۔

اس مغالطہ مین جو اُس نے یہ دعوی کیا ہے کہ **توفی** کے حقیقی معنی وفات دینا ہے اسکے سوا جو اسکے معنے کئے جاتے ہین وہ سب غیر حقیقی یعنے مجازی ہین یہ محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ یہ دعوے نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے نہ کسی لغت کی کتاب سے نہ محاورات قدیم وجدید عرب سے نہ کسی مقولہ یا مثال سے۔ اور اسکے ثبوت مین جو ہفتگانہ دلائل کادیانی نے پیش کیے ہین وہ دلائل نہین۔ بلکہ وہ بجائے خود نئے دعاوی ہین۔ جو محتاج ثبوت ہین اور انکا بار ثبوت کادیانی کے ذمہ ہے۔ مگر اوس نے انکا کوئی ثبوت نہین دیا۔ صرف دعاوی سے اپنے احمق اتباع کا گھر پورا کر دیا ہے۔

اسکا پہلا دعوی کہ قرآن مجید کے تئیس (۲۳) مقام مین لفظ توفی وفات دینے کے معنے مین مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ بھی کسی اور معنے پر استعمال نہین کیا گیا۔ محض کذب ہے۔ کیونکہ منجملہ ان تئیس (۲۳) مقامات کے جنکو کادیانی نے ذکر کیا ہے ایکمقام

> وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمّٰی۔ (انعام ع ۶)

وہ آیۃ سورۃ انعام ہے۔ جسمین یہ ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہے جو تمکو رات کے وقت پورا قبض کر لیتا ہے اور جو تم دن کو کرتے ہو اسکو جانتا ہے۔ پہر تمکو دن مین اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری میعاد حیات پوری ہو۔

دوسرا مقام وہ آیہ سورہ زمر ہے۔ جسمین ارشاد ہے۔ خدا تعالیٰ موت کیوقت

> اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخرے الی اجل مسمّی۔ (زمر ع ۵)

جانوں کو پورا قبض کر لیتا ہے۔ اور جو نہین مرتے انکو نیند مین پورا لیتا ہے انمین جسپر موت کا حکم لگا چکتا ہے اسکو روک لیتا ہو اور دوسرے کو ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہو

ان دونو مقام مین لفظ توفی باتفاق اہل اسلام اور کادیانی کی نیند کی

معنے مین مستعمل ہوا ہے۔ اور فریقین سے کوئی ان آیتون کے یہ معنے نہین کرتا کہ رات کو جو شخص سوتا ہے وہ مرجاتا ہے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ کادیانی کا وہ دعوی کہ لفظ قرآن مین موت کے سوا اور کسی معنے مین مستعمل نہین ہوا سفید جھوٹ ہے۔

اس الزام کذب کا کادیانی کو کھٹکا ہوا تو اُس نے اپنے ازالہ کے صہ ۳۲۳ مین اسکے رفع کرنے کے لیے یہ عذر کیا۔ کہ اِن دونو مقامات مین نیند پر توفی کے لفظ کا اطلاق ایک استعارہ ہے۔ جو بہ نصب قرینہ نوم استعمال کیا گیا ہے۔ پھر صہ ۳۲۳ مین کہا ہے کہ معنے حقیقی وہ ہوتے ہین جو بلا قرینہ سمجھ مین آوین۔ اور جو معنے کسی قرینہ سے سمجھے جائین وہ مجازی معنی کھلاتے ہین۔ اور بنا علیہ وفات دینا توفی کے حقیقی معنی ہین کیونکہ وہ بلا قرینہ ان آیات سے سمجھ مین آتے ہین۔ اور نیند اسکے مجازی معنی ہین۔ وہ صرف ان دو آیتون سے بقرینہ نوم سمجھ مین آتے ہین۔ مگر اس عذر سے اسکا وہ جھوٹ کہ قرآن مین یہ لفظ توفی کسی دوسرے معنے مین مستعمل ہی نہین ہوا۔ سچ نہین بن سکتا۔ ہان اس سے ایک نیا دعوی مع دلیل پیدا ہوا کہ لفظ توفی قرآن مین دو معنی سے مستعمل ہوا ہے۔ ایک وفات دینا جو اسکے حقیقی معنی ہین کیونکہ وہ بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین۔ دوسرے سلانا جو اسکے معنے مجازی ہین۔ کیونکہ وہ قرینہ سے جو مجاز کی علامت ہے سمجھ مین آتے ہین۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی اور اسکی دلیل بھی کذب و مغالطہ سے خالی نہین اور حق اور راست یہ امر ہے کہ توفی کے حقیقی معنے ایک چیز کو پورا لینا ہے۔ اور اِس معنے کی کئی صورتین یا اقسام ہین (۱) مارنا۔ سولانا۔ (۲) ایک چیز کے جسم کو قبض کر لینا وغیرہ اور ان سبھی صورتون یا اقسام سے ہر ایک خاص صورت یا قسم کا اس لفظ سے مراد ٹھہرانا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔ اور پھر اس قسم یا صورت کو معنے مجازی نہین کہا جا سکتا۔ جیسے لفظ مشترک (مثلاً عین جو چشمہ جاریہ اور آنکھ کے لیے موضوع ہے) سے بعض

* اسمین یہ اشارہ ہے کہ موت دینے کے معنی بھی لفظ توفی سے قرینہ ہی سے سمجھ مین آتے ہین۔ نہ بلا قرینہ چنانچہ بتفصیل ثابت کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالے۔

معانی مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔ (مثلاً لفظ عین کے ساتھ ویکھنے کا ذکر ہو تو اس سے آنکھ مراد لی جاتی ہے۔ اور اگر جاری ہونے کا ذکر ہو تو اس سے پانی کا چشمہ مراد لیا جاتا ہے) اور اس لفظ کے ان معنے کو جو قرینہ سے سمجھ میں آوین مجازی نہین کہا جاتا۔

کادیانی نے صرف قرینہ کو مجاز ہونے کی دلیل سمجھ لیا اور یہ نہ جانا کہ معانی حقیقی بھی اگر وہ متعدد ہون محتاج قرینہ ہوتے ہین اور پھر مجازی معنے نہین کہلاتے اور اس سے اپنا علم معانی و بیان و اصول و معقول سے جاہل و بے خبر ہونا ثابت کیا ہے۔

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق و تائید کے لیے علماء عربیت ماہرین عربی زبان متبحرین علم معانی و بیان کے اقوال سے **شہادت** پیش کرتے ہین۔

تفسیر **بیضاوی** مین ہے۔ توفے کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہین۔ مارنا

والتوفی اخذ الشی وافیاً والموت نوع منه قال الله تعالی الله یتوفی الانفس حین موتها۔ والتی لم تمت فی منامها۔ (بیضاوی ص ۲۴۷)	اسکا ایک قسم ہے۔ (اور دوسرا قسم نیند ان دونو قسم کا ذکر اس قول خداوندی مین ہے کہ خدا تعالے جانون کو موت کے وقت پورا لیتا ہے (یعنی مارتا ہے)۔

اور جو نہین مرتے انکو نیند مین پورا لیتا ہے (یعنے سلا دیتا ہے)۔

اور تفسیر کبیر مین ہے۔ توفی کے معنے قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہین۔

ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه وقد یکون ایضاً توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان اخراجه	"وفانی فلان دراهمی- واوفانی وتوفیتها منه"- یعنے فلان شخص نے میرے دراہم میرے قبضہ مین دیدیے۔ اور مینے اسے قبض کر لیے۔ (ناظرین! دیکھو! ان محاورات عرب مین

من الارض واصعادہ الی السماء توفیا له فان قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصیر قوله رافعك الی تکرارا قلنا فقوله انی متوفیك یدل علی حصول التوفی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعدہ رافعك الی کان هذا تعیینا للنوع ولم یکن تکرارا۔ (تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۱ ج ۲)

توفی بمعنے قبض عام جو جسم ہی بولاگیا ہے یہی قبض جسم ان محاورات مین پایا جاتا ہے جو صحاح۔ صراح اور قاموس سے عنقریب منقول ہونگے۔ اور پہر انصاف اور ایمان کو پیش نظر رکھکر کادیانی کے اس کذب و جرأت کا کہ محاورہ عرب اور کتب لغت مین کوئی ایسی مثال پائی نہین جاتی۔ جسمین توفی بمعنے قبض جسم بولاگیا ہو" اندازہ کرو) جیسے یہ محاورات ہین۔ سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه یعنے فلان شخص نے میرے دراہم میری سپرد کئے۔ اور مین نے اس سے لے لئے۔ اور کبھی توفی بمعنے استوفی آتا ہے۔ یعنے پورا لینے کے معنے مین۔ ان دونو معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑہا لیجانا۔ انکی توفی ہے۔ اسپر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنے کی نظر سے توفی بعینہ رفع جسم ہوا۔ لہذا متوفیك فرمانے کے بعد رافعك الی کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اسکا جواب یہ ہے۔ کہ متوفیك فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔ جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے۔ اور اسکے نیچے کئی انواع و اقسام پائے جاتے ہین (۱) موت (جسمین صرف روح کا قبض ہوتا ہے) (۲) جسم کو آسمان پر لیجانا (جسمین روح کی شمولیت بہی پائی جاتی ہے) (۳) سولادینا (جسمین ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے اور اسکا ذکر تفسیر کبیر کی آیۃ و عبارت مین ہے) پہر جب متوفیك فرمانے کے بعد ورافعك الی فرمادیا۔ تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہوگیا۔ اور تکرار لازم نہ آیا۔

اور تفسیر کبیر میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یتوفکم باللیل کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالے تکورات کے وقت سولا دیتا ہے۔ اور تمہارے ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالے جانوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے تا آخر۔ سو خدا تعالے ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے۔

> فاما قوله الذی یتوفاکم باللیل فالمعنی انه تعالی ینیمکم فیتوفی انفسکم التی بها تقدرون علی الادراک والتمییز کما قال جل جلاله الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّی فالله جل جلاله یقبض الارواح عن التصرف بالنوم کما یقبضها بالموت (تفسیر کبیر صـ۲۳ ـ ج۴)

اور لغت کی کتابوں میں سے صحاح میں لکھا ہے اوفاہ حقہ (باب افعال سے)۔ اور وفاہ حقہ (باب تفعیل سے) اور استوفا حقہ (باب استفعال سے) اور توفاہ (باب تفعل سے جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ کہ اسکا حق پورا دیدیا۔ اور توفاہ اللہ کے معنے قبض روح کے ہیں۔ اور توافی کے معنے نیز

> اوفاه حقه ووفاه بمعنی اعطاه وافیا واستوفی حقه وتوفاه بمعنی۔ وتوفاه الله ای قبض روحه والوفات الموت وتوافی القوم تناموا۔ (صحاح جوهری)

اور صراح میں ہے کہ ایفا گذاردن حق کسے بتمام وبقال منه واوفاه حقه ووفاه استیفا وتوفی تمام گرفتن حق وتوفاه الله اے قبض روحه وفاة مردن موافات رسیدن وآمدن وتوافی القوم ای تناموا۔

اور قاموس میں لکھا ہے۔ کہ اوفی فلانا حقه کے یہ معنے ہیں کہ اسکو حق پورا دیدیا جیسے وفاہ اور اوفاہ اور استوفا

> و(اوفی) فلانا حقه ای اعطاه

وامیا کوفاہ - واوفاہ - فاستوفاہ وتوفاہ الوفاۃ الموت - وتوفاہ اللہ قبض روحہ - (قاموس ص۹۱۳)	اور توفاہ کے یہی معنے ہیں بمعنی موت ہے۔ اور توفاہ ا[illegible] یہ معنے ہیں کہ خدانے اسکی روح

ایسا ہی اور کتب لغت مین ہے۔ یہ تینون کتابین لغت کی وہ ہین۔ لیکر کادیانی نے یہ دعوے کیا تھا۔ کہ ان کتابون مین کوئی ایسی مثال یا محا نہین ملتا جسمین لفظ توفی بمعنے قبض جسم بولاگیا ہو۔ ہم نے انہین تین کتا محاورہ توفاہ حقہ جس سے درہم ودینار وغیرہ اجسام کا قبض مراد ہے نہ اس سے کادیانی کا کذب بخوبی ثابت کیا۔

اور کتاب مجمع البحار مین ہے (جو لغات اور محاورات قرآن وحدیث

متوفیک ورافعک علی التقدیم والتاخیر وقد یکون الوفاۃ قبضاً لیس بموت او متوفیک مستوف کونک فی الارض و یتوفکم باللیل ینیمکم و یتوفاکم ملک الموت یستوفی عدد کم و اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والنفس التی تتوفی وفات الموت التی بہا الحیوۃ والنفس والحرکۃ وھی الروح والتی تتوفی فی النوم النفس الممیزۃ العاقلۃ - (مجمع البحار ص۵۰۲ ج۳)	ہے) کہ متوفیک ورافعک وتاخیر ہے۔ اور کبھی وفات مراد ہوتا ہے جو موت نہ ہو۔ کے ایک معنی یہ بھی ہین کہ ہم تیرا ز ہونا پورا کرنے والے ہین۔ او باللیل کے معنے یہ ہین کہ خدا ت ہے اور یتوفاکم ملک المو یہ ہین کہ فرشتہ تمہارے شمار ہے۔ اور ایت اللہ یتوفی ا موتہا کے یہ معنے ہین۔ کہ ج

سے وفات پاتا ہے اسکی اس روح کو خدا قبض کرتا ہے۔ جس سے دم لینا اور حرکت کرنا ہوتا ہے اور جو نفس نیند مین متوفی ہوتا ہے۔

اسکی اس روح کو قبض کرتا ہے۔ جس سے عقل و تمیز ہوتی ہے۔

ان عبارات اور محاورات سے ثابت ہوا کہ توفی کے حقیقی معنے استیفا و قبض کے ہین۔ جو ایک جنس ہے۔ اور موت۔ نیند۔ اور قبض جسم وغیرہ اسکے انواع و اقسام ہین۔ اور یہ بات کس و ناکس کو بشرطیکہ عقلی اور نقلی علوم سے آشنائی رکھتا ہو معلوم ہے۔ کہ جنس کا اپنے انواع و اقسام پر اطلاق و استعمال بطور حقیقت ہوتا ہے نہ بطور مجاز۔

اس سے ثابت ہوا کہ کادیانی کا توفی کے حقیقی معنے وفات کو قرار دینا اور نیند وغیرہ کو اسکے مجازی معنے ٹھرانا ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جسپر نہ قرآن کی شہادت پائی جاتی ہے۔ نہ محاورات عرب کی نہ کتب لغت کی۔

اب بشہادت علماے اصول و معانی و بیان ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ جس لفظ کے اصلی معنے مین کثرت و تعدد ہو۔ اسکے بعض معنے کا قرینہ کی شہادت سے سمجھ مین آنا حقیقت ہونے کے مخالف نہین اور وہ اس کو مجاز نہین بنا دیتا۔

کتاب تلویح مین ہے۔ مشترک کا یہ حکم ہے کہ اس کے لفظ

حکم المشترک التامل فی نفس الصیغۃ او فی غیرھا من الادلۃ والامارات لیترجح احد معانیہ (تلویح صفحہ ۱)	مین یا اور دلائل و قرائن مین تامل کرین تاکہ اسکے دو یا بہت سے معنے سے ایک معنے کا مراد ہونا معلوم و متعین ہو

اور مطول مین کہا ہے۔ کہ حقیقت کی تعریف مین وضع کی قید لگانے سے مجازی

الحقیقۃ الکلمۃ المستعملۃ فی ما وضعت لہ فیخرج المجاز لان دلالتہ انما تکون بقرینۃ دون المشترک ای فخرج المجاز لا المشترک وھو ما وضع لمعنیین او	معنے نکل گئے۔ نہ مشترک کیونکہ مجازی صرف قرینہ سے سمجھ مین آتے ہین۔ لفظ سے اور مشترک کے متعدد معانی اسکے لفظ سے سمجھ مین آتے ہین۔ کیونکہ وہ ان سب کے لئے

اکثر وضعا متعددا وذالک لانہ قد عین للدلالۃ علی کل من المعنیین بنفسہ وعدم الدلالۃ علی احد المعنیین لعارض الاشتراک لاینافی ذالک (مطول صفحہ ۵۳۳)	وضع کیا گیا ہے۔ اور اسکے کسی خاص معنے کا بلا قرینہ سمجھ مین نہ آنا۔ اس کی حقیقت ہونے کے مخالف نہین۔ وہ ایک عارضی امر اشتراک کے سبب سے ہے۔ ایسا ہی مختصر المعانی مین ہے۔

ان شہادات سے ثابت ہے کہ مشترک کے بعض معانی قرینہ سے سمجھ مین آتے ہین و معہذا وہ حقیقت ہے۔ نہ مجاز۔ کادیانی نے جو آیات زیر بحث مین لفظ توفی سے نیند کے معنے قرینہ سے سمجھ مین آنے سے اسکو مجاز بنا دیا ہے۔ تو اسمین علم اصول و معانی بیان سے اپنی ناواقفی اور جہالت کا اظہار کیا ہے۔

اب ہم بیان کرتے ہین کہ لفظ توفی سے موت کے معنے بھی (ان آیات مین جنکو کادیانی نے اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۳ وغیرہ مین نقل کیا ہے) قرائن ہی سے سمجھ مین آتے ہین۔ اور وہ قرائن ان آیات کے الفاظ مین موجود ہین نہ یہہ کہ موت اس لفظ کی متبادر معنے ہین۔ اور وہ بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین۔ جیسا کہ کادیانی نے دعوی کیا ہے اور روز روشن مسلمانون کی آنکھون مین خاک ڈالنا چاہا ہے۔ ان آیات کو ہم کادیانی کے الفاظ سے اور اپنی ترتیب* سے نقشہ ذیل مین نقل کر کے۔ اسکے خانہ کیفیت مین وہ قرائن بیان کرین گے۔ جو ان آیات مین توفی سے معنے وفات مراد ہونے پر پائے جاتے ہین۔

---

* کادیانی کی ترتیب بے ترتیب کو اسلیے چھوڑ دیا کہ اس ترتیب سے بیان قرائن مین تکرار منصور تھا۔ اور نیز اسکے حوالجات غلط دیکر رہے تھے۔

نمبر شمار آیات	سورۃ و رکوع	الفاظ آیات جو کادیانی نے نقل کئے ہیں	بیان قرینہ وغیرہ کیفیت
۱	نساء ع ۳	ثم یتوفھن الموت	پہلی آیۃ میں حرف ثم عثمانی قرآن میں تو نہیں بجائے اسکے حتیٰ ہے شاید کادیانی قرآن میں ثم ہو۔ ان دو آیتوں میں موت کا لفظ صریح قرینہ ہے جس سے کادیانی مسلما زندگی کہیں بند کرنا چاہتا ہے۔
۲	سجدہ ع ۲	قل یتوفاکم ملک الموت	
۳	آل عمران ع ۲۰	توفنا مع الابرار	ان دونو آیتوں میں الفاظ ابرار اور صالحین (جن سے اموات گذشتہ مراد ہیں) اور ان ہی کی معیت کی ان آیات میں دعا ہے) قرینہ ہیں اور سیاق و سباق نیز
۴	یوسف ع ۱۱	توفنی مسلما والحقنی بالصالحین	
۵	نساء ع ۱۴	ان الذین توفیھم الملائکۃ۔	ان ساتوں آیات میں ملائکہ موت کا ذکر توفی کے معنے وفات پر قرینہ ہے۔ انہیں سے آخری آیۃ انفال سے کادیانی نے ذکر ملائکہ کا سرقہ کیا ہے۔
۶	نحل ع ۴	تتوفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم	
۷	"	تتوفیھم الملائکۃ طیبین۔	
۸	انعام ع ۷	توفتہ رسلنا۔	
۹	اعراف ع ۴	رسلنا یتوفونھم۔	
۱۰	محمد ع ۳	فکیف اذا توفتھم الملائکۃ	
۱۱	انفال ع ۷	یتوفی۔	
۱۲	مومن ع ۸	فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا یرجعون	ان تین آیتوں کے اخیر میں خدا کیطرف رجوع اور حساب کا ذکر توفی کے معنے موت پر قرینہ ہے۔ انہیں سے آخری آیۃ کے اخیر کو کادیانی نے سرقہ کیا۔
۱۳	یونس ع ۵	فاما نرینک بعض الذی نعدھم	
۱۴	رعد ع ۶	او نتوفینک فالینا مرجعھم	
"		فاما نرینک بعض الذی نعدھم	
"		او نتوفینک فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب	

۱۵	بقرہ ع ۱۴	یتوفون منکم	ان دونو آیتون مین عورتین چھوڑ جانے کا ذکر قرینہ معنے موت ہے۔
۱۶	" ع ۱۵	"	
۱۷	اعراف ع ۱۴	توفنا مسلمین	اس آیۃ سے پہلے صلیب کا اور خدا کیطرف جانے کا ذکر معنے موت پر قرینہ ہے۔
۱۸	الحج ع ۱	ومنکم من یتوفی	ان تینون آیتون مین پیدایش اور بچپن اور بڑھاپے کا ذکر توفی کے معنی موت پر قرینہ ہے۔ ان آیات سے ہی کادیانی نے ماقبل ومابعد کے قرائن کا ستر کیا اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔
۱۹	مومن ع ۷	"	
۲۰	نحل ع ۹	ثم یتوفیکم	

ان الفاظ وقرائن کو جو ہمنے بتائے ہین ناظرین قرآن مجید سے نکالکر بتفصیل ملاحظہ مین لائینگے تو ہماری پوری تصدیق فرمائینگے۔

کادیانی نے ۲۳ - آیات مین لفظ توفی سے بلا قرینہ موت کے معنے سمجھے جانے کا دعوے کیا تھا۔ پھر ازانجملہ دو آیتون مین خود ہی توفی سے نیند کا مراد ہونا تسلیم کر لیا۔ اور ایک آیۃ سورہ مومن (اونتوفینک) کو وہ مکرر لایا ہے۔ باقی بیس آیات مین لفظ توفی سے موت کے معنے مراد ہونے پر ہمنے قرائن کا موجود ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ کادیانی کا یہ دعوے کہ موت لفظ توفی کے متبادر معنے ہین اور وہ بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین محض دروغ بے فروغ ہے۔ اور درحقیقت اس لفظ سے موت کے معنے سمجھ مین آنے ویسے ہی محتاج قرینہ ہین جیسے کہ سولادینے یا قبض جسم کے معنے۔ اور یہ سب معنی اس لفظ سے مساوی نسبت رکھتے ہین۔ سبھی اس کے حقیقی معنے ہین اور سبھی اپنی تعیین کے لیے محتاج قرینہ ہین۔

یہ سوال پیدا ہو کہ جس حالت میں ان سب معانی کو اس لفظ سے مساوی نسبت
سے معنے کا مراد و متعین ہونا محتاج قرینہ ہے۔ تو علما اسلام جو حضرت
ن پر موجود مانتے ہین۔ اور ان آیات مین وہ لفظ توفی سے قبض جسم
ہین۔ اس معنی کی تعیین و تخصیص پر کس قرینہ کو دلیل سمجھتے ہین۔ اسکا
۔ کہ اس معنی کی تعیین پر قرآن مجید میں لفظ متوفیک کے بعد لفظ
قرینہ ہے جو توفی کے معنے کو رفع جسم سے مخصوص و متعین کرتا ہے
ی کی عبارت تفسیر کبیر مین یہ تفصیل گذر چکی ہے۔
ینہ خدا تعالے کا سورہ نسا مین یہ فرمانا ہے۔ کہ یہود نے حضرت مسیح

ما صلبوہ ولکن شبہ لہم	کو نہ قتل کیا۔ اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے
ختلفوا فیہ لفی شک منہ	ولیکن انکو شبہ لگ گیا ہے۔ وہ خود
لم الا اتباع الظن وما	اختلاف مین ہین۔ اسکو انہون نے
بل رفعہ اللہ الیہ (سورہ نساء ع ۲۲)	یقیناً قتل نہین کیا۔ بلکہ خدا تعالے نے

ے اٹھا لیا ہے۔ اور یہ امر ظاہری اور محتاج ثبوت نہین ہے۔ کہ
جس چیز کا قتل ہونا اور صلیب پر چڑھایا نہ جانا بیان ہوا ہے۔ اور وہ
ما قتلوہ وما صلبوہ کا مرجع ہے۔ اسیکا خدا کی طرف اٹھایا جانا
رو ہی ضمیر مفعول رفعہ کا مرجع ہے۔ اور وہ جسم مسیح علیہ السلام مع روح
ے روح۔ کیونکہ روح صلیب پر چڑھانے اور قتل کئے جانیکی لائق نہین
یہ امر جائز نہین کہ پہلے دو فعلون کے مفعول کی ضمیر کا مرجع جسم مع روح ہو
ے فعل کے مفعول کی ضمیر کا مرجع صرف روح ہو۔
قرینہ خدا تعالے کا یہ قول ہے۔ کہ اہل کتاب مین سے کوئی نہوگا جو

ل الکتب الا لیؤمنن بہ	حضرت مسیح پر انکے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائیگا

قبل موته ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا
(سورہ نسا ع۲۲)
باب نزول عیسی بن مریم علیه السلام
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی
نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم
حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر
ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبله
احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من
الدنیا وما فیها ثم یقول ابو هریرة واقرؤا
ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن
به قبل موته ویوم القیمة یکون علیهم
شهیدا ۔ (صحیح بخاری صفحہ ۴۹۰)

اور حضرت مسیح قیامت کے دن ان پر
گواہ ہونگے ۔ جس کی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے یہ شرح و تفسیر کی ہے ۔
کہ حضرت ابن مریم حاکم عادل امام ہوکر
نازل ہونگے ۔ اور خنزیر کو قتل کرینگے ۔
اور صلیب کو توڑینگے ۔ چنانچہ
ابوہریرہ رضے اللہ تعالے عنہ نے
آپ سے یہ قول نقل کیا ۔ اور اُنکے
بعد اس آیت کو پڑھا ۔ اور صحیح بخاری
مین اس سے حضرت علیہ السلام
کا نزول ثابت کیا ہے ۔

اور یہ ظاہر ہے کہ نزول صعود کی فرع ہے ۔ حضرت عیسے جسم کے ساتھہ اوٹھائے نہ جاتے تو خدا تعالے اس آیۃ مین انکے آنیکی خبر نہ دیتا ۔ اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قول خداوندی کی یہ تفسیر فرماتے ۔

اس قسم کے قرائن قرآن مجید مین اس لفظ توفے سے قبض جسم کی مراد ہونے پر اور بھی ہین ۔ اور حدیث مین تو ان قرائن کا دریا موج مار رہا ہے ۔ مگر ہم اسمقام مین دعوے رفع جسمانی کی اثبات کے درپے نہین ۔ بلکہ صرف کادیانی کے اس دعوے کے کہ موت توفے کے حقیقی معنے ہین ۔ اور متبادر اور بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین ۔ اور باقی معانی مجازی محتاج قرینہ ہین ابطال کے درپے ہین ۔ سو ہمارے بیان دلائل سے بخوبی ہوچکا ہے کہ اس لفظ توفے سے قبض جسم مراد ہے ۔ نہ قبض روح سو اس امر کے ثبوت کے لیے کوئی قرائن لفظیہ

مذکورہ بالا کو کافی نہ سمجھو تو ہمارے دوسرے مضمون کا جسمین حیات مسیح کا اثبات ہوگا انتظار کرے۔

یہ کادیانی کے اس دعوے کا جواب ہے کہ "موت کے معنے لفظ توفی کے متبادر معنی ہین جو تیئیس ۲۳ مقامات قرآن مین اس لفظ سے بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین" اور اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ ان مقامات مین سے ایک جگہہ بھی یہ معنے اس لفظ سے بلا قرینہ سمجھ مین نہین آتے۔ ہر جگہ لفظی قرائن معنے موت کو معین کرنے والے قرآن مین موجود ہین۔

اب ہم اس دعوی کادیانی کے **مقابلہ مین** یہ دعوے کرتے ہین کہ قرآن مین ایک جگہہ بھی ایسی نہین جسمین لفظ توفی سے موت کے معنے بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہون۔ کادیانی ایک جگہ ایسی نکالدے تو ہم سے سو ۱۰۰ روپیہ انعام لے۔ یہ نہوسکے تو اپنے دعوے کو واپس لے اور اس جرأت و افترا سے جو اس دعوے مین اس سے سرزد ہوا ہے توبہ کرے۔ پھر بھی ہم اسکو پچیس ۲۵ روپیہ انعام دینگے۔

اس بیان سے کادیانی کے پہلا دعوے کا جسکو اس نے اپنے مغالطہ اول کے ثبوت مین پیش کیا تھا۔ کذب ظاہر ہوا۔ اور ثابت و محقق ہوگیا کہ لفظ توفی قرآن مین صرف وفات یا موت کے معنے مین استعمال نہین کیا گیا۔ بلکہ سولا دینے یا قبض جسم کے معنے مین بھی بولا گیا ہے۔ اور یہ سب کے سب معانی اسکے حقیقی معانی ہین۔ جو خاص خاص مقامات مین خاص خاص قرائن سے سمجھ مین آتے ہین۔

اس بیان کے ضمن مین کادیانی کے باقی دعاوی کا جو مغالطہ اول کے ثبوت مین اوس نے پیش کئے ہین۔ نیز ابطال ہوگیا۔ تاہم افہام عوام کے غرض سے اسکے باقی ماندہ دعاوی کے ابطال سے جداگانہ تعرض کیا جاتا ہے۔

کادیانی کا دوسرا اور تیسرا دعوی پہلے دعوے سے بڑھکر کذب و جرأت پر

مشتمل ہے - کادیانی نے کتب حدیث کا ورق ورق خواب مین بھی نہ دیکھا ہوگا۔ بلکہ بعض کتابون کو تو بین الدفتین (جلد کے پٹھون یا مقفوزان) مین بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا۔ چہ جائے معائنہ ورق ورق۔

اسکا دوسرے دعوے مین یہ کہنا کہ کتب حدیث مین تین سو چھیالیس ۳۴۶ جگہ لفظ توفے بمعنے موت و قبض روح بولا گیا ہے - بعینہ اُس شخص کے دعویٰ کی مانند ہے۔ جو زمین ایک جگہ پر انگلی رکھ کر یہ کہدے کہ یہ زمین کا مرکز (بیچا بیچ) ہے۔ اور اس کے ثبوت مین کہے کہ جو شخص اس دعوے کو جھوٹ سمجھے - وہ زمین کو ناپ کر بتا وے کہ بیچا بیچ یہ نہیں تو اور کونسا ہے - ایسا ہی اسکا تیسرے دعوے مین کہنا ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ بعثت سے آخیر عمر تک سات ہزار مرتبہ توفے کا لفظ بمعنے موت و قبض روح استعمال فرمایا ہے۔

اسمین اُسنے یہہ بھی چالاکی ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رعایا تا زیست امین لفظ توفے دیکھ کر آپ کی سنین عمر کا زمانہ بعثت سے حساب لگا لیا۔ اور اس سے سات ہزار کا شمار نکال لیا ہے - نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام پاک مین آپنے سات ہزار مرتبہ کا شمار کیا ہے - مگر ہم بھی آپکے ہر ایک داؤ اور رنگ و روپ کو خوب پہچانتے ہین۔ **مصرع** ہر رنگے کہ مے آئی شناسم + لہذا آپ کے ان دو نو دعاوی کے جواب مین یہہ کہنا کافی سمجھتے ہین - کہ آپ تین سو چھیالیس ۳۴۶ مقامات حدیث اور سات ہزار مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ توفی بولنا - بہ تفصیل بیان کرکے یہ ثابت کرین کہ ان مقامات مین لفظ توفی موت کے معنے مین بلا قرینہ استعمال کیا گیا ہے - تو ہم اُن مقامات مین قرائن معنی موت نکالدین گے - یہ نہو سکا تو ہم مان جائینگے کہ موت و قبض روح لفظ توفے کے حقیقی معنے ہین - اور باقی معانی سولانا اور جسم قبض کرنا اوسکے مجازی معنی ہین - یہ آپسے نہو سکے تو ان گیدڑ بھبکیون کو ندامت کے ساتھ واپس لین اور کچھ شرم کو کام مین لاوین

اب ہم اسپر ترقی کر کے یہ دعوے کرتے ہین کہ کتب حدیث اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین بہی کسی جگہ بہی لفظ توفے سے معنے موت بلا قرینہ سمجھ نہین جاتے آپ کوئی ایک مقام بتاوین تو اسپر بہی ایک سو روپیہ انعام لین۔ ورنہ اپنے دعویٰ کو واپس لین۔ اور اس کذب وافترا سے توبہ کرین۔ اسپر بہی ہم پچیس روپیہ انعام دینگے

آپکا چوتھا اور پانچوان دعوے پہلے تین دعاوی سے بڑھکر کذب وجرأت پر مشتمل ہے۔ لغت کی کتابون صحاح۔ صراح۔ قاموس* (جنکا آپ نے نام لیا ہے) ابہی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان کتابون مین عرب کے ایسے محاورات موجود ہین جنمین لفظ توفے بمعنے قبض جسم ودرہم ودینار بولا گیا ہے۔ آپ ان محاورات کو محاورات عرب نہین سمجھتے۔ اور جسدن سے جزیرہ عرب دنیا مین آباد ہوا ہے اُس دن سے پہلے کے محاورات جانتے ہین۔ تو آپ ذرا تکلیف گوارا فرماکر یہ بتاوین۔ کہ عرب کا جزیرہ کب سے آباد ہوا ہے۔ اور اس سے کتنے دن پیشتر کے یہ محاورات ہین۔ جو ان کتابون مین منقول ہین۔ یا یہ بیان اور ثابت کرین کہ یہ محاورات غیر زبان کے ان کتابون مین کب سے درج ہوگئے ہین۔ اور کس ظالم نے یہ ظلم کیا ہے۔ اس بیان سے آپ کی تاریخدانی بہی بخوبی ثابت ہو جائیگی۔ جس کے ثبوت کے ہم مشتاق ہین۔

رہا اس دعوے چہارم مین آپکا یہ کہنا کہ لفظ توفے خدا کا فعل اور اسکی طرف منسوب ہو۔ اور اسکا مفعول ومتعلق کوئی ذی روح ہو۔ تو اسکے معنے بجز قبض روح کچھ نہین ہوتے۔ اسکا مل ابطال دعوے ششم مین ہوتا ہے۔

دعوے ششم مین تو آپنے کمال غضب کیا اپنی چالاکی اور دہوکہ بازی کا کامل ثبوت پیش کیا اور اسمین اپنا بے نظیر یا یہان کہین کہ وحدہٗ لاشریک ہونا ثابت کر دکہایا۔ اور اپنے تمام ناظرین ومخاطبین کو اندہا کرنا اور دہوکہ دینا

* بعض محاورات عدد ۱۲ مین صفحہ ۹۰ کے حاشیہ مین آتے ہین۔

جاہا۔ مگر آپ کو خیال نہ آیا کہ لکل فرعون موسیٰ ایک صادق مثل ہے۔ جس سے لکل دجالٍ عیسیٰ کا استنباط آپ کے نزدیک بہی صحیح و مسلم ہے۔ بنا ءً علیہ آپ کے دہوکہ اور جالاکی کو تاڑ جانے والے بہی خدا کے فضل و توفیق سے اسوقت موجود ہین۔ وہ اس دعوے کا فساد ظاہر کرین گے۔ اور اس دہوکہ کی قلعی کہولدین گے۔

لیجیے اسکا جواب سُنیے اور قلعی کہلوا لیجیے۔ اس دعوے مین آپکا یہ **سوال** کہ فعل توفّے کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول متعلق کوئی ذی روح ہو اور اسحالت مین اسکا بجز قبض روح کسی اور معنے مین مستعمل ہونا کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و محاورات عرب یا کتب لغات سے ثابت کرے۔ **اسصورت مین** صحیح اور درست ہو سکتا تھا۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی اور ذی روح کو زندہ جسم سے **آسمان** پر اٹہا لیتا۔ اور پہر اسکی حکایت اپنے کلام مین فرماتا۔ اور جسحالت مین خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی ذی روح کو جسم سے آسمان پر نہین اٹھایا۔ تو پہر کب ممکن تہا کہ کسی اور شخص کے حق مین یہ لفظ بمعنے قبض جسم بلا قبض روح خدا تعالےٰ نے فرماتا۔ اور اسکا ذکر خدا و رسول کی کلام مین کہین آتا۔ اور پہر وہ کلام عرب اور لغت مین نقل کیا جاتا۔

پہر آپکا یہ سوال کب جائز ہے۔ اور اسکے جواب کا آپکو کیا استحقاق ہے۔ اہل اسلام کے اس عقیدہ اتفاقیہ کے ساتہ کہ حضرت مسیح کے سوا اور کوئی شخص زندہ آسمان پر اٹہایا نہین گیا جائز و ممکن نہین ہے کہ یہ لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی ذی روح کے حق مین خدا تعالےٰ نے بولا ہو۔ اور اسکا ذکر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام مین آیا ہو۔ پہر اس کلام کے مطابق محاورات و اشعار عرب مین اسکا ذکر ہوا ہو۔ لہذا آپکا یہ سوال کسیوجہ سے جائز نہین ہو سکتا۔ اور اس سے بجز

دہوکہ دہی اہل اسلام کو بھی آپکا مقصود نہیں۔

ہان اس سوال کا آپ حق رکھتے ہین (جسکو دعوے پنجم آپ پیش کر چکے ہین) کہ لغت کی کتابون مین اس لفظ توفی کا استعمال بمعنے قبض جسم محاورہ عرب مین کہان ہوا ہے۔ اور کتب لغت مین اسکا ذکر کہان پایا جاتا ہے۔ سو اس کا جواب ہم آپ کو یہ کافی ووافی دے چکے ہین کہ انہین کتابون صحاح۔ صراح۔ قاموس مین (جنمین اس محاورہ کے پائے جانے سے آپ انکار کر چکے ہین) اس معنے قبض جسم کا محاورہ (توفاہ حقہ جس سے جسم درہم دینار کا قبض کرا دینا مقصود ہے) موجود ہے۔ اور علاوہ ازان کتب تفاسیر مین ایسے محاورات پائے جاتے ہین اور انہین محاورات عرب کے مطابق قرآن مجید مین (جو بزبان عربی نازل ہوا ہے) خدا تعالے نے حضرت عیسے کے حق مین "انی متوفیک" فرمایا ہے۔ اور اس سے معنے قبض جسم کا ارادہ کیا ہے۔

آپ اس جواب کو اس جائز سوال (مندرجہ دعوے پنجم) کا کافی اور صحیح جواب سمجہین تو ہم آپکے **انعام** ہزار روپیہ کو بحکم "عطاء تو بلقاء تو" **معاف** کرتے ہین۔ بلکہ بجاے اسکے اس جواب کی مقبولیت پر خود پچیس روپیہ انعام دینے کو حاضر ہین۔ اور اگر اس جواب کو غیر صحیح و ناکافی قرار دین تو امور ذیل سے ایک امر کا اثبات کرین۔

اول صحاح صراح اور قاموس جنکی عبارات ہمنے نقل کی ہین۔ وہ کتب لغت نہین جنمین ان محاورات کے پائے نہ جانے کا اپنے دعوے کیا تھا۔

دوم۔ یہ وہی کتابین ہین۔ تو انہین وہ عبارات درج نہین جو ہمنے نقل کی ہین۔

سوم۔ وہ عبارات درج ہین تو انہین وہ محاورات موجود نہین جو ہمنے نقل کئے ہین یا

چہارم۔ موجود ہین تو انکے معنے یہ نہین بلکہ اور ہین مثلاً حق سے درہم دینار مراد نہین بلکہ کوئی روحانی امر مراد ہے۔ ان امور کو آپ ثابت کرین تو ہم سے فی امر دس روپیہ انعام لین۔ یہ نہ ہو سکے تو کسی اور وجہ سے

توفیت المال اذا توفیتہ (بیضاوی ص ۱۳۹ ج ۱)
توفیت منہ کذا اذا تسلمتہ (معالم ص ۱۶۲)
توفیت الشی واستوفیتہ اذا اخذتہ اجمع (فتح البیان ص ۱۸۱ ج ۲)

اس جواب کا غیر صحیح و ناکافی ہونا ثابت کرین۔

لیجیے ایک دوسرا **معقول** اور **سہل الحصول** ہم بتاتے ہین اور اسکے ثبوت پر ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہین۔ آپ کسی ایک ہی محاورہ عرب یا حوالہ کتاب لغت سے یہ ثابت کرین کہ توفی کے حقیقی معنے صرف قبض روح کے ہین۔ اور یہ معنے اس محاورہ سے بلا قرینہ عقلی ولفظی حالی ومقالی سمجھ مین آتے ہین اس سے خود بخود ثابت ہو جائیگا کہ جس محاورہ عرب منقولہ کتب لغات مین یہ لفظ بمعنے قبض جسم درہم دینار بولا گیا ہے۔ اس محاورہ مین بشہادت قرینہ قبض جسم کے معنے اس سے مفہوم ہوتے ہین۔ لہذا وہ معنے اسکے حقیقی معنے نہین ہین۔ مجازی ہین۔ حقیقی معنے وہی قبض روح ہین جو بلا قرینہ آپکے بیان کردہ محاورہ سے سمجھ مین آسکتے ہین۔ اس سے ہمارے جواب کا ناکافی ہونا ثابت ہو جائیگا اور سو روپیہ نقد فوراً آپکو انعام ملے گا۔

لو اب اور کیا چاہتے ہو۔ تھوڑی سی تکلیف کرنے اور ایک محاورہ عرب یا عبارت کتاب لغت نقل کرنے سے سو روپیہ نقد اور مفت کی فتح لیتے ہو۔ بس اب دیر نکرو کچھ پاس ہے تو لے ہی آؤ۔

مگر یہ واضح رائے نہ رہے کہ محاورہ توفاہ اللہ سے جو۔ قاموس صحاح وصراح سے منقول ہوا ہے۔ کہین ہاتھ نہ مار بیٹھنا۔ اس محاورہ مین ہرچند لفظ توفی بمعنے قبض روح بولا گیا ہے۔ مگر یہ محاورہ اس محل اور اس موقع پر بولا جاتا ہے۔ جہان موت پر کوئی قرینہ حالی یا مقالی لفظی یا عقلی موجود ہو۔ اس قسم کے قرائن موجود نہونیکے وقت کوئی کسی شخص کی نسبت توفاہ اللہ نہین بول سکتا۔ لہذا اس محاورہ سے ہاتھ مارو گے تو سو روپیہ کی جگہ ایک کوڑی بھی وصول نہ پاؤ گے۔ اور الٹے شرماؤ گے۔

ساتویں دعوے میں بھی کادیانی نے اپنی عادت قدیم کذب و مغالطہ کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ صحیح بخاری سے قول ابن عباس تو یہ نقل کیا کہ اے عیسے میں تجھے وفات دونگا۔ مگر امام بخاری کے اس قول ابن عباس کو نقل کرنے سے نتیجہ یہ نکال لیا کہ بخاری نے یہ جتایا ہے۔ کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اسمیں آپنے ایک جھوٹ امام بخاری پر باندھا ایک ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر۔ حضرت ابن عباس اور عام صحابہ پر جھوٹ باندھنا اسکا یہ کہنا ہے۔ کہ انکا مذہب یہ تھا۔ کہ حضرت ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ یہ بات نہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے نہ کسی اور صحابی نے۔ کادیانی حضرت ابن عباسؓ یا کسی صحابی سے یہ بات ثابت کر دے تو سو روپیہ انعام لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو صرف "متوفیک" کی تفسیر میں لفظ "ممیتک" فرمایا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ اے عیسے میں تجھے کسی آئندہ وقت میں تیری اپنی موت سے مارونگا۔ تو دشمنوں کے ہاتھ ہرگز نہ مارا جائیگا۔ اور کادیانی نے بھی اُس کے یہ بھی معنے کئے ہیں۔ کہ "اے عیسیٰ میں

سلہ۔ یہ معنے کادیانی ازالہ کے صہ ۹۲۳ میں کئے ہیں اور اسکے صہ ۲۲۱ میں کہا ہے جسقدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں۔ جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان ان میں زیر تفسیر یا عیسے انی متوفیک میں لکھا ہے۔ کہ انی ممیتک حتف انفک یعنے اے عیسے میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں نہ غیر اسکے کہ تو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت میں فوت ہو"۔ اس عبارت میں بھی اپنے "متوفیک" کے معنے تو وہی بیان کئے ہیں جو کلام ابن عباس سے کے معنے بیان کئے ہیں۔ مگر اس عبارت میں ایک سرقہ اور خیانت آپنے یہ کی ہے۔ کہ ان تفاسیر سے ایک سو توفی کے قول حضرت

تجھے وفات دونگا"۔ اس سے یہ کوئی نہین سمجھ سکتا کہ اللہ نے حضرت عیسے کو وفات دیدی۔ اور وہ فوت ہو چکے۔ جیساکہ کادیانی نے بیان کیا ہے۔ خصوصًا اُس حالت مین کہ حضرت ابن عباس رض نے خود اپنے قول کے ایسے معنے کر دیے ہین۔ جنمین کسی تاویل مخالف کی گنجایش نہین ہے۔

چنانچہ تفسیر درّ منثور مین کہا ہے۔ کہ اسحاق ابن بشر اور ابن عساکر نے جویبر کی

واخرج اسحاق ابن بشر وابن عساکر من طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک یعنی رافعک ثم متوفیک فی اٰخر الزمان (تفسیر درمنثور)	اسناد سے بواسطہ ضحاک حضرت ابن عباس سے تفسیر آیہ "انی متوفیک ورافعک" مین نقل کیا ہے۔ کہ خدا کی اس سے یہ مراد ہے۔ کہ مین پہلے تجھے اپنی طرف اٹھا لونگا پھر اخیر زمانہ مین تجھے وفات دونگا۔

اور اسیکا موید حضرت ابن عباس کا وہ قول ہے۔ جو انہون نے آیت وانہ لعلم للساعۃ کی تفسیر مین فرمایا ہے۔

چنانچہ درّ منثور مین کہا ہے فریابی اور سعید بن منصور اور مسدد و عبد بن حمید اور

اخرج الفریابی وسعید بن منصور	ابن ابی حاتم اور طبرانی اور حاکم اور ابن مردویہ نے

[illegible]

ابن عباس کے موافق توفے پہلے اور جو دوسرے معنے۔ قبض جسم حضرت مسیح کے انہین بیان کیے گئے وہ چھوڑ دیئے۔ اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔ اور یہ جتایا کہ اس لفظ متوفیک کے ایک ہی معنے ان سب تفاسیر مین بیان کیے گئے ہین۔ دوسری خیانت یہ کہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونیکی طرف اشارہ کر دیا اور جتایا کہ وہ مصلوب ہوئے مگر اسحالتین فوت نہین ہوئے۔ حالانکہ خدا تعالے نے قرآن مجید مین صاف فرما دیا ہے۔ کہ وہ مصلوب نہین ہوئے۔ دیکھو آیۃ وما صلبوہ۔

ومسدد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم
والطبرانی من طرق عن ابن عباس رض
قولہ تعالی وانہ لعلم للساعۃ قال خروج
عیسی قبل یوم القیمۃ واخرج الحاکم
وابن مردویہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وانہ لعلم للساعۃ - قال ھو
خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیمۃ۔
(تفسیر در منثور)

واخرج ابن جریر من طرق عن ابن
عباس وانہ لعلم للساعۃ - قال نزول عیسی
(تفسیر دُرّ منثور) خرج احمد عن ابن
عباس وانہ لعلم للساعۃ قال ھو خروج عیسی
بن مریم۔ (تفسیر ابن کثیر)
وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر
من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح
(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

ابن عباس رض سے روایت کیا ہے۔ کہ اس
قول خداوندی سے حضرت عیسےٰ ؑ کا
قیامت کے پہلے نکلنا مراد ہے۔

ایسا ہی ابن جریر نے کئی سندون سے
ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ اور ایسا ہی
تفسیر ابن کثیر مین ہے۔ کہ امام احمد نے
ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ اس
قول خداوندی سے حضرت عیسیٰ کا نکلنا مراد
ہے۔

اور نیز اسکا موید حضرت ابن عباس رض
کا وہ قول ہے۔ جو تفسیر آیۃ وان من
اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ
مین انہون نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ
علیہ السلام کے نزول کے بعد انکے مرنے
سے پہلے لوگ انپر ایمان لائین گے۔
چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری مین
کہا ہے۔ کہ ابن عباس سے بسند صحیح ثابت ہے۔ کہ وہ اسی بات پر یقین رکھتے ہین۔

حضرت ابن عباس کے اپنے قول "ممیتک" (یعنے اے عیسے مین تجھے
مارنے والا ہون یا وفات دونگا) کے ایسے معنی وتفسیر کر دینے اور وقوع مضمون
"متوفیک" کو موخر اور مضمون "رافعک" کو مقدم تجویز کرنے پر آپ انکو یہودی اور
محرف (معاذاللہ وحاشا جنابھم عن ذلک) کہین تو آپکو کون روک سکتا ہے۔

اور آپ کی زبان سے جو اسوقت حجاج بن یوسف کی تلوار بن رہی ہے۔ مسلمانان سلف اور خلف سے بیوٹا کون ہے۔ مگر آپ حضرت ابن عباس کے اس بیان اور تفسیر کلام خود بقول خویش کے ساتھ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ابن عباس اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہین۔ اور اب وہ مردون کے کلاس مین داخل ہین۔

یہ حضرت ابن عباس پر کادیانی کی افترا پردازی کا ثبوت ہے۔ اسی سے اور صحابہ پر اسکا افترا کرنا ثابت ہے۔ کیونکہ اُس نے عام صحابہ کو اسی قول ابن عباس کی دست آویز سے موت مسیح کا قائل بنا لیا ہے۔ اور کسی صحابہ کا قول اسبابت مین نقل نہین کیا۔ اور جب اس قول سے استنباط وفات مسیح غلط ثابت ہوا۔ تو وہ مذہب جو اس قول پر اُس نے نکالا ہے نیز غلط ہو گیا۔ علاوہ برین کتب حدیث اور دواوین سنت مین بہت سے صحابہ سے حضرت مسیح کے آخری زمانہ مین نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے کی احادیث مروی و ثابت ہین۔ اور کسی صحابی سے ان احادیث کے مضامین سے انکار و خلاف مروی نہین۔ بلکہ بعض صحابہ نے تو حضرت عیسے کے زمین پر ٹھہرنے کی مدت بھی بتا دی ہے۔ اور انہین کی پیروی سے تابعین وغیرہ آئمہ دین نے یہ بات کہی ہے۔ کہ حضرت عیسے ع اسوقت زندہ آسمان پر موجود ہین۔ اور وہ آخری زمانہ مین اُترین گے۔ اور وہ دجال کو قتل کرین گے۔

ترمذی نے مجمع (۱) بن جاریہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے

عن مجمع بن جارية الانصاري يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقتل ابن مريم الدجال بباب لد رواه احمد والترمذي قال الترمذي	کہ ابن مریم دروازہ لد کے پاس دجال کو قتل کرین گے۔ اور اسکے بعد کہا ہے۔ کہ عمران بن حصین (۲)۔ نافع بن عتبہ (۳)۔ ابو برزہ (۴)۔ حذیفہ بن اسید (۵)۔ کیسان (۶)۔ ابو ہریرہ (۷)۔ عثمان بن (۸)

وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع
بن عتبة وابی برزه وحذیفة بن اسید
وابی هریرة وکیسان وعثمان بن ابی العاص
وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبد الله
بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس
بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن الیمان
(ترمذی ص ۳۴)

ابی العاص۔ جابر۔ ابوامامہ۔ ابن مسعود۔
عبداللہ بن عمرو۔ سمرہ بن جندب۔ نواس
بن سمعان۔ عمرو بن عوف۔ اور حذیفہ
سے بھی اس باب مین حدیثین
مروی ہین۔
صاحب فتح الباری رح نے
عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رض

اور عبداللہ بن مغفل اور انس بن مالک وغیرہ کو اور صاحب حجج الکرامۃ نے نافع بن کیسان و جبیر بن نفیر و عروہ بن رویم کو بھی اس حدیث کے راویون مین شمار کیا ہے۔

اور تفسیر درمنثور مین ہے کہ عبد بن حمید نے ابوہریرہ سے آیت "وانہ

واخرج عبد بن حمید عن ابی هریرة رض
وانه لعلم للساعة۔ قال خروج عیسی
یمکث فی الارض اربعین سنة تکون
تلك الاربعین اربع سنین یحج ویعتمر
واخرج عبد بن حمید وابن جریر
عن مجاهد وانه لعلم للساعة۔ قال
آیة للساعة خروج عیسی بن مریم قبل
یوم القیمة واخرج عبد بن حمید وابن
جریر عن الحسن وانه لعلم للساعة قال
نزول عیسی واخرج عبد الرزاق وعبد

لعلم للساعۃ" کی تفسیر مین روایت
کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے اس سے
حضرت عیسے ع کا نکلنا مراد ہے۔ وہ
چالیس[1] برس زمین مین رہین گے۔
جو چار سال کے برابر ہونگے۔ انمین
وہ حج اور عمرہ کرین گے۔
ایسا ہی عبد بن حمید اور ابن جریر نے
مجاہد اور حسن سے اور قتادہ سے نقل
کیا ہے۔ اور ابن جریر نے حسن سے
آیت "وان من اهل الکتاب" کی تفسیر

[1] چالیس، چوبیس، اور چار سال، اور ساٹھ سال سب باہم متوافق ہو سکتے ہین چنانچہ بحث حیات مسیح مین ثابت کیا جائیگا۔

بن حمید وابن جریر عن قتادۃ وانہ لعلم للساعۃ۔ قال نزول عیسی علیہ السلام وناس یقولون القرآن علم للساعۃ + + وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیۃ حدثنا ابو رجا عن الحسن ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی واللہ انہ لحی الآن عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔ + + ++ ++ + واخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رأی عیسی قلۃ من اتبعہ وکثرۃ من کذبہ شکی ذلک الی اللہ فاوحی اللہ الیہ انی متوفیک ورافعک الیّ وانی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ ثم تعیش بعد ذلک اربعا وعشرین سنۃ ثم امیتک میتۃ الحی + قال کعب ذلک تصدیق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف تہلک امۃ انا فی اولھا وعیسی فی آخرھا

(دُرِّ منثور)

مین نقل کیا ہے۔ حضرت عیسے ؑ اللہ کے پاس زندہ ہین۔ وہ اتر ینگے توسب لوگ اُنپر ایمان لائینگے۔ اور ابن جریر نے بسند صحیح کعب سے نقل کیا ہے۔ کہ جب حضرت عیسے ؑ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلانے والون کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی تو اللہ نے انکی طرف وحی کی کہ مین تجھکو وفات دونگا اور اپنی طرف اوٹھا لونگا۔ مین تجھے عنقریب قتل دجال کے لئے بھیجونگا۔ پہر تو اوس کے بعد چوبیس سال زندہ رہے گا۔ پہر تجھے اور زندون کی موت مارونگا۔

کعب نے کہا اس کی تصدیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مین ہے کہ وہ اُمت کیونکر ہلاک ہوسکے اول مین ہون اور آخر مین حضرت عیسے علیہ السلام۔

صحابہ کی یہ روایات اور آثار کا دینا کے اُس فیصلہ پر ایک اور دلیل ہے۔

آثار تابعین کو ہمنے اس مقام مین اس غرض سے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو ہس

؎ حاشیہ صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہو۔

بات کا علم و یقین ہو۔ کہ حضرت مسیح کے زندہ ہونے کا اعتقاد صرف حضرت ابن عباسؓ یا حضرت ابوہریرہ وغیرہ صحابہ کے زمانہ تک ہی نہین رہا۔ بلکہ تابعین مین بہی وہی اعتقاد متوارث چلا آیا ہے۔ یہان تک کہ اس زمانہ مین پہلے سرسید نے۔ اور پہر انکی تقلید سے کادیانی نے اس اعتقاد کو اوڑایا۔ اور حضرت مسیح کو مار دیا۔

کادیانی نے اس دعوے مین اس دعوی مین سرسید پر یہہ زیادتی کی ہے۔ کہ اس اعتقاد مین صحابہ کو بہی اپنے ساتہ ملانا چاہا۔ اور اُنپر افترا کیا۔ یہ جرأت و دلیری سرسید سے نہین ہوئی۔ اسلیے سرسید کو ہم کادیانی سے بدرجہا کم تر سمجہتے ہین۔ گو کادیانی صاحب اس قسم کے جملہ دعاوی مین سرسید ہی کے پیرو و مقلد ہے۔ مگر اس جرأت مین کہ ایک بات از خود بنا دین پہر اوس کو صحابہ وغیرہ سلف ذمہ لگا دین یہ ان سے بڑہکر ہین وہ ہر نئی بات جو از خود نکالتے ہین اسمین وہ کسی کے مخالفت یا موافقت کی پروا نہین کرتے۔ اور افترا پردازی سے اسمین سلف صحابہ وغیرہ کو اپنا موافق نہین بناتے اور یہ اس افترا مین اپنا کوئی نظیر نہین رکہتے۔

امام بخاری پر آپکا جہوٹ باندہنا یہ ہے۔ کہ انکو بہی حضرت مسیحؑ کی وفات پا جانے اور مُردوںکی جماعت مین داخل ہو جانے کا قائل بنا دیا ہے۔ اور اس امر پر ازالہ کے بہت سے مقامات مین اسنے زور دیا ہے۔ ہم دوسرے مقامات کا زور اس مقام مین توڑینگے جہان کادیانی کے اس دعوے پر بحث کرینگے۔ کہ صحیح بخاری مین لکہا ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہین۔ اسمقام مین کادیانی کا یہ جہوٹ ثابت کرنے کے لیے اسقدر بیان کرنا کافی سمجہتے ہین کہ صحیح بخاری مین بصفحہ ۴۹۰۔ ایک باب منعقد کیا ہے۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائینگے۔ چنانچہ اصل عبارت بخاری بصفحہ (۷۴) منقول ہو چکی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ نزول فرع صعود ہے۔ لہذا امام بخاری نے نزول عیسیؑ

سه مباحثہ کادیانی نے اپنے ازالہ صفحہ ۲۴۹ مین تسلیم کیا ہے کہ ابن مریم کا جسم کے ساتہ آسمان سے اُترنا اسکے جسم کے ساتہ چڑہنے کی فرع

علیہ السلام کو ثابت کیا تو بطریق اولیٰ یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ کادیانی نے اپنے پہلے کذب و مغالطہ کی ثبوت میں جو سات دعاوی کئے ہیں۔ وہ اُسکے اس کذب کو سچ نہیں بنا سکتے۔ بلکہ اسکے کذب اور مغالطہ ہونے کو اور پختہ کرتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث یا محاورات عرب یا کتب لغت سے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے۔ نہ جسم کو قبض کرنا۔

کادیانی صاحب اور کادیانیو! اسی دعوے اور انہی دلائل پر تمہارا فخر تھا؟ کہو اتکا کیسا خاکہ اُڑایا گیا؟ اب بھی اس دعوی اور ان دلائل پر فخر کرو گے۔ اور پھر زبان پر لاؤ گے۔ کہ توفی کے حقیقی معنے وفات دینے کے ہیں۔ اور قبض جسم کے معنے کسی لفظ آیہ یا حدیث یا محاورہ و مثال عرب میں نہیں لیے گئے کچھ شرم یا غیرت رکھتے ہو تو پھر اس دعویٰ کا نام نہ لو گے۔ اور یہ امر تسلیم کرو گے۔ کہ توفی کے حقیقی معنے مطلق قبض یا استیفا ہے۔ موت دینے سے ہو۔ خواہ سولا دینے سے یا زندہ جسم کو قبض کر لینے سے اور اس آیۃ "متوفیک" میں اس کر قبض جسم ہی مراد ہے۔ جیسا کہ عام اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

قادیانی اور اسکے اتباع سے تو اس تسلیم کی امید نہیں۔ فرقہ اہلحدیث کے بے علم مجتہد و با جو اس معنے کے دام میں آکر کادیانی کے پنجہ میں پھنس گئے ہو۔ تم تو اب اس معنے کے بیان میں کادیانی کو جھوٹا جان لو اور اسکے اتباع سے دست بردار ہو کر اپنے ایمان کو سنبھالو۔

کادیانی کے دوسرے کذب و مغالطہ اسکے دعوی کا ثابت نہ ہونا۔

دوسرے مغالطہ مین کادیانی نے جو دعوی کیا ہے کہ آیۃ زیر بحث مین "رافعک الی" سے حضرت عیسے کی روح کا اٹھایا جانا مراد ہے۔ نہ جسم کا اٹھایا جانا۔ اسکے ثبوت مین اسنے بجز مضمون کذب ومغالطہ اول کوئی نیا ثبوت پیش نہیں کیا۔ صرف یہ کہا ہے۔ کہ حضرت مسیح بشہادت قرآن وحدیث فوت ہوچکے ہین۔ توپھر آپکے رفع سے بجز رفع روح کیا مراد ممکن ومتصور ہے۔ اور کہا ہے کہ اسکی نظیر حضرت ادریس کا رفع ہے جو فوت ہوئے اور انکی روح آسمان پر اوٹھائی گئی۔

لہذا اسکے جواب وابطال مین ہماریطرف سے بھی کوئی نئی بات کہنا ضرور نہین۔ اور یہہ کہنا کافی ہے۔ کہ حضرت مسیح کا فوت ہوجانا قرآن وحدیث سے ثابت نہین۔ بلکہ انکا زندہ آسمان پر موجود ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ ابطال کذب ومغالطہ اول کادیانی سے بخوبی معلوم ہوچکا ہے۔ توپھر آپکے رفع سے بجز رفع جسم کیا مراد ہوسکتا ہے۔ اور حضرت ادریس کا رفع آپ کے رفع کی نظیر نہین ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت ادریس کا زندہ آسمان پر ہونا نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ کادیانی کے نزدیک مسلم۔ لہذا انکے رفع سے رفع روح مراد ہونا متعین ہے نہ رفع جسم و نفس۔

کادیانی کے تیسرے کذب ومغالطہ اور اسکے دعوے کا بہتان ہونا۔

تیسرے مغالطہ مین جو آیۃ "ورافعک الی" کے ترجمہ مین کادیانی نے جعل وتصرف کرکے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ پہلے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ہوئی پھر اون کی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی۔ اسمین اس نے ان ہی جھوٹے دعوؤن سے جو پہلے اور دوسرے مغالطہ مین اس سے سرزد ہوئے ہین۔ (توفی (۱) بمعنے وفات سے اور رفع (۲) بمعنے رفع روح) کام لیا ہے۔

اور اوس کا کوئی نیا ثبوت نہیں دیا۔

لہذا اسکے جواب و ابطال مین ہماری طرف سے بہی کوئی نئی بات کہنے کی ضرورت نہین۔ اور صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ اس آیت مین لفظ "متوفیک" سے حضرت مسیح کا فوت ہوجانا مراد نہین اور لفظ "رافعک الی" سے صرف رفع روح بلا جسم مراد نہین۔ بلکہ لفظ "متوفیک" سے قبض مراد ہے اور "رافعک الی" کا لفظ اسکی ایک قسم خاص قبض جسم کا معین کرتا ہے۔ لہذا یہ آیت باوجود اس جعل تصرف کادیانی کے کہ اُسنے واو کا ترجمہ "پہر" سے کیا جو "ثم" کا ترجمہ ہے۔ اسکا دعوی (حضرت مسیح کا فوت ہوجانا) ثابت نہین ہوتا۔ اور اس معنے مین جو ہمنے بیان کئے ہین ترتیب لفظی یا طبعی کا بہی خلاف نہین ہوتا۔ اس صورت مین دونو لفظ سے ایک ہی امر (قبض جسم مسیح) کے وقوع کی حکایت مقصود و مراد ہے۔ نہ دو امر غیر مرتب کی اور اگر حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق پہلے لفظ "متوفیک" سے حضرت مسیح کو وفات دینے کا وعدہ مراد لین اور آیت کے یہ معنی کہین کہ اے عیسے مین تجہے وفات دینے والا ہون یا دونگا۔ (چنانچہ کادیانی نے بہی اسکے ایسے معنے کئے ہین) تو اس صورت مین بہی حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے سے ترتیب طبعی کا خلاف نہین ہوتا کیونکہ جو رفع طبعًا موت کے بعد ہوتا ہے وہ رفع روح ہے۔ نہ رفع جسم جو حضرت مسیح کے لیے تجویز و تسلیم کیا جاتا ہے۔ کادیانی نے اتنا نہ سوچا کہ یہ رفع جسمانی تو ہر وقت اجسام کو لاحق رہتا ہے۔ کبہی کوئی جسم نیچے ہوتا ہے کبہی اوپر چڑہ جاتا ہے۔ پہر اس رفع جسمانی کی تجویز سے قائلین رفع جسمانی حضرت مسیحؑ پر الزام خلاف ترتیب طبعی کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔

رہا اس صورت پر اسکا یہ اعتراض کہ اگر رفع جسم مسیح ہوچکا ہے اور وفات مسیح کا وقوع قیامت کے قریب ہوگا۔ تو پہر آیت زیر بحث مین وفات کا ذکر پہلے اور

رفع کا ذکر پیچھے کیون ہوا۔ اس سے تو قرآن کی فصاحت ٹوٹ جاتی ہے۔
اسکا جواب یہ ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے مفہوم سے واقف نہین۔ اور
نہ کتب معانی و بیان پڑھے ہین۔ سنی سنائی باتون یا اپنے نیم ملا حواریون کے
زبانی بیانات پر اعتماد کر کے ایسی باتین وہر گسیٹتے ہین۔ کسی امر یا واقعہ کا جو پہلے ہوا ہو
پہلے ذکر کرنا۔ اور جو امر یا واقعہ پیچھے ہوا ہے۔ اسکا ذکر بیان پیچھے لانا۔ ضروری اور
لازمی اور فصاحت و بلاغت کی شرط نہین۔ بلکہ بعض اوقات پہلے امر یا واقعہ کو پیچھے
اور پیچھے کو پہلے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس سے متکلم کی فصاحت بلاغت مین نقصان
واقع نہین ہوتا۔
اسمقام مین اگر فصحا اور بلغاء کے عبارات و محاورات کو پیش کیا جائیگا تو آپ اُن کو
غیر فصیح وغیر بلیغ کہدین گے اور فرمائین گے۔ کہ ہمارا علم آسمانی اور ہمارا اصطلاح ہمارا اسعلم اور باطنی
روحانی ہے۔ ہم زمین والون کے مقلد نہین۔ قرآن کو تو آپ فصیح و بلیغ مانتے ہین۔
اُسمین بہت سے امور و واقعات پیچھے کے پہلے اور پہلے کے پیچھے بیان ہوئے ہین
جو اسی حرف عطف **واو** سے یا اسکی نظیر حرف **او** سے بیان ہوئے ہین۔
اسمقام مین اسکی چند مثالین بیان کی جاتی ہین۔
سورۃ نساء مین ارشاد ہے ہمنے تیری طرف وحی بھیجی ہے جیسے

(۱) انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہٖ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسٰی وایوب ویونس وسلیمان۔ (نساء ع ۲۳)	کہ نوح اور اُس سے پچھلے نبیون کی طرف وحی بھیجی ہے۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسے اور ایوب اور یونس اور ہارون۔ اور سلیمان کیطرف بھیجی ہے

اسمین حضرت عیسٰی کی وحی کا حضرت سلیمان وغیرہ کی وحی سے پہلے ذکر ہوا ہے۔ حالانکہ وہ پیچھے

رکوع میں آیا ہے۔

(۲) اور سورۂ انعام میں ارشاد ہے۔ کہ ہمنے داؤد وسلیمان وایوب

ونوحاھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وھارون وکذلک نجزی المحسنین۔ وزکریا ویحیی وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین۔ واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلا فضلنا علی العٰلمین ۰ (انعام۔ ع ۱۰)۔	ویوسف وموسے۔ وھارون۔ وزکریا۔ ویحییٰ وعیسے۔ والیاس۔ و اسمٰعیل۔ والیسع یونس کو ہدایت کی۔

اس آیت میں بھی حضرت داؤد وسلیمان کی ہدایت کے ذکر کو حضرت موسیٰ وہارون پر مقدم کیا۔ حالانکہ وہ انسے پیچھے ہوئے۔ اور حضرت یحییٰ وعیسیٰ کو حضرت حضرت اسمٰعیل وغیرہ پر مقدم کیا۔ حالانکہ وہ اُنسے پیچھے تھے۔

کذبت قبلھم قوم نوح وعاد وفرعون ذوالاوتاد وثمود وقوم لوط واصحٰب لئیکۃ اولٰئک الاحزاب۔ (ص۔ ع۔۱)	(۳)۔ اور سورۃ ص میں ارشاد ہے۔ مکہ والون سے پہلے قوم نوح اور عاد اور فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور بن والون نے جھٹلایا۔

اس آیت میں تکذیب فرعون کو تکذیب قوم ثمود اور قوم لوط پر مقدم کیا۔ حالانکہ وہ انکے سے پیچھے ہوا۔ (۴)۔ اور سورہ ق میں ارشاد ہے۔

کذبت قبلھم قوم نوح واصحٰب الرس وثمود وعاد وفرعون واخوان لوط واصحٰب الایکۃ وقوم تبع کل کذب الرسل فحق وعید۔ (ق ع۔۱)	کہ مکہ والون سے پہلے قوم نوح اور کوئین والون نے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیون نے اور بن والون نے جھٹلایا۔

اس آیت میں ثمود کو عاد سے اور فرعون کو اخوان لوط سے مقدم کیا۔ حالانکہ

وہ ان سے پیچھے ہوئے۔

ان آیات مین سے پہلی آیت مین معطوف بحرف عطف مجرور ہے۔ دوسری آیت مین منصوب ومفعول تیسری وچوتھی آیت مین مرفوع اورفاعل ہے۔ اور ہر ایک کی اور نظیرین قرآن مین بکثرت ہین۔ یہ معطوف بحرف واو کی مثالین ہین۔ اب معطوف حرف او کی مثالین سنیئن۔

سورۂ نساء مین تین جگہ حکم ترکہ میت کے بیان مین وصیت کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اور اداے دَین کا پیچھے۔ حالانکہ اداے دَین مقدم ہے۔ اور وصیت کا نافذ کرنا مؤخر ہے۔

من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین++
من بعد وصیۃ توصون بہا او دین++
من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین++
(نساء ع ۲)

یہ مفردات (فاعل۔ مفعول اور مضاف الیہ) مین وقوع خلاف ترتیب وقوعی کا ثبوت ہے۔ اب جملون اور حکایات واتیہ اور واقعات نفس الامریہ کو قرآن مجید کا ترتیب وقوعی بر خلاف بیان کرنا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ کے شروع ہی مین دیکھو۔ بنی اسرائیل کا ایک شہر مین داخل ہوتا۔ اور داخل ہونے کے وقت بجائے حِطّۃ کہنا اور کہنا پہلے بیان ہوا ہے۔ اور ایک کہانے پر صبر نکرنے اور ساگ ککڑی کا سوال کرنے کا ذکر پیچھے ہوا۔ حالانکہ یہ قول وسوال اُنسے پہلے سرزد ہوا

واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ فکلوا منہا حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ نغفر لکم خطٰیکم وسنزید المحسنین۔ (بقرہ۔ رکوع ۶)+

واذ قلتم یٰموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلہا وقثائہا وفومہا وعدسہا وبصلہا قال اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر۔ اھبطوا مصرا۔ (سورۃ بقرع ۷)

> واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور خذوا ما اتینٰکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون۔ (سورۃ بقرہ ع ۸)

تو ان کو اس شہر مین جانیکا حکم ہوا۔ پھر اس قصہ و سوال وجواب کے بعد رفع طور کا ذکر ہوا جو سب سے پہلے واقع ہوا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لائے تھے۔

ایسے ہی اور بہت قصص بنی اسرائیل مین جنمین ترتیب وقوعی کے

> واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدًا اٰمنًا وارزق اھلہ من الثمرات من اٰمن منھم باللہ والیوم الاٰخر۔ قال ومن کفر فامتعہ قلیلًا ثم اضطرہ الی عذاب النار وبئس المصیر۔ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ (سورۃ بقرہ۔ رکوع ۱۵)

برخلاف تقدیم تاخیر ہوئے۔ حضرت ابراہیم واسمٰعیل کو کعبہ کے پاک رکھنے کا حکم دینا پہلے بیان ہوا۔ جو بنائے کعبہ کے بعد متصور ہے۔ اور قصہ بناء کعبہ کا ذکر پیچھے ہوا۔ جو پہلے وقوع مین آچکا تھا۔

ان قصص اور واقعات کو ناظرین قرآن اور تفاسیر مین دیکھینگے تو یقین کرین گے۔ کہ کادیانی نے اس بیان مین کہ ایک مقدم چیز کو پیچھے اور موخر کو پہلے ذکر کرنا فصاحت وبلاغت کے خلاف ہے۔ بہت بڑا دہوکا کھایا اور مسلمانون کو دہوکہ دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات مذکورہ بالا کو جیسا کہ تقدیم وتاخیر پر بنی سمجھا ہے۔ ویسا ہی علمائے سابقین نے سمجھا اور اس پر یہ مسئلہ استنباط کر کے بیان کیا ہے کہ حرف واؤ مطلق جمعیت کے لئے ہے۔ اس سے ترتیب بلا فصل جو حرف ف سے سمجھی جاتی یا ترتیب بفصل وتراخی جو ثم سے مفہوم ہوتی ہے مفہوم نہیں آتی۔ اسی واسطے واؤ کے ذریعہ اکثر پچھلی چیز کو پہلے اور پہلی چیز کو پیچھے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کتب لغت نحو۔ معانی وبیان مین مفصل بیان ہوا ہے۔

قاموس میں ہے۔ قالوا والمفردۃ اقسام الاولی العاطفۃ فتعطف اللاحق علی مصاحبہ فانجیناہ واصحاب السفینۃ۔ وعلی سابقہ۔ ولقد ارسلنا نوحًا وابراھیم۔ وعلی لاحقہ

ناظرین ان کتابونکو ملاحظہ کرین۔ اس مقام مین شاید یہ سوال ہو کہ اس بیان سے تقدیم تاخیر کا جائز ہونا اور فصاحت بلاغت کے مخالف نہونا تو تسلیم ہوا۔ مگر اسمین شک نہین کہ جب خود کسے ذکر وبیان مین خدا تعالے کوئی ترتیب اختیار فرمائی ہو اسکے لیے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہی ہو۔ بس اگر لفظ متوفیک سے بنا بر قول ابن عباس حضرت عیسٰی کو وفات دینے کا وعدہ مراد ہو اور اسکا وقوع بعد رفع جسم حضرت مسیح ہوگا تو پہر توفے کو ذکر وبیان مین مقدم کرنے اور ذکر رفع کو موخر کرنے کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی وجہ ایک یہ ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت مسیح کو یہود کے قتل و ایذا کا خوف واندیشہ تہا۔ خدا تعالے نے اس خوف کو دور کرنے کے اہتمام کے لیے لفظ متوفیک کو مقدم کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو یہ جتا کر کہ تیرے قتل پر یہود قادر نہونگے ہم خود تجہے طبعی موت سے وفات دینگے بے خوف و مطمئن کر دیا۔ اسکے بعد انکے رفع کا مژدہ سنایا۔ اور اگر پہلے وعدہ رفع دیا جاتا تو اسمین انکو اس سوال کا موقع رہتا کہ یہود تو میرے قتل پر آمادہ وتیار ہین۔ پہر یہ رفع کس کیفیت کا ہو گا۔ جیسا کہ حضرت زکریا کو وعدہ فرزند ملجانے پر یہ سوال پیدا ہوا کہ میرے ہان فرزند کیونکر ہو گا مین تو بڈہا ہون اور میری عورت بانجھ۔

یہ وجہ کادیانی اس کلام سے جو بحوالہ جملہ تفاسیر مدارک کشاف وغیرہ ازالہ کے صفحہ ۳۴۲ مین موجود ہے۔ اور ہمارے اشاعہ کے صفحہ ۸۱ مین منقول ہو ہمنے نکالی ہے۔

وکذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک ؕ۔ اور شرح ملا مین ہے۔ فالواو للجمع مطلقا لا ترتیب فیہا۔ فقولہ لا ترتیب فیہا بیان لاطلاقہا ای لا ترتیب فیہا بین المعطوف والمعطوف علیہ بمعنی انہ لا یفہم منہا الترتیب بینہما وجودا او عدما والفاء للترتیب ای الجمع مع الترتیب بغیر مہلۃ وثم مثلہا ای مثل الفاء فی مطلق الترتیب مقرونۃ بمہلۃ وتراخ۔ اور مختصر معانی مین ہے۔ نحو جائنی زید وعمرو فان فیہ تفصیلا للفاعل بانہ زید وعمرو من غیر دلالۃ علی تفصیل الفعل بان المجیئین کانا معا او مترتبین مع مہلۃ او بلا مہلۃ۔ نحو جائنی زید فعمرو او ثم عمرو فالثلث تشترک فی تفصیل المسند [illegible]

اور قول ابن عباس جو صفحہ (۴۲) مین درمنثور سے منقول ہوا - اور عبارت تفسیر کبیر منقولہ حاشیہ صفحہ نیز اسکی موید ہین -

کادیانی کی پہلی دلیل آیہ "یاعیسی انی متوفیک" پر بحث ختم ہوئی - جس سے یہ بات ناظرین کو بخوبی ثابت ہو گئی کہ کادیانی نے جو کہا ہے کہ اس آیہ مین توفی سے حضرت مسیح کا موت ہو جانا مراد ہے اور رفع سے انکی روح کا اٹھایا جانا - یہ مین محض کذب و مغالطہ سے اسنے کام لیا ہے - قرآن اور حدیث اور کتب لغت اور محاورات عرب مین اسپر شہادت نہین پائی جاتی اور سلف و خلف صحابہ و تابعین محدث و مفسر اس اعتقاد و بیان مراد مین اسکے موافق نہین -

اس بحث کے بعد کادیانی کے دوسرے دلائل - آیات قرآنیہ کی پر بحث کی ضرورت باقی نہین رہی تھی - تاہم افہام اوساط و عوام کی نظر سے ان آیات کو ذکر کر کے ان آیات سے کادیانی کے دعوے کا ثابت نہونا ظاہر کیا جاتا ہے -

دوسری آیت جسکو کادیانی نے حضرت مسیح کی وفات پر دلیل بنایا ہے - وہ آیت سورۃ نساء ہے - جو اس رسالہ مین بصفحہ (۲۰) منقول ہے - اور اسمین یہ بیان ہے کہ یہودیون نے حضرت مسیح کو قتل کیا - اور نہ صلیب پر چڑہایا ہے - بلکہ خدا تعالی نے انکو اپنی طرف اٹھا لیا ہے -

کادیانی نے اس آیت کے ابتدا کو مخالف مدعا سمجھکر اس مقام مین چھوڑ دیا - اور سرقہ کیا - اور اسکے آخر "بل رفعه الله اليه" کو اپنی دلیل بنا لیا - اور اپنے ازالہ کے صفحہ ۵۹۹ مین اسکی نسبت کہا ہے - کہ "رفع" سے مراد اسجگہ موت ہے - جو عزت کے ساتھ ہو - جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے - کہ بعد موت انکی روح علیین تک پہنچائی جاتی ہے - اور اس مراد کا نقلی ثبوت کادیانی نے بجز اسکے کچھ پیش نہین کیا - حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین اور فوت شدہ کی صرف روح

آسمان پر اٹھائی جاتی ہے نہ اوسکی نعش وجسم۔ اسکے سوا جو کچہ اوس نے "رفع" کے متعلق کہا ہے۔ وہ عقلی ڈھکوسلے ہین۔ اور نیچری بنہا۔ت کہ مسیح زندہ آسمان پہ اٹھائے گئے ہین تو وہان سانس کے لیے ہوا کہان سے لیتے ہونگے۔ کہاتے پیتے کیا ہونگے۔ بول وبراز کہان کرتے ہونگے۔ بال وناخن کس سے کٹواتے ہونگے وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو ازالہ کادیانی صفحہ ۲۶۳ لغایت ۲۶۷ جسکو سابقاً غلطی سے صفحہ ۳۶۳ لغایت ۳۶۷ لکہا گیا ہے۔ صفحہ ۳۲۴ لغایت ۳۲۸ صفحہ ۳۴۳ لغایت ۳۴۶، صفحہ ۳۸۶ لغایت صفحہ ۳۸۸ صفحہ ۵۴۹ لغایت صفحہ ۵۵۱ صفحہ ۵۹۹ صفحہ ۶۱۷ لغایت صفحہ ۵۴۴ صفحہ ۹۲۲ لغایت صفحہ ۹۲۴ وغیرہ وغیرہ)۔

اسکا جواب یہ ہے۔ کہ نقلی ثبوت کا جواب ہم صفحہ ۹۵ مین دیچکے اور ثابت کر آئے ہین۔ کہ جن الفاظ قرآن وحدیث سے کادیانی حضرت عیسے ؑ کی وفات نکالتا ہے۔ اُن الفاظ سے وفات کا مراد ہونا ثابت ومتعین نہین۔ تو پہر اُنکے "رفع" سے صرف روح کا اوٹھایا جانا جو ثبوت معنی وفات پر موقوف اور اُسکی فرع تہا کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح کی حیات ثابت ہے۔ لہذا انکے "رفع" سے بجز "رفع" جسم کچہ مراد نہین ہو سکتا۔ اور صفحہ (۷۳) مین بیان کر آئے ہین کہ اس آیت مین "رفع" سے صرف رفع روح کا مراد ہونا اسوجہ سے بہی ناجائز ہے۔ کہ اسکے نظائر لفظ "مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ" کی ضمیر سے صرف روح مراد نہین ہو سکتی بلکہ جسم مراد ہے۔ تو رفعہ کی ضمیر سے بہی صرف روح مراد نہین ہو سکتی۔ و بناءً علیہ یہ آیت حضرت مسیح کے حیات کی دلیل ہے نہ وفات کی۔ اسی نظر سے کادیانی نے اس آیت کے ابتدا کو سرقہ کیا اور صرف اخیر کو معرض استدلال مین پیش کیا۔

رہا اسکے عقلی ڈھکوسلوں اور نیچری شبہوں کا جواب سو بحث عقلی وفات مسیح مین دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالے۔

استطراداً مین طلبہ علم ناظرین کو کادیانی کی بے علمی جتانے کی غرض سے یہ بیان کرنا بھی نامناسب نہین کہ کادیانی نے اس آیت کو دعوے وفات مسیح پر ایک دلیل بنایا ہے۔ اور اس دلیل کے ثبوت پر حضرت مسیح کی وفات کو دلیل ٹھرایا ہے اور یہ دور ہے اگر اسکے دعوے ودلیل کی تقریر یون کرین۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ کیونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ مین انکا فوت ہونا مراد ہے۔ اور آیت بل رفعہ اللہ مین حضرت مسیح کا فوت ہونا اس لیے مراد ہے۔ کہ وہ فوت ہو چکے ہین۔ یا یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اگر اسکی تقریر یون کرین کہ بحکم آیت بل رفعہ اللہ الیہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ اس لیے کہ وہ فوت ہو چکے ہین۔ اور یہ دونوں امر علم منطق وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہین اور اگر کادیانی کا یہ خیال ہو کہ دعوے وفات مسیح کی دلیل پہلی آیت "انی متوفیک" ہے اور یہی آیت اس آیت دوم مین رفع سے موت مراد ہونے پر دلیل ہے۔ تو پھر اس آیت کو مستقل و جداگانہ دلیل نمبر دوم ٹھیرانا اسکی بے علمی کی دلیل ہے یہ آیت پہلی آیت کے سوا بزعم کادیانی وفات مسیح کو ثابت نہین کر سکتی تو یہ دوسری دلیل کیونکر ہو سکتی ہے۔

تیسری آیت جسکو کادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھرایا ہے۔ وہ آیت سورہ مائدہ ہے

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید (مائدہ - رکوع ۱۶)

جسمین یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام اللہ تعالے کو کہین گے کہ تو نے مجھکو قبض کیا تو تو انکا نگہبان رہا۔

اس آیت کا کادیانی نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی انپر

نگہبان رہا۔ پھر اس معنے کے ثبوت پر ان آیات کا کادیانی نے اعادہ کیا جو بسلسلہ گذر چکی ہیں۔

علاوہ بران ایک دلیل یہ بیان کی ہے۔ کہ یہی لفظ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر فرمائینگے۔ جس سے آپکی یہی مراد ہوگی۔ کہ تو نے مجھے وفات دی۔ تو پھر حضرت عیسے علیہ السلام کی بعینہٖ اس کلام سے اور معنی مراد لینا کیونکر جائز ہے اور یہ بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کے پہلے۔ "اذ قال الله یا عیسے" کہا گیا ہے۔ (جسکا یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسے کو خدا تعالے پوچھے گا کہ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بناتا) اور ظاہر ہے کہ قال ماضی کا صیغہ ہے۔ اور اوس کے اول "اذ" موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا۔ نہ زمانہ استقبال کا۔ اور ایسا ہی جو جواب حضرت مسیح کیطرف سے ہے۔ وہ بھی صیغہ ماضی ہے۔ "فلما توفیتنی" اسکی نظیر خدا تعالیٰ کا یہ قول ہو واذ قال ربك للملئكة جو قصہ ماضی ہونا بتلا

اور اس بیان پر نازان ہوکر کادیانی نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ جو لوگ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ یہ نزول حضرت عیسے علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے وہ ایسی تاویل رکیک کرنے سے شرم نہیں کرتے۔ (دیکھو ازالہ کادیانی کا صفحہ ۶۰۶ وصفحہ ۹۰۸ وغیرہ)۔

اس دلیل کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ پہلی دلیل کادیانی کے جواب میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ توفی کے حقیقی معنے صرف وفات دینے کے نہیں۔ بلکہ مطلق قبض کے ہیں جسکے کئی انواع واقسام ہیں۔ وفات دینا۔ سولا دینا۔ قبض جسم کرنا وغیرہ۔ اور یہ سب معانی اس لفظ سے حسب اقتضاے مقام و شہادت قرینہ مراد لئے جاتے ہیں۔ بنا ؑعلیہ اس آیت میں توفیتنی کے لفظ سے

شہادت قرآنی مذکورہ صفحہ (۳) قبض جسم کے معنے مراد ہیں نہ وفات دینے کے

کادیانی نے جو اس مسئلہ وفات کو لفظ توفی کے حقیقی معنے قرار دیئے ہیں۔
اور اسپر بضمن دلیل اول شواہد پیش کئے ہیں۔ انکا جواب وہان تسلی بخش دیا گیا ہے۔ اور
جو اس مقام میں اسپر اسنے دلیل پیش کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی کلام میں یہ لفظ توفیتنی وارد ہے تو اس کے معنے وفات دینے کے لیے
جاتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح کے کلام میں بعینہ اس لفظ کے معنے وفات دیکے کیون نہ
اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت مسیح کیطرح بلاموت
زندہ آسمان پر اٹھائے جاتے تو آپ کلام میں بھی وہی معنے قبض جسم لئے
جاتے۔ آنحضرت وفات پا چکے ہیں۔ اور زندہ آسمان پر موجود نہیں ہیں۔
تو پھر آپ کے کلام میں اس لفظ سے معنے قبض جسم کس قرینہ سے لیئے جائیں۔ آنحضرت
کا بعینہ حضرت مسیح کے لفظ کو اپنی کلام میں نقل فرمانا۔ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ جس معنے
سے حضرت مسیح وہ لفظ بولیں گے ان ہی معنی سے آنحضرت نے وہ لفظ فرمایا ہے۔
اسکی مزید توضیح و تشریح حدیث سے وفات مسیح ثابت نہونے کی بحث میں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔
دوسرا جواب فرض کیا اور مان لیا۔ کہ اس کلام میں حضرت مسیح کے لفظ توفیتنی
سے مطلق قبض کے معنے مراد ہیں۔ جو موت اور قبض روح کو بھی شامل ہیں
اور اس لفظ سے آپ کے دو نو زمانو (زمانہ قبض جسم وقیام آسمان۔ اور زمانہ
قبض روح بعد نزول) کے حال کی حکایت ہے۔ مگر اس صورت میں بھی اس
آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ اس
آیت میں کسی گذشتہ زمانہ میں حضرت مسیح کے اس قول کہنے کی حکایت نہیں ہے
بلکہ آئندہ زمانہ قیامت کے دن کی یہ حکایت ہے کہ خدا تعالے حضرت مسیح سے

واذ قال اللہ یٰعیسی ابن مریم ءانت	یہ سوال کریگا کیا تونے لوگون سے کہا تھا

قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون الله قال سبحانك ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسك انك انت علام الغیوب۔ ماقلت لھم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیء شھید۔

(سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۶)

کہ مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنا لینا۔ انہوں نے جواب مین کہا کہ خداوند مینے تو اون کو وہی کہا تھا۔ جو تونے مجھے حکم دیا تھا۔ مین جب تک انمین رہا انکا نگران رہا۔ اور جب تونے مجھے قبض کرلیا تو تو انپر نگھبان ہوا۔

اور یہ امر ظاہر و مسلم فریقین ہے۔ کہ اس دن سے پہلے وہ ضرور وفات پا چکے ہونگے۔ لہذا اس آیت سے انکی موت ہی مراد ہو۔ تو قیامت سے پہلے انکا وفات پاجانا ثابت ہوتا ہے۔ نہ اسوقت مردہ ہونا۔

ہمارے اس بیان پر کہ اس آیت مین زمانہ قیامت کی حکایت ہے نہ زمانہ گذشتہ کی یہ دلیل ہے کہ اس آیت سے پہلے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہی

یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انك انت علام الغیوب قال الله ھذا یوم ینفع الصدقین صدقھم لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا۔

(سورہ مائدہ ع ۱۵ و ۱۶)

کہ جس دن (یعنے قیامت کو) خدا تعالےٰ رسولون کو اکٹھا کرکے کہیگا کہ تمکو تمہاری امتون نے کیا جواب دیا۔ تو وہ جواب مین عرض کرینگے ہمکو اسکا علم نہین اسکے بعد حضرت عیسے کو بلفظ اذقال مخاطب فرماکر ان نعمتون کو شمار کیا جو انپر خدا نے انعام کین۔ اسکے بعد اس سوال وجواب کا ذکر فرمایا۔ اسکے بعد یہ فرمادیا کہ یہ وہ دن

جسمین سچون کو انکا سچ بولنا نفع پہنچائیگا۔ انکے لیے باغ ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین وہ باغون مین ہمیشہ رہینگے۔

یہ ماقبل وما بعد آیت مذکور صریح شاہد ہے۔ کہ اس سوال وجواب مین بطور پیشین گوئی واقعہ آئندہ روز قیامت کی حکایت مقصود ہے نہ کسی گذشتہ زمانہ کی۔

کادیانی نے جو بڑے فخر اور ناز کے ساتھ اس بیان کو غلط اور موجب شرم قرار دیا ہے۔ اور اسکے مقابلہ مین سہیات کا دعوے کیا ہے۔ کہ اس آیت مین وقت نزول سے پہلے زمانہ کی حکایت ہے اور اسپر لفظ "اِذْ" سے جو ماضی کی ظرف ہے۔ اور لفظ "قَالَ" اور "تَوَفَّیْتَنِیْ" سے جو ماضی کے صیغہ ہین تمسک کیا ہے اور اسکو "اذ قال ربك للملٰئكة" کی نظیر سمجھا ہے۔ یہ کمال شرم کا موجب ہے۔

اگر کادیانی مین کچھ شرم ہو کیونکہ اس آیت کو بنظر لفظ اذ قال گذشتہ واقعہ کی حکایت قرار دینا صرف بعض اشخاص سدی وغیرہ کی راے ہے۔ انکے سوا تمام مفسرین اسلام اس راے کو غلط قرار دیتے ہین۔ اور اس آیت کو قیامت کے دن کی حکایت سمجھتے ہین اور لفظ "اذ قال" کا وہ یہ جواب دیتے ہین۔ کہ اِذْ محاورہ قرآن مین مستقبل کے لیے بھی آتا ہے۔ اور اس قصہ کے واقعات کو "قَالَ" وغیرہ ماضی کے صیغون سے حکایت کرنا اس امر کے اظہار کے لیے ہے۔ کہ یہ واقعہ آئندہ ایسا یقین الوقوع ہے۔ کہ گویا ہو چکا ہے۔

تفسیر معالم مین لکھا ہے۔ اس قول کی نسبت یہ خلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوگا۔ سُدی رہ کا قول ہے۔ کہ یہ قول خداتعالے نے اسوقت مسیح کو کہا تھا جب اسکو آسمان کیطرف اٹھایا تھا۔ اسپر اوسکی یہ دلیل ہے

اختلفوا فی هذا القول متی یکون فقال السدی قال الله تعالی هذا القول لعیسی حین رفعه الی السماء لان حرف اذ تکون للماضی وقال سائر المفسرین انما یقول الله تعالی له هذا القول

يوم القيمة بدليل قوله تعالى يوم يجمع الله الرسل وقال من بعد هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم واراد بهما يوم القيمة وقد تجيء اذ بمعنى اذا كقوله تعالى ولو ترى اذ فزعوا اي اذا فزعوا يوم القيمة - والقيمة وان لم تكن بعد لانها كالكائنة لانها آتية لا محالة - (معالم صـ ۳۱۲)

کہ حرف اِذْ ماضی کے لیے آتا ہے۔ اسکے سوا تمام مفسرین یہ کہتے ہین: کہ یہ قول خداتعالے نے حضرت مسیح ؑ کو قیامت کے دن فرمائیگا۔ انکی دلیل یہ ہے۔ کہ اس قول سے پہلے خداتعا نے فرمایا ہے کہ خداتعالے جسدن رسولون کو جمع کریگا تا آخر۔ اور اسکے بعد فرمایا ہے۔ یہ وہ دن ہے جسمین سچون کو انکا سچ نفع دیگا۔ اور ان دونو سے قیامت کا دن مراد ہے (لہذا وہ قول جو ان دونو قولون کے بیچ مین ہے: قیامت ہی کو کہا جائیگا) اور لفظ اِذْ بمعنے اِذَا بھی آتا ہے۔ جو مستقبل کی ظرف ہوتا ہے۔ اسکی نظیر خداتعالے کا وہ قول ہے جسمین ارشاد ہے۔ کاش تو انکو دیکھے۔ جب وہ گھبرائینگے۔ (اسمین آیندہ روز قیامت کے گھبرانے کو لفظ اِذْ اور صیغہ ماضی سے بیان کیا ہے) اور قیامت اگرچہ اسوقت تک واقعہ نہین ہوئی۔ مگر چونکہ وہ ضرور ہونے والی ہے۔ اسلیے اس سوال وجواب مین بلفظ ماضی اس سے حکایت ہوئی۔ اور یہ بات جتائی گئی ہے۔ کہ گویا وہ ہو چکی ہے۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان مین کہا ہے۔ جو تفسیر معالم کا خلاصہ مضمون ہے

واذ ههنا بمعنى اذا كقوله تعالى ولو ترى اذ فزعوا تعبيرا عن المستقبل بلفظ الماضي تنبيها على التحقق ووقوعه (فتح البيان صـ ۱۳۲ ج ۳)

اور تفسیر کبیر مین ہے کہ یہ کلام حضرت عیسے سے خداتعالے قیامت کے دن کرے گا۔ بعض کا یہ قول

فهذا الكلام انما يذكره لعيسى يوم القيمة

ومنهم من قال انه تعالى قال هذا الكلام لعيسى حين رفعه اليه - وتعلق بظاهر قوله واذ قال الله واذ تستعمل للماضي والقول الاول اصح لان الله عقب هذه القصة بقوله هذا يوم ينفع الصادقين والمراد به يوم القيمة واما التمسك بكلمة اذ فقد سبق الجواب عنه (تفسیر کبیر ص۹۹ ج۳).

خرج قوله اذ قال الله على لفظ الماضي دون المستقبل وفيه وجوه الاول الدلالة على قرب القيمة حتى كانها قامت ووقعت وكل ات قريب ويقال الجيش قد لحق اذا قرب لحاقهم قال الله تعالى اتى امر الله الثاني انه ورد على حكاية الحال - ونظيره قول الرجل كانك بنا وقد دخلنا بلدة كذا فصنعنا فيها كذا اذ صاح صائح فتركتني واجبته ونظيره من القرآن قوله تعالى ولو ترى اذ فزعوا فلا فوت ولو ترى اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة ولو ترى اذ الظالمون موقوفون عند ربهم والوجه في كل هذه الآيات ما ذكرناه من انه خرج على سبيل الحكاية عن الحال (تفسیر کبیر ص۹۹ ج۳)

ہے۔ کہ یہ اسوقت کہا تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا تھا۔ وہ آیت کے ظاہر لفظ اِذْ قَالَ سے لپٹا ہے۔ کیونکہ اِذْ ماضی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر صحیح وہی پہلی بات ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس قصہ کے بعد یہ فرمایا ہے۔ کہ یہ وہ دن ہے جسمیں سچوں کو سچ نفع دیگا۔ سو قیامت کا دن ہے۔ رہا جواب لفظ اِذْ سو گذر چکا ہے

اور اس سے پہلے کہا ہے۔ کہ اِذْ قَالَ اللّٰہُ ماضی کے صیغہ سے فرمایا۔ نہ صیغہ مستقبل سے۔ اسکی کئی وجہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ ماضی کے لفظ سے قیامت کا قرب مفہوم ہوتا ہے گویا کہ وہ ہو چکی اور قائم ہو گئی۔ اور عرب میں ہر آنے والی چیز کو قریب بولتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ لشکر آگیا جب اسکا آنا قریب ہو۔ اسی محاورہ پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

لتی امراللہ یعنے خدا کا حکم قیامت یا عذاب آگیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ
لفظ بطورِ حکایت حال بولا گیا ہے۔ یعنی جو حال آیندہ واقع ہوگا اسکو ...
صورت مین بیان کیا گیا۔ اسکی نظیر محاورہ عرب مین ایک آدمی کا دوست
کو یہ کہنا ہے۔ کہ گویا مین اور تو ایک شہر مین داخل ہوئے اور تجھے ایک ... کام
کیا۔ ناگاہ ایک شخص چلایا تو تو نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور مین اس کے پیچھے لگا۔
(جس سے مراد یہ ہے کہ آیندہ ایسا ہوگا) اور اسکی نظیرین قرآن مین یہ ہین۔
ولو تری اذ فزعوا۔ اذ یتوفی الذین کفروا۔ اذ الظالمون۔ جنکا وقوع آیندہ ہوگا
مگر اسکو بلفظ اذ بیان کیا گیا ہے۔

لفظ اذ اور صیغہ ماضی سے آیندہ واقعات کو حکایت کرنا قرآن مین بکثرت
ہے۔ اسکی چند مثالین امثلہ مذکورہ کے علاوہ ایک ہی آیہ مین اور سنو۔

سورۂ بقر مین ارشاد ہے۔ جب وہ لوگ جنکی پیروی ہوتی ہے ان

اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا
ورأوا العذاب وتقطعت بہم الاسباب
وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ
فنتبرأ منہم کما تبرأوا منا۔

لوگون سے بیزار ہونگے جو ان کی
پیرو تھے۔ اور وہ عذاب دیکھینگے اور انکے
تعلقات ٹوٹ جائینگے۔ اور وہ لوگ
کہین گے جو انکے پیرو تھے کاش ہمارے
لیے دنیا کیطرف پھرنا ہو تو ہم بھی انسے بیزار ہون۔ جیسے ہمسے بیزار ہوئے ہین۔

اس آیت مین وہی اذ جو ماضی کی ظرف ہوتا ہے بمعنے مستقبل استعمال
ہوا اسکے بعد تبرأ اور رأوا اور تقطعت یہ سب ماضی کے صیغے ہین۔ اور انسے
مضارع کے معنے مراد ہین۔ ان سب کو بلفظ ماضی لانا اسی غرض سے ہوا ہے
کہ انکا آیندہ وقوع یقینی معلوم ہوا اور یہ سمجھا جائے کہ گویا یہ امور واقع ہوچکے۔
چھوٹی یا بڑی کتب نحو کو دیکھو گے تو انمین بھی یہ مسئلہ پاؤ گے کہ اذ کبھی مستقبل

کے لیے بھی آتا ہے۔ کافیہ وشرح ملا مین ہے کہ اذ بمعنے ماضی ہوتا ہے۔

ومنہا اذ الکائنۃ للماضی وقد یجئ للمستقبل لقولہ تعالی فسوف یعلمون اذ الاغلال فی اعناقہم۔ (شرح ملا ص ۲۲۵)	اور کبھی مستقبل کے لیے بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ اس قول خداوندی مین ہے۔ کہ شتاب جان لین گے جب کہ طوق انکی گردنون مین ہونگے۔

اس آیندہ واقعہ روز قیامت کو بلفظ اذ حکایت کیا ہے۔ اور اس سے معنے مستقبل کا ارادہ کیا۔

اور جیسا کہ قرآن مین یقینی آنے والے واقعہ کو بلفظ ماضی بیان کیا گیا ہے۔ ایسا ہی یقینی گذشتہ واقعہ ماضی کو بلفظ مضارع اس امر کے اظہار کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ واقعہ ایسا یقینیا وقوع مین آچکا ہے کہ گویا اب اسکا وقوع نظر آرہا ہے۔ اسکی مثالین بھی بہت ہین ازانجملہ دو مثالین بیان کیجاتی ہین۔

(۱) خدا تعالی فرماتا ہے۔ کہ جب ابراہیم اور اسمعیل خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھارہے

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ (سورہ بقرہ ع ۱۵)	اور یہ کہے رہے تھے کہ اے خداوند تو ہمسے قبول کر تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس واقعہ ماضی کو خدا تعالے نے بلفظ یرفع جو مضارع ہے حکایت کیا۔ اور اس سے یہ جتایا کہ یہ واقعہ ایسا یقینی الوقوع ہے۔ کہ گویا اب سامنے ہو رہا ہے۔

تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اس قول خداوندی مین حکایت ماضی

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت	کی بلفظ مضارع حکایت ہوئی ہے۔

حکایۃ حال ماضیہ۔ (بیضاوی ص...)

حکایۃ حال ماضیۃ استحضار الصورۃ العجیبۃ (فتح البیان)

اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا

تفسیر فتح البیان مین ہے۔ کہ اس سے مقصود یہ اس امر کا اظہار ہے۔ کہ وہ صورت عجیبہ سامنے حاضر ہو رہی ہے (۲) قرآن مین ارشاد ہے۔ جبکہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلون مین مرض ہے کہتے کہ ہم کو تو خدا اور رسول نے دہوکہ ہی کا وعدہ دیا ہے اسمین واقعہ ماضی کی لفظ مضارع یقول سے اسی غرض استحضار سے حکایت کی ہے۔

مفسرین اہل اسلام نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فتح البیان معالم۔ تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ اس سوال سے جو حضرت عیسے سے خدا تعالے کریگا مقصود نصاری کو زجر والزام دینا ہے۔ یہ مقصود ہی اس امر کا موید ہے کہ وہ سوال وجواب قیامت کو ہو گا۔ کیونکہ قیامت سے پہلے وہ اس سوال وجواب کے وقوع کو کب مانتے ہین۔ اور اس سے انکا زجر والزام کب مقصود ہے۔

فان قیل فما وجہ ہذا السوال عنہ مع علم اللہ عزوجل ان عیسے لم یقلہ قیل ہذا السوال عنہ لتوبیخ قومہ وتعظیم امر ہذہ المقالۃ (معالم ص۳۰)

ان شواہد قرآنیہ اور آثار سلفیہ سے بخوبی ثابت ہے کہ اس آیہ مین وقوع آئندہ کی حکایت ہے اور لفظ اذ قال اس واقعہ کے آئندہ ہونے سے مانع نہین مبنا (۳) اگر اس آیہ کے ایسے ہی معنے کرین جو حضرت عیسےؑ کی وفات کو بھی شامل ہون۔ تب بھی اس آیہ سے ثابت نہین ہوتا کہ وہ اس آیہ کے نزول سے پہلے یا اسوقت فوت ہو چکے ہین۔ بلکہ ان معنے سے صرف یہ

ثابت ہوتا ہے کہ جسوقت اللہ تعالے کا یہ سوال اور اسکا جواب واقع ہوگا اسوقت سے پہلے وہ فوت ہو چکے ہونگے اور یہ امر ہمارے اعتقاد کے مخالف نہیں اور کادیانی کے دعوے کا مؤید و موافق نہیں ہے۔

اب کادیانی صاحب اور انکے اتباع جو علما کہلا کر علم کے نام کو بدنام کر رہے ہیں۔ کچھ شرم و حیا کو کام میں لاویں اور تھوڑی دیر کے لیے انصاف اختیار کر کے فرماویں۔ کہ اس آیہ کی تفسیر میں رکیک تاویل کس کی ہے۔ آپکی یا جمہور مفسرین اہل اسلام کی اور اس تاویل سے شرمندہ ہونا کسکا حق ہے جمہور مفسرین کا یا آپکا۔

آپ نے سُدّی کے قول باطل کی تقلید کر کے جمہور علماء اسلام کو شرمندہ کرنا چاہا تھا۔ اب کہو کون شرمندہ ہوا۔

آپنے سدی کی اس بات میں تو تقلید کی ہے کہ یہ قول خداوندی حضرت مسیح کو گذشتہ زمانہ میں کہا گیا ہے۔ مگر آپ نے اسکے اس قول کی پیروی چھوڑ دی کہ وہ قول اسوقت کہا گیا تھا جب حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا تعالے نے آسمان پر اٹھا لیا تھا" یہ دوسرا امر آپ کے لیے شرم کا موجب ہے کہ لا تقربوا الصلوٰة کوے تھا۔ اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا۔ اور آپ نے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کا خطاب حاصل کیا۔

ناظرین!۔ طالبین حق و یقین!۔ خصوصًا منتبعین جیب محدثین! کادیانی کے دعوی وفات پر قرآن کی صرف دو ہی ایسی آیتیں تھیں جنمیں حضرت مسیح کا ذکر اور لفظ توفی کا ورود ہے۔ انکے سوا جس آیۂ قرآن کو انہنے اتارا اس سے اپنا بے علم و بے انصاف ہونا ظاہر کیا ہے۔ ان دو دلیلوں سے اس دعوی کا عدم ثبوت جب تمنے دیکھ لیا تو اب انکے باقی دلائل سے بحث کی ضرورت نہیں رہی تاہم اسکی جہالت اور بے انصافی ظاہر کرنے کو ان دلائل سے بھی تعرض کیا جاتا ہے۔

فتنہ کادیانی نمبر ۲

"ابھی فتنہ ہے کوئی دن مین قیامت ہوگا"

اسلام کے حامیو! مسلمانو کے پولیٹیشن احیانو! ملک کے امن دیکھی خواہو! آپ اس فتنہ کادیانی سے کیون غافل ہو اور بے فکر سو رہے ہین۔ ملک اور گورنمنٹ کو اس فساد کی انسداد کی تدبیرین کیون نہین بتاتے کیا: کادیانی کے خلیفے پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۱۳ و ۲۶۔ ستمبر ۱۹۰۶ء دیکھکر مطمئن ہو بیٹھے ہو: کہ اس فتنہ کا کوئی پولیٹکل اثر اہل اسلام کے پبلک اور ملک کی حالت پر نہ پڑیگا۔ بلکہ کادیانی کا یہ کہنا کہ مہدی موعود مین ہی ہون۔ مسیح موعود مین ہی ہون پرانے خیال کے اثر کو مٹا دیگا۔

اے خیر خواہان ملک و قوم اہل اسلام! کیا آپ صاحبون نے ہمارا مضمون "فتنہ کادیانی نمبر ۱" مندرجہ اشاعۃ السنۃ "نمبر ۱۔ جلد ۱۹" نہین دیکھا۔ اور اسمین کادیانی کے پاس ساٹھ ہزار اشخاص کا آنا۔ اور انکی مہمانداری مین دس ہزار روپیہ کے قریب صرف ہونا۔ اور کادیانی کی **ہشت سالہ میعاد کی پیشگوئی** کرنا نہین پڑھا۔

ساٹھ ہزار اشخاص کا کسی کے پاس آنا۔ اور دس ہزار روپیہ اونکی مہمانداری مین خرچ ہونا کوئی انوکھی بات اور نوٹس ایبل نہین ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس ہشت سالہ میعاد کی پیشگوئی کو ملاوگے اور کادیانی کے دعوے امامت و مہدویت کو توجہ سے خیال مین لاؤگے تو ضرور اس بات کو انوکھی اور نوٹس ایبل قرار دوگے۔ ہمکو اس راز نہانی کی تشریح سے ہنوز ایک امر مانع ہے وہ کبھی پھر سہی جب وہ مانع رفع ہوگا۔ بالفعل ہم یہ دکھانا چاہتے ہین۔ کہ اس فتنہ کادیانی سے خوف کرنا صرف ہماری ہی رائے نہین بلکہ اور ملک کے خیر خواہ جو پولٹیکس کا مذاق رکھتے ہین) بھی ہماری اس رائے سے اتفاق رکھتے ہین وہ **ایک تو ایڈیٹر شحنہ ہند** میرٹھ ہین۔ جو اپنے پرچہ ۱۴۔ ستمبر ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہین۔

اگرچہ مثیل المسیح ہونا کوئی بڑی بات نہین اور نہ رمز شناسون کی نظر مین کوئی خوبی کی بات ہے۔ کیونکہ انسان جس شئے سے عبارت ہے وہ مختلف مشابہتون کا مرقع ہے۔ ہر ذی روح مین مماثلت حیوانی کا ہونا ضروری ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان کا مماثل ہے۔ الہامی مماثلت بھی تعجب خیز نہین۔ کیونکہ

جناب باری کی طرف سے الہام نہ صرف انسانون - بلکہ حیوانون پر بھی ہوتا ہے - اور تحفۂ ہند ہکو مدلل طور پر چند مرتبہ ثابت کر چکا ہے - لیکن جب ہم اسکو مذہبی اور پولٹیکل خیال سے دیکھتے ہین - تو یہ دعوے بہت ہی اہم اور نہایت خطرناک معلوم ہوتا ہے - مرزا صاحب کو بھی غالباً معلوم ہو گیا ہوگا کہ انگریزی اخبارات اونکے مخالف ہین - اور انکے دعوون اور مباحث پر پبلک اور گورنمنٹ کو مطلع اور انکی کیفیات پر ریویو کر رہے ہین - یہ کیا اسوجہ سے نہین کہ مرزا صاحب نے اپنے کو مثیل المسیح بنایا ہے - کتب آسمانی کی موافقت یا مخالفت کی ہے - اور اپنے کو مسیح علیہ السلام کا قائم مقام یا بعینہٖ وہی مسیح قرار دیا ہے - جو دنیا مین آئیگا - بلکہ محض اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کا یہ خروج اور یہ دعوئے بعثت ایک مذہبی قالب پکڑتا جاتا ہے - اور جسکے لیئے انجام مین ایک جدید پارٹی کا قائم ہونا - اور پھر پولٹیکل صورت مین بدلجانا ضرور ہے - پس انگریزی ہمعصرون کا خیال اس جانب رجوع ہوا ہے - کہ یہ معاملہ چونکہ جدید اور اس دعوے کی شکل چونکہ عجیب وغریب ہے - اور ہمارے ہمعصر خوب جانتے ہین کہ قدیم یا جدید تعلیم پاکر زمانہ کیسا ہی عقلمند اور فیلسوف ہو جائے مگر ہر زمانہ مین اعجوبہ پرست جہلا ضرور موجود رہتے ہین - اور سائنس اور فلسفہ طبائع مین کتنا ہی حلول کر جائے - اور فلاسفرون اور عقلار کی کتنی ہی ٹکڑیان کالجون اور یونیورسٹیون سے پرے باندہ باندہ کر نکلنے لگین تاہم غیر ممکن ہے - کہ دنیا سے اعجوبہ پرستی دور ہو جائے - ایک رمال یا ایک عیار شاطر کو بڑی بڑی تدبیرین اور بڑی بڑی چالین اختیار کرنی پڑتی ہین اور پھر کہین سالہا سال کے بعد بیشتر سیدھے اعجوبہ پرست قابو مین آتے ہین - ہم نے بڑے بڑے علمار اور فضلار اور بڑے بڑے جہاندیدہ اور تجربہ کار لوگون کو اعجوبہ پرستی کے دام مین اسیر پایا ہے - اور چند جاہلون عیارون نے انپر ایسا مسمریزم پھونکا ہے - کہ سر تک نہین ہلا سکے[1] - اور نیز ہندوستان مین ایسے لوگ نہ صرف سیکڑون بلکہ ہزارون موجود ہین - جو وحشیون اور ضعیف الاعتقاد اعجوبہ پرستون کو اپنے ہنک ایک پھنک دو کا تماشا دکھا دکھا کر مونڈ رہے ہین - مگر اون سے کسی حاکم یا کسی انگریزی اخبار کو کبھی خوف نہین ہوا - کیونکہ انکو خوارق پر ایمان رکھنے والے ہندوستان مین جوق جوق موجود ہین - کوئی کسی کے پھندے مین پھنسا ہے - کوئی کسی کے - اور عوام ایسے کرتبون کو برا نہین سمجھتے کیونکہ وہ عادی ہیں مگر جو دعوے مرزا صاحب نے کیا ہے - وہ ہندوستان کے ہر مذہب کے اصول کے خلاف ہے - اور اصول اسلام کے تو بالکل

[1] یہی حال مولوی محمد حسن امروہی کا ہوا ہے کہ وہ انکے دام مین پھنسا -

خلاف ہے تقریبًا تمام علماء اسلام اُنکے مخالف ہین پس عوام کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ جب ایک خروج کرنیوالے سے اسقدر مخالفت اہل اسلام مین پھیل گئی ہے تو کیا عجب ہے کہ باہمی فساد کیصورت ظاہر ہو۔ اور ہندوستان جیسے ملک مین جہان ابھی تعلیم و تربیت نہین پھیلی اور عمومًا ملک وحشی اور نا تربیت یافتہ مجموعہ ہے اگر ایسے شخص کی قوت زور پکڑگئی تو انجام کچھ اور ہی نظر آئیگا کیونکہ اس قسم کے لوگون نے اولًا مذہبی طور پر خروج کیا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اون کا عروج پولٹیکل سانچے مین ڈھلگیا ہے ہر ایک ریفارمر پہلے مذہبی ریفارمر رہا ہے۔ اور پھر بتدریج پولٹیکل ریفارمر بن گیا ہے گو مرزا صاحب کی بعثت محض سوشیل ریفارم پر مبنی ہو۔ لیکن ملک کیحالت اور پھر مختلف طبائع۔ اور پھر اجنبی گورنمنٹ کے خیالات کا کیا علاج ہے۔ سوڈان مین کسقدر مہدیون نے سوشیل رنگ مین خروج کیا مگر اخیر مین سب کے سب پولٹیکل رنگ مین رنگے گئے۔ ان سب مہدیون کا جو کچھ انجام ہوا سب کو معلوم ہے۔"

دوسرے ایڈیٹر اخبار مہذب لکھنؤ ہین جو اپنے پرچہ ۱۵۔ ستمبر ۱۹۰۸ء عیسوی مین لکھتے ہین۔

"ہم پر مبعوث ہونے والے نئے پیغمبر صاحب (معاذ اللہ) کی بعثت کا یہ پولٹیکل فائدہ دکھایا جاتا ہے کہ وہ مسلمانون کو گورنمنٹ کی وفادار اور مطیع رعایا بنانے آئے ہین۔ بے شک پیغمبر کا یہ کام ہوتا ہے کہ رعایا کو سلطنت کا مطیع و منقاد بنائے۔ ابھی ہم کو یہ نہین بتایا گیا۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت انبیاے بنی اسرائیل اور دیگر انبیا کی طرح کسی خاص قوم اور ملک کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل ساری دنیا پر مبعوث ہوئے ہین۔ لیکن جب کہ اُنکی نبوت رسالت محمدی کے تابع ہے۔ تو بے شک وہ بھی ساری دُنیا پر مبعوث ہوئے ہونگے۔ مگر یہ بھی نہین سمجھ مین آتا۔ اس لیے کہ آپ پالسی تو وہی بتا رہے ہین۔ جو صرف ہندوستان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی پولٹیکل تبلیغ سے ٹرکی آفریقہ روس اور چین کے مسلمانون کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ یا شاید ساری دُنیا کے مسلمانون کو ہدایت کی گئی ہوگی کہ انگریزون کی اطاعت کیا کرو۔ مرزا صاحب کے حواریین مرزا صاحب پر نازل ہونے والی وحی متلو پر کوئی تفسیر لکھین تو یہ غوامض حل ہون۔

مرزا صاحب کو تو ہم اس بارے مین معذور رکھتے ہین۔ اسلیے کہ انسان کو کبھی اُسکے بعض عوارض ہوش (عام اس سے۔ کہ وہ جنون ہی کی قسم کے کیون نہ ہون) اسکو بالکل مغلوب کر دیا کرتے ہین۔ اور مجبور ہوجاتا ہے اُس بات کے کہد ینے پر جو ہرگز کسی صاحب عقل و فراست کی زبان سے

تو ہو سکتی تھی لیکن ان بیہودگیوں پر ہمیں تعجب اور صد ہزار تعجب ہے جو مرزا صاحب پر ایمان لا کے انکا
ہر قسمہ بڑا لئے جاتے ہیں ۔ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ اسلام اور جھوٹی نبوت سے کوئی تعلق بھی
نہیں سمجھنا چاہئے تھا کہ اگر بالفرض آپ پر ایسا الہام ہوا بھی تو آپ اسکو اسی طرح مخفی رکھیں۔
جسطرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی امر کو مخفی رکھا تھا اور کہا تھا کہ اگر ظاہر کر دوں تو "لقطعت الحلقوم"
یعنی یہ گلا کٹ جائے ۔

یہ طرہ کہ سمجھا جاتا ہے کہ عیسائی گورنمنٹ کو مسلمانوں کیطرف سے اطمینان ہو جائیگا
کہ اہل اسلام جس مسیح کے منتظر تھے اور جس کا نام لے کے دیگر ادیان والوں کو دھمکیاں دیتے تھے
اُسکے وہ منتظر نہیں رہے ۔ اور وہ آیا بھی تو یوں کہ کچھ نہ کر سکا ۔ بلکہ اُلٹے مسلمانوں کو عیسائیوں
کی اطاعت کا سبق دینے لگا عجب ہے عیسائی بہت ہی خوش ہونگے ۔ اور خصوص اس خیال
سے کہ آپ مثیل مسیح ہیں ما سوا اس کے معتقد ہونگے ۔ کہ کیا عجب اب کی پوپ کا عہدہ خالی ہو تو ہی
وہ مرزا صاحب کو پوپ بنا کے اٹلی بھیجدیں ۔ .... باقی آئندہ

ہمارے تلمیذ عزیز منشی محمد حامد اللہ صاحب کی نظم

اچھا ہے زمانے میں ہو کیسا ہی تغیر
اور ہم کسی بات کی پروا نہیں کرتے
پہلے تھا یہ دعوی کہ ہمیں ہوتا ہے الہام
واللہ کہیں ہم یہ غضب ایسا نہیں کرتے
ہم لطف کر بیٹھے ہیں مثیل مسیحے
سعد وہم جبر کر بھی تو بیٹا نہیں کرتے
جب تک کہ شکل بشکل یہیں واقع نہیں ہوتا
کر کھتے نہیں ہیں تو ہم اچھا نہیں کرتے
ہوتا ہے ظاہر نہ کا ہر ایک قدم پر
جب تک کہ نہ محبت ہو تو دعوی نہیں کرتے

اپنا ئے زمان دیکھو نہ کیا کیا ہیں کرتے
دعوائے خدائی ہے فقط باقی و گرنہ
پر اتنے پہ بس حضرت مرزا نہیں کرتے
آیات و احادیث میں کرتے ہیں تاویل
کام اک بھی مگر مثل مسیحا نہیں کرتے
ہے طرہ کہ خود رہتے ہیں بیمار ہمیشہ
بات ایسی کوئی منہ سے نکالا نہیں کرتے
جب باتوں میں ہو تنگ نہ ہو بات رقیبا
اس حال میں یہ دانا بھی روٹھا نہیں کرتے
مر دو وہ ہے دعوے سے ہو جسپر کوئی بر باز

کیا کہتے ہیں کیا لکھتے ہیں کیا کرتے ہیں ازہا
اور کیا ہے کہ جس بات کا دعوی نہیں کرتے
اب کہتے ہیں ہیں آپ مسیح موعود
ڈر لگے ہیں شم خوف خدا کا نہیں کرتے
مُردے کو زندہ کریں کوڑھی کو چنگا
اوروں کو تو کیا اپنے کو اچھا نہیں کرتے
کھتے ہیں یہ ہم آپ سے مرزا رہ نعیم
اور ہم پہ وہ صاف ہی دیکھا نہیں کرتے
دانش وروں اور اہل خرد کا ہے یہ دستور
اسطرح کے دعوی کو تو مانا نہیں کرتے

اخبار و مسئلہ کا قطعہ تاریخ

اتنا بستہ جس اسطار میں
بود شیوہ ات وضع باطل مدام
کئے گست کار بانی فرو
ہر کس جہان کیہ مقابل رقت
ہمیں است اسے مشکور تر
سال

چہ خوش آمدی مرحبا مرحبا
تو ئے نام ملت مصطفےٰ
ز آتش شد دل شقیا
مژدہ اہل
صورت نما پیدا
ز بیسے نباشد عجب
حل اہل ایمان

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر ۱ لغایت ۱۲ دوازدہم — جلد چہاردہم

معہ

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہلسنت

بابت ۱۳۰۹ ہجری مطابق ۱۸۹۱ء

شرح قیمت وغیرہ امور بدستور

سے باید دید

حضرات [illegible] اشاعۃ السنۃ کی خریداروں [illegible] اپنے مثل مشہور [illegible] یہ کتاب نہیں دیکھی ہو گی۔ لوگ کیسی سمجھتے ہیں [illegible] ہو گی۔ مگر [illegible] کی نسبت [illegible] ملاحظہ ہو گی۔ حضرات [illegible]

اشاعۃ السنۃ [illegible] زیادہ توقف کیا جس کے اسباب [illegible] صفحہ [illegible] چار نمبر [illegible] ایک نمبر

[illegible] اور لکھتا ہوں

[illegible] کام کیا ہے جو مثل مذکور کا پورا مصداق اور مصداق

[illegible] اور قومی [illegible] ملا و کادیانی کو مذہب جدید کی [illegible] کادیانی کی اصلی حقیقت کو کھول

اور عام مسلمانان پنجاب و ہندوستان کو [illegible] سے بچانے کا کام [illegible] آئندہ اسکی چنداں ضرورت نہیں رہی

[illegible] اس جلد [illegible] جلد یازدہم [illegible] مطالب ذیل کی کلام و تصانیف سے اس نمبر کو ساتھ

[illegible] ثابت کیا ہے [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ۔

[illegible] اول کا بیان [illegible] ہے۔ اور [illegible] شاگردی [illegible]

[illegible] دوم [illegible]

[illegible]

پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اسکے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں ++ **اما الجواب** +++ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اسکی کسیقدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کو لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اسکی مرارت و تلخی اور ایذا رسانی کو دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑیگا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور انکے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جنکو سنکر بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے انکے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی کیا خدا تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شر البریہ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انکو بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں واغلظ علیہم نہیں فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں اشداء علی الکفار نہیں رکھا گیا۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے نام سے پکارنا۔ اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمان روا ہیرودیس کا لومڑی نام رکھنا۔ اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں عالی درجہ کی عزت رکھتے اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کریمہ اور بہت سے دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا۔ کہ تم حرامزادے ہو اور حرامکار ہو شریر ہو بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطان ہو جہنمی ہو۔ تم سانپ ہو سانپوں کے بچے ہو۔ کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاحش اور گندی گالیاں نہیں ہیں۔ **اس کے بعد صفحہ ۳۰ تک** قرآن اور انجیل کے سخت الفاظ کی تفصیل کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وہ سخت گوئی اور گالیاں نہیں بلکہ حق گوئی ہے۔ **اس کلام** کو دیکھکر قادیانی کے حامی ہمارے ان الفاظ کو جو قادیانی کے حق میں علماء پنجاب و ہندوستان کے اتفاق و اجازت سے اور کمال نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں۔ ہرگز سخت گوئی خلاف تہذیب نہ کہینگے بلکہ سراسر حق گوئی اور مسلمانوں کی خیر خواہی تسلیم کریں گے۔ اور انکے مقابلہ میں قادیانی کے ان الفاظ کو جو ہمارے اور دیگر تمام مخالفین علماء کے حق میں بفیصلہ آسمانی۔ اور رسالہ دعوت قادیانی و دیگر تصانیف میں شائع ہوئے ہیں گالیاں قرار دینگے اور قادیانی کے اس اصول بیان انکی حد سے انکو خارج تسلیم کریں گے ۔۔ **امر سوم** قادیانی نے یہ مباحثہ چھپوایا تو اسکے اکثر پرچوں کو الٹ پلٹ کر دیا۔ سوال کوئی ہے اور اسکا جواب کوئی اور لگا دیا۔ ناظرین اسکے مجموعہ مباحثہ کو ہمارے رسالہ سے مقابل کر کے ملاحظہ میں لائینگے تو اس کے قادیانی کے دجال و کذاب ہونیکا یقین فرمائینگے

تمہید ختم ہوئی اب بقیہ مباحثہ شروع ہوتا ہے

* یہ وہ رسالہ ہے جسکا نام قادیانی نے برطبق مثل مشہور برعکس نہند نام زنگی کافور۔ دافع الوساوس رکھا ہے۔

سلطان سے اسکی دو مختصر بیں ایک یہ کہ ناظرین مباحثہ کا پورا مطلب۔ تمہید اور اس ... اسکی غلطت کا یقین کر لیں

قضوٰی بالشفعۃ للجار پایا یہ کہ صرف خیال و استنباط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ فرمادیتے کہ آپنے ایسا ارشاد کیا ہے۔

پنجم۔ میری اوس منطوق کے ہوتے وہ مفہوم قابل اعتبار ہے جو آپکے خیال مین ہے۔ وبناءً علیہ مین ابن عربی کا مصدق ہون۔ اور آپ اس دعوے مین صادق ہین فقط

ابو سعید محمد حسین ۲۱- جولائی ۱۸۹۱ء

تحریر نمبر ہفتم از جانب قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی

حضرت مولویصاحب آپ بار بار مکرر شکوہ کے طور پر تحریر فرماتے ہین کہ میرے سوال کا اب بھی جواب صاف الفاظ مین نہین دیا اور آپ کے فرماتے ہین

۵۱- یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا حکم دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر کسی ہمسایہ کو شفعہ دلوایا تو اس واقعہ سے راوی حدیث نے یہ فیصلہ اور حکم نکال لیا اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیا اس نمبر سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا ہو کہ "ہمسایہ کو شفعہ دلانا چاہیئے" یا اسکی مانند کوئی اور لفظ۔

۵۲- جو (لانمبر ۱۳) میں منقول ہے۔

سوال نمبر ۲۔ یہ تصریح و نکار کیساتھ قادیانی کا ہمارے سوال کو سمجھ لینے اور اسکا جواب صاف الفاظ مین طلب ہونے کا اعتراف ہے۔ مگر اس دلیری و حیا کو دیکھو کہ پھر بھی

کہ صاف الفاظ مین کہنا چاہیے کہ صحیحین کے جملہ احادیث بلا وقفہ و نظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ہین بلکہ ان مین موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہین۔ یا اونکے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ اور آپ اُس بات کا جواب مجھ سے مانگتے ہین کہ صحیحین کی حدیثین سب کی سب صحیح ہین یا موضوع ہین یا مختلط ہین فقط

اما الجواب پس واضح ہو کہ احادیث کے دو حصے ہین۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کے پنّہ مین کامل طور پر آگیا ہے یعنی وہ حدیثین جنکو تعامل کے محکم

اسنے اس سوال کا جواب صاف الفاظ مین نہین دیا۔ اُسے پرانے گول سول اور شرطی جواب کا کہ اگر حدیث صحیحین جسپر تعامل نہ پایا گیا ہو موافق قرآن ہوگی تو یقیناً صحیح اور واجب العمل سمجھی جائیگی" اعادہ کیا۔ اور اسکے ثبوت مین بھی ان ہی دلائل سابقہ کا کہ "قرآن معیار ہے۔ حکم ہے۔ وغیرہ وغیرہ" اعادہ کر دیا۔ اس جواب کے ۱۴* صفحہ مین ایک بات بھی ایسی نہین تھی جو پہلے جوابون مین نہ کہی ہو۔ تعامل کا ذکر آپکی تحریر پنجم مین ہے۔ باقی باتین موافقت و مخالفت قرآن و قطعیت و ظنیت احادیث کا ذکر اکثر جوابون مین ہے۔

قادیانی کے اتباع اور اسکے طرفدارون پر سخت افسوس و تعجب ہے۔ کہ وہ آنکھین بند کر کے ان جوابون کو صحیح مان رہے ہین اور قادیانی کی چالبازیون کو نہین سمجھتے للحق قادیانی کی محبت نے بحکم حبک للشئ یعمی ویصم اونکو اندھا کر رکھا۔

(ا) صفحہ آئینہ ۵ ۔ قادیانی کی تحریر ششم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تعامل سے اسکی مراد تمام لوگون کا عمل نہین بلکہ احادیث کا متعلق عمل ہونا۔ گو انکے عمل مین لوگون کا اختلاف ہو یعنی بعض لوگون کا اسپر عمل ہو بعض کا انکے خلاف پر عمل ہو اور اس قید تعامل سے

(دیکھو صفحہ ۱۷)

* - آپ کی قلمی تحریر کے ۱۴ صفحہ ہین۔ جسکو رسالہ الحق مین ۱۰ صفحہ مین چھپا پایا ہو مخفی نہ رہے۔

عہ - ایسا ہی اصل مین ہے شاید مراد اس سے بناہ ہے۔

اور قوی لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پونچادیا ہے جسمین تمام

ان احادیث کا علیحدہ و مستثنے کرنا اسکو منظور ہے جو واقعات آیندہ اور پیشگوئیون کے متعلق ہین اور انسے عمل کرنا مقصود شارع نہین بلکہ اعتقاد مقصود ہے۔ صفحہ ۱۱۰

اس مراد و مقصود کادیانی پر دو الزام قائم ہوتے ہین۔ ایک یہ الزام کہ پیر تمام احادیث کو جو عبادات و معاملات وغیرہ امور دین کے متعلق ہین قطعی کہنا اپنی جہالت کا اظہار و اقرار کرنا ہے کیونکہ احادیث متعلقہ اعمال عبادات و معاملات کا اکثر حصہ ظنی ہے نہ قطعی۔ اس الزام کی تشریح ہماری تحریر نمبر ۵ مین اور جواب تحریر دوسرا الزام یہ کہ اس صورت مین احادیث کا وہ بڑا حصہ جو متعلق اعتقاد ہے اور اسمین توحید و صفات خالق و حالات برزخ و قیامت حشر و نشر وغیرہ کی نسبت اعتقاد کی تعلیم ہوئی ہے حکم قطعیت سے خارج ہوتا ہے حالانکہ اس حصّہ کا نصوصیت کے ساتھ قطعی ہونا ضرور ہے۔ احادیث متعلقہ اعمال تو ظنی ہونے کے ساتھ ہی مقبول اور واجب العمل ہین۔ اس الزام کی تشریح جواب تحریر ہشتم کادیانی مین ہوگی انشاءاللہ تعالے۔ کادیانی اور اسکے اتباع نے جو مولوی کہلاتے ہین (جیسے حکیم نورالدین بھیروی جمونی اور مولوی محمد احسن امروہی) احادیث مسیح و دجال کو ظنی و محل تاویل بنانے کے لیے جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو غیر قطعی اور اپنے ظاہری معانی سے مصروف ٹہرا دیا اور علم رتبہ اعتقاد کا کچھ لحاظ نہ کیا۔

کادیانی پر تو چندان افسوس نہین کیونکہ وہ تو علوم دینیہ سے محض اُمّی و اجنبی ہے۔ حکیم نورالدین و مولوی محمد احسن پر سخت افسوس و تعجب ہے کہ انہون نے کادیانی کی محبت مین اندہے بہرے ہوکر اپنا تہوڑا بہت پڑہا پڑہایا سبہی بہولا دیا۔ اور اپنی مولویت کو ڈبو دیا اور علم کو خاک مین ملا دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہین۔ سو ایسی حدیثین تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہونچ گئی ہین اور جو کچھہ ان حدیثون کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہین ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے اور نہ وہ راویون کے وثاقت اور اعتبار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل پیدا ہوئی ہے۔ سو مین ایسی حدیثون کو جہان تک انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہون لیکن دوسرا حصہ حدیثون کا جسکو سلسلہ تعامل سے کچھہ تعلق اور رشتہ نہین ہے اور صرف راویون کے سہارے سے اور انکی راستگوی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہین انکو مین مرتبہ ظن سے برطھہ کر خیال نہین کرتا اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہین۔ کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہین وہ یقینی اور قطعی الثبوت

سله لفظ ضرورت محاورہ اہل علم مین دو معنی مین مستعمل ہوا ہے۔ ایک معنی حاجت دوسرے بمعنے بداہت ضد نظریت۔ مگر یہان اس لفظ کے دو نو معنی صحیح نہین ہو سکتے۔ اس کی تشریح ہمارے ی تحریر نمبری ٨ مین ہو چکی ہے اور کچھہ جواب تحریر ہشتم کا دیانی میں ہوگی انشاءاللہ تعالےٰ۔

١٣٤١ سله۔ یقین یا ظن سے کس نے سوال کیا ہے؟۔ ہمارا سوال تو مطلق صحت یا عدم صحت سے ہے آپنے قطعی وظنی کی بحث کو چھیڑ کر ناحق ترجم از بحث کیا جسکی یہ بارہوین دفعہ ہے اور اصلی جواب کو ٹلا یا اور اپنے ناظرین ومعتقدین کو اصل بحث مطلوب بہلا کر دوسری طرف لیجانا چاہا ہے۔

[illegible] ان نقرات کا ناظرین [illegible] کا دیانی [illegible] اپنی تحریر نمبر ہشتم میں [illegible]

[illegible]

خروج از بحث ١٢

طریق نہین بلکہ بہت سے آوازش کی جگہ ہے۔ وجہ یہ کہ ان حدیثون کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویون کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقویٰ طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے اور ان تمام امور کا کما حقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ کے ثبوت پر جو حکم رویت کا رکھتا ہے پہونچنا حکم محال کا رکھتا ہے اور کسی کو طاقت نہین کہ ایسی حدیثون کی نسبت ایسا ثبوت

۱۱و۲۳و۲۴و۲۵۔ ایسا ہی اصل آوازش کا لفظ ہے جسکا مطلب دریافت کا ویانی ہے شاید اسکی مراد لفظ آویزش ہو۔ ان شروط و اوصاف راوی کے بیان سے آپنے یہ جتایا ہے کہ فن حدیث گو وہ ین ہو اسے ہی کبھی آپکا گذر نہین ہوا۔ تقویٰ کی صفت نیک چلنی وصداقت وغیرہ صفات کی جامع اور اسپر حاوی ہے۔ پھر اس صفت کو ساتھ نیک چلنی وصداقت کو کیون ذکر کیا ہے۔ سلامت فہم کے ظاہری معنے یہی ہین کہ فہم راوی مین غلطی نہو اور اس معنی کر سلامت فہم شرط روایت نہین ہے۔

یہ امر ہمنے اپنی تحریر ہشتم مین آپکو جتایا تو آپنے تحریر ہشتم مین اسکا ایسا جواب دیا کہ وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ چنانچہ اس تحریر کے جواب مین ثابت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

طہارت سے ظاہری مراد وضو وغسل وتیمم وغیرہ ہی ہوسکتا ہے۔ سو کسی کے نزدیک روایت حدیث مین شرط نہین۔ نہ بوقت تحمل حدیث یہ طہارت شرط ہے نہ بوقت ادائے وروایت حدیث شرط ہے۔

۵۶۔ جسقدر اطمینان عمل کے لیے بکار ہے وہ تحقیق شروط رواۃ مین حاصل ہوچکی ہے۔ آپ اس کو جہ سے ناید ہین۔ اسلیے اسکو محال جانتے ہین۔ ہماری تحریر نمبر ۷ مین اسکی تفصیل ہے۔

کامل پیش کر سکے۔ کیا آپ ایسی کسی حدیث کی نسبت حلفاً بیان کر سکتے ہین
کہ اسکے مضمون کی صحت کی نسبت کامل اطمینان اور سکینت مجکو حاصل ہے اگر آپ
حلف اٹھانے پر مستعد بھی ہون تاہم مین خیال کرونگا کہ آپ ایک پرانے خیال
اور عادت سے متاثر ہو کر ایسی جرٔت کرنے پر آمادہ ہو گئے ہین ورنہ آپکو بصیرت کی راہ
سے ہرگز قدرت نہین ہوگی کہ کسی ایسی حدیث کے لفظ لفظ کی صحت قطعی اور یقینی
کی نسبت دلائل شافیہ جو غیر قوم کے لوگ بھی سمجھ سکین پیش کر سکین سو چونکہ واقعی صحت
یہی ہے۔ کہ جسقدر محدثین تعامل کے سلسلہ سے فیضیاب ہین وہ حسب استفاضہ اور
بقدر اپنے فیض یابی کے یقین کے درجہ تک پہونچ گئے ہین۔ لیکن باقی محدثین
ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہین غایت کار بعض محدثین ظن غالب کے مرتبہ پر ہین۔
اس لیے میرا مذہب بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے۔ جو مین نے
بیان کر دیا ہے۔ یعنی مراتب صحت مین یہ تمام محدثین یکسان نہین ہین بعض بوجہ

۱۵۔ احادیث صحیحین کی صحت کی نسبت یہ اطمینان لائق عمل حاصل ہے اور اسکے سوا پر
قسم جائز ہے (ہماری تحریر نمبر ۲ ملاحظہ ہو)۔

۲۲ – ہر قطعی و ظنی کی بحث کرنا حق آپنے چھیڑا اور فرار از بحث اختیار کیا جسکی یہ
تیرہوین دفعہ ہے یہان اپنے ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھرایا ہے اور تحریر نمبر ۳ مین اسکا خلاف کیا
– اس مقام مین آپنے احادیث بخاری و مسلم کی ظنی صحت مانکر ان اہل حدیث کی
آنسوؤن کو پونچھ دیا۔ جو آپکو اہل حدیث سمجھکر آپکے دام مین مبتلا ہین۔
پھر ان احادیث کی مخالف قرآن ہونے کی صورت مین انکو موضوع کہنے پر مستعد ہوکر
اظہار کیا اور آئندہ تردد احادیث صحیحین کے لیے راستہ نکال لیا۔ جو احادیث صحیحین کی
پر آپکا چودھوان حملہ ہے۔ مگر ایک شرط مخالفت قرآن کی آڑ مین جسکے وقوع کو آپ نے

تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہونچ گئے ہین اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے ظن کیحالت مین ہین ۔ لیکن ہر حالت مین کسی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہو موضوع قرار نہین دیسکتا اور مین سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ حدیثون کے پرکھنے کے لیے قرآن کریم سے بڑھکر اور کوئی معیار ہمارے پاس نہین ہرچند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لیے معیار مقرر کیا ہے لیکن کبھی اونہون نے دعوی نہین کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالا ہے ۔ اللہ تعالے قرآن کریم مین فرماتا ہے ۔ یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر

ازالہ مین صفحہ ۲۲۴ سے ۲۲۹ تک بیان کر چکے ہین ۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۴ کے صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۲۵ وغیرہ مین آپ کی عبارات منقول ہین ۔

سے ۔ انکا یہ دعوے طشت از بام کا مصداق ہے وہ کبھی کسی حدیث کو اصول روایت صحیح ہو جانے کے بعد امتحان صحت کے لیے قرآن پر عرض نکرتے اور یہ مانتے چلے آئے ہین ۔ کہ حدیث بحکم اصول روایت صحیح ہو تو پھر وہ دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہین ہوتی ۔ چہ جائے کہ مخالف قرآن ہو (ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو ۔)

ص ۲۳ و ۲۴ سطر ۱ - اس آیت کو صرف امکان صدور کذب وغیرہ ذنوب کی نظر سے ثقہ و عادل معنی الثقۃ والعدالۃ راویون پر لگانا اور انکو فاسق بنانا اور صدق کو معصوم مین منحصر کرنا اپنے فسق کا اقرار اور چھپے رفض کا اظہار کرنا ۔ مسلمان اہلسنت تو ظاہر العدالۃ راوی کی روایت کو راست اور صحیح سمجھتے ہین اور امکان صدور کذب کے لحاظ سے صحیح روایت کی عدم صحت تجویز نہین کرتے ۔ اپنی تحریر ہشتم مین قادیانی نے صحیح احادیث کے راویون مین امکان کذب کی جو وجہ بتائی ہے ۔ اسکا جواب اس تحریر کی جواب مین ادا ہوگا ۔

لاوے تو اسکی اچھی طرح تفتیش کرلی جاوے - اور ظاہر ہے کہ یہ جانا جا سکے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ہے اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے - لہذا روایت کی حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کے لیے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہونچائیں - لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی کیونکہ اگرچہ صحابہ

سطر ۲۳ و ۲۴ - جس قدر کامل تحقیقات صحت احادیث کے لیے درکار ہے وہ میسر وحاصل ہوچکی ہے - آپ فن حدیث نہ جاننے کے سبب بار بار یقین کامل کا لفظ زبان وقلم میں لاتے ہیں صحت احادیث کے لئے ظن غالب (جسکے حصول کو آپ مان چکے ہیں) کافی ہے -

سطر ۲۶ و ۲۷ وصفحہ آیندہ - اس قول میں صحابہ کی حالات کو اور ائمہ حدیث تک احادیث کو پہچانے والے راویوں کی حالات کو آپنے روشن اور یقینی کہا ہے اور ان دو گروہ کے درمیان کے راویوں کی حالات کو آپنے غیر یقینی ومشتبہ بتایا ہے - اور یہ ایسا کذب اور خلاف واقع قول ہے جسکی نہ قرار داد محدثین سے موافقت ہوسکتی ہے نہ کادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے -

کادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے اسکی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس قول سے دو سطر پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ بجز نبی اور کوئی معصوم نہیں ہے اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی ممکن الوقوع ہے اور یہ بھی وہ کہہ چکا ہے کہ امکان کذب قطعیت ویقین کا مخالف ہے پھر اسکا صحابہ اور ائمہ حدیث تک احادیث کو پہچانے والے راویوں کی حالات کو یقینی قرار دینا اپنے سابق قرارداد اعتقاد کے مخالف نہیں تو اور کیا ہے اور اگر اس قول کے وقت

کی حالات روشن تھی اور اُن لوگون کی حالات بھی جنہون نے آئمہ حدیث تک محدثون کو پہونچا دیا لیکن درمیانی لوگ جنکو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ آئمہ حدیث انکی اصلی حالات

کادیانی نے اُس قول و اعتقاد سے رجوع کیا اور اسکو غلط سمجھا ہے تو پہر جیسے صحابہ و آئمہ حدیث تک رواۃ کیحالات باوجود امکان صدور کذب وغیرہ ذنوب قطعی و یقینی ہین ویسے ہی درمیانی لوگون کی حالات باوجود اس امکان کے یقینی ہونی چاہیے - کیونکہ انکی حالات کی تفصیل و بیان حالات صحابہ و رواۃ آئمہ حدیث سے کم نہین ہین - جسقدر کوئی صحابہ کی حالات مین تفصیل کرے اسیقدر جیسے درمیانی راویون کی حالات کی تفصیل سن لے قرار واد محدثین سے اس قول کادیانی کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے - کہ محدثین کے نزدیک جسقدر تفصیل حالات درمیانی راویون کی ہو چکی ہے - اسقدر ان لوگون کی حالات کی تفصیل نہین ہوئی جو آئمہ حدیث سے پیچھے کے لوگ ہین اور انہون نے آئمہ حدیث تک محدثون تک پہونچا دیا ہے - انمین بعض تو ایسے ہین جنکی حالات قلمبند ہی نہین ہوئی اور انکو اکثر لوگ نہین جانتے اور بعض ایسے ہین جنکی حالات قلمبند ہوئے ہین مگر وہ بہت تھوڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہین -

ہم ان لوگون مین سے جنہون نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے آئمہ حدیث تک محدثون کو پہنچا دیا ہے صرف ایک شخص مؤلف مشکوۃ کے حالات اور اُن لوگون مین سے جو کتب حدیث کو آئمہ حدیث سے بطور سند روایت کرتے چلے آئے ہین چند راویون کیحالات کادیانی اور اوسکے حواریون سے پوچھنا اور سننا چاہتے ہین -

اگر کادیانی اور اوس کے تمام اعوان و انصار جو اہلحدیث کہلاتے ہین ان لوگون کی حالات آئمہ حدیث اور صحابہ کے درمیانی راویون کیحالات کا عشر عشیر بھی بیان کرین تو ہمسے ہماری حیثیت کے موافق جسقدر چاہین انعام لین - اور اگر دہ نکلے

سے پوری اور یقینی طور پر واقفیت انکے صادق یا کاذب ہونیکی حالات یقینی اور قطعی طور پر

حالات اسقدر نہ بتا سکین تو اس بات کو تسلیم کرین کہ کادیانی نے انکی حالات کے علم وتفصیل کی نسبت جو دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے اور بے خبری وجہالت پر مبنی ہے اور ان لوگون کو بیان حالات کو درمیانی راویون کے بیان حالات سے وہ نسبت بہی نہین جو ایک کو سو سے ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک نقل وصحت روایت کا مدار ائمہ حدیث اور انکی مشہور تصانیف پر ہے جنکے اوپر کے راویون کی حالات ایسی تفصیل ووضاحت سے معلوم ہو چکے ہین کہ گویا وہ بچشم دید حالات ہین۔ **اور ائمہ** حدیث سے نیچے کے راویون کی حالات کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہین ہے اور اسوقت سلسلہ اسناد صرف تبرک کے طور پر ہے۔ تصحیح روایات کی غرض سے جو محدثین سے اوپر کے اسناد سے مقصود تہا۔

امام **ابن الصلاح** (جو ساتوین صدی مین گذر چکے ہین) اپنی کتاب علوم الحدیث مین فرماتے ہین۔ اذا وجدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث وغیرها حدیثا صحیح الاسناد ولم نجده فی احد الصحیحین ولا منصوصا علی صحته فی شیء من مصنفات ائمة الحدیث المعتمدة المشهورة فانا لا نتجاسر علی الجزم بصحته فقد تعذر فی هذه الاعصار الاستقلال بادراك الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید لانه من اسناد من ذلك الا ونجد فی رجاله من اعتمد فی روایته علی ما فی کتابه عریا عما یشترط فی الصحیح من الحفظ والضبط والاتقان فآل الامر اذا فی معرفة الصحیح والحسن الی الاعتماد علی ما نص علیه ائمة الحدیث فی تصانیفهم المعتمدة التی یومن فیها لشهرتها من التغییر والتحریف وصار معظم المقصود بما یتداول

کیونکر معلوم ہو سکتے ہین

من الاسانید خارجا عن ذلک ابقاء سلسلة الاسناد التی خصت بها هذه الامة زادها الله شرفا" اس عبارت کا خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو عبارت آیندہ کا ترجمہ ہے۔

اور طیبی شارح مشکوٰة (جو آٹھوین صدی مین ہوئے ہین) شرح مشکوٰہ کے مقدمہ مین جو جامع ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے ابتدا مین سید شریف جرجانی کے نام سے ملحق ہے۔ فرماتے ہین۔

"اعرض الناس فی هذه الاعصار عن مجموع الشروط المذكورة واكتفوا من عدالة الراوی بان يكون مستورا ومن ضبطه بوجود سماعه مثبتًا بخط موثوق به وبروايته من اصل موافق لاصل شيخه وذلك لان الحديث الصحيح والحسن وغيرهما قد جمعت فی كتب الائمة فلا يذهب شیٔ منه عن جميعهم والقصد بالسماع ابقاء السلسلة فی الاسناد المخصوص بهذه الامة"

ان زمانون مین محدثین نے جملہ شروط مذکورہ سے منہ پھیر لیا ہے۔ اور راوی کے عدالت کی جگہ اس امر کو کافی سمجھا ہے۔ کہ وہ مستور الحال ہو یعنی اسکا کوئی عیب معلوم نہو۔ اور اسکی ضبط حدیث سے اسقدر پر اکتفا کیا ہے کہ اسکی روایت ایسے دستخطون سے لکھی ہوئی ہو جس پر اسکا اعتماد ہو۔ اور وہ روایت شیخ کے مطابق ہو۔ یہ اسلیے ہوا۔ کہ احادیث صحیح اور حسن وغیرہ کتب حدیث مین جمع ہو چکی ہین اس سے کوئی حدیث فوت نہین ہوتی اور اسوقت روایت سننے سے مقصود صرف سلسلہ اسناد کو باقی رکھنا ہے۔ جو

سو ہر ایک منصف اور آریا غدار کو بھی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ بغیر ان محدثون کی جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہین باقی تمام حدیثین کسی قدر

اس امت کا خاصہ ہے یعنی اسوقت باسناد اور حالات راویون کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہین ہے۔

اور اگر ائمہ حدیث پچھلے کے راویون کی حالات اونکے صحابہ کے درمیانی راویون کی نسبت زیادہ مفصل و مبین ہوتی تو محدثین پچھلے زمانون مین باسناد کی نظر سے تصحیح حدیث کے دروازہ کو بند نکرتے بلکہ پہلے زمانہ کی نسبت اسکو اور فراخ کرتے ہین اور آسان قرار دیتے۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہوا۔ امام ابن الصلاح کے قول سے امام نووی وغیرہ نے خلاف کیا ہے تو صرف اس امر مین کیا ہے کہ پچھلے زمانون مین بھی تصحیح احادیث بنظر اسانید صاحب بصیرت و اہلیت کے لیے ممکن ہے یہ کسی نے نہین کہا کہ پہلے یا درمیانی زمانون کی نسبت پچھلے زمانون مین راویون کی حالات زیادہ مفصل و مشرح ہو چکی ہے اسلیے ان زمانون مین تصحیح احادیث بنظر اسناد آسان ہے۔

اس بیان سے ثابت ہو کہ کادیانی نے جو اس قول مین دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے نہ قرار داد محدثین سے اسکی موافقت ہو سکتی ہے۔ نہ کادیانی کے اپنے قرار داد و اعتقاد سے۔

۲۱ قولہ۔ تمہارا بھی ایمان یہ گواہی دیتا ہو گا کہ صحیحین کی حدیثین تاریکی مین ہین۔ مسلمانان اہلسنت کا ایمان تو یہ فتوی دیتا ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث تاریکی سے باہر ہین۔ عبارات فقہا و محدثین ہماری تحریر نمبر ۵ مین ملاحظہ ہون۔

تاریکی سے باہر نہیں اور انکی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہیں ہونی چاہیے کہ مشہور یا قطعی الثبوت خبرون کیطرح انکی نسبت صحت کا دعوے کرے بلکہ گمان صحت رکھکر واللہ اعلم کہدیوے - اور جو شخص ان حدیثون

[illegible] - ان الفاظ سے آپ اپنے جھوٹھ کو کسقدر راستی کا لباس پہنانا اور اس دہوکہ کے طلسم سے ناواقف مسلمانون کو دام مین لانا چاہتے ہے انکو بظاہر یہ کہا ہے کہ جسقدر ترشنی ویقینی ثبوت وصحت تام کا دعوی قرآن کی نسبت ہو سکتا ہے اوسقدر احادیث صحیحین کی نسبت نہین ہو سکتا اور اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ صحیحین کی صحت مشتبہ و شکی ہے - اور یہ سراسر دہوکہ و مغالطہ ہے -

صحت و ثبوت کا مرتبہ صرف ایک ہی نہین ہے جو قرآن کو حاصل ہے تاکہ احادیث صحیحین مین اس مرتبہ کے مفقود ہونے سے انکی صحت مین شک و اشتباہ لازم آوے - بلکہ قرآن سے اتر کر صحت و ثبوت کے مرتبہ سات اور ہین جنمین اعلی واقدم مرتبہ صحیحین کے متفق علیہ احادیث کو حاصل ہے اور باقی چھہ مراتب اور احادیث کو حاصل ہین -

طیبی نے شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے و تتفاوت درجات الصحیح بحسب قوۃ شروطہ وضعفہا واول من صنف فی الصحیح المجرد الامام البخاری ثم مسلم وکتاباہما اصح الکتب بعد کتاب اللہ العزیز ++ واعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیہ ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم ثم ما کان علی شرطہما ولم یخرجاہ ثم علی شرط البخاری - ثم علی شرط مسلم ثم ما صححہ غیرہما من الائمۃ فہذہ سبعۃ اقسام " ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر وغیرہ مین ہے ...

[illegible]

[illegible]

کی نسبت واللہ اعلم بالصواب نہیں کہتا اور احاطہ تام کا دعوی کرتا ہے وہ بلا شبہ جہوٹہا ہے۔ خداوندکریم ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعوی کرے اسی قدر دعوی کرنا چاہیے جسقدر علم حاصل ہو نہ زیادہ اس سے اگر کوئی سوال کرے تو واللہ اعلم

کادیانی نے غضب کیا اور ناواقف مسلمانون کو سخت دہوکہ دیا ہے۔ کہ ان سب مراتب ہشتگانہ سے آنکہہ بند کرکے صحت وثبوت کا ایک ہی مرتبہ (جو قرآن کو حاصل ہے) مقرر کیا۔ اور احادیث صحیحین کو اس مرتبہ سے خارج کرکے اس سے انکی صحت کا مشکوک ومشتبہ ہونا نکال لیا۔ اور صحیحین پر یہ بیدرد ہوان حملہ کیا۔ اور طرفہ یہ کہ اپنی تحریر نمبر ۵ مین کادیانی نے اسکا خلاف کیا اور جملہ احادیث متعلقہ عمل کو (جنمین احادیث محل اختلاف مثل حدیث رفع یدین وغیرہ کو بہی اسنے داخل وشامل کرلیا ہے) علی اختلاف المراتب قطعی صحیح اور واجب العمل تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ عنقریب ناظرین کو اسکی تحریر سے معلوم ہوگا۔

مگر اسوقت اس دجال کو بحکم "دروغ گورا حافظہ نباشد" یہ خیال نہ ایا اور یاد نہ رہا کہ مینے تو قطعی صحت کا مرتبہ ایک ہی قرار دیا ہوا ہے جو قرآن کو حاصل ہے۔ پہر مین ان احادیث کی قطعی صحت علی اختلاف المراتب کیون تسلیم کرتا ہون۔

یا یہ کہ عمدیدہ دانستہ لوگون کو دہوکہ دیتا ہے۔ جس بات سے کوئی دام مین آوے اس سے اسکو دام مین لاتا ہے اور ہمین اختلاف اپنے اقوال کا بہی کچھہ لحاظ نہیں کرتا۔ اور یہ سمجہتا ہے کہ جو قول کسیکی نظر مین پڑیگا وہ اسکے دام مین آجائیگا۔ دوسرا دوسرے قول کے دام مین۔ سبہی لوگ سبہی اقوال کو کہان دیکہتے ہین کہ اختلاف وتعارض کا اعتراض کرینگے۔

ضمیمہ نمبر دوم

بالصواب کہدینا چاہیے۔ تو مین آپکی خدمت مین کہول کر گذارش کرتا ہون کہ
مین حصہ دوم حدیثون کی نسبت خواہ وہ حدیثین بخاری کی ہین یا مسلم کی ہین ہرگز
نہین کہہ سکتا کہ وہ میرے نزدیک قطعی الثبوت ہین۔ اگر مین ایسا کہون تو خدا تعالےٰ
کو کیا جواب دون۔ ہان اگر کوئی ایسی حدیث قرآن کریم سے مخالف نہو تو پہر مین اسکی
صحت کاملہ کی نسبت قائل ہوجاؤنگا۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم کو کیون محک صحت
احادیث ٹہراتے ہو۔ اسکا جواب مین بار بار یہی دونگا کہ قرآن کریم مہیمن اور امام اور
میزان اور قول فصل اور ہادی ہے۔ اگر اسکو محک نہ ٹہراؤن تو اور کسکو ٹہراؤن۔
کیا ہمین قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہین لانا چاہیے جو مرتبہ وہ خود اپنے لئے قرار
دیتا ہے دیکھنا چاہیے کہ وہ صاف الفاظ مین بیان فرماتا ہے واعتصموا بحبل
اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ کیا اس حبل سے حدیثین مراد ہین۔ پہر جس حالت مین وہ اس

سطر ۱ و ۲۔ قطعی ہونے سے سوال نہ تہا اور نہ جواب مین اس سے تعرض کی ضرورت تہی
آپ اس قطعیت کے ذکر و تعرض سے باربار خروج از بحث کرتے ہین جسکی یہ
چودہوین دفعہ ہے۔

سطر ۳۔ یہ قول صاف مشعر ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحین آپ کو مخالف قرآن معلوم ہوگی۔
(جیسی احادیث متعلقہ حضرت مسیح دجال ہین جنکو آپ ازالہ کے صفحہ ۲۲۴ وغیرہ مین اور تحریر نمبر ہشتم
مین مخالف قرار دے چکے ہین) تو اسکو موضوع کہنے کے لیئے آپ مستعد و تیار ہین۔ یہ احادیث
صحیحین پر آپکا سولہوان حملہ ہے۔

سطر ۴ و ۵۔ اس پرچہ مین مجہسے یہ سوال کہین نہین کیا۔ اور جو جواب آپنے دیا ہے وہ بہی کوئی نیا جواب
نہین ہے پہلی ہی باتون کا اعادہ ہے چنانچہ اس جواب مین آپنے خود اعتراف کیا ہے کہ
مین بار بار یہی جواب دونگا۔ یہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہے جو صفحہ ۱۱۸ مین ہم کر آئین ہین
سطر ۷۔ احادیث صحیحہ مسلم الصحت قرآن ہی حبل اللہ اور ایک مخالف نہین تو وہ بہی حبل اللہ مین داخل

حبل سے پنجہ مارنے کے لیے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اسکے یہ معنی نہین کہ ہم ہر ایک خلاف کے وقت قرآن کریم کیطرف رجوع کرین اور پھر فرماتا ہے۔ ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیامة اعمٰی یعنی جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اسکی مخالف کیطرف مائل ہو تو اسکے لیئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائیگا۔ اب ہم اگر ایک حدیث کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائین اور پھر مخالفت کی حالت مین ہی اسکو مان لین اور اس مخالف کچھ بھی پروا نکرین تو گویا اس بات پر راضی ہو گئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب ہین اور قیامت کو اندھے اٹھائے جائین پھر ایک جگہ فرماتا ہے فاستمسک بالذی اوحی الیک انه لذکر لک ولقومک یعنی قرآن کو ہر ایک امر مین دستاویز پکڑو تم سب کا اسی مین شرف ہے یہ کہ تم قرآن کو دستاویز پکڑو اور اسی کو مقدم رکھو اب ہم مخالفت قرآن اور حدیث وقت مین قرآن کو دستاویز نہ پکڑین تو گویا ہماری یہ مرضی ہوگی کہ جس شرف کا ہمکو وعدہ دیا گیا ہے اس شرف سے محروم رہین۔ اور یہ فرماتا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطانا فهو له قرین۔ یعنی جو شخص قرآن کریم سے اعراض کرے

۱و۲ ف۔ حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہین ہوتی تو پھر رجوع بحدیث رجوع بقرآن ہے نہ اعراض از قرآن۔

۲و۳ ف۔ حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہین بلکہ موافق اُسکے اجمال کو مبیّن ہوتی ہے۔ تو دست آویز حدیث مین دستآویز قرآن ہمارا عین شرف جس کا اس آیت مین ذکر ہے۔

ف ۱ و ۲ صفحہ ہذا - حواشی نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ صفحہ ہذا - و نمبر ۶ و ۷ صفحہ سابق ملاحظہ ہون۔

اور جو چیز اسکو صریح مخالف ہے اسکی طرف مائل ہو، ہم اسپر شیطان مسلط کر دیتے ہین جو ہر وقت اس کے دل مین وساوس ڈالتا ہے۔ اور حق سے اسکو پھیرتا ہے۔ اور نابینائی اسکی نظر مین آراستہ کرتا ہے۔ اور ایک دم اس سے جدا نہین ہوتا اب اگر ہم کسی ایسی حدیث کو قبول کر لین جو صریح قرآن کے مخالف ہے تو گویا ہم چاہتے ہین کہ شیطان ہمارا دن رات کا رفیق ہو جاوے۔ اور اپنے وساوس مین ہمین گرفتار کرے اور ہم پر نابینائی طاری ہو۔ اور ہم حق سے بے نصیب رہ جائین۔ اور یہ فرماتا ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ۔ یعنی ذالک الکتاب متشابہ یشبہ بعضہ بعضاً لیس فیہ تناقض ولا اختلاف مثنی فیہ کل ذکر لیکون بعض ذکر تفسیر بعضہ تقشعر منہ جلود الذین یخشون

ص ۱۳۲۔ اس آیت اور اس کی تفسیر سے (جو آپنے کی ہے) گو یہ ثابت ہو کہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہین مگر اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ حدیث قرآن کی تفسیر نہین ہے اور آپنے خود بھی اس آیت سے یہ نتیجہ نہین نکالا بلکہ دلی زبان سے یہ قرار کر لیا ہے کہ عوام الناس کو سمجھانے کے لیے احادیث سے بھی قرآن کی تفسیر ہوئی ہے۔ اور اس آیہ یا پہلی چار آیتون سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ صحت احادیث کا معیار قرآن شریف ہے۔ پھر ان آیات کو اس مدعا کے ثبوت کے لیے پیش کرنے سے بجز تکرار بلا حاصل و تطویل بلا طائل کیا مقصود ہے۔ آخری آیہ کی تفسیر مین جو آپنے حالات باطنی کی تشریح کی ہے یہ محض اجنبی ہے جسکو نہ ہمارے سوال سے کوئی تعلق ہے نہ آپکے جواب سے۔ لہذا اسکے بیان سے اپنے بہتر ہین وضیع اوقات کا ارتکاب کیا دھنداپنے آہین ارتکاب مرتکب کیا۔ کیونکہ اس

ربهم يعنى يستولى جلالته وهيبته على قلوب الخاشعين تقشعر جلودهم من كمال الخشية والخوف يجاهدون فى طاعة الله ليلاً ونهاراً لتحريك تاثيرات جلالية وتنبيهات قهرية من القرآن ثم يبدل الله حالتهم من التالم الى التلذذ فيصير الطاعة جزو طبيعتهم وبخاصة نظرتهم فتلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله يعنى يسيل الذكر فى قلوبهم سيلان الماء ويصدر منهم كل امر فى طاعة الله بكمال السهولة والصفاء ليس فيه ثقل ولا تكلف ولا ضيق فى صدورهم بل يتلذذون بامتثال امر ربهم ويجدون لذة وحلاوة فى طاعة مولاهم وهذا هو المنتهى الذى ينتهى اليه امر العابدين والمطيعين ويبدل الله الاهم باللذات ؂

تشریح کا مضمون آپنے تفسیر رحمانی وغیرہ سے لیا مگر انکا حوالہ نہین دیا بلکہ یہ جتایا کہ یہ آپکا ایجاد طبعزاد ہے۔

ونیز اس تشریح مین مسلمانون کو دہوکہ دیا اور یہ جتایا ہے کہ اس مضمون کے مصداق خود بدولت ہین اور اس مین کذب محض سے کام لیا۔ آپکو خشیت ہیبت الٰہی و معارف و حقائق قرآنی سے کیا تعلق۔ اطاعت و عبادت و ذکر سے کیا نسبت اور جو یہ باتین آپ قرآن سے نکالتے ہین انکو دین سے کیا مناسبت۔ وہ تو ملحدانہ وہنا نغلانہ مفتریات ہین نہ معارف قرآنیہ و نکات (فتوی علماء ہندوستان و پنجاب اشاعۃ السنۃ

(اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ جلد ۱۶ [illegible])

آپکی اطاعت و عبادت و ذکر کا یہ حال کہ مدت العمر جمعہ جماعت کا التزام نہین رہا۔ آپنے اسے ذکر کیا ہوگا۔ تانکہ کے بعد تنتیس تنتیس دفعہ سبحان اللہ و الحمد للہ کہنا آپکو نصیب نہین ہوتا۔ آپکو دس ہزار روپیہ مالیت کی ملکیت کا دعوی ہے مگر کبھی زکوۃ نہین دی۔ ستاٹھہ سال عمر کو پہنچے مگر ابتک حج کعبہ کی توفیق نہ ملی۔ اخلاق کا یہ حال ہے کہ بازاری فحش اور عامیانہ گالیون سے آپکا قلم و زبان

اب ان تمام مجامع سے جو قرآن کریم اپنی نسبت بیان فرماتا ہے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد عظیمہ کی آپ تفسیر فرماتا ہے اور اسکی بعض آیات بعض کی تفسیر واقعہ ہیں یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں بھی حدیثوں کا محتاج ہے بلکہ صرف ایسے امور جو سلسلۂ تعامل کے محتاج تھے وہ اس سلسلہ کے حوالہ کر دیے گئے ہیں۔ اور ماسوا ان امور کے جسقدر امور ہیں انکی تفسیر بھی قرآن کریم میں موجود ہے ہاں باوجود اس تفسیر کی حدیثوں کے رو سے بھی عوام کے سمجھانے کے لیے جو لائمہ کی گردن میں داخل ہیں زیادہ تر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے لیکن جو اس ہیت میں۔

نہیں بجھ سکتے آپ کا رسالہ شعبہ حق و فیصلہ آسمانی وغیرہ تصانیف اور ہمارا جواب فیصلہ آسمانی وغیرہ پر چھلے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ و ۱۳ ناظرین ملاحظہ فرمائینگے تو اس بیان کی پوری تصدیق و تائید کرینگے۔ ایسے اعتقادات و اخلاق و عبادات و طاعات والے اشخاص انکشاف معارف قرآنی کے محل ہوں تو پھر وہ معارف یقیناً رحمانی نہیں شیطانی ہونگے۔

اور ۳ وصفحہ آئینہ ۔ ان چار میں فقروں میں کادیانی نے عجب روباہ بازی کی ہے۔ اور کید کادیانی کی پوری داد دی اور شتر مرغی کر دکھائی ہے۔ پہلے فقرہ میں اسنے قرآن کا اپنی تفسیر میں محتاج احادیث ہونا بیان کیا ہے۔ دوسرے فقرہ میں اسکو تعامل کا جو احادیث متعاملہ* و سنن متوارثہ میں پایا جاتا ہے۔ محتاج بنایا۔ تیسری فقرہ میں بلا زبان سے حدیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم کیا۔ چوتھے فقرہ میں بجسر حقیقۃً انکا مفسر قرآن ہونا ظاہر کیا۔

اس روباہ بازی و شتر مرغی سے انکا مقصود یہ ہے۔ کہ اگر جانب ثانی نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا ثابت کر دیا تو میں کہونگا کہ میں نے حدیث کو مفسر قرآن ہونے

* یہ کادیانی ہی کے الفاظ ہیں اسکی تحریر مشتہ کا صــ وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

الا المطہرون کا گروہ ہے۔ وہ قرآن کریم کی تفسیرون سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے لیکن اس امر کا زیادہ لکھنا چندان

کب انکار کیا ہے (اور ایسا ہی آپسے وقوع مین آیا ہے نمبر ۲ مین ہمنے حدیث کا مفسر قرآن ہونا بشہادت قرآن و حدیث و آثار ثابت کیا تو اسکے جواب مین اپنی تحریر نمبر ۳ مین آپنے صاف کہدیا کہ مین نے کہان اور کس جگہ کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر نہین الخ) اور اگر جانب ثانی نے اسکا ثبوت پیش نہ کیا تو اس انکار کے ذریعہ سے ان احادیث کو اڑایا جائیگا جنکو تفصیل نزول حضرت مسیح وغیرہ مین پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اسکے اس کلام سے اسکی غرض و مقصود کے مخالف نتیجہ نکال سکتے اور اسکو الزام دے سکتے ہین۔ اسکے پہلے فقرہ کی نظر سے اسکو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر ہونے کا الزام دے سکتے ہین (چنانچہ نمبر ۸ مین ہمسے وقوع مین آیا ہے) اور اسکے تیسرے فقرہ کی نظر سے اسکو حدیث کے مفسر قرآن ہونیکا قائل بناکر اسپر ان احادیث سے الزام قائم کر سکتے ہین جو نزول مسیح وغیرہ مین قرآن کی تفسیر کر رہے ہین۔ فقرہ سوم کے برخلاف دوسرے اور چوتھے فقرہ مین جو کادیانی نے قرآن کا امور غیر متعاملہ مین اپنا مفسر آپ ہونا انمین حدیثون کیطرف محتاج نہونا بیان کیا ہے۔ وہ محض غلط و خلاف واقعہ ہے۔ امور غیر متعاملہ کا بڑا حصہ وہ اعتقادیات ہین جو حالات برزخ اور وقائع حشر و نشر و صفات بہشت و دوزخ مین وارد ہین انکی تفصیل و تفسیر جو احادیث مین وارد ہے۔ اور اہل اسلام کے مختلف فرقون مین وہ اتفاق کے ساتھ مسلم چلے آئے ہین۔ وہ قرآن مین کہین نہین ہین کادیانی وہ تفاصیل و تفاسیر قرآن سے نکالدے تو ہر ایک امر کی تفصیل پر ہمسے پانچ روپیہ انعام لے اور ندامت کے ساتھ ان فقرات (۲ و ۴) کو واپس لے۔

ضروری نہین ضروری امر تو صرف اسی قدر ہے کہ ہر یک حدیث مخالف ہونے کی حالت مین قرآن کریم پر پیش کرنی چاہیے چنانچہ یہ امر ایک مشکوٰۃ کی حدیث سے بہی حسب منشاء ہمارے بخوبی طے ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علیؓ فاخبرتہ فقال او قد فعلوها قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا انها تکون فتنة قلت ما المخرج

کادیانی اور اسکے اتباع نے صرف احادیث متعلقہ نزول مسیح کو ناقابل تفہیم قران بنانے کی غرض سے تفسیر قرآن ہونے کے لیے احادیث متعلقہ اعمال کو مخصوص کیا اور جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو ناقابل تفسیر قرار دیا اور یہ خیال نکیا کہ اس اصول پر جملہ احادیث متضمنہ تفاصیل برزخ وحشر ونشر واحوال جنت واہوال دوزخ مہمل ابکار ہو جائے گی۔ افسوس صد افسوس۔

سلہ ۔ اس بات مین جو کچھ آپنے لکہا ہے وہ کونسا ضروری امر تھا۔ اسکے بیان مین بہی آپنے خروج از اصل بحث ومطلب کیا جسکی یہ سولہوین دفعہ ہے۔

سکہ ۔ مخالفت معلوم وثابت ہو جائے تو پہر عرض کی کیا حاجت ہے۔ عرض تو قائلین عرض کے نزدیک بہی قبل از علم مخالفت وموافقت ہونا چاہیے۔ آپ کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سخن فہمی مین ایسے طاق ہین کہ اپنی کلام کا مطلب بہی نہین سمجہتے اور پہر یہ دعوی کہ الہام وتفہیم الٰہی میری شامل حال ہے اور روح القدس آپکا سپر ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

کادیانی کی کمند ہے اور کانے ہو کر تقلید کرنے والے اور اسکی ان تحریرات مضمونہ سے اسکا ملہم وموید من اللہ ہونا ثابت کرنیوالے اسکو اس قول کو بہی ہتا دیا کہ نمبر ۹۔

منها یا رسول الله قال کتاب الله فیه نبأ ما قبلکم و خبر ما بعدکم و حکم ما بینکم هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبار قصمه الله و من ابتغی الهدی فی غیره اضله الله و هو حبل الله المتین..... من قال به صدق و من عمل به اجر و من حکم به عدل و من دعا الیه هدی الی صراط المستقیم - یعنی روایت ہی حارث اعور سے کہ مین مسجد مین جہان لوگ بیٹھے تھے اور حدیثون مین خوض کر رہے تھے گذرا سو مین یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثون مین کیون لگ گئے - علی کے پاس گیا اور اسکو جا کر یہی خبر دی علی نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ یہ لوگ احادیث کی خوض مین مشغول ہین اور قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہین - مینے کہا کہ ہان - تب علی نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا یعنی دینی امور مین لوگون کو غلطیان لگینگی اور اختلاف مین پڑین گے اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھین گے - تب مین نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے کیونکر رہائی ہوگی - تب آپنے فرمایا کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے رہائی ہوگی اسمین تم سے پہلون کی خبر موجود ہے اور آنے والے لوگون کی بھی خبر ہے اور جو تم مین تنازعات پیدا ہون انکا اسمین فیصلہ موجود ہے - وہ قول فصل ہے ہزل نہین جو شخص اسکو جبار ہوکر اسمین سے ترک کریگا خدا تعالے اسکو ہلاک کرے گا اور جو شخص اسکے غیر مین ہدایت ڈھونڈھے گا اور اسکو حکم نہین بنائیگا خدا تعالی اسکو گمراہ کردیگا

~~ایڈیٹر~~ ~~ریویو~~ - اس حدیث کا ہماری تحریر ہشتم مین کافی جواب دیا گیا ہے - یہان ناظرین اسکے ترجمہ کے الفاظ نمبر ۲ و ۳ و ۴ کو دیکھین کہ انہین احادیث سے احادیث نبویہ مراد نہین ہے اور اس سے یہودی تحریف جو یہودیت کہلاتی ہے اختیار کی ہے اس تحریف سے آپنے وہ نتیجہ نکالا ہے جسکا ذکر حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۱۳۷ مین ہے -

وہ حبل اللہ المتین ہے جسنے اسکے حوالے سے کوئی بات کہی اُسنے سچ کہا اور جسنے اسپر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جسنے اسکے روسے حکم کیا اُسنے عدالت کی اور جسنے اسکی طرف بلایا اُسنے راہ راست کیطرف بلایا رواہ الترمذی والدارمی۔

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث مین صاف اور صریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اس امت مین فتنہ ہوجائیگا اور لوگ طرح طرح کے مذاہب نکال لین گے اور انواع اقسام اختلافات اس امت مین باہم پڑجائینگے تب اس فتنہ سے مخلصی پانے کے لیے قرآن کریم ہی وسیلہ ہوگا۔ جو شخص اسکو محک و معیار اور میزان قرار دیگا وہ بچ جائیگا اور جو شخص اسکو محک قرار نہین دیگا وہ ہلاک ہوجائیگا۔

اب ناظرین انصاف فرماوین۔ کیا یہ حدیث بآواز بلند نہین پکارتی کہ احادیث[1] وغیرہ مین جسقدر اختلافات باہمی پائے جاتے ہین انکا تصفیہ قرآن کریم کے روسے کرنا چاہیے ورنہ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اسلام مین تہتر فرقہ ہوگئے ہین ہر ایک اپنی طرز حدیثین پیش کرتا ہے اور دوسرے کی حدیثون کو ضعیف یا موضوع[2] قرار دیتا ہے۔ چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ

[1] اس نتیجہ کا ماخذ و مولد وہی تحریف ہے جو لفظ احادیث کے ترجمہ مین آپنے کی ہے اور درحقیقت کسی مسلمان کے نزدیک احادیث مین لفظ احادیث نبویہ (جو وحی غیر متلو ہوتی ہے) مراد نہین بلکہ احادیث کے لغوی معنے لوگون کی باتین جو قرآن حدیث کی برخلاف۔ وہ اسوقت کرتے ہین مراد ہین اسکی تفصیل تمہاری تحریر نمبر ۵ مین ہے۔ اور لفظ حدیث کی لغوی معنی تفصیل تشریح حواشی نمبر ۲ و ۳ تحریر نمبر سوم کا دیانی مین مشاعہ اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۳ مین ہوچکی ہے۔

[2] یہ محض غلط و مغالطہ ہے جو اختلافات محمدیہ کے بہتر فرقون نے فرقہ اہلسنت و جماعت کیلیے رد احادیث طرز نبویہ کرنے پر مبنی نہین ہے۔ بلکہ وہ اختلاف احادیث کو چھوڑکر صرف قرآن سے متمسک کرنے پر (جیسا کہ آجکل کادیانی کر رہا ہے) مبنی ہے۔

خود حنفیوں کی بیماری

معتزلہ جو سبائی گناہوں کے لیے شفاعت انبیاء سے منکر ہیں وہ

لابیع فیہ ولا خلۃ
ولا شفاعۃ (البقرہ ع ۳۴)
... استاذن علی ربی فی دارہ
فیؤذن لی علیہ فاذا رأیتہ
وقعت ساجدًا فیدعنی ما شاء
اللہ ان یدعنی فیقول ارفع
محمد راسك وقل تسمع اشفع
تشفع متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ
صفحہ ۴۹۰)
اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمۃ
من قال لا الٰہ الا اللہ خالصًا من قلبہ
او نفسہ رواہ البخاری۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۱)
شفاعتی لاھل الکبائر من امتی
رواہ الترمذی وابوداؤد (مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۴)

اسس انکار پر اُن آیات قرآن سے
تمسک کرتے ہین جنمین قیامت کے دن
شفاعت نہونیکا ذکر ہے اور اگر وہ جناب
مین حدیث کیطرف رجوع کرتے اور اسمین یہ
صاف تصریح پاتے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے اذن سے
شفاعت کرین گے۔ اور آپ کی
شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے
جو مشرک نہو اور آپکی شفاعت آپکی
اُمت یعنی مسلمان گنہگارون کے
لئے ہے۔ تو وہ انکار شفاعت سے
بچ جاتے اور آیات نفی شفاعت کے یہ
معنے کرتے کہ وہ کافرون سے مخصوص
ہین جنکے لیے خدا تعالےٰ اذن شفاعت
نہ دیگا اور نہ انبیاء انکے لئے شفاعت کرینگے۔

شیعہ وغیرہ جو قیامت کے دن دیدار خدا سے منکر ہین وہ اس انکار پر اس آیت قرآن

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک
الابصار (انعام ع ۱۳)

سے تمسک کرتے ہین جسمین مذکور ہے
کہ خدا تعالےٰ کو کوئی آنکھ نہین پاتی اور

وسلم کی

اگر وہ اسباب مین حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اسمین یہ تصریح پاتے کہ تم خدا کو

> قال جرير بن عبد الله كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم اذ نظر الى القمر ليلة البدر فقال اما انكم سترون ربكم كما ترون هذا لا تضامون في رؤيته (بخاری ص)

ایسا دیکھوگے جیسا چودھوین رات کے چاند کو دیکھتے ہو جسکے دیکھنے مین اسمین تم ازدحام نہین کرتے تو خدا کے دیدار کے قائل ہوجاتے اور اس آیت کے یہ معنے کرتے کہ دنیا کی آنکھین خدا کو نہین دیکھتی یا اسکے کُنہ کو نہین پا سکتین۔

خوارج جو گناہ کے سبب مسلمانون کو کافر کہتے ہین تو وہ اس تکفیر پر اس آیہ

> ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها۔
> (نساء ع ۱۳)

قرآن سے تمسک کرتے ہین جسمین ذکر ہے کہ جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا۔

اور اگر وہ اسباب مین حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اسمین یہ تصریح پاتے

> قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن ذرة من خير۔ فقال ابو عبد الله قال ابان حدثنا قتادة حدثنا انس عن النبي صلعم من ايمان مكان خير (بخاری ص)

کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہیگا اور اوسکے دل مین ذرہ کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکالا جائیگا اور بہشت مین داخل ہوگا تو وہ مومن کو گناہ کے سبب کافر خارج از ملت نہ کہتے اور اس آیت کے معنے وہ یہ کرتے کہ جو شخص مومن کو اسکے مومن ہونے کی نظر سے مارے اور ایمان کو برا سمجھے وہ ہمیشہ آگ مین رہیگا۔

تحقیق

معتزلہ جو الہامات وغیرہ کرامات اولیا سے منکر ہین تو وہ اس انکار پر اس

> ولا یظہر علی غیبہ احدًا الا
> من ارتضی من رسول فانہ یسلک
> من بین یدیہ ومن خلفہ رصدًا
> (سورۃ الجن ع ۲)

آیہ قرآن سے تمسک کرتے ہین جسمین
بیان ہے۔کہ خدا تعالےٰ اپنے غیب پر
بجز رسول کسیکو مطلع نہین کرتا۔
اور اگر وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے
اور انہین بہت سے مواقع مین غیر نبی کا بعض امور غیب پر خدا کی طرف سے مطلع کیا جانا
(جیسے حضرت عبد اللہ والد جابر کا جنگ احد مین سب سے پہلے اپنے شہید ہونے پر مطلع
ہونا یا حضرت عمر کا کئی منزلون کے فاصلہ سے حضرت ساریہ کے جنگ مین بے موقعہ
کھڑا ہونے کو دیکھ لینا وغیرہ وغیرہ) اور دیگر برکات وکرامات اولیاء کرام کو دیکھتے

> عن جابر قال لما حضر احد دعانی
> ابی من اللیل فقال ما ارانی الا مقتولًا
> فی اول من یقتل من اصحاب النبی صلعم
> وانی لا اترک بعدک اعز علی منک
> غیر نفس رسول اللہ صلعم وان علی
> دینا فاقض واستوص باخواتک خیرا
> فاصبحنا فکان اول قتیل رواہ البخاری
> وعن ابن عمر ان عمر بعث جیشا وامر
> علیہم رجلا یدعی ساریہ فبینما عمر یخطب
> فجعل یصیح یا ساری الجبل فقدم رسول

تو الہامات وکرامات اولیاء اللہ کے
قائل ہو جاتے اور اس نفی کو جو آیہ سے
مفہوم ہوتی ہی اس حالت وکیفیت
پر جس سے انبیاء مطلع کئے جاتے ہین
یعنی وحی بحراست ملائکہ پر محمول کرتے
اسکے نظائر اور بہت ہین جنسے
معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ہا سے ضالہ سے
جو فرقہ گمراہ ہوا ہے وہ اسی سبب سے گمراہ
ہوا ہے کہ اس فرقہ نے حدیث شارح قرآن
کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کیا ہے

احادیث

من الجیش فقال یا امیر المؤمنین لقینا
عدونا فہزمونا فاذا بصائح یصیح یا
ساریۃ الجبل فاسندنا ظہورنا الی الجبل
فہزمہم اللہ تعالیٰ رواہ البیہقی فی دلائل
النبوۃ - (مشکوۃ ص ۵۴۶ و ۵۴۸)

اور انکے مقابلہ مین فرقہ اہلسنت وجماعت
اس ضلالت سے اسی سبب سے بچے
رہے۔ کہ وہ قرآن مسائل مین احادیث
کیطرف رجوع کرکے قرآن کا وہ مطلب
سمجھتے ہین جو اسکے شارع ومفسر احادیث
سے ثابت ومفہوم ہوتا ہے اور وہی مطلب قرآن اس بہت کی سلف صحابہ کی جماعت
نے سمجھا ہے۔ اور اس وجہ سے اس فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت رکہا گیا ہے۔
اس نام مین سنت سے مراد آنحضرت کا قول وفعل وتقریر ہے جسکا دوسرا نام حدیث
قولی وفعلی وتقریری ہے اور جماعت سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جنکے اقوال افعال وتقریرات
کتب حدیث مین مروی ہین۔

اس بیان سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسوقت اور آئندہ بہی اس ضلالت سے
وہی شخص بچیگا جو ذوالوجوہ آیات قرآن کا مطلب حدیث صحیح سے سمجھیگا اور جو شخص احادیث
کو چہوڑ کر ایسی آیات کا مطلب اپنے فکر نارسا و فہم نارسا سے کچہہ قرار دیگا وہ یقیناً گمراہ
ہوگا اور سیدہا جہنم کو جائیگا۔

اسی نظر سے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا ہے چنانچہ سنن دارمی مین

عن عمر بن الخطاب قال انہ سیاتی ناس
یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم
بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ
وعن سعید بن جبیر انہ حدث یوما

آیا ہے۔ کہ جو لوگ قرآن کی متشابہ آیتین
پیش کرین انکو احادیث سے پکڑو کیونکہ
حدیث والے قرآن خوب جانتے ہین۔
اور سعید بن جبیر نے ایکدن ایک حدیث

پرکھ قدر

بحديث عن النبي صلعم فقال رجل في كتاب الله ما يخالف هذا قال لا اراني احدثك عن رسول الله وتعرض فيه بكتاب الله كان رسول الله صلعم اعلم بكتاب الله منك (دارمی [illegible] ۲۵)

بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن مجید حدیث کا خلاف ہو تو پھر اونہوں نے فرمایا میں آن حضرت کی حدیث پڑھتا ہوں اور تو اسکے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے رسول اللہ (جنہوں نے یہ حدیث فرمائی ہے) تجھ سے بڑھ کر قرآن جاننے والے تھے یعنی یہ حدیث مخالف قرآن ہوتی تو آپ نہ فرماتے۔

اور اسی طرح سے امت محمدیہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے [illegible] شعرانی منہج

اجمعت الامة على ان السنة قاضية على كتاب الله۔ (منہج شعرانی)

میں نقل کیا ہے کہ سنت کتاب اللہ کے واسطے فیصلہ کرنے والی ہے

اور حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس حدیث پڑھی جا رہی تھی۔ ایک شخص

دخل عليه مرة رجل والحديث يقرأ عنده فقال الرجل دعونا عن هذه الاحاديث فزجره الامام اشد الزجر وقال لولا السنة ما فهم احدنا القرآن۔ (میزان کبری صفحہ ۶۳ ج ۱)

(کادیانی کا کوئی بھائی ہوگا) نے ان [illegible] اور کہنے لگا ان احادیث کو چھوڑو تس پر حضرت امام ابو حنیفہ نے اوسکو سخت جھڑکا اور فرمایا کہ حدیث نہ ہوتی تو ہم قرآن نہ سمجھتے۔

کادیانی نے جو اس وقت قرآن قرآن کہکر لوگوں کو حدیث سے مستغنی ہونے کا اعتقاد کر رہا ہے اور مقلد و جہلاء فرقہ اہلحدیث کو دام میں لا رہا ہے تو اس کا اصل مقصود یہی ہے کہ لوگ قرآن کی ذو الوجوہ آیات کو جو معنے چاہیں کریں اور اصلی دین قدیم صراط مستقیم کو جسپر اہلسنت وجماعت کو چلنے کی توفیق ملی ہے چھوڑ کر ملحد و مرتد

اعتراض ہین. تو اس حالت بین کون فیصلہ کرے ماآخر قرآن کریم ہی ہے. کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندون کو بچاتا ہے. اور اسی عروہ وثقیٰ کے پنجہ سے اسکو سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہین.

اور آپنے جو یہ دریافت فرمایا ہے. کہ اس مذہب مین تمہارا کوئی دوسرا ہمخیال بھی ہے. تو آمین یہ عرض ہے. کہ تمام لوگ[ع] جو اس بات پر ایمان لاتے ہین کہ قرآن کریم درحقیقت حکم اور رہنما اور امام اور مہیمن اور فرقان اور میزان ہے وہ سب میرے ساتھ شریک ہین. اگر آپ قرآن کریم کی ان عظمتون پر ایمان لاتے ہین تو آپ بھی شریک ہین. اور جن لوگون نے حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت [illegible] علیہ وسلم

عہ جماعت بہت کم ہے کم اہل بدعت وضلالات تو بنین ورنہ درحقیقت اسکو قرآن سے کوئی اعتقاد نہین ہے قرآن کو وہ سچا اور لائق اتباع سمجھتا تو اسکی متعدد آیات [illegible] معجزات مسیح وغیرہ کو صرف عقل کے مخالف سمجھکر کیون ترک کرتا (فتوی علماء ہندوستان و پنجاب ملاحظہ ہو - جواشاعۃ السنہ نمبر ۴ و ۵ وغیرہ جلد ۱۳ مین ہے

سلہ - محض کذب صریح و مغالطہ ہے. حنفیہ کی مخالفت احادیث بخاری سے وجوہ اجتہادیہ پر مبنی ہے (چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۲ مین مفصل بیان ہوا ہے) قادیانی مین کچھ شرم حیا ہے تو بتادے کہ علماء حنفیہ کو بخاری کی کس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے. اور وہ کیا ہے.

سلہ - یہ بھی محض کذب و صریح مغالطہ ہے قرآن مجید کو عام مسلمان حکم. رہنما. مہیمن فرقان وغیرہ جانتے ہین مگر خاص کران باتون مین کہ فیصلہ کیلیے جو لوگ اپنی رائے سے کرین اسمین انکا باہم خلاف ہو نہ حدیث صحیح نبوی مسلم الصحت کی صحت پرکھنے کیلیے جو وحی غیر متلو کہلاتی ہین اور وہ ہمیشہ موافق و مثل قرآن ہوتی ہے نہ مخالف قرآن -

آپ باربار یہ دعوی قلم مین لاتے ہین تو ہمکو بھی باربار اسکا یہی جواب دینا پڑتا ہے.

سلہ - اسوقت مین یہ بیان نہین ہے کہ حدیث صحیح کو فقط بجز ذریعہ قرآن نجات ممکن نہین

فرمایا ہے کہ ایک فتنہ واقعہ ہونیوالا ہے اس سے خروج بجز ذریعہ قرآن کریم ممکن نہین وہ لوگ بہی میرے ساتھ شریک ہین اور عمرؓ فاروق جنسے کہا تہا حسبنا کتاب اللہ وہ بھی میرے ساتھ شریک ہین اور دوسرے بہت سی اکابر ہین جنکے ذکر کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہون۔

تفسیر حسینیؒ مین زیر تفسیر آیت وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ لکہا ہے کہ کتاب تیسیر مین شیخ محمدؒ بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے۔ کہ ایک حدیث مجہے پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کچھ مجہ سے روایت کرو اوسکو پہلے کتاب اللہ پر عرض کر لو۔ اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ حدیث میری طرف سے ہو گی ورنہ نہین۔ سو مین اس حدیث کو کہ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ قرآن سے مطابقت کرنا چاہا اور تیس سال اس بارے مین فکر کرتا رہا۔ تو مجہے یہ آیۃ ملی وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اب چونکہ آپنے فرمایا تھا کہ پہلو مین سے کسی ایک کا تو نام لو۔ جو قرآن کریم کو محک ٹہراتا ہے۔ سو مینے بحوالہ مذکورہ بالا ثابت کر دیا۔ تو اب آپکو ضد چھوڑ کر مان لینا چاہیے۔

یہ مطلب آپنے لفظ حدیث کے معنے مین تحریف والحاد اختیار کرکے نکالا ہے۔ لہذا احادیث کے بیان کرنیوالے (گو کیسے ہی قوی یا ضعیف ہون) آپکے ساتھ نہین ہین۔

۱۔ حضرت عمر فاروقؓ کے قول مذکور کے یہ معنی نہین کہ حدیث چھوڑ کر قرآن کافی ہے (چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۴ مین اسکی تفصیل ہوئی ہے) لہذا حضرت عمرؓ بہی آپکے ساتھ نہین ہین۔

۲ و ۳ و ۴ و ۵۔ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ طوسی نے نہ حدیث مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ کی صحت لفظی کو قرآن سے پرکہا ہے۔ اور نہ اسکو عام اصول ٹہرایا چنانچہ تحریر نمبر ۴ مین بہ تفصیل ثابت کیا گیا ہے۔ لہذا یہ دونو صاحب بہی آپکے موافق نہین ہین اور انکے فعل و قول سے آپکا مذہب ثابت نہین ہوتا۔ اب آپ ہی کو مناسب ہے کہ اپنی ضد چھوڑ دین۔

اور صاف ظاہر ہے۔ کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں جو سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں صرف ظن یا شک[1] کے درجہ پر ہیں فن حدیث کی تحقیقاتیں اُن کو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں[2] پہونچا سکیں اس صورت میں اس محک مقدس سے انکی تصحیح کے لیے مدد نہ لیں۔ تو گویا ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ حدیثیں صحت کاملہ کے درجہ تک پہونچ سکیں۔

میں متعجب ہوں کہ آپ اسبات کے ماننے سے کیوں اور کسی وجہ سے رُکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی احادیث کے لیے محک و معیار ٹھہرایا جائے کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے کچھ شک[3] میں ہیں۔

آپ اسبات پر زور دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ اب انکو بہر حال آنکھیں بند کر کے صحیح مان لینا چاہیے۔ لیکن میں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ اجماع کن لوگوں نے کیا ہے اور کس وجہ سے واجب[4] العمل ہو گیا ہے۔

سلہ۔ شک کے لفظ کو ناظرین دیکھیں اور ہر جملہ احادیث پر (جنمیں صحیحین داخل ہیں بلکہ وہ خاص کر مقصود بالحکم ہے) آپکے شکی ہونے کا حکم لگانے کو ملاحظہ فرماویں۔ یہ صحت صحیحین پر آپکا دوسرا حملہ ہے۔

سلہ۔ وہ تحقیقاتیں مثبت صحت کامل نہیں تو پھر موافقت قرآن جو ایک موضوع حدیث کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ انکو کامل صحت تک کیونکر پہنچا سکتی ہے۔

سلہ۔ یہ آپ لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ورنہ آپ خوب جانتے ہیں۔ اور پرچہ نمبر ۵ میں مان چکے ہیں کہ ہمکو قرآن کی خوبیوں کی تسلیم میں کچھ شک نہیں بلکہ اسکا اقبال ہے (آپکی تحریر نمبر ۵ اور ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو)۔

سلہ۔ حدیث صحیحین کے واجب العمل ہونے کو آپ بدلائل مان چکے ہیں [illegible]

دُنیا مین حنفی لوگ پندرہ کروڑ کے قریب ہین وہ اُس اجماع سے منکر ہین۔
ماسوا اسکے آپ صاحبان بھی فرمایا کرتے ہین کہ حدیث کو بشرط صحت ماننا چاہیے
اور قرآن کریم بغیر کسی شرط کے ایمان لانا فرض ہے اب اگرچہ آپ ساہبات پر تو ہمارا ایمان
ہے کہ جو حدیث ثابت ہو جائے وہ واجب العمل ہے لیکن آپ ساہبات پر ہم کیونکر ایمان
لے آوین کہ ہر ایک حدیث بخاری و مسلم کی بغیر کسی شک و شبہ کے واجب العمل ماننی
چاہیے یہ وجوب کس سند شرعی یا نص صریح کے پیدا ہوتا ہے کچھ بیان تو کیا ہوتا۔
تفسیر فتح العزیز مین زیر تفسیر آیۃ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کے

وغیرہ مین جلی لکھ سے کہہ چکے ہین کہ مین صحیحین کو مانتا ہون۔ بخاری کو اصح الکتاب بعد
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
سکتا ہے یا اور اسکا اثبات تمہارے کلام گذشتہ عم ولی قرار ہو سکتا ہے یا ہرگز نہین۔

۲۲۲ ۔ ان مغالطات کا مفصل جواب گذشتہ نمبر مین دیا گیا ہے۔

۲۲۳ و ۲۲۴ ۔ یہ آپکا بخاری و مسلم کو شک و شبہ کہنا اور انکے واجب العمل ہونے پر ایمان نہ لانے کا
اقراری ہونا۔ صاف یقین دلاتا ہے کہ جو کچھ تمہارے کلام گذشتہ ۲۲۱ وغیرہ مین آپنے
وجوب عمل کا اقرار کیا ہے وہ منافقانہ اقرار ہے اور درحقیقت آپ اون کتابون کی
جملہ حدیثون کو واجب العمل نہین سمجھتے اور وجوب عمل کے قائل ہونے کو ایک غلط
و بے دلیل امر جانتے ہین۔ یہ صحیحین پر آپکا اٹھارہوان حملہ ہے۔

---

۱۴۸ مکرر

لکھا ہے۔ کہ چنانچہ عبادت غیر خدا مطلق شرک کفر ست اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر ست[سلہ] و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ربقہ تقلید او در گردن اندازد و تقلید او لازم شمارد با وجود ظہور مخالفت حکم او بحکم او تعالےٰ۔

اور مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم بھی اپنے ایک خط[سعہ] مین جو آپ ہی کے نام تہا جو لاہور کی گول سڑک کے باغ مین آپنے مجھے دیا تھا قرآن کریم کی نسبت چند سطرین اسی امر کی تائید مین لکھتے ہین اور وہ یہ ہین۔ کہ فقیر را از ابتدا رحال میلان بکلام رب عزیز بود

حاشیہ نمبر ۱۹

سلہ ۔ یہ کہلا کہلا اشارہ ہے کہ محدثین کی تقلید بے دلیل سے احادیث صحیحین کو صحیح ماننے والے کافر ہین۔ کیونکہ وہ اس تسلیم صحت مین غیر خدا کی اطاعت کرتے ہین۔ جسمین حکم خدا یعنی قرآن کی مخالفت پائی جاتی۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثین مخالف قرآن ہین۔ یہ بخاری و مسلم پر کادیانی کا انیسوان حملہ ہے۔ جسمین اسنے بخاری و مسلم کی صحیح ماننے والون کو بہی شامل کر لیا ہے۔

کادیانی کو اہلحدیث جاننے والو!۔ اب تو کادیانی کی اتباع سے دست بردار ہو جاؤ ورنہ تمکو تسلیم صحت صحیحین کے سبب اپنا کافر ہونا ماننا پڑیگا۔ یا بخاری و مسلم کی تسلیم صحت سے دست بردار ہونا۔

سعہ ۔ حضرت شیخنا و مولانا عبد اللہ غزنوی مرحوم کے خط مین یہ تصریح کیا اشارہ بہی پایا نہین جاتا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث صحیح منسوخ نہین داخل ہے صحیحین کو اور دوسری کتب کی حدیث احادیث صحیحہ کو وہ نصب العین رکہتے۔ اور مدت العمر اپنا دستور العمل بنائے ہوئے تہے۔ کسی حدیث صحیحین کو انہون نے مخالف قرآن قرار دیکر منسوخ مین کبہی داخل نہین کیا۔ یہ امر انکے احباب و اصحاب و اولاد مین سے کسی نے نقل نہین کیا۔ کادیانی نے (جو انکی فیض صحبت سے محروم رہا ہے) خاکسار کے ذریعہ انکا یہ خط پاکر انپر افترا کیا ہے۔

ودعا کردم کہ یا آلہ العالمین دروازہ ہائے کلام خود برین عاجز باز کنید۔ تا لہاشد مصیبت بسیار شد تا بحدے کہ ہر جا کہ میر فتم بلوا میشد ودل تنگ شدہ ناگاہ القا شد قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاھا۔ بعد ازان رو بقرآن شد وآیاتیکہ درباب بوجہ بقرآن بود القاے شدند اتبعوا ما انزل الیکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء وامثال آن تا بحدے کہ یکے روز دیدم کہ قرآن مجید پیش رویم نہادہ شد والقا شد ھذا کتابی وھذا عبادی فاقرء کتابی علی عبادی۔ پس یہ آیۃ کہ مولوی صاحب اپنے القا کی روسے ذکر فرماتے ہین کہ اتبعوا ما انزل الیکم کیسی فیصلہ کرنے والی آیت ہے۔ جس سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کیطرف ہونی چاہیے پہر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث یا قول کو من دونہ مین داخل دیکھے تو اس سے مونہہ پہیر لیوے۔

پہر آپ مجہسے دریافت فرماتے ہین بلکہ مجہے الزام دیتے ہین کہ مینے مسلم کی حدیث کو اس وجہ سے ضعیف ٹہرایا ہے کہ بخاری نے اسکو چہوڑ دیا ہے۔ اسکے جواب مین میری طرف سے یہ عرض ہے۔ کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے اور اوسکا ضعیف ہونا اور بات اور چونکہ دمشقی حدیث ایک ایسی حدیث ہے جو اسکے متعلق کی حدیثین بخاری نے اپنی کتاب مین لکہی ہین مگر اس طولانی حدیث کو چہوڑ دیا ہے۔ اسلیے بوجہ تعلقات خاصہ اس حدیث کی جو دوسری حدیثون سے ہین یہ شک ہرگز نہین ہوسکتا۔ کہ بخاری صاحب اس حدیث کے مضمون سے بے خبر رہے ہین بلکہ ذہن اسی بات کیطرف انتقال کرتا ہے کہ انہون نے اپنی رائے مین اسکو ضعیف

ش۔ ہماری تحریر نمبر ۲ مین تفصیل ثابت ہے کہ ضعیف وموضوع ہونا آپکے نزدیک ایک ہے اور آپ مسلم کی اس حدیث کو موضوع جانتے ہین۔

قرار دیا ہے سو یہ میری طرف سے ایک اجتہادی امر ہے اور مین ایسا ہی سمجھتا ہون
انکو موضوع ہونے سے کچہ تعلق نہین اور یہ بحث اصل بحث سے خارج ہے۔ اسلیے مین
اسمین طول دینا نہین چاہتا۔ آپکا اختیار ہے جو چاہین رائے قائم کرین پڑہنے والے
خود میری اور آپکی رائے مین فیصلہ کرلینگے میرے پر اس امر کا کوئی الزام عائد نہین ہوسکتا
اور پہر آپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ کا حوالہ دیکر ناحق ایک طول اپنی کلام کو دیا ہے
میری اس تمام کلام کا ہرگز یہ مطلب[1] نہین ہے۔ کہ مینے فیصلہ کے طور پر کسی حدیث مسلم
یا بخاری کو موضوع قرار دیدیا ہے بلکہ میرا مطلب صرف تناقض کو ظاہر کرنا ہے اور یہ دکہلانا
ہے کہ اگر تناقض کو دور کیا جائے تو پہر دو طور کی حدیثون مین سے ایک کو موضوع ماننا پڑیگا
سو میرے اس بیان مین فیصلہ کے طور پر کوئی حکم قطعی نہین کہ درحقیقت بلاریب [illegible]
حدیث موضوع ہے بلکہ میرا تو ابتدا سے مذہب یہی ہے کہ اگر حدیث کی قرآن کریم سے کسی
طور سے تطبیق نہوسکے تو وہی حدیث موضوع ٹہرے گی یا وہ حدیثین جو سلسلہ تعامل[2] کی متواترہ
حدیثون سے یا جو ایسی حدیثون سے مخالف ہون جو کمی اور کیفی طور پر اپنے ساتہہ کثرت
اور قوت رکہتی ہین وہ موضوع ماننی پڑے گی۔ اگر مین کسی حدیث کو مخالف قرآن ٹہراؤن
اور آپ اسکو موافق قرآن کرکے دکہلا دین تو مین اگر فرض کے طور پر اسکو موضوع بہی قرار
دون تب مین عند التطابق اپنے مذہب سے رجوع کرونگا میری غرض تو صرف اسی قدر ہے
کہ حدیث کا قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے۔ ہان اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث

---

[1] یہی مطلب ہے اور آپنے اچہے طور سے احادیث صحیحہ متعلقہ دجال کو موضوع قرار دیا ہے۔
ہماری تحریر نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

[2] احادیث سلسلہ تعامل سے آپ کی مراد وہ احادیث ہین جو متعلق عمل ہین جنمین احادیث متعلقہ
فروعات اختلافی بہی داخل و شامل ہین۔ ایسی احادیث کو باوجود مخالف قرآن قطعی حجت

کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اوسکو بھی تسلیم کرسکتا ہون کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ میرے نزدیک بہتر ہے۔ کہ آپ ان باتون کے ذکر کو جانے دین اور اس ضروری بات پر توجہ کرین کہ کیا ایسی حالت مین جبکہ ایک حدیث صریح قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور سلسلہ تعامل سے باہر ہو تو اسوقت کیا کرنا چاہیے۔ مین آپکو اپنا اعتقاد بار بار ظاہر کرتا ہون کہ مین صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثون کو یون ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہین دے سکتا بلکہ میرا انکی نسبت حسن ظن ہے۔ ہان جو حدیث قرآن کریم کی مخالف معلوم ہو اور کسی طرح اس سے مطابقت نہ کہا سکے مین اسکو ہرگز منجانب رسول کریم یقین نہ کرونگا جب تک کوئی مجکو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہین ہان سلسلہ تعامل کی حدیثین اس سے مستثنےٰ ہین۔ پھر آپ فرماتے ہین کہ قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے مین کوئی علمائے مین سلف مین سے تمہارے ساتھ نہین سو حضرت مین تو حوالہ دے چکا آپ ماننا نہ ماننا آپکے اختیار مین ہے۔

پھر آپ مجھسے اجماع کی تعریف پوچھتے ہین مین آپ پر ظاہر کرتا ہون کہ میرے نزدیک

قوی ماننا۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو (کہ از انجملہ احادیث نزول مسیح و خروج دجال ہین) مخالف قرآن قرار دیکر غیر قطعی قرار دینا آپ ہی کا کام ہے جو نہ قطعی و یقینی کے معنے جانتے ہین۔ نہ تعلقات مراتب احکام و عقائد سے واقف ہین۔ اس امر کی تشریح قادیانی تحریر نمبر ۸ کے جواب مین ہم کرین گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

۴۲۔ مینے آپسے یہ نہین پوچھا کہ آپکے نزدیک اجماع کی تعریف کیا ہے۔ بلکہ یہ تین سوال کئے تھے۔ (۱) تعریف اجماع جو آپنے کی تہی وہ کس کتاب مین ہے۔ (۲) بعض صحابہ کے اتفاق کو اجماع کون کہتا ہے۔ (۳) باقی صحابہ کی سکوت پر نقل کی شہادت کہان ہے۔

آپنے ان سوالات کا جواب کچھ نہ دیا بلکہ سوالات کو ٹہلا دینے کی نیت سے جواب سوالات میر

اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آسکتا ہے کہ جب صحابہ مین سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی راے کو شائع کرین اور دوسرے باوجود سننے اس راے کی مخالفت ظاہر نہ فرماوین تو بھی اجماع ہے اسمین کچہ شک نہین کہ ایسے صحابی نے جو امیر المؤمنین تھے ابن صیاد کی دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کہا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی راے ظاہر کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار نہین کیا اور نہ کسی صحابی نے اور پہر اسی امر کے بارے مین ابن عمر نے بھی قسم کہائی اور جابر نے بھی اور کئی اور صحابیون نے بھی راے ظاہر کی تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہین رہا ہوگا سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے اور کون سی اجماع کی تعریف مجہو آپ دریافت کرتے ہین۔ اگر آپکے نزدیک یہ اجماع نہین تو آپ جسقدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمین کہا کر اسکا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے یا بغیر قسم کے اسبارہ مین شہادت دی ہے دونو قسم کی شہادتین بالمقابل پیش کرین اور اگر آپ پیش نکر سکین تو آپ پر بکل الوجوہ ثابت ہے کہ ضرور اجماع ہوگیا تہا کیونکہ اگر انکار پر قسمین کہائی جائین تو ضرور وہ بھی نقل کیجاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کو سنکر چپ رہنا ہزار اجماع سے افضل ہے اور تمام صحابہ کی شہادت سے کالتر شہادت ہے پہر اگر یہ چہیڑ چہاڑ فضول نہین تو اور کیا ہے۔

پہر آپ فرماتے ہین کہ ابن صیاد کے دجال ہونیکو کب آنحضرت نے اپنی زبان سے ایسا ڈرنا ظاہر فرمایا ہے۔ مین کہتا ہون کہ تمام باتین تصریح سے ہی ثابت نہین ہوتین اشارہ سے بھی ثابت ہوجاتی ہین۔

پہلی باتون کا اعادہ کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ سائل کے اوسکا سوال پہلا دینا اور اسکو دوسری طرف لیجانا آپ ہی کا حصہ ہے۔ مگر یہان سے مصرع "بہر رنگے کہ مے آئی شناسم" انکے مشاق وصادق ہین۔ آپ کی بہول بہلیان یہین ختم ہوئی ہو۔ دیکہو تحریر نمبر ۸ مین آپکے اسرار کی جیسی کیسی خبر لیگئی ہے جس سے آپکی یہ دہوکہ بازی خوب ظاہر ہوتی ہے۔

ستہ جسقدر جو بات آنحضرت کو اشارہ سے ثابت ہو اسکو صریح قول نبوی قرار نہین دیا جاتا اور اسکی نسبت

جس حالت مین صحابی کا یہ قول ہو کہ جبوقت تک آنحضرت ؐ کے بعد دیکھو ابن صیاد کے زندہ رہنے کے بابت سوچتے رہے کہ وہی دجال معہود ہو گا جیسکہ لم یزل کے لفظ سے ظاہر ہے اس صورت مین کوئی دانا خیال کر سکتا ہے کہ اس طول طویل مدّت کا ڈر ایک احتمالی بات تھی اور اس لمبی مدت مین کبھی آنحضرت ؐ نے اپنے مونہہ سے نہین فرمایا تھا جس حالت مین آنحضرت ؐ آپ فرماتے ہین کہ ہر ایک نبی دجّال سے ڈراتا رہا ہے اور مین بھی ڈراتا ہون تو اس صورت مین کیونکر سمجھ آسکتا ہے کہ جو ڈر آنحضرت صلعم کے دلمین مخفی تھا وہ کبھی اس مدت مین کسی صحابی پر ظاہر نہین کیا ماسوا اسکے جب ایک آدمی قال سے ایک بات بیان کرکے اسکا قائل ٹھہرتا ہے ایسا ہی اپنے افعال اور اشارات اور حالات سے اسکو ادا کر کے اسکا قایل قرار پاتا ہے سو

نہین کہا جاتا کہ آنحضرت ؐ نے وہ بات خود فرمادی ہے جیسا کہ آپنے کہا اور رسول اللہ صلعم پر افترا کیا آپکی تحریرات نمبر ۴ و نمبر ۵ - اور ہماری تحریرات نمبر ۵ و ۶ و نمبر ۷ ملاحظہ ہو -

سلہ - دیکھو دجال کا جال - آنحضرت ؐ کے دلمین کس دجال کا خوف تھا اور ماسنے اسکو کس کا خوف بنا دیا - پھر اسکا ظہور لازمی ٹھہرادیا - بیشک آنحضرت ؐ دجال موعود سے ڈرتے اور اس ڈر کا بارہا اظہار کرتے اور لوگون کو اس سے ڈراتے مگر وہ دجال آپکے نزدیک ابن صیاد ہرگز نہ تھا وہ ہوتا تو آپ صاف فرمادیتے کہ یہی ابن صیاد دجّال موعود ہے اس سے مین ڈرتا ہون اور اس سے پہلے انبیا ڈرتے چلے آئے ہین - اور اسکی علامات ایسی بیان نفرمائی جنکا ابن صیاد مین نام و نشان بھی پایا نہ جاتا تھا جیسے اسکے ساتھ آگ و پانی کی نہرین ہونا - اور اسکا ایک آدمی کو قتل کرکے زندہ کر دینا وغیرہ وغیرہ جو نہ صرف صحیح مسلم مین بلکہ صحیح بخاری مین بھی مروی ہین - بلکہ وہ دجال ہے جسکا تفصیلی حال آنحضرت ؐ نے صحیح حدیثون مین فرمادیا ہے ...

[illegible]

سلہ ہان قرار پاتا ہے مگر اس معنے کہ کہ وہ اسکا معتقد ہے اور اس بات کو جائز رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے نہ اس معنے کہ کہ اسنے یہ بات بتصریح کہدے اور فرمادی ہے - اشارہ کو صریح قول قرار دینا تو محض کذب کہلاتا ہے جو آپسے وقوع مین آیا ہے آنحضرت ؐ نے

یہ کونسی بڑی بات ہے جسکی وجہ سے آپ مجکو مفتری قرار دیتے ہین۔ آپکو ڈرنا چاہیے
انسان جو بے وجہ اپنی بھائی کی نسبت تجویز کرتا ہے وہ خدا تعالی کی جناب مین اس
لائق ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا وہی تہمت اسپر کرے۔
خدا تعالی خوب جانتا ہے[1]۔ کہ مجکو پختہ طور پر اس بات پر یقین ہے۔ کہ اگر لمہ یزل کا لفظ
حدیث مین صحیح اور مطابق واقعہ ہے تو اس کا مصداق بجز دنگرانی حالات ہرگز نہین ٹہر سکتا
مثلاً[2] اگر کوئی شخص کہے کہ مین زید کو دس برس سے برابر دیکھتا ہون کہ وہ دہلی مین جانے کا

تو بقول آپکے ابن صیاد کے دجال ہونے کیطرف صرف اشارہ کیا تہا مگر آپ نے اس
کو صریح قول نبوی سے تعبیر کیا اور اپنی تحریر نمبری ۸ مین لکہدیا۔ کہ آنحضرت نے آپ ہی
فرمایا ہے کہ مین اپنی ہٹ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہون اور آپنے ازالہ کے صٓ
مین لکہدیا ہے کہ آنحضرت کبہی فرماتے۔ کہ ہمین اسکے (یعنی ابن صیاد کے) حال مین ابہی شک
وشبہ ہے۔ ان فقرات مین آپکا اشارہ نبوی کو جو آپکے نزدیک (نہ نفس الامر اور
واقع مین) ثابت تہا۔ قول نبوی سے تعبیر کرنا اور اس تعبیر کیلیے اتنی لمبی عبارت از خود
بنا لینا آنحضرتؐ پر افترا نہین تو پہر معلوم نہین افترا کس جانور کا نام ہے۔

[1] ۔ خدا تعالے خوب جانتا ہے کہ آپ کو اپنے جہوٹ بولنے اور آنحضرتؐ پر افترا کرنیکا یقین ہو
گیا ہے۔ مگر آپ اس افترا پردازی کے اقبال سے آپکا منصب دجالیت مانع ہے۔ آپ
یقین رکھتے ہین کہ جنہی اپنے کذب یا غلطی کا اعتراف کیا تو پہر سے دعوی پیغمبری والہام وعصمت
مین فرق آجائیگا۔ اور آپکی دجالیت کا پردہ پہٹ جائیگا۔

[2] ۔ اس مثال اور احتمال کا مفصل جواب ہماری تحریر ہشتم مین
ضمیمہ نمبر ناظرین ملاحظہ کرین۔

ہمیشہ بلا دو د کہتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ زید نے کبھی زبان سے مدت دس برس مین دہلی جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ اور بفرض محال اگر یہ احتمالی امر ہے تو جیسا احتمال اسبات کا ہے کہ زبان سے کچھ نہ کہا ہو یہ احتمال بھی تو ہے کہ زبان سے کہا ہو۔ لیکن لم یزل کا لفظ احتمال کے امر کو دور کرتا ہے۔ ایک مدت تک کسی امر کی نسبت وہ حالت بتائی رکھنا جسکا ادا کرنا زبان کا کام ہے صریح اسبات پر قوی قرینہ ہے کہ اتنی لمبی مُدت مین کبھی تو زبان سے بھی کام لیا ہوگا۔

پھر آپ فرماتے ہین کہ تمہارا یہ کہنا۔ کہ اگر آپ ابن عربی کے مخالف تھے تو کیون ناحق اونکا ذکر کیا باطل ہے کیونکہ میری کلام کے صریح منطوق سے مخالف ہے۔ مین کہتا ہون کہ آپکی کلام کا آپکے ابتدائی بیان مین یہ صریح منطوق ہی پایا جاتا ہے۔ کہ آپ ابن عربی کے مُوَیِّد ہے۔ اگر آپ مُوَیِّد نہیں تو آپنے صحیح بخاری کی حدیث کیون نقل کی ہے جسمین لکھا ہے۔ کہ مُحدَّث بھی نبی کیطرح مرسل ہے۔ اور آپنے کیون محمد اسمٰعیل صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ مُحدَّث کی وحی نبی کیطرح دخل شیطان سے منزہ کیجاتی ہے اگر آپ بخاری کی حدیث کو نہیں مانتے تو گذشتہ راصلوٰۃ ابھی اقرار کرین کہ مین محدث کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ہونیوالی نہیں سمجھتا۔ تعجب ایکطرف تو آپ بخاری بخاری کرتے ہین اور

---

۱۵۲ - تائید صرف الہام و محدثیت کی ثبوت و وجودگی کی ہے نہ اس امر کی کہ ملہم و محدث کا قول دوسرے پر حجت ہوتا ہے اور نہ اس امر کو کہ اگر کسیکو احادیث صحیحہ اتفاقیہ کے برخلاف الہام یا تحدیث ہو تو وہ واقعی محدث اور منجانب اللہ ملہم ہے۔ ایسا شخص تو یقیناً شیطان کا مخاطب ہے۔ ہماری تحریر ہشتم ملاحظہ ہو۔

۱۵۳ - مرد آدمی کبھی تو امام بخاری کا صحیح نام محمد بن اسمٰعیل مونہہ سے نکال۔ اسمٰعیل امام بخاری کے والد کا نام ہے۔ نہ انکے نام کا جز۔ یہ علم و سلوسیت اور یہ دعویٰ پیغمبری و تفہیم الہام الٰہی لاحول و لا قوۃ

ایکطرف اسکے برخلاف چلتے ہین۔ پھر جبکہ آپ کا بخاری پر ایمان ہے کہ اسکی
سب حدیثین صحیح ہین تو اس صورت مین تو آپکو ابن عربی سے اتفاق کرنا پڑیگا۔ کیونکہ
اگر کسی محدث پر یہ کھلجائے کہ فلان حدیث موضوع ہے اور وہ بار بار کی وحی سے
اسپر قائم کیا جائے تو کیا آپ حسب منشا بخاری یہ اعتقاد نہین کرینگے کہ محدث کو وہ
حدیث موضوع مان لینی چاہیے۔ پھر جبکہ آپکا یہ اعتقاد ہے تو مین نے آپ پر کیا افترا کیا
حضرت مولویصاحب آپ ایسے الفاظ کو کیون استعمال کرتے ہین۔ اتقوا اللہ کے
مضمون کو کیون اپنے دلمین قائم نہین کرتے۔ مفتری ملعون اور دین سے خارج
ہوتے ہین۔ اجتہادی طور پر کسی بات کو کسی وجہ سے گو غلط ہی ہی سمجھ لے اور چیز ہے
اور عمداً ایک امر معلوم الحقیقت کے برخلاف کہنا یا مراد رہے۔

آپکے تنقید سوال کی نسبت میرا یہی بیان ہے کہ مین اسطرح سے کہ جیسے حنفی لوگ
امام اعظم صاحب پر محض تقلید کے طور پر ایمان رکھتے ہین بخاری و مسلم پر ایمان نہین رکھتا
اُنکی صحت کو طبعی کے طور پر مانتا ہون اور الغیب عند اللہ کہتا ہون۔ مجھے انکے بارے مین
روئیت کی سند علم نہین۔ پھر اگر کسی حدیث کو مخالف کتاب اللہ پاؤنگا تو بغیر تطبیق اور فیصلہ کے
ہرگز اوسکو قول رسول کریم نہین سمجھونگا گو حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور قرآن کی معیار شرط لگانے
مین پہلے عرض کر آیا ہون اور سب کچھ بیان کر چکا ہون حاجت اعادہ نہین۔ ہر نقطہ خاکسار غلام احمد

سکہ۔ اجتہاد نہین صریح کذب ہے افترا ہے خصوصاً ان حالات مین کہ غلطی بتائی جاتی ہے پھر آپ نہین مانتے۔

ضہ۔ اگر نفس صحت کہان ہے آپ تو صحت صحیحین کو شکوک و مشتبہ قرار دے چکے ہین [illegible]

قہ۔ حدیث صحیحین کی قرآن سے مخالفت تجویز کرنا اور اس شرط سے اسکی قول رسول ہونے سے انکاری ہونا اسکی
مستلزم ہے کہ حدیث صحیحین سب کی سب صحیح نہین اور یہ صحیحین پر آپ کا بے ایمان ہونا ہے۔

شہ۔ کیون منہ ایک تو آپنے کسی بات کا اعادہ نہین کیا۔ غورم شرم شرم۔ اس جواب مین آپنے کونسی
نئی بات کہی ہے جو پہلے جوابات مین نہو۔ اب بھی اعادہ ہی نہین بلکہ [illegible] ہے تو کہیے اور
بھی خبر لیجیے۔

۲۱ جولائی

تحریر نمبر ہشتم از جانب خاکسار

سنہ

افسوس۔ آپنے پہر بھی میرے اصل سوال کا جواب صاف اور قطعی نہ دیا* اور نفرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث جملہ صحیح ہیں یا جملہ موضوع یا مختلط یعنی بعض صحیح ہیں بعض موضوع۔ باوجودیکہ میرا سوال آپنے شروع تحریر مین نقل دیا۔ جس سے یہ گمان کہ آپنے مطلب سوال نہ سمجہا ہو رفع ہو گیا۔ ہر چند آپنے یہ بات تصریح کہدی ہے۔ کہ "اگر مین کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو کتاب اللہ کے موافق نپاؤنگا تو اوس کو موضوع قرار دونگا کلام رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ سمجہونگا اور اپنے پرچہ نمبر ۴ مین آپ صاف کہہ چکے ہین کہ ان کتابون کے وہ مقامات جنمین تعارض ہے تحریف سے خالی نہین" مگر اس مین یہ تصریح نہین ہے کہ صحیح بخاری

---

* ۔ مرزا صاحب کے جوابات ہمارے سوالات کے متعلق ... جو مرزا صاحب نے دیا ہے سنو تو اسکی نظیر مین ایک چشم دید حکایت بیان کی اس حکایت کو اس مقام مین نقل کرنا لطف سے خالی نہین۔ رئیس مذکور نے بیان کیا کہ ایک رسالہ کی ایک کمان افسر یورپین صاحب تہے جو رات کو دو گہنٹہ دربار کرتے۔ اور اسمین اپنی نوع کے معروضات اور رسالے کے پوشیدہ واقعات سنتے۔ ایک دن ایک سوار کی اونٹنی کہو ئی گئی۔ صاحب کمان افسر کو یہ حال معلوم ہوا تو انہون نے رات کے دربار مین سوار اونٹنی کے مالک سے کہا۔ کہ سوار صاحب اس واقعہ کے متعلق مجہے آپ صرف تین باتون کا جواب دین اور کچہ نفرماوین۔ یہ اس لیئے کہدیا تہا کہ صاحب بہادر کو اس بات کا علم تہا کہ سوار صاحب بیہودہ باتونی ہین وہ مطلب کی بات کا جواب جلد نہ دینگے۔

و صحیح مسلم مین ایسی کوئی حدیث ہے یا نہین جسکو آپ اس اصول کی شہادت سے موضوع قرار دیتے ہین۔ اور طرفہ یہ کہ ان مقامات ازالۃ الاوہام مین جو میرے پرچہ نمبری (۸) مین منقول ہوئے ہین۔ آپ صحیحین کی بعض احادیث کو موضوع قرار دے چکے ہین۔ مگر اب پرچہ نمبر ۷ مین اس سے انکار کرتے اور یہ فرماتے ہین کہ "جو کچھ مینے وہان کہا ہے شرطیہ طور پر کہا ہے کہ بشرط تعارض و عدم موفقت و مطابقت وہ احادیث موضوع ہین۔ میرا وہ قطعی فیصلہ نہین ہے"

باوجودیکہ ان مقامات مین آپنے یہ شرط نہین لگائی۔ بلکہ اُن احادیث کا باہم تعارض خوب زور سے ثابت کیا اور پہر اونکو موضوع قرار دیا ہے۔ آپکو پہلے اصل سوال کا جواب نہ دینے اور ازالۃ الاوہام کی تصریحات مذکورہ پرچہ نمبرے سے انکار کرجانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ اس سوال کے دونو شق جواب مین پہنستے ہین۔ اور کوئی شق قطعی طور پر اختیار نہین کرسکتے اگر آپ یہ شق جواب اختیار کرین کہ وہ احادیث سب کی سب صحیح ہین تو اس سے آپ پر سخت مصیبت عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

وہ تین باتین یہ تہین کہ اونٹنی کس پڑاؤ پر کہوئی گئی اور کس تاریخ اور کسوقت۔ سردار صاحب نے یہ تمہید شروع کی کہ حضور وہ اونٹنی مینے ۲۵ روپے کو خریدی تہی اور اوسکے ۵۰ روپے ملتے جاتے تہے۔ صاحب نے کہا سردار صاحب مینے یہ بات آپسے نہین پوچہی جو مینے پوچہا ہے اوسکا جواب دین۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ حضور وہ اونٹنی مینے بیکانیر کی منڈی سے خریدی تہی۔ اسپر صاحب بہادر نے فرمایا کہ سردار صاحب یہ میرے سوال کا جواب نہین ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دین۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہان حضور جواب دیتا ہون وہ اونٹنی سو کوس روز چلتی اسپر صاحب نے پہروہی عذر کیا کہ سردار صاحب عذر تکلیف نکرین صرف میری سوالات کا

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث آپکے عقائد مستحدثہ جدیدہ کے صریح
خلاف ہین۔ ان احادیث کو صحیح مانکر آپکا کوئی عقیدہ جدیدہ قائم و ثابت نہین
رہ سکتا۔ اس وجہ سے آپنے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ احادیث صحیحین کو بلا
وقفہ و نظر صحیح تسلیم کرنا اندہا پن اور تقلید بلا دلیل ہے۔ اور اگر آپ یہ شق جواب
اختیار کرین کہ احادیث صحیحین سب کی سب موضوع ہین یا ان جملہ بعض صحیح اور بعض
موضوع ہین تو اس سے عام اہل اسلام اور خصوصاً اہل حدیث جنکے بعض عوام آپکے
پنجہ یا دام مین پھنس گئے ہین آپ سے بد اعتقاد ہوتے ہین اور کفر یا فسق اور بدعت
کا فتوا ے لگانے کو تیار ہوتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف اور
قطعی جواب نہین دیتے۔ صرف شرطی طور پر کہتے ہین کہ اگر کتاب بخاری و مسلم
کی احادیث کو موافق قرآن نہ پاؤنگا تو مین انکو موضوع قرار دونگا ورنہ مجھے بخاری مسلم
سے حسن ظن ہے۔ مین خواہ مخواہ یعنی قبل از وقت و بلا ضرورت انکی احادیث کو
موضوع قرار دینا ضروری نہین سمجھتا۔ ضرورت ہوگی یعنی قرآن سے انکی موافقت نہوسکی
تو موضوع قرار دونگا۔

ہر چند آپ کے اس شرطی جواب پر پھر مجھے حق و اختیار ہے کہ مین آپ سے اس
سوال کے جواب کا مطالبہ کرون۔ و لیکن اب میری یہ امید کہ آپ میرے سوال کا جواب
دین گے قطع ہو گئی ہے۔ اور مین یہ بھی بیان کرچکا ہون کہ میرے اس مطالبہ پر بھی
آپ ۲۶ صفحہ یا اس سے دو چند ۵۲ صفحہ مین ایسی ہی لایعنی اور فضول باتونکا

جواب دین۔ اس پر بھی بٹالوی صاحب نے اون تینون سوالون کا کوئی
جواب نہ دیا۔ اور اپنی اوقات کی تاریخ عمری شمار کرنا شروع کیا یہانتک
کہ دربار کا وقت مقرری گذر گیا۔ اور تینون سوالات ثلثہ کا جواب
نہ دیا۔

اعادہ کرین گے جو اسوقت تک مکرر سہ کرر تحریر کر چکے ہین جن سے آپ کا تو یہ فائدہ ہے۔ کہ آپکے مرید حاضر مجلس یہ کہینگے اور کہہ رہے ہین کہ سبحان اللہ ہمارے حضرت مسیح اقدس کسقدر طولانی تحریرات کرتے ہین اور کتنے صفحہ کاغذات پہ کرتے ہین۔ اور بہتیری آیات قرآن تحریر فرماتے جاتے ہین اور یہی فائدہ اس تحریر سے آپکے پیش نظر ہے۔ مگر میرے اوقات کا کمال حرج ہے مجھے اس بحث کے علاوہ اور بہی بہت سے اہم کام دامن گیر ہین۔ لہذا اب مین آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ نہین کرتا۔ اور ناظرین وسامعین کو آپ کی طولانی تحریرات کے وہ نتائج بتانا چاہتا ہون۔ جن نتائج کے جتانے کی غرض سے مین ابتک آپ کے جواب پر نکتہ چینیان کرتا رہا ہون۔

میرا یہ مقصود نہوتا تو جو بات مین آپکے پرچہ نمبر ۳ کے جواب مین لکھ چکا تھا۔ کہ آپنے قبولیت حدیث کی شرط بتائی ہے۔ مگر یہ ظاہر نہین کیا۔ کہ یہ شرط احادیث صحیحین مین پائی جاتی ہے یا نہین۔ و بناءً علیہ وہ احادیث صحیح ہین یا نہین۔ اسی پر اکتفا کرتا۔ اور اسیکے جواب دینے پر آپکو مجبور کرتا۔ اور دوسری کوئی بات آپ کی نہ سنتا کیونکہ ہر شخص جسکو فن مناظرہ سے ادنیٰ مس ہو یہ بات سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب کوئی اپنے مناظر و مخاطب سے اصول تسلیم کرانا چاہے۔ و بناءً علیہ کوئی اصول پیش کرکے اوس سے دریافت کرے کہ آپ اس اصول کو مانتے ہین یا نہین تو اوسکے مخاطب کا فرض صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اوسکو تسلیم کرے یا اوس سے انکار کرے اس سے زیادہ کسی اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم کی وجہ بیان کرنا اوس کا فرض نہین ہوتا۔ ایسی صورت مین اوداوسیوقت ہوتا ہے جبکہ اوسکا مقابل صاحب تمہید اسکی تسلیم یا عدم تسلیم کے خلاف کا مدعی ہو اور اپنے مہدہ اصول پر دلائل قائم کرے۔

آپنے میرے اصول کی نسبت تسلیم یا عدم تسلیم تو قطعی طور پر ظاہر نہین کی مگر ان

خاص خاص فرقون یا شہرون یا اشخاص کا تعامل ہے۔ اور اس تعامل کو آپ قطعی صحت کی دلیل سمجھتے ہین تو آپ پر سخت مصیبت پڑیگی۔ کیونکہ یہ تعامل خاص ہرایک قوم و شہر و مذہب کا باہم مختلف ہے۔ یہ موجب یقین ہو تو چاہیئے۔ کہ جملہ احادیث مختلفہ جنپر یہ تعامل ہائی خاص خاص پائے جاتے ہین یقینی اور صحیح ہون اور یہ امر نہ صرف آپکے مذہب کے بالکل مخالف ہے بلکہ حق اور نفس الامر کے بھی مخالف ہے اصول تصحیح روایت محققین اہل اسلام کے نزدیک یہ نہین جو آپنے قرار دیا ہے کہ وہ موافق قرآن ہے یا تعامل ہے بلکہ وہ اصول شروط صحت ہین جنکا مدار چار امور ہین۔ عدل۔ ضبط۔ عدم شذوذ۔ وعدم علت۔ ان شروط مین جو آپنے سلامت فہم راوی کو داخل کیا ہے۔ یہ بھی آپکی فنون حدیث سے ناواقفی پر دلیل ہے فہم معانی ہرایک حدیث کی روایت کے لئے شرط نہین ہے۔ بلکہ خاصکر اوس حدیث کے لئے شرط ہے جسمین بالمعنے حکایت ہو۔ اور جس حدیث کو راوی بعینہ الفاظ ہی نقل کردے اوسمین راوی کی فہم معانی کو کوئی شرط نہین ٹھہراتا۔ کتب اصول حدیث شرح نخبہ وغیرہ ملاحظہ ہون اسکے جواب مین شاید آپ کہین گے کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوتی ہے۔ جیساکہ آپ کے مقتدا سید احمدخان نے (جنکی تقلید سے آپنے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھرایا ہے چنانچہ عنقریب ثابت ہوگا)

نمبر ۳۰۱ صفحہ ۱۵۹ یہی مراد ثابت ہوتے ہین۔ لہذا جو اعتراض اس مراد پر وارد ہوتا ہے۔ وہ یقیناً آپ پر وارد ہے۔ تحریر نمبر ۸ کا دیانی کا جواب ملاحظہ ہو۔

۳۰۲۔ اس امر کا ثبوت پیش کرنے کا ہمکو تحریر نمبر ہشتم مین طوالت تحریر کے سبب موقعہ نہین ملا۔ وہ ثبوت اب پیش کیا جاتا ہے۔

احادیث مسلم الصحت کو صحیح اور درحقیقت قول نبوی قرار دینے کے لئے

کہا ہے تو آپکو اسپر اہل اسلام جو فن حدیث سے واقف ہین محض ناواقف کہینگے
سلف نے احادیث نبویہ کو بعینہ الفاظ سے نقل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض روایات

موافقت قرآن کو شرط ٹہرانے مین آپنے سرسید کی کاسہ لیسی کی ہے۔

اس مسئلہ کی کیا خصوصیت ہے جو بات آپنے تمام مسلمانون کے برخلاف اسلام مین نکالی ہے اسمین سرسید کی متابعت وشاگردی اختیار فرمائی ہے۔

اس مسئلہ مین جو آپنے کہا ہے وہ ناظرین تحریرات فریقین پر مخفی نہین ہے۔ اب ناظرین آپکے پیر ومرشد سرسید کا کلام سنین اور فرع کی اصل سے فقرہ بفقرہ مطابقت کرلین۔

سرسید نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲۰- جلد ۲ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ مین ایک مضمون نمبر ۱۶ بعنوان "اقسام حدیث" شائع کیا ہے۔ اسکی تمہید مین آپنے کہا ہے۔ "انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور علم وتجربہ کا کمال بہت کچھ اسکے مسائل مذہبی کی تنقیح پر موقوف ہے۔ اوہام مذہبی کی تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اسکے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کردیتی ہے۔ اس لئے جو لوگ مسلمانون کی ترقی علوم اور ترقی تہذیب وشایستگی پر بحث کرتے ہین اونکو ایسے مسائل سے بحث کرنا جو غلطی سے ان چیزون کے مانع خیال کئے جاتے ہین ناگزیر ہوتا ہے۔

(۲) منجملہ ان ہی موانع کے بہت سے مسائل ہین جنکی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثون پر بہی ہوتی ہے۔

(۳) مسلمانون مین یہ ایک عام خیال ہوگیا ہے۔ جو بات کسی حدیث مین آئی ہے اس سے انکار کرنا کفر یا خوف معصیت ہے۔ مگر اس بات پر خیال نہین جاتا کہ جب

نوٹ ان فقرات پر جو نمبر لگائے گئے ہین وہ سب ہماری طرف سے ہین۔

مین شکیلا اوری موجود ہے۔ اگر صحابہ وغیرہ رواۃ سلف مین حکایت بالمعنے کا
رواج ہوتا تو دو ہم معنے لفظون کو جیسے لفظ مومن و مسلم شک سے بلفظ مومن او مسلم

ہم یہ بات سنین کہ فلان بات کسی حدیث مین ہے تو اول اس بات کی بہی
تحقیق کرلین کہ آیا وہ حدیث بہی معتبر ہے یا نہین۔ اور درحقیقت وہ قول یا
فعل یا تقریر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا نہین۔

(۴)۔ غالباً لوگ یہ سمجھتے ہونگے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گذر گیا۔ اور جو کچہ
کہ اگلے علما تحقیق کر کر لکہہ چکے ہین وہی احادیث محققہ ہین۔ اب ہمارے لئے
صرف اتنی بات کا جاننا کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث مین مندرج ہے
اور علماء نے اسکو صحیح کہا ہے۔

(۵)۔ ہمارا بہی مطلب اس مقام پر کسی نئی تحقیق سے نہین ہے۔ بلکہ ہم
ان ہی حدیثون کی نسبت جو کتب حدیث مین مندرج ہین یہ بات دیکہنی چاہتے
ہین۔ کہ ان مین کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور کونسی انکی نہین۔ بلکہ دوسرے شخص کی ہے۔
تاکہ ہم اپنے رسول مقبول کی کلام کو دوسرے شخص کی کلام سے بالکل جدا کرلیں۔
پس اس مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء حدیث نے بیان کئے ہین اس مقام
پر لکہتے ہین۔ لیکن بعد آپنے ایک قسم[1] حدیث بالمعنے بیان کیا ہے (یعنی وہ
حدیث جسکو راوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے نقل نہ کیا ہو۔
بلکہ اپنے الفاظ سے آنحضرت ؐ کی مراد کو بیان کیا ہو) دوسری قسم[2] حدیث بہ
حکم مرفوع (یعنی وہ حدیث جسکو بتصریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف
منسوب نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ صحابی کے ایسے قول کو جو عقل سے نہ کہا جاسکتا ہو

روایت نکیا جاتا اس مسئلہ کی تحقیق کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین ہر
اور ہماری تالیفات اشاعۃ السنۃ وغیرہ مین بہی ہے۔ آپ انکو ملاحظہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع قرار دیکر حدیث نبوی قرار دیا گیا ہو) ۔
گیارہوین قسم حدیث معنعن (یعنی وہ جسکو راوی حدیث نے بلفظ عن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہو) بارہوین قسم حدیث مؤنن (یعنی وہ حدیث
جسکو راوی نے بلفظ ان نقل کیا ہو) اور دیگر تمام حدیث موقوف۔ مقطوع
معلق ۔ مرسل یا منقطع ۔ معضل ۔ مدلس ۔ مضطر (مضطر حدیث ہمنے تو
کوئی نہین دیکہی نہ سنی شاید اس سے آپ کی مراد مضطرب ہو)
(۶)۔ اسکے بعد کہا ہے ۔ یہ بارہ قسمین حدیث صحیح کی (یہ محض غلط و تدلیس
ہے قسم سوم سے دہم تک کو محدثین صحیح و لائق دست آویز نہین سمجہتے ۔ بلکہ
ضعیف و ناقابل اعتماد قرار دے چکے ہین اور ان اقسام کی حدیثون کو وہ کتب
حدیث ملتزم الصحۃ کی مقاصد مین نہین لائے) جو ہمنے بیان کی ہین ایسی ہین کہ
ہر عاقل شخص یہ بات کہیگا کہ انہین سے حدیث نبوی ہونا ہی ممکن ہے ۔ اور
انہین سے کسیکا بہی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہین ۔ پہر آپ فرماتے ہین
(۷) ۔ علما متقدمین نے جو کچہ اسکی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی
رائے ہے کوئی حدیث یا حکم منجانب شارع اسپر نہین پس ہمارا بہی یہی مقصود ہے
کہ جہانتک ممکن ہے ہم بہی ان راویون اور بزرگون کا ادب ملحوظ رکہین اور
ہمیشہ دل سے حسن ظن انکی طرف رکہین ۔ مگر ایسا کرنے مین بالکل اندہے ہوجاوین
اور کچہ بہی خیال نکرین بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حدیثون کی حدیث نبوی ٹہرانے
کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دین پس وہ عمدہ ...

فرما دین - آپ شروط صحت کی تحقیق و ثبوت کو شکی فرماتے ہین و بنا علیہ صرف اصول روایت کو مثبت صحت قرار نہین دیتے یہ امر بہی فن

اول ہمکو دیکھنا چاہئے کہ یا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہین اگر ہو تو ہمکو یقین کرنا چاہیے کہ وہ حدیث نبوی نہین - اسکے بعد جو اصول آپنے اور بیان کئے ہین جو نیچری اصول ہین - اور یہ کہا ہے -

(۸) اقسام مذکورہ بالا کی حدیثین تمام کتب مین یہانتک کہ بخاری و مسلم مین بہی موجود ہین پس ہم جو کچہ کہتے ہین وہ اسیقدر کہتے ہین کہ اس قسم کی حدیثون مین سے کسی حدیث کو صرف اسی وجہ سے کہ فلان حدیث کی کتاب مین (مثلاً بخاری مین یا مسلم مین کیونکہ بخاری و مسلم کا نام اوپر صراحت کے ساتھ لے چکے ہین) مندرج ہے حدیث نبوی کہنا نہین چاہئے بلکہ ان اصول مذکورہ سے اسکا امتحان کرنا لازم ہے اسمین بہی وہ ٹہیک ٹہیک پوری اترے اسوقت اسکی نسبت حدیث ہونے کا ظن غالب رکہنا چاہیے کیونکہ اس امتحان کے بعد بہی اس سبب سے کہ اسکی روایت ہی اس قسم کی ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہین ہے احادیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہین کہہ سکتے"

اس کلام کا فقرہ اولے تمہیدی ہے باقی فقرات مین جو کہا گیا ہے - وہ کادیانی کی کلام مین موجود ہے -

فقرہ دوم و سوم مین جو احادیث کو غلط و نامعتبر کہا گیا ہے اور انکے درحقیقت قول و فعل و تقریر نبوی ہونے سے انکار کیا گیا ہے یہ آپ بخاری و مسلم کی نسبت بارہا کہہ چکے ہین اور ان احادیث کے درحقیقت احادیث نبوی ہونے سے انکار کرچکے ہین - فقرہ چہارم و پنجم و ہفتم و ہشتم مین راویان حدیث کی نسبت

حدیث سے آپکی ناواقفی کا ثبوت ہے۔ مہربان من شروط کے تحقیق
وثبوت مین محدثین نے ایسی تحقیق کی ہے۔ کہ اس سے علم طمانیت حاصل

حسن ظن وادب کا بہی اظہار کیا ہے اور انکے اصول روایت اور تحقیق
کو مانکر انکی احادیث کو بظن غالب صحیح قرار دیا ہے ومعہذا اون احادیث کی
بلا تحقیق صحیح مان لینے کو اندہا پن قرار دیکر موافقت قرآن سے اُن کی
صحت کا امتحان ضروری ٹھرایا ہے۔ یہ کادیانی کی اکثر تحریرات سابقہ
وتحریر آیندہ نمبر ۸ مین پایا جاتا ہے۔ فقرہ ہشتم مین اور فقرہ
ششم کے آخر مین جوان احادیث کا بالجزم والیقین کلام نبوی ہونا بیان
کیا گیا ہے یہ بہی آپکی ہر ایک تحریر مین موجود ہے۔

ناظرین تحریرات کادیانی کو بغور وتوجہ ملاحظہ فرمائین گے تو یقین وایمان
لائین گے کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کو مخالف قرآن ہونے یا غیر قطعی ہونے
کے بہانہ سے رد کرنا۔ کادیانی نے سرسید سے سیکہا ہے اور جو کچہ اسباب
مین اسنے کہا ہے وہ سرسید ہی کا اولچہ ہے۔

رہا بیان اس امر کا کہ سرسید کی ان باتون کا جنہین کادیانی نے اُن کی
تقلید وشاگردی کی ہے کیا جواب ہے۔ سو اس مکان مین اجنبی ہے۔

یہ بیان ہمارے مضمون "حدیث نبوی اور نیچری وعیسائی" مین جو اشاعۃ
السنہ جلد پنجم کے متعدد نمبرون مین (۲ سے ۵ تک) درج ہے شائع
ومشتہر ہو چکا ہے۔ ناظرین ان نمبرون کو ملاحظہ فرماوین مجھے تو جان لینگے کہ ان تمام
باتون مین سرسید احمد نے دہوکا کہایا۔ اور کادیانی وغیرہ اتباع وتلامذہ کو
دہوکے کے گرداب مین ڈال دیا۔

ہو جاتا ہے۔ محدثین نے ہر ایک راوی کے تحقیق حال میں کہ وہ کب پیدا ہوا۔ کہاں کہاں سے سفر کرکے اوس نے حدیث حاصل کی۔ کس کس سے حدیث

۔۔ حدیث صحیح کو نظنیت و منافت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے میں کادیانی کے شاگردی صریح کا ثبوت ہے۔ آپ اور مسائل مخالفہ اسلام میں آپ کا شاگرد سید ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

ان سب مسائل کو تفصیل و استیعاب سے اس مقام میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ اس تفصیل کے لئے مستقل جلد درکار ہے۔ اس مقام میں صرف چند مسائل بطور تمثیل ایک نقشہ کے ضمن میں نقل کئے جاتے ہیں۔ جو تصانیف سید اور تصانیف کادیانی میں ان مسائل کا پتہ بتا دے۔ اور رسالہ اشاعۃ السنہ میں ان مسائل کے مواقع جواب کا بھی نشان دہی کرے۔ وہ یہ ہے۔

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جس کا بیان سید نے کیا ہے۔	تصانیف کادیانی میں اس کا پتہ	تصانیف سید میں اس کا حوالہ	رسالہ اشاعۃ السنہ میں اس کا محل جواب
۱	اپنے خیالی نیچر کو خدا کی قدرت کا قانون قرار دینا۔ اور اوسکی دستاویز سے عقائد اسلام کو رد کرنا۔	توضیح مرام صفحہ ۶ و ۹ ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۴۶ و ۱۴۵ جنکی اصل عبارات رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں بضمن نقشہ منقول ہیں	تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ جلد ۵ تہذیب نمبر ۲ جلد ۶۔ و تہذیب بابت رجب ۱۲۹۶ھ	نمبر ۳ جلد ۶ نمبر ۸ جلد ۲ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۴ و نمبر ۸ جلد ۴ *

* نوٹ۔ اس نمبر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نیچر کوئی شخص و مقدور امر نہیں ہے

سنی کس کس نے اوس سے حدیث سنی کونسی حدیث مین وہ متفرد رہا۔ کس حدیث مین اوسے وہم ہوگیا ہے۔ کس شخص نے اوسکی حدیث کو بلحاظ تحقیق شرط

نمبر	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے۔	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا مکمل جواب
۲	حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور واحیائے موتے وغیرہ کے حقائق مشہورہ سے انکار کرنا اور انکو مسمریزم یا عمل الترب قرار دینا۔	ازالہ کادیانی صفحہ ۳۰۳ وصفحہ ۳۰۵ وصفحہ ۳۲۲ وصفحہ ۲ وغیرہ جنکی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر جلد ۱۳ مین منقول ہین	تفسیر القرآن جلد ۲ سید احمد خان صفحہ ۲۳۵ وصفحہ ۲۳۶ وصفحہ ۲۴۴ وغیرہ۔	جلد ۱۴ کے متعدد نمبر جو ہنوز زیر طبع ہین۔

بقیہ نوٹ ط صفحہ ۱۶۱

اسکا تقرر وتشخص انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ کادیانی نے خود اس امر کو سرمہ چشم آریہ مین ثابت کیا ہے اور اسکے صفحہ ۱۳ سے ۴۶ تک یہ بیان کیا ہے کہ اپنے مشاہدات وتجارب کو خدا کی قدرت کا قانون ومعیار ٹھہرانا کمال درجہ کا کفر وبے ایمانی و بے ادبی ہے۔ اور اسکے صفحہ ۴۷ سے ۵۲ تک ایسے نظائر بیان کیئے ہین جنکو بظاہر قانون قدرت کے مخالف سمجھا جاتا ہے اور در حقیقت وہ قانون قدرت کے مخالف نہین ہین۔

صحیح کہا کس نے ضعیف قرار دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ دفتروں کے دفتر لکھ دیتے ہیں وہنا علیہ ہر ایک حدیث کی نسبت جس کو آئمہ محدثین خصوصًا اماما ہما میں بخاری

	نمبر	مضمون مسئلہ قادیانی جو سرسید سے لیا ہے	تصانیف قادیانی مین اسکا پتہ۔	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ۔	اشاعة السنہ مین اسکا مفصل جواب۔
	۳	حضرت مسیحؑ کا صلیب پر چڑہایا جانا	ازالہ قادیانی صفحہ ۳۸۱ سے صفحہ ۳۸۲	تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲ سے صفحہ ۴۵۔ *	بشرح نمبر ۲

* نوٹ۔ ان دونوں حوالوں کی مصدق عبارات مضمون نمبر ۴ کے حوالجات مین منقول۔

ناظرین اصل ازالہ قادیانی وتفسیر سید احمد خانی مین ان عبارات کو تمام وکمال ملاحظہ فرمائینگے تو یقین لائینگے کہ قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ تفسیر سید احمد خان سے سرقہ ہے۔ ہرچند انجیلون مین بہی واقعہ صلیبی کا قصہ مذکور ہے۔ مگر اس قصہ مین جو اکاذیب کا نون مرچ قادیانی نے ملایا ہے۔ وہ نہ انجیلون مین ہے نہ کسی اور آسمانی یا اسلامی کتاب مین ہے۔ وہ صرف سرسید ہی کی تفسیر مین ہے۔ اور اسی سے اوس نے اخذ کیا ہے۔ مگر اسکو کسیقدر تقدیم تاخیر وکمی بیشی کا رنگ دیدیا ہے۔ آپکے ایک سادہ لوح حواری مبارک علی سیالکوٹی نے (جو ہمارا ایک عاق ونافرمان شاگرد ان شاگرد ہے) اشاعت عام رسالہ ازالہ سے پہلے اسکے بعض مضامین باطلہ کو بغرض امتحان رد وقبول اپنے رسالہ قول جمیل کے ذریعہ سے شائع کیا تو ازالہ کے اس مضمون واقعہ صلیب کو سید احمد خان کی تفسیر سے ماخوذ سمجھ کر اسکی تفصیل کو سرسید کا

وسلم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور عام اہل اسلام نے اُسکو صحیح تسلیم کر لیا ہے

نمبر مضمون	مضمون مسلمہ جو قادیانی نے سرسید سے لیا۔	تصانیف قادیانی مین اسکا پتہ۔	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۴	حضرت مسیح کے حق مین جو قرآن مین وما صلبوہ فرمایا گیا ہے۔ تو اُس سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب پر فوت نہین ہوئے۔ نہ یہ مراد کہ وہ صلیب پر چڑہائے ہی نہین گئے۔	ازالہ قادیانی صفحہ ۳۸۰ جسکی عبارت* یہ ہے "قرآن کریم کا منشا ما صلبوہ سے یہ ہرگز نہین کہ وہ مسیح صلیب پر چڑہایا نہین گیا۔ بلکہ منشا یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑہانے کا اصل مدعا تہا یعنی قتل کرنا اس سے خدا نے مسیح کو محفوظ رکہا"	تفسیر القرآن صفحہ ۴۳* جلد ۲ جسکی عبارت یہ ہے "وما قتلوہ وما صلبوہ پہلے ما نافیہ سے قتل کا سلب مراد ہے اور دوسرے سے کمال کا کیونکہ صلیب پر چڑہانے کی تکمیل اُس وقت ہوتی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہین ہوئی"	بشیح نمبر ۳

بقیہ نوٹ صفحہ سابق

کی تفسیر کی بعینہا عبارت والفاظ سے نقل کر دیا اور یہ جتایا کہ آپکے پیر و مرشد نے بہی اس مضمون کو اسی تفسیر سے اخذ کیا ہے۔ ان اکاذیب کی تفصیل حاشیہ مضمون نمبر ۴ مین ہوگی۔

* نوٹ۔ یہ وہ عبارت ہین جنکا نوٹ سابق مین وعدہ دیا گیا تہا اور تفصیل واقعہ صلیب ازالہ کے صفحہ ۳۸۱ مین ہے اور تفسیر سید کے صفحہ ۴۳ جلد ۲ مین ان عبارات مین جو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت نہونا بیان کیا ہے یہ کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی مین پایا نہین جاتا۔ قرآن نے تو سرے سے حضرت مسیح کے

ظن غالب صحت حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ابن الصلاح وغیرہ ائمہ حدیث کے نزدیک

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو قادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف قادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا مکمل جواب
۵	صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دینا	فتح۔ توضیح۔ ازالہ دشتہار ۲۱ مئی ۱۸۹۱ء جنکی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ مین بضمن فتوی منقول ہین	تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲ سے ۵۰ تک	نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۱ وغیرہ کر نمبر ۶ جو زیر طبع ہین

صلیب پر چڑہائے جانے کی نفی کی اور یہ بات قرار دی ہے۔ وَمَا صَلَبُوهُ یعنے یہودنے مسیح کو صلیب پر نہین چڑہایا۔ چارون انجیلون مین انکے صلیب پر چڑہائے جانے کا ذکر ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ بہی ان چارون مین تصریح ہے۔ کہ حضرت مسیح نے صلیب پر جان دیدی اور اسکی تجہیز و تکفین دستور یہودیون کے مطابق ہوئی۔ انجیل متی کے باب ۲۷ مین ہے ۵۰۔ تب یسوع نے بڑی آواز سے چلاکر دم چہوڑ دیا ۰ ۰ ۰ ۵۷ جب شام ہوئی یوسف نامی ارمتیا کا ایک دولتمند جو یسوع کا بہی شاگرد تہا آیا۔ ۵۸۔ اسنے پلاطس کے پاس جاکر لاش مانگی۔ تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دین۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لیکر سوتی صاف چادر مین لپیٹا ۶۰ اپنی نئی قبر مین جو چٹان مین کہودی تہی رکہی۔ اور ایک بہاری پتہر قبر کے منہ پر

شیخین کی اتفاقی حدیث جسپر کسی نے کچھہ کلام نہین کیا مفید یقین ہے

نمبر	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا مکمل جواب
۶	آیہ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به پ۹ - مین ایمان	ازالہ کادیانی صفحہ ۳۶۹ سے صفحہ ۳۷۶ جسکے بعض فقرات یہ ہین کہ سیکڑون	تفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ جسکی اصل عبارت یہ ہی نہین کوئی اہل کتاب سے کہ یقین کرکر	بشرح سابق

دہلکاکے چلا گیا۔ آور انجیل مرقس کے باب ۱۵ - مین ہے ۳۷ تب یسوع نے بڑی آواز سے چلاکر دم چھوڑ دیا + + ۴۳ یوسف آرمتیا آیا اور دلیری کے ساتھ پلاطس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی ۴۴ تب پلاطس نے متعجب ہو کر شبہہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبیدار کو بلاکے پوچھا۔ کیا دیر ہوئی کہ وہ مر گیا جب صوبیدار سے ایسا معلوم کیا تو لاش یوسف کو دلوائے اور اسنے مہین سوتی کپڑا مول لیا اور اسی اتار کے اس کپڑے مین کفنایا۔ (تا آخر مطابق بیان سابق)۔ اور انجیل یوحنا باب ۲۳ مین ہے ۴۶ اور یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا اے باپ مین اپنی روح تیرے ہاتھون مین سونپتا ہون۔ اور یہ کہکے دم چھوڑ دیا۔ ۵۰ جب شام ہوئی یوسف نامی آرمتیا کا ایک دولتمند جو یسوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸ اسنے پلاطس کے پاس جاکے لاش مانگی تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دین ۵۹ - یوسف نے لاش لیکر سوتی صاف چادر مین لپیٹی اور اپنی نئی قبر مین جو چٹان مین کھودی تھی رکھی۔ اور انجیل یوحنا باب ۱۹ مین ہے ۳۰ تب یسوع نے سر جھکا کے جان دی + + + ۳۳ لیکن انہون نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اسکی ٹانگین نہ توڑین

آپ یقین کو مانین خواہ نہ مانین ظن غالب سے تو انکار نہین کرسکتے - کیونکہ

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	رسالہ اشاعۃ السنہ مین اسکا مکمل جواب
۳	سے حضرت مسیح کے صلیب پر مارے نہ جانے پر ایمان مراد ہے	گروہون سے مسیح کے مصلوب نے ہونے نہین (ازالہ صفحہ ۲۱) کوئی ام آیا ایسا نہین جو	ساتہ اسکے یعنی حضرت عیسے کے صلیب پر مارے جانیکے قبل اپنے عمر کے یعنی بعد مرنے کے	

پر سپاہیون مین سے ایکنے بہالے سے اسکی پسلی چہید دی - ۴۰ پہر انہون نے یشوع کی لاش لیکے سوتی کپڑے مین خوشبوؤن کے ساتہ جسطرح دفن کرنے مین یہودیون کا دستور ہے کفنایا - ۴۱ - اور جس جگہہ کہ اسنے صلیب دی تہی ایک باغ تہا اور اس باغ مین ایک نئی قبر تہی جسمین کوئی نہ دہرا گیا تہا - سو انہون نے یشوع کو یہودیون کی تیاری کے دن کے باعث وہین رکھا کیونکہ یہ قبر نزدیک تہی -

ان تصریحات و نصوص اناجیل اربعہ سے پہلے سرسید نے آنکہہ بند کرکے اپنی تفسیر مین مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کیا - اور دلیری و بیباکی کے ساتہہ یہ کہدیا کہ کسی کتاب سے بہی معلوم نہین ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسے کے ساتہ عمل مین آئی ہو - پہر انکی تقلید و پیروی مین کادیانی نے اپنے آپ کو اندہا کرکے صلیب پر حضرت مسیح کے فوت ہونے سے انکار کیا اور جو سرسید نے کہا تہا سو کہا اور اسکے ساتہہ ایک اور دلیری کرکے یہ دعوی کیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو کچہہ آپنے دروغ بے فروغ ملایا ہے وہ انجیلون مین لکہا ہوا ہے - اور خوف خدا و ننگ دنیا

اپنی تحریرات مین اسکا اقرار کر چکے ہین اسپر جو آپنے باستدلال آیت

نمبر شمار	مضمون مسئلہ سید جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنۃ مین اسکا مفصل جواب
۳	〃	جو ہمارے اس بیان پر جو ہمنے اہل کتاب کی حالات کی نسبت ظاہر کئے ہین ایمان نہ رکہتا ہے (ازالہ صفحہ ۳۷۲)*	وہ جان لیگا کہ صلیب پر حضرت عیسے کا مرنا غلط تہا *	〃

کو منین نظر رکہکر اتنا نہ سوچا کہ چارون انجیلون مین تو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت ہوجانا۔ پہر دستور یہودیون کے مطابق کفنایا دفنایا جانا بتصریح بیان کیا گیا پہر یہ جہوٹ کب تک چہپا رہیگا کوئی انجیلون کو نکالکر دیکہیگا تو تجہے کیا کہیگا۔

کادیانی مین کچہ شرم و حیا ہوتا تو اپنے اس بیان سراپا بہتان کا انجیلون مین پایا جانا نہ بتاتا صرف یہ کہتا کہ مینے سید احمد خان کی تفسیر مین ایسا پایا ہے۔ اور کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی مین اسکا اثر نہین دیکہا مگر اسکو شرم کہان ہے۔ اور سرسید کی شاگردی کا اظہار کی جرأت کہان وہ تو سرسید کے کام سے اپنا نام کرنا اور خود استاذ بننا چاہتا ہے اور اس وجہ سے اسکی اتباع سے عار و انکار کرتا ہے اور نمک خوردن و نمکدان شکستن پورا کاربند ہو رہا ہے۔ مگر خدانے اسکا بہانڈا پہوڑ دیا اور اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ سے کس و ناکس کو بتادیا کہ یہ سرسید کا چور ہے اور انکا شاگرد ہے مگر ناشکرہ۔

* ۔ ناظرین! دیکہو یہ دونو عبارتین کیسی صاف بتارہی ہین کہ انہین سے اول القر کادیانی ہے

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اعتراض کیا ہے وہ بھی آپکے اصول

نمبر	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا۔	تصانیف کادیانی میں اسکا پتہ	تصانیف سرسید میں اسکا حوالہ	اشاعة السنہ میں اسکا مفصل جواب
۷	روح القدس جبرئیل وغیرہ انسان کی صفت ہے جو خدا کی محبت اور انسان کامل کی محبت کے ملنے سے متولد ہوتی ہے۔	توضیح مرام کے صفحہ ۲۴ میں ہے کہ اُن دو محبتوں کے ملنے سے جو در حقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جسکا نام روح القدس ہے اور اسکے صفحہ ۲۵ میں ہے کہ یہ کیفیت دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اسکو روح امین بولتے ہیں اسکا نام شدید القویٰ بھی ہے اسکا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے۔	تفسیر القرآن کی جلد اول کے صفحہ ۴۹ میں ہے کہ اُن باریک باتوں پر غور کرنے سے اور اسباب کے سمجھنے سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنی جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں کی نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اُنکا کوئی اصلی وجود نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں مختلف قسم کو پیدا کیے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے۔ جنمیں ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی قوت صلابت پانی کی رقت۔ درختوں کی قوت نمو۔ برق کی قوت جذب و دفع غرض تمام قویٰ جنسے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں وہی ملک یا ملائکہ ہیں جنکا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے۔	اشاعة السنہ نمبر جلد

مسروق یا ماخوذ ہے۔ اور اس ایسی تاویل و تحریف میں کادیانی نے سرسید کی شاگردی کی ہے پھر کادیانی کی اس جرأت کو ملاحظہ کرو کہ اسنے اپنے رسالہ کے صفحہ ۳۷۶ میں یہ ادعا سراسر افترا کیا ہے

مین سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ مہربان من غالب عملیات مین لائق جناب کے

نمبر	مضمون مسئلہ کادیانی نے سرسید سے لیا ہے	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اس کا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۸	آنحضرت وغیرہ انبیا وصلحا جو ملائکہ کی صورتین دیکھتے یا ان کی آوازین سنتے یہ انکی خیالی صورتین تہین	توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ مین ہے کہ جب ان پر جو قران مجید مین روح القدس کی نالی کو قریب اپنے تئین لکھ دیتا ہو منہ اس نالی کے فیض وحی اسکے اندر گرا تا ہے یا یون کہو کہ اسوقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈالکر ایک عکسی تصویر اپنی اسکے اندر لکھ دیتا ہے تب جیسے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبرئیل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبرئیل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو اس عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ مین	تفسیر القرآن جلد ۲ کے صفحہ ۳۰۳ مین ہے "تمام یہودی یقین رکھتے تہے کہ انمین ایک مسیح پیدا ہونیوالا ہے جو یہودیون کی بادشاہت کو پہر قائم کریگا اسلئے یہودی اور یہودی عورتین بیٹا ہونیکی نہایت آرزو رکہتی تہین اور دعائین مانگتی تہین اور عبادتین کرتی تہین کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتون مین اس قسم کی خوابون کا دیکہنا یا ان بولنے والی آوازونکا سننا یا تخیلہ مین کسی مجسم شی کا دکہلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔"	"

کہ ان معنے کا انکشاف مجہپر بذریعہ وحی والہام ہوا ہے۔ ہم کہتے ہین سچ ہی یہ الہام ہوا ہو مگر نہ خدا تعالی کیطرف سے بلکہ سرسید اور انکی تفسیر سے یا معلم الملکوت کیطرف سے۔ کما قال اللہ تعالی وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم۔ وقال اللہ تعالی یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔

سلہ خداتعالے نے فرمایا۔ ہے شیطان سوا ایکدوسرے کو وحی کرتا ہے۔ اور فرمایا انمین سے ایک دوسرے کو ملمع کی بات وحی کرتے ہے دہوکہ دینے کو۔

اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور دیگر آیات مین جہان ظن کے اتباع سے

نمبر	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۲	انکے وجود خارج ملائکہ کی اصلی صورتین	کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے۔ بلکہ اسکا عکس انسان کے آئینہ قلب مین نمودار ہو جاتا ہے مثلاً جب آئینہ تم اپنے مونہہ کے سامنے رکھ دوگے تو تمہاری شکل کا عکس اس مین پڑیگا یہ نہین کہ تمہارا مونہہ اور سر گردن سے ٹوٹ کر الگ ہو کر آئینہ مین رکھ دیا جائیگا اور اس کے صرف مین ہے۔ بس جب جبرئیل جنبش مین آتا ہو تو معاً اسکے ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہئے محب صادق کے دلمین منقش ہو جاتی ہے اور اسکی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے تب یہ قوت خدا تعالی کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے۔ اور اسکے	اس عبارت مین احمد کادیانی کی عبارت مین گو اس خیالی صورت کے جو انبیا و صلحا دیکھتے تھے پیدا ہونے کا موجب جداگانہ بیان ہوا ہے۔ مگر اس صورت کو خیالی قرار دینے مین دونون عبارتون کا اتفاق ہے ایسا ہی اس سے پہلے مضمون کی مصدق عبارات کا گو کسیقدر اختلاف ہے۔ مگر قوی پر ملائکہ کا اطلاق کرنے مین دونو کا اتفاق ہے اس سے ناظرین بالکین سمجھ سکتے ہین کہ کادیانی نے مضمون مجوزہ سرسید سے لیا ہے مگر اسکی ادا کی طرز بیان کو بدل دیا ہے۔	۲

الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کی بیدکو ندرکو ساتھ الہامی نہ پر چلاتی ہے۔ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر ایک دلمین یکسان نہین ہوتی۔

ممانعت واردہے اس سے

نمبر	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم سے معراج نہین ہوا*	ازالہ کادیانی صفحہ ۴۷ وغیرہ	تہذیب الاخلاق نمبر ۱ جلد ۵ بابت شعبان ۱۲۹۰ھ	بشرح بالا

* — اس مسئلہ کے اخذ وشاگردی مین شاگرد صاحب استاذ سے بڑھ گئے۔ استاد صاحب (سرسید) نے تو دوراندیشی سے کام لیا۔ اور جسمانی معراج کو بحکم عقل محال وناممکن قرار نہین دیا تہا۔ اور اس انکار پر بزعم خود صرف نقلی دلائل قرآن وحدیث واقوال بعض صحابہ سے (جو اس معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہین) استدلال کرکے اپنے اصل مذہب اور اوسکی عقلی وجہ انکار پر پردہ ڈالدیا تھا۔ مگر شاگرد صاحب کادیانی کوتاہ اندیشی سے کہل کہیلے اور جسمانی معراج کو عقلاً ناممکن ومحال قرار دیکر عقلی وجوہات اور نیچرل استدلال سے اسکے مبطل ہو گئے۔

استاذ کا اصل کلام جسپر چیدہ مذکور ہین یہ ہے۔ نسبت معراج رسول خدا صلعم کے تین مذہب ہین۔ اول یہ حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا جو اسبات کے قائل ہین۔ کہ معراج روحانی ہے نہ جسمانی۔ دوسرا مذہب چند اکابر دین کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ معراج بیت المقدس تک جسمانی تہی۔ اور وہان سے ملاءالاعلی تک روحانی تیسرا مذہب عام جو سب مین مشہور ہے۔ کہ تمام معراج جسمانی تہی۔

میری یہ رائے ہے۔ کہ جہانتک اس مسئلہ پر اور قرآن مجید اور احادیث پر

اعتقاد کے متعلق ظن مرادہے۔

نمبر	مضمون مسئلہ جو قادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف قادیانی میں اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اور اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا مفصل جواب
۱۰	بنی اسرائیل کا مقتول جسکا ذکر آیۃ واذ قتلتم نفسا فادارأتم میں ہے درحقیقت زندہ نہین ہوا تھا	ازالہ قادیانی صفحہ ۷۴۹ جسکی اصل عبارت	تفسیر القرآن ج ۱۔ صفحہ ۱۲۰ وصفحہ ۱۲۱ وغیرہ جسکے	بشرح بالا

غور کیا جاتا ہے۔ تو مذہب حضرت عائشہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہے وہی مذہب میں نے اختیار کیا ہے"۔

شاگرد صاحب کا اصل کلام (جو بظاہر حضرت مسیح کے عروج آسمانی پر ایک حملہ ہے مگر اسمین آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کو بھی لپیٹ لیا ہے) یہ ہے جو ازالہ کے صفحہ مذکورہ مین ہے "ماسوا اسکے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہین جنسے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہین آتی۔ + + + ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے۔ کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کے نئی تحقیقاتین اس بات کو ثابت کر چکے ہین۔ کہ بعض بلند پہاڑون کی چوٹیون پر پہنچکر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جسمین زندہ رہنا ممکن نہین ہے۔ اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا۔ اسجگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے۔ تو آنحضرت

کیا آپ کو یہہ مسائل معلوم نہین

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اوسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
،،	،،	یہ ہے	بعینہٖ	،،

بقیہ نوٹ صفحہ سابق

صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتہہ کیونکر جائز ہوگا۔ تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف (یہ لفظ آنحضرتؐ کے جسم شریف ولطیف کی نسبت اوسیکے مونہ سے نکل سکتا ہے۔ جسکے دلمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق تعظیم نہو) کے ساتہہ نہین تہا۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تہا۔ جسکو درحقیقت بیداری کہنا چاہیئے۔ ایسی کشف کیحالت مین انسان ایک نوری جسم کے ساتہہ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمان کی سیر کرسکتا ہے۔ +++ اور اس قسم کی کشفو نمین مولف خود صاحب تجربہ ہے"۔

اس کلام کو ناظرین غور سے دیکہین اسمین آپنے کسی نیچرل وجوہات سے جسمانی معراج نبوی کا بزعم خود ابطال کیا ہے۔ اور جس قسم کا روحانی اور کشفی معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کیا ہے۔ اسمین آپنا حصہ بہی رکہ لیا۔ اور صاف یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ایسا معراج کشفی مجہے خود ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

اس کلام کو دیکہ کر بہی کوئی شخص۔ آپکے نیچری ہونے مین شک ظاہر کرے۔ تو سمجہا جاوے گا۔ کہ وہ خود نیچری ہے۔ جو ایسے ایمانی امور متشابہ الحقیقت مجہول الکنہ پر ایمان نہین رکہتا۔

یا کسی عالم سے نہین سنے کہ

نمبر	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اور اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین انکا حوالہ	اشاعۃ السنۃ مین اسکا محل جواب
؎	؎	ایسے فقرون ہین		؎
	قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہین نکلتا۔ کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہوگیا تہا۔ اور واقعی طور سے قالب مین جان پڑ گئی تہی۔ بلکہ اس آیۃ پہ غور کرنیسے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہودیون کی ایک جماعت نے ایک خون کرکے چھپا دیا تہا۔ اور بعض بعض پر تہمت خون لگاتے تہے۔ سو خداتعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجہائی تہی۔ کہ تم ایک گائے ذبح کرکے اوسکی بوٹیون کو اوس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جنپر شبہ تہا۔ اون بوٹیون کو نوبت بنوبت اوس لاش پر مارین۔ تب اصل خونی کے ہاتہ سے جب لاش پہ بوٹی لگیگی۔ تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہونگی۔ جس سے خونی پکڑا جاوے۔ اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہین ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دہمکی تھی۔ تا چور بے دل ہوکر اپنے تئین ظاہر کردے۔ لیکن ایسی دلیل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایسی تاویلین وہی لوگ کرتے ہین۔ کہ جنکو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہین۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تہا جسکے بعض خواص یہ ہین۔ کہ		فقرات یہہ ہین اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے دلمین یہ بات ڈالی تاکہ سب لوگ جو موجود ہین اُن ہی مین قاتل ہی ہے مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارین جو لوگ درحقیقت قاتل نہین وہ یہ سبب یقین اپنے بے جرمی کے	

اگر نماز مین بھول ہو جاوے کہ

نمبر صفحہ	مضمون جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اوسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اوسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۔۔	۔۔	جمادات یا مردہ حیوانات مین ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہوکر اوس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ہمین چاہیے کہ کسی بھائی کو ضائع نہ کرین۔ اور ہر ایک شے حقیقت یا خاصیت جو عین صداقت ہے۔ اسکو خدا تعالی کیطرف سے سمجھین۔ علم عمل الترب ایک عظیم الشان ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے۔ تا آخر صفحہ ۳۰۵۔ جو ملاحظہ ناظرین کی لائق ہے *	ایسا کرنے مین کچھ خوف نکرینگے مگر اصل قاتل بہ سبب خوف اپنے جرم کے جو اندرونی فطرت انسان کے دلمین ہے بالتخصیص جہالت کے زمانہ مین اس قسم کی باتون سے دلمین ہوتا ہے۔ ہرگز ایسا نہین کریگا اور اوسوقت معلوم ہوجائیگا۔ اس قسم کے حیلون سے اس زمانہ مین بہت سی چیزیں معلوم ہوجاتے ہین۔ اور وہ بہ سبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلاخوف کرتے ہین نہین کرسکتے۔ پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تہی۔ اس سے زیادہ کچھ نہ تہا۔	۔۔

* اس مسئلہ کے اخذ شاگردی مین بہی شاگرد صاحب (کادیانی) اپنے استاذ (سرسید) سے بڑہ گئے۔ اوستاد صاحب نے تو مقتول بنی اسرائیل کے زندہ ہونے سے انکار پر یہ پردہ ڈالا تہا کہ جو کام اس مقتول کی نسبت بحکم الہی کیا گیا تہا۔ وہ صرف ایک دہمکی تہی

رکعت ایک پڑہی یا دو۔ تو نماز ہی

ان امسئلہ کی نظائر کادیانی کی کلام مین اس کثرت سے ہین۔ کہ ان سب کو اس پرچہ مین شمار کرنا گویا دریا کو کوزہ سو ما بنا ہو (جیسے کادیانی کا حضرت مسیح کی نسبت یہ سوالات کرنا۔ کہ اگر وہ جسم کے ساتہ آسمان پر ہین۔ تو کبہی سوتے کبہی جاگتے ہون گے دنیوی طعام وشراب پنیر کہاتے ہونگے۔ اوقات ضرورت مین پاپخانہ پیشاب کرتے ہونگے۔ اور ناخن اور بال کٹواتے ہونگے۔ اون کے لیٹنے کے لئے کوئی چارپائی بستر ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (دیکہو ازالہ کادیانی صفحہ ۱۸۱، وغیرہ) اور تفسیر لیلۃ القدر مین اوسکا یہ کہنا کہ اس سے کمال درجہ کی ظلمت مراد ہے۔ نہ درحقیقت کوئی رات۔ (فتح الاسلام صفحہ ۵۴) اور تفسیر سورۃ الشمس مین اوسکا یہ کہنا۔ کہ ناقۃ اللہ سے

شاگرد صاحب نے اس پردہ کو جبر جبرا سمجہکر اس انکار زندگی مقتول پر یہ پردہ ڈالا کہ وہ مسمریزم کا عمل تہا۔ جو نئی روشنی نئی تہذیب والون کی نظر مین خوشنما معلوم ہوا۔ مگر اس سبقت کے ساتہ جو اونہون نے اپنے اوستاد پر دہلی کی تجویز کے سبب یہ طعن کیا ہے۔ کہ وہ علم عالم ملکوت اور عمل الترب سے بے نصیب ہین۔ اسمین استاد کی ناشکری وکفران نعمت کا ارتکاب کیا۔ اور بیت مشہورہ — تفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۶

کس نیاموخت علم تیر از من ✦ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ✦

کا پورا عمل کرکے دکہا دیا اور یہ خیال نہ فرمایا۔ کہ عمل مسمریزم کا مسئلہ تو مین نے سرسید ہی سے سیکہا ہے۔ چنانچہ مین حصہ مین بیان ہوا ہے۔ پہر اون کو اس عمل کے علم سے بے نصیب قرار دینا۔ ناشکری نہین تو کیا ہے۔
ہان یہ سچ ہے۔ کہ اس آیت کی تاویل وتحریف کیوقت یہ تجویز عمل مسمریزم استاد کو

تحری کرے اور جو ظنِ غالب ہوا وسپر

نفس انسانی مراد ہے۔ اور سقیا سے یاد آلہی اور معارف کا چشمہ۔ (توضیح المرام ص۶۵) اور تفسیر علامات قیامت مین اوسکا یہ کہنا۔ کہ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہین۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۳) اور دخان سے یہ قحط مراد ہے۔ جو اسوقت اس ملک مین پڑا ہوا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۱) اور مغرب سے طلوع آفتاب سے یورپ مین اسلام کا پھیلنا مراد ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵) اور خروج یاجوج وماجوج سے روس انگریزون کا باہم جنگ کرنا۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۸) اور دجال سے پادری وغیرہ انگریز مراد ہین۔ (ازالہ صفحہ ۴۹۴ وصفحہ ۵۹۸ وغیرہ) اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔ (ازالہ صفحہ ۱۴۷ وغیرہ) **اوران جزئون کے حقائق مشہورہ کو ہنسی اور ٹھٹھے مین اوڑاتا** چنانچہ ازالہ کے صفحہ ۵۰۵ مین لکھا ہے۔ مولوی صاحبان کوشش کرکے کوئی یاجوج ماجوج کا آدمی یا دجال کی جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے آوین۔ پھر کیا بات ہے۔ سب مان جائینگے۔ کہ اسیطرح حضرت مسیح بھی آسمانپر زندہ ہین۔ اور صفت

یاد نہ آئی۔ مگر اس سے اونکی بے علمی و بے نصیبی ثابت نہین ہوتی۔ یہ تو صرف بھول ہے۔ جو بڑے بڑے اوستادون سے ہوجاتی ہے۔ اس بھول پر آپ کا اونکو بے علم وبے نصیب کہنا۔ اور اس بات پر جو اُن ہی سے سیکھی ہوئی ہے۔ فخر کرنا۔ ہرگز مناسب نہ تہا۔

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۸۵

لطیفہ اعجوبہ اس عبارت کے آخر مین آپنے علم مسمریزم یا عمل الترب کو عظیم الشان کہا ہے۔ اور آپنے ازالہ کے صفحہ ۳۰۹ مین جسکی اصل عبارت ہمارے فتوی کے صفحہ ۳۰ یا صفحہ ۱۳۰ مین منقول ہے۔ مکروہ اور قابل نفرت کہا ہے۔

عمل کرے یا اگر وضو کے ٹوٹ

میں فتح ہو جائے گی۔ حضرات اب ہمت کیجئے۔ کہیں سے دجال شریر کے جساسہ کو بھی پکڑ لیجئے۔ حوصلہ نہ ہاریں۔ آخر یہ سب زمین پر ہی ہیں۔ ابن تمیم* کی حدیث کو مسلم میں پڑھکر اس پتہ سے جساسہ دجال کا سراغ لگا لیجئے۔ یا خبیث دجال کو جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ بچشم خود دیکھ کر پھر اوروں کو دکھلا دیجئے۔ تو خوب ہے۔ انگریزوں نے بہت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا۔ آپ اس ایک نا کارہ کام میں ہی کامیابی دکھلا دیجئے۔ شاید ان لوگوں میں کسی کا پتہ چلے۔ ؎

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد ✢ اگر خارے بود گلدستہ گردد

[illegible]

اس سے آپنے مثل مشہور "دروغ گو حافظ نباشد" کو سچ کر دکھایا۔ اور یہ جتایا ہے کہ علم عمل الترب کی نسبت آپکو کچھ واقفیت اور دلی یقین نہیں ہے۔ اور جو کچھ اوس کے متعلق آپنے کہا ہے۔ اوس میں لاف زنی کی ہے۔ اور کذب سے کام لیا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ آپکے قلم سے اسکے متعلق کہیں کچھ نکل گیا ہے کہیں کچھ

* - ابن تمیم نہیں۔ تمیم نام ہے۔ کادیانی حدیث سے خود تو جاہل محض ہے۔ حکیم نورالدین وغیرہ سے سنی سنائی باتیں نقل کر دیتا ہے۔ پس جو خیال میں آیا سو لکھ مارا۔ یہ حدیث تمیم داری کی وہ حدیث ہے جو معہ ترجمہ صفحہ ۲۳ وغیرہ میں نمبر ۲ جلد ہذا سے منقول ہوئی۔

ناظرین خیال فرماویں کہ اس مقام میں اس حدیث کے مضمون پر کادیانی نے کیسی ہنسی اڑائی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس ہنسی اڑانے کے لئے احادیث [illegible] بہت سی باتیں خارج

جاننے مین شک واقع ہو تو

اور اگر ایسا نہین کروگے تو پھر خیر اسمین ہے۔ کہ ان بیہودہ خیالات سے باز آجاوین
++ یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے۔ اسلام کا ایسا خاکہ کھینچکر نہ دکھلائیے۔
جسپر بچہ بچہ ہنسی کرے۔ غور کر کے سوچیئے۔ کہ یہ کروڑہا انسان جو صدہا برسون
سے زندہ فرض کئے گئے ہین۔ جو ابتک مرنے مین نہین آتے۔ کس ملک کس شہر
مین رہتے ہین۔ تعجب ہے۔ کہ معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کہل گئی۔ اور پہاڑون
اور جزیرون کا حال بخوبی معلوم ہوگیا۔ اور تفتیش کرنیوالون نے یہان تک
اس تفتیش کو کمال تک پہنچایا۔ جو ایسی آبادیان جو ابتداء دنیا سے معلوم نہین تہین
وہ اب معلوم ہوگئین۔ مگر ابتک اس جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر
اور دابۃ الارض اور یاجوج وماجوج کے کروڑہا انسانونکا پتہ نہین ملتا۔ اور
اپنے ازالہ کے صفحہ ۲۶۰ مین اوسنے کہا ہے۔ کہ اُس فلسفی الطبع زمانہ مین جو
عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکہتا ہے۔ ایسے عقیدون کے
ساتھ دینی کامیابی کی امید رکہنا ایک بڑی بہاری غلطی ہے۔ اگر افریقہ کی ریگستان

بقیہ نوٹ حاشیہ صفحہ سابقہ

از قیاس از خود طلاوی ہین۔ جیسے اوسکا یہ کہنا کہ یہ کروڑون انسان یاجوج
وماجوج صدہا برسون سے زندہ ہین مرنے مین نہین آتے۔ اور ابن صیاد اور
دابۃ الارض بہی زندہ موجود ہین وغیرہ وغیرہ جنکا کسی حدیث مین ذکر نہین اور نہ
کوئی مسلمان قائل ہے۔ اس طرح تمسخر کے ساتھ اوسکا یہ کہنا کہ مین نیچری
نہین ہون۔ کیونکہ نیچری ہونگے دلمین حدیث کی عظمت نہین ہے اور مین حدیث کو
مانتا ہون اور صحیح بخاری اور مسلم کو اصح الکتب جانتا ہون۔ کذب ونفاق اور ملانکو

[illegible]

ظن غالب پر عمل کرے اسی

یا عرب کی صحرا نشین امیون اور بدؤن مین یا سمندر کے جزیرون کے اور وحشی لوگون کی جماعتون مین یہ بے سرو پا باتین پہیلائین تو شاید آسانی سے پہیل سکین۔ لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف ہین۔ تعلیم یافتہ لوگون پر ہرگز پہیلا نہین سکتے اور نہ یورپ اور امریکہ کے محقق طبع لوگون کی طرف جو اپنے دین کی لغویات سے دست بردار ہوتے ہین۔ بطور ہدیہ بہیج سکتے ہین۔ جن لوگون کے دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوی مین ترقی دیدی ہے۔ وہ ایسی باتون کو کیونکر تسلیم کرین گے۔ جسمین سراسر خدا ے تعالی کی توہین اور اوسکی توحید کی اہانت اور اسکے قانون قدرت کا ابطال اور اوسکے کتابی* اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے

ایسے ہی بے حد و بے شمار نظائر تصانیف کادیانی مین اور پائے جاتے ہین۔ جو بعینہا یا انکا اصول سرسید کی کلام مین موجود ہے۔ اون نظائر کی نظر سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہین۔ کہ کادیانی نے جو نئی بات نکالی ہے۔ وہ سرسید سے لی ہے۔ اور اوسمین انکی شاگردی اختیار کی ہے۔ گو بعض باتون مین شاگرد نے اوستاد پر سبقت حاصل کرلی ہے۔

* کتابی اصول اور توحید کو آپنے صرف مسلمانون کو دام مین لانے کے لئے شامل کرلیا ہے۔ آپکا اصل استدلال اسی قانونِ قدرت یعنی نیچر سے ہے لہذا اسی کے ذکر پر اکتفا انکو مناسب تہا۔ جو حالات دجال یا جوج ماجوج وغیرہ کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمائے ہین۔ وہ کتابی اصول و توحید خداوندی کے ہرگز مخالف نہین۔ اسکی تفصیل ان امور کے متعلق عقلی بحث مین ہوگی۔ انشاء اللہ تعالی۔

وجہ سے جملہ علمائے اسلام کو خفی

ان چند امثلہ سے جو اس مقام مین بیان ہوئے ہین - ہمارا مدعا ہے کہ سرسید احمد خان کادیانی کے مقتدا ہین اور کادیانی انکا شاگرد و مقلد ہی ثابت ہوا - آیندہ انصاف ناظرین پر ہے - کادیانی نے جو انکی شاگردی و پیروی سے انکار کیا اور اپنے تحریر نمبر پنجم مین کیا ہے - کہ نیچریوں کا اول دشمن مین ہون - تو اوسکی ایک وجہ تو وہی آپ کی ناشکری ہے - جو اوپر بیان ہوئی ہے - کہ آپ سرسید کے کام سے اپنا نام چاہتے ہین - اور شاگرد ہوکر اوستاد کہلانے کے فکر مین ہین - دوسری وجہ یہ کہ آپنے یہ خیال کیا - کہ سرسید اور ان کے پیروان بنظر مذہب مسلمانون مین بدنام ہین - لہذا ہم انکے پیرو و شاگرد کہلا کر مسلمانون کو اپنے دام تزویر مین نہین لاسکتے - یہ سوچکر آپنے ان کے اصول و مسائل کو سرگرمی کے ساتھ رواج دیا - مگر ان کے شاگرد و پیرو ہونے سے انکار مناسب سمجھا - بلکہ کہین کہین انکی مخالفت و عداوت کا اظہار بھی ضروری خیال کیا - چنانچہ تحریر نمبر ۵ مین آپکے ظہور مین آیا ہے - ایسا ہی ازالہ کے صفحہ ۷۲۹ مین آپکا سرسید کو اشارۃً علم عمل الترب سے بے نصیب کہنا ہے - اور ازالہ کے صفحہ ۵۵۰ مین تمام نیچریون کو صراحۃً برا کہنا اور یہ دعوی کرنا ہے کہ انکے دلونمین قال اللہ و قال الرسول کی عظمت نہین اور یہ لوگ حدیثون کو نہین مانتے وغیرہ وغیرہ -

ولیکن عقل و حیا سے کام لے کر آپنے یہ خیال نفرمایا - کہ اصول نیچر کی پیروی و موافقت کے ساتھ آپکی یہ مخالفت ظاہری کس کام آتی ہے - جسقدر طعن و تمیز و استہزا بحق احادیث صحیحہ آپ کی کلام مین پایا جاتا ہے سرسید اور انکے اتباع کی

ہین یا شافعی یا اہلحدیث خواہ اہل فقہ اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو

کلام مین اس کا مشرعنیہ ہی پایا نہین جاتا اور جن باتون مین آپنے سرسید کی شاگردی وپیروی اختیار کی ہے انکے اظہار و بیان مین آپنے سرسید کو پیچھے چہوڑ دیا۔ اور سبقت کا علم بلند کیا۔ مثلاً (۱) اونہون نے تو حضرت مسیح کو صرف مردہ قرار دیا تہا۔ آپنے اونکو مارکر یا زندہ درگور کرکے اُنکا عہدہ خود چہین لیا۔ اور اُنپنے مسیح موعود ہونے کا اشتہار دیدیا۔ (۲) اونہون نے تو معجزات مشہودہ حضرت مسیح سے صرف انکار کیا۔ اور اُنکو مسمریزم کا اثر قرار دیا تہا۔ آپنے حضرت مسیح کے معجزات کو عمل مسمریزم قرار دیکر ایک مکروہ و ناقابل نفرت فعل ٹہرایا۔ اور خود حضرت مسیح سے بڑہکر یا اوسکے برابر یہ عمل مسمریزم کر دکہانے کا دعوی کیا۔ (۳) انہون نے تو منصب نبوت کو وسیع کرکے اوروں (جیسے کالون۔ لوتہر۔ اور بابو کشب چندر سین وغیرہ*) کا نبی ہونا تجویز کیا تہا۔ آپنے ختم نبوت کو توڑکر خود دعوی نبوت و رسالت کیا۔ اور اپنا احمد رسول مبشر بزبان عیسے علیہ السلام بنص قرآن ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ہونا مشتہر کر دیا۔ وعلی ہذا القیاس بہر بعض سبقت کے ساتہ آپکا انکار شاگردی وپیروی سرسید سے کیا فائدہ بخش سکتا ہے۔ اور اس سے آپکا نیچری ہونا کب چہپا رہ سکتا تہا۔ ان باتون نے عام لوگون کی نظرون مین آپکو سرسید کا مرشد (جیسا کہ آپ چاہتے ہین) بنا دیا۔ اور اونکو سرسید کا ذکر بہلا دیا۔ مگر ہم انصاف کا خون کرنا جائز نہین رکہتے۔ اور "الفضل للمتقدم" کو نظر انداز نہین کر سکتے۔ اور اسلیے ابتک سرسید کو آپکا استاد اور آپکو انکا شاگرد مان رہے ہین۔ عام لوگون کو اختیار ہے جو چاہین سو کہین۔

* دیکہو تہذیب الاخلاق ۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ مین خود ہو چکا ہے ان لوگونکا صاف وحی ہونا بیان کیا ہے۔

واجب العمل ہے۔ حالانکہ خبر واحد ہر ایک کے نزدیک موجب ظن ہے نہ مثبت یقین اسی وجہ سے خاصکر صحیحین کی نسبت علماے اسلام نے جنمین مقلد و مجتہد فقیہ و محدث سب داخل ہین اتفاق کیا ہے۔ کہ

اس بحث و بیان سے کوئی نادان اتباع سرسید احمد خان سے شاید یہ نتیجہ نکالے۔ کہ جو کچھ کادیانی نے کہا ہے۔ اگر یہ سرسید کی کلام مین بعینہ یا باصلہ موجود ہے۔ تو کادیانی صاحب سرسید کے شاگرد اور خلیفہ ٹہیرے۔ پہر ہم اپنے امام کے خلیفہ کی پیروی کیون نکرین۔ اور کہلے نوزادہ عیسائی میرزائی کیون نہ کہلاوین۔ مگر ان کا یہ نتیجہ نکالنا محض دہوکہ کہانا ہے۔ اسلئے کہ کوئی شخص کسی کا خلیفہ تب ہی ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ دو شرطونکا پابند ہو۔ ان میں سے ایک شرط کا بہی وہ خلاف کریگا تو ہرگز خلیفہ نہین کہلائیگا۔ اول یہ کہ وہ اُسکی پیروی اور نیابت اور خلافت کا معترف ہو۔ اسکی پیروی کا منکر اور اسکی مقابلہ کا مدعی نہ ہو۔ کیونکہ اس صورت مین وہ اسکا باغی کہلاتا ہے نہ خلیفہ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسکے اصول کا پابند ہے۔ اسکی مخالفت نہ کرے کیونکہ درصورت مخالفتِ اصول وہ اسکا خلیفہ نہین کہلاتا۔ بلکہ ایک مستقل امام کہلانے کا مدعی سمجہا جاتا ہے۔

اور کادیانی مین یہ دونو شرطین مفقود ہین اور انکی اضداد بدرجہ موجود وہ سرسید کی پیروی و نیابت کا منکر اور انکے مقابلہ کا مدعی اور انکے اصولِ جدیدہ کی پیروی کے ساتہ اسباب کا مدعی ہے۔ کہ یہ اصول ایجاد بندہ ہین سرسید تو اُن سے محض بے نصیب ہین۔ اور انکا اصول کے مقابلہ مین وہ بعض ایسے پرانے اصول کو بہی ہاتہ مارتا ہے۔ جو اصول مذہب سرسید کے

صحیحین کی احادیث واجب العمل ہین اور امام ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثین موجب یقین ہین۔ لہذا انکے مضمون پر اعتقاد بہی واجب ہے۔ اور اکابر ائمہ نے لکہا ہے کہ اگر کوی یہ قسم کہالے کہ جو احادیث صحیحین مین ہین وہ صحیح نہون تو اسکی عورت پر طلاق ہے۔ تو اوسکی عورت پر طلاق واقع نہین ہوتی اور وہ اس قسم مین جہوٹا نہین ہوتا۔

مخالف ہین۔ اور اس سے وہ تناقض اور جمع بین الضدین کا مرتکب ہو رہا ہے مثلاً۔ ۱۔ وہ معجزات انبیا کا منکر ہے۔ مگر اپنے لئے معجزات وخوارق کے اظہار وظہور تجویز کر رہا ہے۔ ۲۔ وہ حضرت مسیح کے صعود ونزول جسمانی اور اسکے متعلقات ولوازم کو خلاف قانونِ قدرت (نیچر) وغیر معمولی سمجہکر اس سے منکر ہے۔ مگر اپنے لئے غیر معمولی الہام ثابت کر رہا ہے۔

وعلی ہذا القیاس اسی وجہ سے اونکے پیر ومرشد سر سید نے اپنے پرچہ (اخبار) مین ۔ اسکے الہامات کی برخلاف ایک مضمون شائع کر دیا ہے جس مین بات کا اظہار کیا ہے کہ اس الہام کی تجویز مین وہ اصول سر سید کی پیروی سے خارج ہوگیا۔ اور ایک ناخلف مرید اور عاق شاگرد بنگیا ہے۔ اسلئے وہ سر سید خلیفہ کہلانیکا مستحق نہین ہے۔

اب اتباع سر سید کو اگر وہ اونکے سچے اتباع ہین ہرگز مناسبت نہین ہے کہ اس مخالفت وبغاوت کے ساتہ صرف بعض اصول جدیدہ مین اسکے پیرو سید ہوجانے کے سبب اسکو سر سید کا خلیفہ سمجہین اور اسکا اتباع وپیروی کو سر سید کی پیروی کا التزام قرار دین قطع نظر اس سے اونکو یہ بہی غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے جو سر سید سے حل نہین ہوا۔ اور اوسکو قادیانی حل کر دیا ہے۔ پہر پیر ومرشد کو

امام نووی نے شرح مسلم مین فرمایا ہے۔ علما کا اسپر اتفاق ہے کہ قرآن

اتفق العلماء رحمہم اللہ تعالی علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری ومسلم وتلقتہما الامۃ بالقبول وکتاب البخاری اصحہما صحیحا واکثرہما فوائد ومعارف ظاہرۃ وغامضۃ وقد صح ان مسلما کان ممن یستفید من البخاری ویعترف بانہ لیس لہ نظیر فی علم الحدیث وہذا الذی ذکرنا من ترجیح کتاب البخاری ہو المذہب المختار الذی قالہ الجماہیر واہل الاتقان والحذق والغوص علی اسرار الحدیث (مقدمہ شرح مسلم)

کے بعد تمام کتابون سے صحیح تر صحیح بخاری ومسلم ہین۔ ان کتابون کو امت محمدیہ نے قبول کرلیا ہے اور ان دونو مین سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور فوائد ومعارف ظاہر واور پوشیدہ مین بڑھکر ہے۔ اور یہ بات صحت کو پونچ چکی ہے کہ امام مسلم امام بخاری کا شاگرد ہے اور وہ معترف تہا کہ علم حدیث مین بخاری کا کوئی نظیر نہین ہے۔ یہ بات جو ہمنے کہی ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے یہی جمہور علماء کا جو حدیث کے خوب ماہر ہین اور اسکی باریکیون مین غوطہ زن پسند کیا ہوا مذہب ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام مین فرمایا ہے۔ کہ صحیح بخاری

اما جامع البخاری الصحیح فاجل کتب الاسلام وافضلہا بعد کتاب

قرآن کے بعد اسلام کی سب کتابون سے اجل وفضل ہے وہ ہمارے وقت (سنہ ۷۱۳ھ)

چہوڑکر شاگرد ومرید کی پیروی کا دم ہونے سے خالدہ ہی کیا ہے۔ اس امر کو ہم حاشیہ صفحہ ۹ نمبر ۱ جلد ۱۳ اشاعۃ السنۃ مین جتا چکے ہین شائقین اس حاشیہ کیطرف بھی مراجعت کرین۔

حاشیہ ختم ہوا جسکے اختتام سے وہ وعدہ پورا ہوا۔ جو حاشیہ صفحہ ۲۹۷ نمبر ۱ جلد ۱۲ مین.

الله وهو اعلى في وقتنا هذا سنة ثالث عشر بعد سبع مائة ومن ثلثين سنة يفرحون العلماء بعلو سماعه بكيف اليوم فلو رحل شخص لسماعه من الف فرسخ لما ضاعت رحلته۔ (تاریخ ذہبی)

مین بڑے اعلے مرتبہ مین ہے۔ اس سے تیس برس پہلے سے علماء اسکی بلندی رتبہ روایت پر فخر کر رہے ہین۔ پہر وہ مخبر آج کیونکر نہو۔ کوئی شخص ہزار فرسنگ اس کتاب کے سننے کے لئے سفر اختیار کرے تو اسکا سفر ضائع نہو گا۔

قسطلانی نے شرح بخاری مین فرمایا ہے۔ کہ امام بخاری کی تالیفات

واما تاليفه يعني البخاري فانها سارت مسير الشمس ودارت في الدنيا فما جحد فضلها الا الذي يتخبطه الشيطان من المس واجلها واعظمها الجامع الصحيح (قسطلانی شرح بخاری)

دنیا مین پہیل رہی اور وہان پہرتے ہین جہان آفتاب پہرتا ہو۔ انکی بزرگی کا منکر وہی شخص ہو گا جسکو شیطان نے چہو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو گا۔ ان سب تصانیف مین سے بزرگ اور بڑی صحیح بخاری ہے۔

شیخ حافظ **ابن کثیر** نے کتاب البدایۃ والنہایہ مین فرمایا ہے۔ کہ کتاب صحیح

وكتابه الصحيح يستسقى بقراءته الغمام واجمع على قبوله وصحة ما فيه اهل الاسلام (تاریخ ابن کثیر)

بخاری کی قرأت کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیجاتی ہے اور اسکی احادیث کی صحت و قبول پر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے

اور حضرت شاہ ولی اللہ نے **حجۃ اللہ البالغہ** مین فرمایا ہے۔ کہ محدثین

اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امرهما

کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ صحیح بخاری و مسلم کی مرفوع متصل حدیثین یقینا صحیح ہین اور اسپر کہ یہ کتابین اپنے مصنفون تک تواتر کے ساتھ پہونچ چکی ہین۔ اور اسپر بہی

فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين (حجة الله البالغة ص ۱۳۹)

انکا اتفاق ہے۔ کہ جو شخص انکے شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے مومنون کے راہ خلاف چلنے والا۔

اور صاحب **دراسات** نے فرمایا ہے۔ کہ ان دونون کتابون کا قرآن کے بعد

وكونهما اصح كتاب في الصحيح المجرد تحت اديم السماء وانهما اصح الكتب بعد القرآن العزيز باجماع من يعتد به المعول في هذا العلم الشريف قاطبة في كل عصر واجماع كل فقيه مخالف وموافق (دراسات ص ۲۷۹)

تمام کتابون سے جو آسمان کے نیچے ہین صحیح تر ہونا اور خالص صحیح حدیثون پر مشتمل ہونا۔ ہر زمانہ کے جملہ علماء کے (جنپر اس علم حدیث مین اعتبار ہے) اور ہر ایک فقیہ موافق ومخالف کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے۔

امام ابن الصلاح نے فرمایا ہے۔ کہ بخاری ومسلم کی اتفاقی حدیثین

وهذا القسم يعني المتفق عليه مقطوع بصحته والعلم اليقيني النظري واقع به خلافا لقول من نفى ذلك محتجا بانه لا يفيد الا الظن وانما تلقته الامة بالقبول لانه يجب عليهم العمل بالظن والظن قد يخطئ وقد كنت اميل الى هذا واحسبه قويا ثم بان لي ان المذهب الذي اخترناه اولا هو الصحيح لان ظن من هو معصوم من الخطاء لا يخطئ والامة في اجماعها معصومة من الخطاء ولهذا كان الاجماع المبني على الاجتهاد

یقینی صحیح ہین اور علم یقینی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی صحت سے متعلق حاصل ہے۔ اسمین اس شخص کا خلاف ہے جو یقینی علم کی نفی کرتا ہے۔ اس دلیل سے متمسک ہوکر۔ کہ اس قسم کی حدیثین مفید ظن ہین امت نے اسی وجہ سے انکو قبول کیا ہے۔ کہ ظن پر عمل کرنا اسکے نزدیک واجب ہوتا ہے اور ظن کبھی خطا بھی کرتا ہے۔

مین بھی اس مذہب کیطرف مائل ہوگیا تھا اور اسکو قوی سمجھنے لگا تھا پھر

حجة مقطوع بها واکثر اجماعات العلماء کذلک (مقدمہ ابن الصلاح)

مجھے معلوم ہوا کہ جو مذہب شیخ پہلے اختیار کیا تھا وہی صحیح ہے۔ کہ اس قسم کی حدیثین قطعی ہین کیونکہ امت محمدیہ اس قسم کی حدیثین کو صحیح سمجھنے پر اتفاق کرنے مین معصوم ہے۔ اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہین کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے وہ (عصمت امت اہل اجماع کی نظر سے) قطعی سمجھا جاتا ہے۔ باوجودیکہ اجتہاد ایک ظنی امر ہے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین فرمایا ہے۔ کہ امام الحرمین نے کہا ہے۔

قد قال امام الحرمین لو حلف انسان بطلاق امرأته ان ما فی کتابی البخاری ومسلم مما حکما بصحته من قول النبی ﷺ لما الزمته الطلاق ولا حنثته لاجماع علماء المسلمین علی صحتهما (مقدمہ شرح مسلم صـ)

کوئی آدمی اگر یہ قسم کہا لے کہ بخاری ومسلم کی حدیثین صحیح نہون تو اس شخص کی عورت پر طلاق ہے۔ تو اسکی یہ طلاق واقع نہوگی اور نہ اس قسم مین وہ جھوٹا ٹھہرے گا۔ کیونکہ مسلمانون کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کتابون کی حدیثین صحیح ہین۔

اس مضمون کے اقوال بکثرت موجود ہین جنکی نقل سے تطویل ہوتی ہے۔ اسکے مقابلہ مین آپکا یہ کہنا کہ پندرہ کروڑ حنفی صحیح بخاری کو نہین مانتے۔ یہ محض ایک عامیانہ بات ہے۔ عامی لوگ جنکی تعداد* مردم شماری کے کاغذات سے آپ نے بتائی ہے۔ بخاری کو نہ مانتے ہون تو انکا اعتبار نہین ہے عالم حنفی تو صحیح بخاری کی صحت سے

* - یہ تعداد بھی معلوم نہین کس ملک کے حنفیون کی ہے۔ ہندوستان مین تو حنفیون کی یہ تعداد نہین ہے۔ ہندوستان کے کل مسلمان چھ کروڑ ہین جنمین حنفی اہلحدیث شیعہ وغیرہ سب شامل ہین۔

انکار نہین کرتے۔ آپ اس دعوی مین سچے ہین تو کم سے کم ایک عالم کا متقدمین
یا متاخرین سے نام بتا دین۔ جسنے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو غیر صحیح
یا موضوع کہا ہو۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث صحیح بخاری
کو اونپر اطلاع پاکر چھوڑ دیا۔ یہ بھی ایک عامیانہ بات ہے۔ آپ یہ نہین جانتے کہ
امام اعظم صاحب کب ہوئے اور صحیح بخاری کب لکھی گئی۔ مہربان من امام اعظم صاحب
ڈیڑھ سو سنہ ہجری مین انتقال کرکے داخل فردوس ہوئے۔ اور صحیح بخاری دوسو
سنہ کے بعد تالیف ہوئی۔ صحیح بخاری امام صاحب کے وقت مین تالیف ہوتی تو امام
صاحب اسکو آنکھ پر رکھ لیتے۔

امام شعرانی **میزان کبری** کے صفحہ ۲۰ وغیرہ مین فرماتے ہین۔ کہ

واعتقادنا واعتقاد كل منصف في الامام ابي حنيفة بقرينة ما روينا انفا عنه من ذم الرای والتبري منه ومن تقديمه النص على القياس انه لو عاش حتى دونت احاديث الشريعة بعد رحيل الحفاظ في جمعها من البلاد والثغور وظفر بها لاخذ بها وترك كل قياس كان قاسه وكان القياس قل في مذهبه كما قل في مذهب غيره بالنسبة اليه لكن لما كانت ادلة الشريعة مفرقة في عصره مع التابعين وتابع التابعين في المدائن والقرى والثغور كثر القياس

ہمارا اور ہر ایک منصف کا امام ابوحنیفہ کی نسبت بشہادت ان اقوال کے جو انسے درباب مذمت رائے واظہار برأت از رائے ہم نقل کر چکے ہین اور بشہادت اس امر کے۔ کہ وہ نص کو قیاس سے مقدم سمجھتے یہ اعتقاد ہے۔ کہ اگر وہ احادیث کے جمع ہوجانے تک جو حفاظ حدیث کے مختلف شہرون اور سرحدون کے سفر کرنے کے بعد جمع ہوئین زندہ رہتے تو وہ ان احادیث کو لے لیتے۔ اور جو قیاس وہ (ان احادیث کے نہ ملنے سے کر چکے تھے چھوڑ دیتے اور انکے مذہب

فی مذهبه بالنسبة الی غیره من الائمة ضرورة لعدم وجود النص فی تلک المسائل التی قاس فیها بخلاف غیره من الائمة فان الحفاظ قد رحلوا فی طلب الاحادیث، وجمعها فی عصرهم من المدائن والقرى ودونها فجاوبت احادیث الشریعة بعضها بعضا - فهذا کان سبب کثرة القیاس فی مذهبه وقلته فی مذاهب غیره (میزان شعرانی ک ج ۱)

مین قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور ائمہ کے مذہب مین حنکو ان احادیث پر اطلاع ہوئی تہی کم ہوا ہے - ولیکن چونکہ انکے زمانہ مین شریعت کے دلائل (حدیثین) تابعین اور تبع تابعین کے ساتہ شہرون اور گاؤن اور سرحدون مین متفرق تہین - لہذا انکے مذہب مین قیاس کی کثرت ہوئی اس ضرورت کی وجہ سے کہ ان مسائل مین جسمین اونہون نے قیاس کیا ہے انکو حدیثین نہ ملی تہین - اور ائمہ کا حال اسکے برخلاف ہے کیونکہ انکے زمانہ مین حفاظ حدیث نے حدیثون کی طلب اور جمع کرنے کے لئے شہرون اور گاؤن کے سفر کئے - لہذا انکے زمانہ مین حدیثین جمع ہوگئین یہی سبب ہے کہ انکے مذہب مین قیاس زیادہ ہوا اور اماموں کے مذہب مین کم ہوا -

اسکا ماحصل یہ ہے کہ کتب احادیث امام ابو حنیفہ کے بعد تالیف ہوئین - امام صاحب ان احادیث کو پاتے تو ضرور قبول فرماتے -

اور اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہین - سو اگر امام ابو حنیفہ اس حدیث پر کہ

فلو ان الامام ابا حنیفة ظفر بحدیث من مس فرجه فلیتوضأ لاخذ بها (میزان ک ج ۱)

جو شخص اپنی شرمگاہ کو چہوئے وہ وضو کرے اطلاع پاتے تو اسکو قبول فرماتے -

واضح رہے کہ یہ حدیث بخاری مین نہین ہے بلکہ اس سے کم رتبہ کتب سنن مین ہے اس تحقیق سے آپکو یہ بہی معلوم ہوگا کہ اہل حدیث کا صحیحین کو بلا دقت و نظر واجب العمل سمجہنا تقلید بے دلیل نہین ہے - بلکہ اسمین ان دلائل و اصول کا اتباع ہے

جو تصحیح حدیث مین مرعی رکہے گئے ہین - اجماع مخالفین و موافقین جبکو مخالف و موافق نقل کرتے ہین ان احادیث کی صحت پر بڑی روشن دلیل ہے. آپ اجماع کے لفظ سے گبہراتے ہین تو اسکی جگہ تلقی و تداول ہتہ کو جو تعامل و توارث کا ہم وزن ہے قبول کرین اور یقین کے ساتہ مان لین کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم پر جملہ فرقہاے اہل سنت کا عمل و استدلال چلا آیا ہے اس پر جو آپکا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم مسلمانون مین اتفاق کے ساتہ مسلم چلی آئی ہین تو بعض علما حنفیہ وغیرہ نے ان احادیث کا خلاف کیون کیا اور سبہی نے انکے مطابق کیون مذہب اختیار نہکر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی مین اختلاف پر مبنی ہے - یا بعض وجوہات ترجیح پر آپ کتب اصول و فروع اسلام مین نظر نہین رکہتے آپ فتح القدیر کو جو حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے - یا برہان شرح مواہب الرحمن کو جو عرب و عجم مین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکہی جاتی ہے ایک دو روز مطالعہ کرکے دیکہین کہ انہین کس عزت و ادب کے ساتہ صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے - اور جس حدیث سے اختلاف کیا ہے اوسکو ضعیف سمجھکر اختلاف کیا ہے؟ یا اوسکے معانی مین اختلاف کرکے یا اور وجوہات خارجیہ سے دوسری احادیث کو ترجیح دیکر اختلاف کیا؟

آپ فرماتے ہین کہ حدیث پرکہنے کے لئے قرآن کریم سے بڑہکر ہمارے پاس معیار نہین - محدثین نے گو معیار صحت قوانین روایت کو ٹہیرایا ہے مگر انہون نے اسکو کامل معیار نہین کہا - اور نہ قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ٹہیرایا ہے - اور اس دعوی کی تائید مین متعدد تحریرون مین متعدد آیات کو ذکر کیا ہے - جن مین قرآن مجید کے محامد علیہ و فواضل سنیہ مسلمہ اہل اسلام کا ذکر ہے - مہربان من محدثین کیا کوئی محقق مسلمان حنفی یا شافعی مقلد یا غیر مقلد تصحیح روایات حدیثیہ کا اسیا

قرآن کریم کو نہیں ٹھیراتا اور یہ نہیں کہتا کہ جب کسی حدیث کی صحت پر کہنی ہو تو اسکو
قرآن کریم کے موافقت یا مخالفت سے صحیح یا غیر صحیح قرار دیں۔ بلکہ معیار تصحیح
وہ قوانین روایت کے ٹھیراتے ہیں کہ از انجملہ کسیقدر بیان ہو چکے ہیں اسکی وجہ معاذ اللہ
ثم معاذ اللہ یہ نہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں کا حکم و مہیمن نہیں یا وہ امام حبل المتین
نہیں۔ کوئی مسلمان جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے یہ نہیں سمجھتا۔ اور اگر کوئی ایسا سمجھے
تو وہ سخت کافر ہے۔ ابوجہل کا بڑا بھائی نہ چھوٹا کیونکہ ابوجہل نے تو قرآن مجید
کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔ یہ کافر قرآن پر ایمان لا کر اسکو اپنا امام نہیں بناتا اور حکم
نہیں سمجھتا۔ ایسا شخص درحقیقت قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اگرچہ بظاہر مدعی ایمان
ہو۔ آپنے ناحق و بلا ضرورت ان آیات قرآنیہ کو ہمارے سوال کے جواب میں
پیش کیا جنمیں قرآن مجید کے یہ محامد علیہ وارد ہیں اور انکے بے ضرورت نقل و بیان میں
اپنے اور ہمارے اوقات کا خون کیا۔ بلکہ توافق قرآن کو معیار صحت نہ ٹھیرانے
اور اس باب میں اصول روایت کی طرف رجوع کرنے کی دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ
یہ ہے کہ جو احادیث ان اصول روایت سے صحیح ہو چکی ہوں وہ خود بخود قرآن مجید
کے موافق ہوتی ہیں اور ہرگز ہرگز وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں۔ قرآن امام ہے
اور وہ احادیث خادم قرآن۔ اور اسکی وجوہات کی مفسر و مبین اور ان وجوہات
معانی قرآن کی جو کم فہم و قاصر الفکر لوگوں کے خیال میں متعارض معلوم ہوتی ہیں
فیصلہ کرنے والی ہیں جس حالت میں ایک حدیث صحیح دوسری حدیث کی مخالف
نہیں ہوتی اور انکی باہم تطبیق ممکن ہے۔ چنانچہ امام الائمہ ابن خزیمہ سے
منقول ہے۔ کہ میں ایسی کوئی دو حدیثیں
نہیں پہچانتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے باسناد صحیح مروی ہوں اور

لا اعرف انہ روی عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم حدیثان باسنادین صحیحین
متضادین فمن کان عندہ فلیاتینی ۔

لاکلف بینهما (مقدمه ابن الصلاح) پہر وہ آپسمین متضاد و متخالف ہون
کسیکے پاس ایسی دو حدیثین ہون تو وہ میرے پاس لاوے مین انکو باہم متوافق
ومطابق کردون۔ توپہر کسی حدیث صحیح کا مخالف قرآن ہونا کیونکر ممکن ہے
جو شخص کسی حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف سمجہتا ہے وہ نافہم ہے اور اپنی نافہمی
سے حدیث کو مخالف قرآن قرار دیتا ہے۔ محققین اسلام محدثین وفقہا ایسے
نہین ہین کہ صحیح حدیث کو مخالف قرآن سمجہین اس لئے انکو تصحیح حدیث کے لئے
اس امر کی ضرورت نہین ہے کہ موافقت یا مخالفت قرآن سے اسکا امتحان کرین
یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام قاطبۃً حدیث کی صحت قوانین روایت سے ثابت کرتے
ہین اور بعد تسلیم صحت وحصول فراغ از تصفیہ صحت احادیث کی قرآن سے تطبیق
کرتے ہین وہ بہی ایسے طور پر کہ امام قرآن ہی رہے اور احادیث اسکی خادم اور مفسر
ومترجم وفیصلہ کنندہ وجوہ اختلاف در نظر اشخاص قاصر الانظار بنی
دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف توافق مضمون کسی حدیث کا اسکی صحت
تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ موضوع حدیثین اگر انکے مضامین صادق با
ہون صحیح متصور ہون جسکا کوئی مسلمان قائل نہین۔ اسکے مقابلہ مین
کہ قرآن خود اپنا مفسر ہے حدیث اسکی مفسر نہین ہوسکتی۔ اس ... کی نادانی
اصول مسائل اسلام سے ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے خود حدیث کو اپنا خادم
ومفسر قرار دیا ہے۔

خدا تعالےٰ نے قرآن مجید مین بعض احکام ایسے طور پر بیان کئے ہین کہ وہ بلا
تفصیل صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مسلمان مخاطب قرآن کے سمجہ
مین نہ آتے اور نہ وہ دستور العمل ٹہیرائے جاسکتے۔ ایک حکم نماز ہی کو دیکہہ لو قرآن
مین اسکی نسبت صرف یہ ارشاد ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ۔ اور کہین اسکی تفسیر نہین کہ

کہ نماز کیونکر قائم کیجاسئے۔ صاحب الحدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بابی ہو وامی) نے قولی وفعلی حدیثون سے بتایا کہ نماز یون پڑہی جاتی ہے تو وہ حکم قرآن سمجہا وہ عقل مین آیا۔ آپ کہینگے کہ یہ کیفیت نماز تعامل سے ثابت ہے۔ اسپر سوال کیا جائیگا کہ تعامل کب سے شروع ہوا۔ اور کس طریق پر تعامل ہوا وہ طریق کس نے بتایا۔ اسکے جواب مین آخیر یہی کہوگے کہ حدیث یا صاحب حدیث نے۔

دوسرا یہ سوال کہ وہ تعامل جن جن صورتون پر جاری ہے اتفاقی ہے یا اختلافی ہے۔ صرف اتفاقی صورتون مین اسکا آپ نے ذکر دیا تو انکو نماز پڑہنا مشکل ہوجائیگا اختلافی صورتون پر تعامل کا دعوی کروگے تو تناقض موجب تساقط ہوگا۔ یا آخر اس اختلاف کا تصفیہ احادیث صحیحہ سے ہوگا۔ جو آپسمین متدافع ہو سکتی ہین۔

اب ہم ایک دو ایسی مثالین پیش کرتے ہین جنمین آپ کو تعامل کا اشتباہ ہو۔ قرآن کریم نے حرام جانورون کو (جیسے خنزیر و منخنقہ وغیرہ) حرام [...] ان کے ماسوا سب جانورون کو حلال کردیا اور فرمایا ہے

... فیما اوحی الی محرما ... الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا الایۃ + وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا	تو کہدے مین اس وحی مین جو میری طرف ہوئی ہے۔ کسی کہانے والے پر مردار یا خون جاری کے سوا کچہ حرام نہین پاتا۔ اور اپنا وہ ہے جسنے تمہارے واسطے جو کچہ کہ زمین مین ہے پیدا کیا ہے۔

اور بعض جانورون کی حرمت کا بیان اپنے خادم حدیث یا صاحب الحدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کردیا و بناؤ علیہ اسنے ظاہر کردیا ہے۔ کہ علاوہ ان جانورون کے جنکی حرمت کا بیان قرآن مین ہے۔ گدہا اور درندے حرام ہین۔ اب فرمائیے اس حکم گدہا اور درندون کی حرمت کی تفسیر قرآن کریم نے خود

کہان فرمائی ہے تاکہ اسپر وقوع تعامل کا بہی آپ دعوی نہین کرسکتے۔ گدہے وغیرہ درندون کی حرمت کا اعتقاد یا اسکے استعمال کا ترک کوئی عمل نہین ہے جسپر تعامل کا ادعا ہوسکے۔ حدیث کو یہ خدمتِ تفسیر و فیصلہ وجوہات قرآن کریم نے خود عطا فرمائی ہے۔ اور صاحب الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی اپنی کلام میں جسکو حدیث کہا جاتا ہے اس خدمت کے عطا ہونے کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم مین ارشاد ہے۔ جو کچھ (حکم) تمہین رسول

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔

دے لے لو۔ اور جس سے روکے اُس سے رُک جاؤ۔

اس مضمون کی آیات قرآن مین اور بہت ہین مگر ہم آپ کیطرح ان سب کو شمار کرکے تطویل کلام نہین کرنا چاہتے۔ یعنی اے مسلمانون جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمکو دے (قرآن ہو خواہ وحی غیر متلو حدیث) وہ لیلو اور جس سے روکے یعنی جو حکم کسی چیز کے عدم استعمال کی نسبت دے گو وہ حکم قرآن مین نہو اوس سے رکو۔ اسی ارشاد قرآنی کی ہدایت و شہادت سے حضرت ابن مسعود نے وشم (جسم کو گودنا) پر لعنت کی وعید کو جو صرف حدیث مین وارد ہے قرآن مین داخل قرار دیا تو اسپر ایک عورت ام یعقوب نے اعتراض کیا کہ یہ لعنت قرآن مین کہین ہے۔ تو اوہون نے جواب دیا کہ جس حالت مین لعنت حدیث مین وارد ہو تو بحکم آیۃ وما اٰتکم الرسول فخذوہ۔ یہ قرآن کریم مین وارد ہے چنانچہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت

عن عبد اللہ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ قال فبلغ ذلک امرأۃ من بنی اسد یقال لہا ام یعقوب

ہے کہ انہون نے کہا خدا تعالے نے ان عورتون کو لعنت کی ہے جو جسم گودتی[*] ہین اور گدواتی ہین اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہین اور دانتون

* گودنا۔ سوئی وغیرہ سے جسم کی کہال مین سوراخ کرکے اسمین سرمہ وغیرہ نیلک بہرنا۔

وكانت تقرأ القرآن فاتته فقالت حديث بلغني عنك انك لعنت الواشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله فقال عبد الله وما لا العن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في كتاب الله عز وجل فقالت المرأة لقد قرأت ما بين لوحي المصحف فما وجدته فقال لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه قال الله عز وجل ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا
(مسلم مسند صفحہ ۲۴۰ جز ۲)

اور دانتون کو باریک کرتی اور کرواتی ہین خوبصورتی کے لئے خدا کی پیدایش مین تبدیلی چاہتی ہین۔ یہ قول ابن مسعود کا ایک بنی اسد کی عورت ام یعقوب کو جو قرآن پڑہی ہوئی تھی پہنچا۔ تو وہ ابن مسعود کے پاس ائی اور بولی یہ کیسی بات ہے جو تجہسے پہنچی ہے۔ کہ تو ایسی عورتون کو لعنت کرتا ہے۔

وہ بولے مین ایسی عورتون کو لعنت کیون نکرون جنکو رسول اللہ نے لعنت کی ہو۔ اور وہ لعنت قرآن مجید مین بہی ہو۔ وہ بولی مین تو قرآن سب کا سب پڑہا اسمین تو کہین یہ لعنت نہین ہے۔ انہون نے کہا تو (ٹہیک) قرآن کو پڑہتی تو اسمین یہ آیت پاتی۔ وما آتكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ یعنی رسول جو حکم دے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

جناب صاحب الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ارشاد قرآنی کے موافق ارشاد کیا ہے

عن المقدام بن معد يكرب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اني اوتيت القرآن ومثله معه الا يوشك رجل شبعان على اريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم فيه من حرام فحرموه وان ما حرم

چنانچہ مقدام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سن رکھو مجہے قرآن دیا گیا ہے اور اسکے ساتھ ایک ایسی چیز جو اسکی مثل ہے (یعنی حدیث) سن رکھو۔ عنقریب ایک شخص پیٹ بہرا اپنی چھپرکہٹ پر بیٹھا

رسول الله كما حرم الله ألا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولا كل ذي ناب من السباع ولا لقطة معاهد إلا أن يستغني عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه - رواه ابو داود ص ٢٧٦

یہ کہیگا کہ لوگو تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو۔ اسمین جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ (یعنے جو حکم قرآن مین نہو حدیث مین ہو اسکو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے

سن رکھو تمہارے لئے۔ آبادی کے گدہے حلال نہین اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانون کی امان وپناہ مین رہنے والی کافر کی کوئی گری ہوئی چیز۔ بجز اسحالت کے کہ وہ اس سے بے پرواہو۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو۔ انپر لازم ہے کہ وہ اسے کہانے کو دین۔ وہ نہ دین تو اسے پہنچتا ہے۔ کہ وہ اپنے کہانے کے مقدار خود بخود انکے مال سے لے لے۔

طیبی نے شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے۔ اسحدیث مین بڑی زجر وملامت ہے

وهذا الحديث توبيخ وتقريع ينشأ من غضب عظيم على ترك السنة وما عمل بالحديث استغناء عنها بالكتاب۔ (الطيبي شرح مشكوة)

جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اس شخص کے لئے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھکر حدیث کے عمل سے بے پروا ہو جائیگے اور اسکا عمل ترک کر دے۔

اسحدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے۔ کہ حدیث کتاب کے اجمال وابہام

السنة قاضية على كتاب الله

کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ یعنی حدیث ان وجوہات واختلاف قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ جو کتاب اللہ کے معانی مختلفہ سے لوگونکے خیال مین آتی ہین۔

پھر امام یحیی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے۔ کہ حدیث اجمال قرآن کا فیصلہ کرنے

قال السنة قاضية على القرآن وليس القرآن بقاض على السنة (سنن دارمی ص)

والی ہے۔ قرآن حدیث کا فیصلہ کرنے والا نہین ہے۔ یعنی حدیث قرآن کی وجوہات اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور قرآن ایسا نہین کرتا کہ وہ حدیث کی وجوہ اختلاف کا فیصلہ کرے۔ یعنی اس لئے کہ خدمت خادم کا کام ہے نہ مخدوم کا۔

اور دارمی نے حسان سے نقل کیا ہے۔ کہ جبرئیل ؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ

قال كان جبريل ينزل على النبي بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن (سنن دارمی)

وسلم پر حدیث لیکر بہی ویسے ہی نازل ہوتے جیسا کہ قرآن لیکر آتے۔

یعنی حضرت جبرئیل جیسا کہ آنحضرت ؐ پر قرآن اوتارتے ویسی ہی حدیث۔

اور سعید بن جبیرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک دن

انه حدث يوما بحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم فقال رجل في كتاب الله ما يخالف هذا قال لا اراني احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعرض فيه بكتاب الله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم بكتاب الله منك (سنن دارمی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی۔ تو ایک آدمی بولا قرآن مین اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا مین تجہے آنحضرتؐ کی حدیث سناتا ہون تو اسکے مقابلہ مین قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجہ سے بڑہکر قرآن مجید جاننے والے تہے (یعنی آنحضرت ؐ نے یہ حدیث فرمائی ہے تو قرآن کا مطلب سمجھکر فرمائی ہے۔ قرآن مین اسکا خلاف ہوتا تو آپ یہ حدیث کیون فرماتے)۔

امام شعرانی نے منہج المبین مین کہا ہے۔ کہ امت محمدیہ کا اسپر

اجتمعت الامة على ان السنة

اتفاق ہے۔ کہ حدیث قرآن مجید

قاضية على كتاب الله (منهيہ شعبان)	کی وجہ مختلف کو فیصلہ کرنے والی ہے

ان آیات قرآنی و اقوال نبوی و آثار سلف کے مقابلے مین جو حدیث آپنے تفسیر حسینی سے نقل کی ہے وہ قابل اعتبار نہین ہے۔ وہ حدیث زندیقون یعنی چھپے مرتدون کی بنائی ہوئی ہین۔ اور اگر اس حدیث کو بطور فرض محال صحیح فرض کر لیا جاوے تو وہ خود اپنے مضمون کی مبطل و مکذب ہے ہم اس حدیث کے روسے پہلے اسی کو قرآن پر پیش کرتے ہین تو بحکم آیہ وما آتکم الرسول وغیرہ اسکو موضوع پاتے ہین یہ بات مین صرف اپنی رائے سے نہین کہتا بلکہ ائمہ محدثین اور فقہا اصولیون کی کتابون مین پاتا ہون۔

کتاب **تلویح** مین ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو اس وجہ سے مطعون کیا ہے کہ اسکے راویون مین ایک یزید بن ربیعہ ہے جو مجہول الحال تہا اور اسکی سند مین اشعث اور ثوبان کے درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ لہذا یہ منقطع ہے (نہ متصل) اور

> وقد طعن فيه المحدثون بان فے رواتہ يزيد بن ربيعة وهو مجهول وترك فی اسناده واسطة بين الاشعث وثوبان فيكون منقطعا وذكر يحيى بن معين انه حديث وضعه الزنادقة (تلویح ص)

یحیٰی بن معین (امام) نے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جسکو زندیقون (چھپے مرتدون) نے وضع کیا ہے یعنی از خود گہڑ لیا ہے۔

مولانا **بحر العلوم** نے شرح مسلم الثبوت مین فرمایا ہے۔ کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندون سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہین۔ بعض

> قال صاحب سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال الشيخ ابن حجر العسقلانی قد جاء بطرق لا تخلو عن المقال وقال بعضهم قد وضعه الزنادقة وايضاً

هو مخالف لقوله تعالیٰ ما اتاكم الرسول فخذوه فصحة هذا الحدیث یستلزم وضعه ورده فهو ضعیف مردود

محدثین نے کہاہے ۔کہ اسکو زندیقون (جیسے مرتدون) نے وضع کیا یعنے ازخود بنالیاہے ۔اور نیز یہ اس قول خداوندی کے مخالف ہے جسمین فرمایاہے ۔کہ رسول جو کچھہ تمہین دے لے لو۔ پس اگر اسحدیث کو صحیح مان لین تو اس سے ہی اسکا موضوع و مردود ہونا لازم آتا ہے (یعنی اسحدیث کو صحیح مانکر اسکے مضمون کے مطابق اسکو قرآن پر عرض کیا تو قرآن نے اسکے برخلاف ہر ایک صحیح حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا ۔اور اسکے مضمون کو رد کر دیا)۔

ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ مین فرماتے ہین ۔کہ ان اصولیون

وما اورده الاصولیون من قوله اذا روی عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه وان خالفه فردوه قال الخطابی وضعته الزنادقة ویدفعه حدیث انی اوتیت الکتاب وما یعدله ویروی ومثله وکذا قال الصغانی وهو کما قال انتهی (تذکرہ ابن طاہر)

نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول نقل کیاہے کہ جب کوئی حدیث میری طرف سے مروی ہو تو اسکو قرآن پر عرض کرو ۔پس اگر وہ اسکے موافق نکلے تو اُسے قبول کرو ۔اور اگر مخالف نکلے تو رد کر دو ۔ اسکی نسبت خطابی نے کہاہے کہ زندیقون نے اسکو گھڑلیاہے ۔ اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول رد کرتاہے جسمین ارشاد ہے کہ مین قرآن دیا گیاہون ۔اور وہ چیز جو اسکے برابر یا اسکی مانند (یعنی حدیث) ۔ایساہی صغانی کہاہے اور حقیقت مین بھی ایساہی ہے جیسا کہ اسنے کہاہے ۔

قاضی محمد بن علی شوکانی فوائد مجموعہ مین فرماتے ہین ۔اس قول کی

حدیث اذا روی عنی حدیث
فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ
فاقبلوہ وان خالفہ ردوہ قال
الخطابی وضعتہ الزنادقۃ ویدفعہ
انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ
وکذا قال الصغانی قلت وقد
سبقھما الی نسبتہ الی الزنادقۃ
ابن معین کما حکاہ الذہبی علی ان
فی ھذہ الحدیث الموضوع نفسہ ما یدل
علی ردہ لانا اذا عرضناہ علی کتاب اللہ
خالفہ ففی کتاب اللہ عز وجل ما اٰتکم
الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا
ونحو ھذا من الآیات انتھی (تذکرہ موضوعات شوکانی صفحہ ۱۶۹)

نسبت جو اصولیون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔
خطابی نے کہا ہے اسکو زندیقون نے وضع
کیا ہے اور اسکو وہ قول رسول خدا رد
کر رہا ہے (جو حاشیہ سابق مین گذرا)
ایسا ہی صغانی نے کہا ہے اور ان دونو
سے پہلے یحیےٰ بن معین نے اسکو
زندیقون کی طرف منسوب کیا ہے۔
چنانچہ حافظ ذہبی نے ان سے
نقل کیا ہے۔ علاوہ برین خود اس حدیث
موضوع کا مضمون اسکو رد کر رہا ہے۔
کیونکہ ہمنے اسکے مضمون کے مطابق
اسکو قرآن پر پیش کیا تو وہ قرآن کے مخالف
نکلا کیونکہ قرآن مین صاف آچکا ہے کہ جو کچھ تمھین رسول (صلعم) دے اسکو قبول کرو
اور جو حدیث حارث اعور آپنے پیش کی ہے وہ بھی اولاً صحیح نہین جس کتاب مشکوٰۃ
سے آپنے وہ حدیث نقل کی ہے اسمین اسکا جرح موجود ہے جسکو آپنے سرقہ وخیانت
سے نقل نہین کیا اسمین منقول ہے۔ قال الترمذی ہذا حدیث اسنادہ
مجہول وفی الحارث مقال ایسا ہی تقریب التہذیب مین حارث اعور کو مجہول
کہا ہے۔ اور اس حارث کا حال ہم کتب اسماء الرجال سے تفصیل نقل کرین تو ایک
دفتر ہو جائے یہ اعور بھی ایک دجال تھا اور اگر بطور فرض محال اس حدیث کو صحیح
تسلیم کرلین تو اسکے وہ معنے نہین جو آپنے بطور تحریف کئے ہین بلکہ اسکے معنے یہ ہیں

کہ لوگ دلائل شرعیہ یعنی قرآن و حدیث کو چھوڑ کر محض رائے والی باتون مین خوض کرین تو اس فتنہ سے نجات قرآن سے متصور ہے اور احادیث و آثار سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حدیث بھی مثل قرآن ہے۔ و بناءً علیہ اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ اس فتنہ سے نجات قرآن و حدیث دونون کے اتباع سے متصور ہے نہ یہ کہ حدیث نبوی فتنہ ہے اور اس سے نجات مطلوب ہے۔ آپنے اس حدیث کے ترجمہ مین لفظ احادیث کا ترجمہ لفظ حدیثون سے کیا اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔ روے زمین مین ایسا کوئی مسلمان نہو گا جو اس کلام مین احادیث سے نبوی حدیثین مراد لیتا ہو۔ یہان احادیث سے لوگون کی باتین جو انکے لغوی معنے ہین اور بہت سی احادیث نبویہ مین یہ لغوی معنے پائے جاتے ہین۔ ایک حدیث مین ہے۔ ایاك والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ یعنی ظن سے بچو ظن جھوٹی بات ہے۔

ایک حدیث مین ذکر ہے۔ کہ آدمی کو جھوٹا بننے کے لئے یہی کافی ہے۔ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع کہ وہ جو بات سنے اس کو نقل کردے یعنی صحیح و غیر صحیح کی تمیز و تحقیق نکرے۔

یہان بھی حدیث سے بات کرنا مراد ہے۔ جس حدیث مین بوقت قضاء حاجت دو شخصون کو آپسمین باتین کرنے سے ممانعت وارد ہے۔ اس حدیث مین بھی لفظ یحدثان بولا گیا ہے۔ کیا ان سب احادیث* مین حدیث سے حدیث نبوی کی تحدیث مراد ہے۔ ہرگز نہین۔

آپنے اس حدیث اعور کے معنے مین تحریف کرنے کے وقت یہ غور نکیا کہ حدیث کے لغوی معنے کیا ہین۔ یا دیدہ و دانستہ لوگون کو دھوکہ دیا۔ حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے جو آپنے تمسک کیا ہے اس سے یہ مقصود نہین کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحۃ والثبوت کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو کافی سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اس کے معنے

* قرآن کے محاورہ مین بھی لفظ حدیث بات چیت کے معنے مین بولا گیا ہے نمبر ۲ جلد ۱۳ صفحہ (۱) ملاحظہ ہو۔

یہ ہین کہ جہان ہمارے پاس سنت صحیحہ نبویہ سے کوئی تفصیل ہو وہان قرآن کریم کو کافی سمجھینگے کیونکہ اس صورت مین یہ امر ناممکن ہے کہ قرآن کریم مین اسکا بیان کافی نہوا ہو۔ قرآن مین اسکا بیان نہوتا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین ضرور اسکی تفصیل پائی جاتی اسپر روشن دلیل جس سے کوئی مسلمان انکار نکرے یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی تمام عمر مین اپنے سے چھوٹے رتبہ کے لوگونکی روایات کو قبول کیا ہے اور ان روایات سے مستغنی ہوکر عمل کتاب اللہ کو کافی نہین سمجھا اسکی تفصیل ہمارے ضمیمجات شحنہ مین بخوبی ہوچکی ہے اسمقام مین اسکی چند مثالین ذکر کیجاتی ہین۔ اول قرآن مجید مین بیٹی کی وراثت کا یہ حکم بیان ہوا ہے کہ کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ نصف مال کی وارث ہے اس حکم قرآنی کے مقتر یا یون کہین کہ مخصص آنحضرت کی یہ احادیث ہین (۱) گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہین ہوتا جسکی دست آویز سے حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو آنحضرت کے خالص مال سے ورثہ ندیا۔ باوجودیکہ انہون نے مطالبہ بھی کیا (۲) آنحضرت نے بیٹی بیٹے وغیرہ وارثون کو اس حالت مین محروم الارث ٹھیرایا ہے جبکہ وہ اپنے مورث کو قتل کردین۔ یا وارث و مورث کے مذہب مین اختلاف ہوجاوے۔ حضرت عمر فاروق نے ان احادیث کو قبول فرمایا اور انپر عمل کیا اور ان احادیث سے مستغنی ہوکر آیۂ میراث کے عمل پر اکتفا نکیا۔

(۲) قرآن مجید مین اُن عورتونکو جنکا نکاح مرد پر حرام ہے شمار کرکے فرمایا ہے اُحل لکم ما وراء ذالکم یعنی ان عورتون کے سوا جنکا حکم حرمت نکاح قرآن مین بیان ہوا ہے سب عورتین تمپر حلال ہین اس حکم قرآن کی تفسیر یا یون کہین تخصیص مین آنحضرت کا یہ ارشاد ہے کہ جورو کی خالہ اور پھوپھی جورو کی نکاح مین ہونے کی حالت مین نکاح مین نہ لائی جاوے۔ چنانچہ فرمایا ہے لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب نے جنمیں حضرت عمر بھی داخل و شامل ہین اس حدیث نبوی کو قبول فرمایا ہے۔ اور اسکو مخالف قرآن سمجھکر اسکے عمل سے استغنا اور عمل قرآن پر اکتفا نہین کیا۔

فاضل قندہاری نے کتاب مغتنم الحصول مین کہا ہے کہ اصحاب نے اس آیہ کے حکم کو جسمین ارشاد ہے کہ محرمات مذکورہ قرآن کے سوا اور سب عورتین تمہیر حلال ہین۔ اس حدیث سے مخصوص البعض ٹھرایا ہے جسمین ارشاد ہے کہ کسی عورت کو اسکی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع نکرین۔ اور آیہ میراث کے حکم کو اس حدیث سے مخصوص البعض قرار دیا ہے جسمین ارشاد ہے کہ دو مختلف دین والے آپسمین وارث نہون اور انبیاء کسیکے وارث نہین ہوتے اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔

> ان الصحابة خصصوا واحل لكم ما وراء ذلكم بلا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ويوصيكم الله في اولادكم بلا يرث القاتل ولا يتوارث اهل الملتين وبنحن معشر الانبياء لا نرث ولا نورث (مغتنم الحصول)

(۳) حضرت عمر فاروق نے ایک بادیہ نشین راوی کی اس حدیث کو قبول فرمایا جسمین بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے خاوند کی دیت کا وارث کیا باوجودیکہ قرآن مجید اس عورت کو دیت کا وارث نہین بناتا کیونکہ وہ دیت بعد موت شوہر کا مال ہوتا ہے اور عورت بعد موت شوہر اوسکی عورت نہین رہتی۔ وبنا علیہ حضرت عمر فاروق کی راے یہ تھی کہ وہ عورت اس مال سے وراثت کی مستحق نہین۔ مگر جب انکو حدیث مذکور معلوم ہوئی تو اپنی راے کو چھوڑ دیا اور حدیث کو قبول فرمایا ترمذی نے کہا حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ دیت عصبات وغیرہ کو ملتی ہے اور عورت اپنے شوہر کی دیت سے وارث نہین ہوتی یہانتک کہ ضحاک نے

> كان عمر بن الخطاب يقول الدية للعاقلة ولا ترث المرأة من دية

زوجها شيئًا حتى قال له الضحاك بن سفيان كتب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ورث امرأة اشيم الضبابي من دية زوجها فرجع عمر رواه الترمذي وابو داود۔

بہتا سفیان نے انکو خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تہا۔ کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خونبہا سے وارث بناؤ تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

(۴) دیت جنین کی حدیث کو دو شخصون کی روایت و شہادت سے آپنے قبول کیا اور اس باب مین قرآن کریم کے حکم قصاص پر اکتفا نفرمایا۔

عن هشام عن ابيه ان عمر بن الخطاب نشد الناس من سمع النبي صلى الله عليه وسلم قضى في السقط فقال المغيرة انا سمعته قضى في السقط بغرة عبد او امة قال ائت من يشهد معك على هذا فقال محمد بن مسلمة انا اشهد على النبي صلى الله عليه وسلم بمثل هذا رواه البخاري صفحہ ۱۰۲۰ ج ۲ ورواه ابو داود صفحہ ۲۷۳ ج ۲ فقال عمر بن الخطاب الله اكبر لو لم اسمع بهذا لقضينا بغير هذا۔

ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے قسم دیکر پوچھا کہ کیا کسنے اس بچہ کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو مان کے پیٹ سے مردہ گرایا گیا ہو تو مغیرہ نے کہا ہان مین نے سُنا ہے آپنے اسکا خونبہا ایک غلام یا لونڈی مقرر کیا ہے۔ اسپر آپنے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اس بات کا گواہ ہے۔ محمد بن مسلمہ بولے ہان مین گواہ ہون۔ ابوداود کی روایت مین ہے۔ کہ پھر حضرت عمر بولے اللہ اکبر ہم یہ حکم نہ سنتے تو کچھ اور ہی فیصلہ کرتے۔

(۵) سبھی انگلیون کے خون بہا کے برابر ہونے کی حدیث بھی آپنے قبول فرمائی باوجودیکہ آپکی راے اسمین یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اسکے ساتھ والی کی دیت نو اونٹ

ہونی چاہئے۔ بیچ والی اور اسکے ساتھ والی سبابہ کے ۱۲۔ ۱۰ اونٹ۔ انگوٹھے کے ۱۵ اونٹ جو بظاہر انکے مختلف قوتون اور مقدارون کی نظر سے انصاف اور عدل معلوم ہوتی ہے مگر آپنے حدیث سنی تو قبول فرمائی۔ اور قرآن سے اوسکے مطابق کرنے کی کچھ پروا نکی۔ صحیح بخاری مین حدیث ہے عن النبی صلعم قال ھذہ وھذہ یعنی الخنصر والابھام سواء۔ اور مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت مین ہے کہ حضرت عمر نے اپنی راے

وترک عمر رض رائہ فی دیت الاصابع وکان رائہ فی الخنصر والبنصر تسعا وفی الوسطی وفی المسبحۃ اثنا عشر وفی الابھام خمسۃ عشر کل ذالک فی التیسیر قال الشارح وکذا ذکرہ غیرہ والذی فی روایت البیھقی انہ کان یری فی المسبحۃ اثنا عشر وفی الوسطی ثلاثۃ عشر بخبر عمرو بن حزم فی کل اصبع عشر من الابل

کو انگلیون کی خونبہا مین ترک کردی انکی راے یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اسکے ساتھ والی کا خونبہا نو اونٹ بیچ والی سے اور کلمہ کی انگلی کے بارہ اونٹ انگوٹھے کے پندرہ۔ ایساہی کتاب تیسیر مین ہے۔ شارح نے کہا ہے کہ ایساہی اورون نے ذکر کیا ہے۔ مگر بیہقی کی روایت مین ہے کہ حضرت عمر کلمہ والی انگلی کا خونبہا بارہ اونٹ خیال کرتے تھا اور بیچ والی کے تیرہ۔ اونٹ اس راے کو آپنے عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ترک کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک انگلی کا خونبہا دس اونٹ مقرر کئے ہین۔ اس مضمون کی اور بہت مثالین ہین مگر ہم آپ کیطرح تطویل پسند نہین کرتے۔ ان امثلہ کو دیکھکر کس و ناکس بشرطیکہ ادنیٰ فہم وانصاف رکھتا ہو ہرگز نہ کہیگا کہ حضرت عمر رض نے جو فرمایا ہے کہ ہمکو کتاب اللہ کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی کی ہمکو حاجت نہین اور قرآن اسکی جگہ کافی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ جب تک کسی حدیث کی شہادت قرآن مین نہ پائی جائے وہ لائق قبول نہین بلکہ اس سے مراد صرف یہی ہے جو ہمنے بیان کی کہ جس مسئلہ مین سنت صحیحہ سے کوئی تفصیل نہو وہان قرآن کریم

۵۸ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا برابر ہین۔

کافی ہے۔ اس قول فاروقی کے مورد کو دیکہا جائے تو اس سے بہی یہی معنے سمجہ مین آتے ہین۔ مگر اس کی بحث تفصیلی مین تطویل ہوتی ہے۔ کیونکہ اسمین شیعہ سنیون کے باہمی اختلاف کو جو اس قول کی نسبت انمین پایا جاتا ہے ذکر کرنا پڑتا ہے۔ جس سے بحث مقصود سے خروج لازم آتا ہے۔ امکان تضعیف و توہین حدیث صحیحین پر آپنے ایک یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ قرآن کریم مین ارشاد ہے جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اوسکی تفتیش کرو۔ یہ دلیل بہی آپ کی ناواقفی پر ہاکٹ دلیل ہے احادیث صحیحین کے راوی تہمت فسق سے بری ہین اور ان کی عدالت ثابت و تحقیق ہو چکی ہے اسی نظر سے ان کتابون کی احادیث اتفاق اہل اسلام کے ساتہ صحیح تسلیم کی گئی ہین۔

امام ابن حجر مقدمہ فتح الباری مین فرماتے ہین۔ ہر ایک منصف کو جان

ینبغی لکل منصف ان یعلم ان تخریج صاحب الصحیح لای راو کان مقتض لعدالتہ عندہ وصحۃ ضبطہ وعدم غفلتہ ولا سیما ما انضاف الی ذلک من اطلاق جمہور الائمۃ علی تسمیۃ الکتابین بالصحیحین وھذا المعنی لم یحصل لغیر من خرج عنہ فی الصحیحین فھو بمثابۃ اطباق الجمہور علی تعدیل من ذکر فیھما ھذا اذا اخرج لہ فی الاصول فاما ان اخرج لہ فی المتابعات والشواھد والتعالیق

لینا چاہئے کہ صحیح (بخاری یا مسلم) کے مصنف کا کسی راوی کی حدیث کو روایت کرنا اسکے نزدیک اسکے عادل ہونے اور اسکے ضبط کے صحیح ہونے اور اس کے غافل نہونے کا مقتضی ہے خصوصاً اس حالت مین کہ اس امر کے ساتہ جمہور علماء کا ان دو کتابون کے صحیح کہنا ملایا جائے یعنی ان راویون مین پائے نہین جاتے جنسے صحیحین مین روایت حدیث ہوئی ہو ان کتابون کو صحیح کہنا ان کے راویون کے عادل ہونے پر جمہور علما کا پہلے سے

فهذا يتفاوت درجات من اخرج
له في الضبط وغيره مع حصول اسم
الصدق لهم وحينئذ اذا وجدنا
لغيره في احد منهم طعنا فذلك
الطعن مقابل للتعديل لهذا الامام
فلا يقبل الا مبين السبب مفسرا
بقادح يقدح في عدالت هذا الراوي
وفي ضبطه مطلقا او في ضبطه لخبر
بعينه لان الاسباب الحاملة للائمة
على الجرح متفاوتة منها ما يقدح
ومنها ما لا يقدح وقد كان الشيخ
ابو الحسن المقدسي يقول في الرجل
الذي يخرج عنه في الصحيح هذا جاز
القنطرة يعني بذلك انه لا يلتفت الى
ما قيل فيه قال الشيخ ابو الفتح القشيري
في مختصره وهكذا نعتقد وبه اقول
ولا يخرج عنه الا بحجة ظاهرة
وبيان شاف يزيد في غلبة الظن
على المعنى الذي قدمناه من اتفاق
الناس بعد الشيخين على تسمية كتابيهما
بالصحيحين ومن لوازم ذلك تعديل

کا اتفاق ہے۔ یہ حکم اس
جبکہ ان راویون سے اس
مین روایت کی گئی ہو۔ او
روایت اصل روایات کے
مین ہو تو پھر اون راویون
ضبط وغیرہ مین مختلف
لئے علاء بعض اونکے ومعہ
ہونے کا نام ان سب را
آتا ہے جب یہ قرار پایا تو
اور محدث کا کوئی طعن وا
کتابون کے کسی راوی کے
تو یہ طعن مصنف کتاب کے
عادل کہنے کے مقابل ہوگا
سبب طعن جو مفسر ہو اور
کے عادل ہونے کو توڑے
ضابط ہونے مین خلل انداز
ہوگا کیونکہ اسباب طعن
جرح سمجھے جاتے ہین مختلف
ہین بعض تو جرح ضبط وعدا
بعض نہین کرتے (لہذا ا
ہے ضروری ہے) فتح ال

> روایتہما توثقت فلا یقبل الطعن فی احدہما الا بقادح واضح (شرح مقدمہ فتح الباری ص۴۱۲)

اس شخص کے حقمین جس سے کتاب صحیح مین روایت ہوچکی ہو فرمایا کرتے تھے کہ یہ پل سے اس پار اتر گیا ہے۔ یعنے اسکے حقمین کسیکا طعن سنا نہ جائیگا۔ شیخ ابو الفتح قشیری اپنے مختصر مین فرما گئے۔ کہ ہم بہی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہین اور بجز دلیل روشن اور بیان شافی سے جو محدثین کے باتفاق صحیح کو صحیح کہنے پر جس سے رواۃ صحیحین کا عادل ہونا لازم آتا ہے فوقیت رکہو عدول نہ کیا جائیگا مین (صاحب فتح الباری) کہتا ہون صحیحین کی ان راویون مین کسیکا طعن جرح بلا سبب جو قادح عدل و ضبط ہو مقبول نہوگا۔"

انکے مقابلہ مین جو آپنے لکہا ہے کہ امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے یہ آپ کی ناواقفی پر ایک اور دلیل ہے۔ آپ یہ نہین جانتے کہ روایت اور شہادت کا حکم ایک ہے جسمین فعلی صدور کذب مانع قبول و اعتبار ہے نہ امکانی اور اگر امکانی کذب ہی مانع قبول و اعتبار ہوتا تو خدا تعالے کسی گواہ کی شہادت بجز نبی معصوم قبول نکرتا۔ اور نہ عدالت شہود کا نام لیتا اور مسلمانون کو یہ اجازت نہ دیتا واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی دو گواہ عادل گواہ بناؤ۔ اور نہ فرماتا ممن ترضون من الشہداء یعنی ان لوگون کو گواہ بناؤ جنکو پسند کرو۔ یعنی بلحاظ انکے عدل و استقامت کے اچھا سمجہو بلکہ صاف یہ فرماتا کہ ہر معاملہ مین نبی معصوم کو گواہ کر لیا کرو۔ کیونکہ امکان کذب وغیرہ ذنوب بقول آپکے بجز نبی معصوم کے ہر ایک گواہ مین موجود ہے اور امید ہے کہ یہ بات آپ بہی سمجہینگے کہ امکان کذب کی نظر سے شہادت بجز نبی معصوم کسی کی مقبول نہین پہر اس امکان کذب کی نظر سے روایت حدیث کو کیون نا قابل اعتبار سمجہتے ہین۔ آپکے ایسے دلائل واقاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو فن حدیث کا

کو جو سے بالکل ناآشنائی ہے۔ ایکو کتب حدیث پر اتفاقی نظر بھی نہین پڑی۔
صحیح مسلم کا صفحہ ۹۔ اگر آپ کی نظر سے گذرا ہوا ہوتا تو آپ ہرگز اس آیت سے اپنے
دعوے پر استدلال نکرتے۔ یہ تو اس امر کی دلیل ہے کہ جب راویون یا ناقلون کے
ظاہری صدق وعدالت کا حال معلوم نہو تو اونکو بلا تحقیق قبول نکرو۔ نہ یہ کہ جنکا صدق
وعدالت تمکو ثابت ہوا ونکو نقل و روایت مین اس خیال سے کہ ان سے صدور کذب
ممکن ہے بلا تحقیق جدید نہ مانو۔

صحیح مسلم کے صفحہ ۹ مین ہے۔ تو جان لے خدا تعالے تجھے توفیق دے کہ

واعلم وفقك الله ان الواجب علی كل احد عرف التمييز بين صحيح الروايات وسقيمها وثقات الناقلين لها من المتهمين ان لا يروی منها الا ما عرف صحة مخارجه والستارة فی ناقليه وان يتقی منها ما كان منها عن اهل التهم والمعاندين من اهل البدع والدليل علی ان الذی قلنا من هذا هو اللازم دون ما خالفه قول الله تبارك وتعالی ذكره يا ايها الذين امنوا ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمين۔ وقال جل ثناؤه ممن ترضون من الشهداء وقال واشهدوا	ہر شخص پر جو صحیح وغیر صحیح روایات مین اور ثقہ اور غیر ثقہ راویون مین تمیز رکھتا ہو۔ یہ واجب ہے کہ وہی حدیث روایت کرے جسکے مخرج (جہان سے وہ حدیث نکلی ہو اور مروی ہوئی ہے) کی صحت پہچان لے اور اسکے راوی کا مستور ہونا جان لے۔ اور جو روایت متہم اور مخالفین حق اور اہل بدعت سے مروی ہو اس سے بچے۔ اسپر دلیل وہ قول خداوندی ہے جسمین یہ ذکر ہے۔ اے ایمان والو کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تحقیق کرو۔ ایسا نہو کہ کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو۔ پھر اپنے کئے پر نادم ہو۔ اور وہ آیہ جسمین ارشاد ہے

ذوی عدل منکم وغیرہا اذکرنا من
ہذہ الآی ان خبر الفاسق ساقط
غیر مقبول وان شہادت غیر العدل
مردودۃ والخبر ان فارق معناہ
معنی الشہادت فی بعض الوجوہ فقد
یجتمعان فی اعظم معانیہما اذ کان
خبر الفاسق غیر مقبول عند اہل العلم
کما ان شہادتہ مردودۃ عند جمیعہم (صحیح مسلم ص)

کہ جن گواہون کو تم پسند کرو۔ اور وہ
قول کہ جس مین فرمایا ہے۔ دو گواہ عادل کو
گواہ بناؤ۔ ان آیتون سے ثابت ہے
کہ فاسق کی خبر ساقط ہے مقبول نہین
ہے۔ اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے
اور خبر اگرچہ بعض اوصاف مین شہادت
سے متفارق ہے مگر بڑی بھاری اوصاف
مین وہ دونو متفق ہین۔ کیونکہ فاسق
کی خبر اہل علم کے نزدیک مقبول نہین ہے۔ جیسا کہ اسکی شہادت نامقبول ہے۔"

میرے اس سوال کے جواب مین کہ قرآن مجید کو احادیث صحیحہ کا معیار صحت ٹھہرانے مین آپ کا کوئی شخص امام یا موافق ہے۔ جو آپنے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان جو قرآن کو امام جانتے ہین اور اسپر ایمان رکھتے ہین اس مسئلہ مین میرے موافق ہین اور خاصکر صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی میرا موافق ہے۔ جنہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کہ جو کچھ مجھسے روایت کرو اوسکو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرو حدیث من ترك الصلوة متعمدًا فقد کفر کو قرآن پر عرض کیا اور تیس سال کے بعد اسکو آیت اقیموا الصلوة ولا تکونوا من المشرکین کے مطابق پایا تو اس حدیث کو قبول کیا اسکے پہلے حصہ کا جواب تو سابقا گذر چکا ہے کہ مسلمانون کا قرآن کو امام ماننا اور اسپر ایمان لانا یہ نہین چاہتا کہ وہ کوئی حدیث صحیح جب تک کہ اسکو قرآن پر عرض نکر لین قبول نکرین بلکہ وہ ایمان انکو یہ سکھلاتا ہے کہ وہ حدیث کو جب اسکی صحت بقواعد روایت ثابت ہو فورًا قبول کرین اور اوسکو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھین۔ صرف قرآن مجید کو کافی سمجھکر اس حدیث سے استغنا نکرین۔

رہا جواب دوسرے حصہ کا۔ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کے اعتقاد کے موافق عمل کیا ہے۔ اور حدیث من ترك الصلوٰة متعمدا۔ کو قبول نہ کیا جب تک کہ اسکو آیت اقیموا الصلوٰة کے مطابق وموافق نہ پایا۔

سو اسکا جواب یہ ہے کہ کلام صاحب حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کا مطلب بیان کرنے مین آپنے دو وجہ سے دہوکا کہایا۔ یا دیدہ ودانستہ مسلمانون کو دہوکا دینا چاہا ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کی مانند یہ عام اصول نہین ٹہرایا کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کے ثابت ہو جانے کے بعد اسکی صحت کا امتحان اس اصول سے کیا جائے اور جب تک وہ حدیث مطابق قرآن نہوا وسکو صحیح نہ سمجہنا چاہئے۔ انکی کلام مین اس عام اصول کا نام ونشان ہی نہین ہے اور نہ آپ نے یہ عام اصول انسے نقل کیا ہے انہون نے صرف اس ایک حدیث مَن تَرَكَ الصَّلوٰة کو کتاب اللہ پر عرض کیا اور اگر اس حدیث کے سوا اور احادیث کو بہی انہون نے اسی عرض کے ذریعہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ تو آپ بالعرانسے نقل صحیح ثابت کرین۔ ورنہ آپ پر یہ الزام قائم ہے۔ کہ آپ جزئے واقعہ کو عام اصول بناتے ہین اور خود دہوکا کہاتے اور مسلمانون کو دہوکا دیتے ہین۔ اسپر اگر یہ سوال کرو کہ انکے نزدیک یہ اصول تصحیح روایات عام مقرر نتہا۔ تو انہون نے اس حدیث مَن تَرَكَ الصَّلوٰة کو قرآن پر کیون عرض کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت معنی مین انکو کچہ شک ہوگا۔ اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے انہون نے یہ عمل کیا۔ یا یہ کہ باوجود تسلیم صحت وعدم شک انہون نے حصول مزید طمانیت کے لئے ایسا کیا اور اس حدیث کے اعتقاد کو اور پختہ کیا۔ اسکے جواب مین اگر یہ کہو۔ کہ اس مسئلہ کا عام اصول ہونا خود اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے اس صورت مین یہ اصول گویا آنحضرت کا مجوزہ اصول ہے تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا بلکہ زندیقیان

پچھپے کا فرون کی بناوٹ ہونا سابقاً بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا بحکم نبوی عام اصول ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد مسلم طوسی کی کلام مین تصریح نہین ہے کہ جب تک شیخ طوسی نے اس حدیث کو آیت اقیموا الصلوٰۃ کے موافق نہ کر لیا تہا تب تک اسکو غیر صحیح یا وضعی سمجہتا تھا۔ یا تیس سال کے عرصہ تک اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کی نسبت کوئی فیصلہ نکیا تہا۔ کیون جائز نہین کہ وہ اس حدیث کو مان چکے تھے مگر مزید اطمینان کے لئے وہ تیس برس تک قرآن مجید سے اسکا متوافق ہونا تلاش کرتے رہے۔ آپ سچے ہین تو اس احتمال کو دلیل سے اوٹھادین اور بنقل صریح ثابت کرین کہ شیخ طوسی تیس سال تک اس حدیث کو غیر صحیح یا موضوع سمجھتے رہے یا اسکی صحت مین متردد و متوقف رہے۔ اس احتمال کے دلائل اوٹھا کر اس امر کو بنقل صریح ثابت کرنے کے بغیر انکا اس قول طوسی سے استدلال کرنا اور اسپر یہ درخواست کرنا۔ کہ مینے ایک آدمی کا نام اپنے موافقین سے بتا دیا۔ اب آپ ضد چھوڑ دین۔ کمال تعجب کا محل ہے اور شرم کا موجب ثبّت العرش ثم انقش۔

آپ شیخ محمد اسلم طوسی سے اس عرض کا عام اصول صحت احادیث ہونا۔ یا تیس سال تک خاص کر حدیث من ترک الصلوٰۃ کی صحت مین متوقف رہنا ثابت کرین۔ تو ہمارے انکار کو ضد کہین۔ یہ نہ ہو سکے تو اس حدیث کی صحت ہی ثابت کرین پہر ہم شیخ طوسی سے ان امور کا ثبوت بہم پہونچانے کے طالب نہ ہونگے۔ اور اس حدیث کو جسکا مضمون خود ایک اصول ہے تسلیم کر کے اپنے انکار سے رجوع کرین گے۔ واللہ ثم باللہ ثم تاللہ۔ وکفیٰ باللہ شہیدًا۔ وکفیٰ باللہ وکیلاً۔

اور اگر آپ صحت حدیث ثابت نکر سکین یا شیخ طوسی سے امور مذکورہ بنقل صریح ثابت نکرین۔ تو آپ اپنے مخترعہ مستحدثہ اصول پر اصرار و ضد چھوڑ دین۔ زیادہ ہم

۵۔ آپ کہتے ہین کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیون کے بارے مین کروہ محک اور معیار اور میزان ہے کچھ شک مین ہین۔ یہ کمال دہوکہ دہی ہے اور اپنے پرچہ نمبر ۵ مین میرا یہ اقرار کہ مین قرآن کو امام جانتا ہون اور احادیث صحیحین کو قرآن کے برابر نہین سمجھتا نقل کرنے کے بعد یہ استفسار ایک افترا ہے جس سے مقصود صرف اپنے بے علم حاضرین مریدون کو میری طرف سے بدظن کرنا ہے اور یہ جتاناہے کہ یہ شخص قرآن کو نہین مانتا۔ اسکا جواب مین پہلے ہی دے چکا ہون کہ جو شخص قرآن کو حکم و امام نہ مانے وہ کافر ہے۔ اب پہر کہتا ہون کہ قرآن ہمارا حکم۔ امام میزان معیار قول فصل وغیرہ وغیرہ ہے۔ مگر آپنے غیر پر یعنے لوگون کے باہمی اختلافات و تنازعات پر جو راسے پر مبنی ہون۔ اور حدیث صحیح تو خادم و مفسر قرآن اور وجوب عمل مین مثل قرآن ہے وہ اس سے مخالف و منازع نہین اور کسی مسلمان کا اسکی صحت قبول کرنے مین اختلاف نہین تو پہر قرآن اسکی صحت کا حکم و معیار و محک کیونکر ہوسکتا ہے۔

اے خدا کی مخلوق خدا سے ڈرو۔ مسلمانون کو دہوکہ مین نہ ڈالو۔ قرآن و حدیث صحیح ایک ہی چیز ہین اور ایک دوسرے کے مصدق ہین تو پہر ایک دوسرے کیلیے محک و معیار ہونا کیا معنے رکہتا ہے۔ آپ کہتے ہین کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے ضعیف ہونا اور ہے اور مینے صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کی ضعیف ہونے کا امام بخاری کو قائل قرار دیا ہے۔ انہون نے اس حدیث کی روایت کو ترک کیا تو اس سے مجہے معلوم ہوا کہ انہون نے اس حدیث کو ضعیف سمجہا ہے جسکو موضوع ہونے سے کوئی تعلق نہین ج اس قول مین ایک تو آپنے دہوکہ دیا ہے۔ دوسرا اپنی ناواقفی کا اظہار کیا ہے۔

دہوکہ یہ کہ یہان آپ ضعیف اور موضوع مین فرق کو تسلیم کرتے ہین۔ حالانکہ آپ کے نزدیک جو حدیث موافق قرآن نہو وہ موضوع ہے اور کلام رسول ہونے سے خارج

نہ اور قسم کی ضعیف یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تحریرات نمبر (۲ وغیرہ) مین ایسی حدیثون کو کبہی موضوع کہتے مین کبہی غیر صحیح وضعیف جس سے صاف ثابت ہے کہ آپکی اصطلاح مین موضوع وضعیف ایک ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کو بہی آپ قرآن کریم کے مخالف سمجہتے ہین۔ اور رسالہ ازالہ مین اسکی وجوہ مخالفت بڑے زور سے بیان کر چکے ہین۔ لہذا وہ آپکے نزدیک موضوع ہے۔ نہ اور قسم کی ضعیف۔ یہان آپنے اس اعتقاد کو چہپا کر مسلمانون کو دہوکہ دیتے ہین۔

جس ناواقفی کا آپنے اظہار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ روایت صحیح مسلم کو امام بخاری کے ترک کرنے سے آپنے یہ اجتہاد کیا ہے کہ انہون نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ صحیح سمجہتے تو وہ اسکو ضرور اپنی کتاب مین لاتے۔ یہ بات وہی شخص کہیگا جسکو حدیث کے کوچہ مین بہولے سے بہی کبہی گذر نہوا ہوگا۔ امام بخاری نے بہت سی احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب مین ذکر نہین کیا۔ اور یہ فرما دیا ہے کہ مینے انکو بخوف طوالت ترک کردیا ہے۔ صحیح بخاری کے مقدمہ مین ہے۔ امام بخاری سے کئی سندون سے مروی

وروی من جہات عن البخاری قال صنفت کتابی الصحیح لست عشر سنۃ خرجتہ من [illegible] الف حدیث وجعلتہ حجۃ [illegible] بینی وبین اللہ وروی عنہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ و[illegible] فی المنام وکانی واقف بین یدیہ وبیدی مروحۃ اذب عنہ فسالت بعض المعبرین فقال انت تذب عنہ

ہے کہ انہون نے فرمایا مینے اپنی کتاب صحیح کو سولہ سال مین جمع کیا ہے اور وہ کتاب چہ لاکہ حدیث کا انتخاب ہے اور وہ خدا تعالے کے سامنے میری حجت آویز ہے۔ مین نے خواب مین دیکہا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہڑا ہون۔ اور انکو پنکہہ کر رہا ہون۔ مین نے بعض تعبیر والون سے اس کی

* ایسا ہی رسالہ نمبر ۷ کا صفحہ ۱۹ و نمبر ۸ کا صفحہ ۳۳۲ و ۳۴۷ و صفحہ ۳۴۱ و نمبر ۱۰ کا صفحہ ۳۲۱ وغیرہ ملاحظہ ہوں

الکذب فصوّل الله حملنی علی اخراج الصحیح و روی عنه قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول (مقدمہ صحیح بخاری ص)

تعبیر پوچھی تو انہون نے یہ تعبیر بتائی کہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹھ کو دور کر رہا ہے۔ یہی خواب مجھے اس کتاب کے جمع کرنے پر باعث ہوا۔

امام بخاری سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ انہون نے فرمایا مینے اس کتاب مین صرف صحیح احادیث کو داخل کیا ہے۔ اور بہت سی صحیح حدیثون کو طوالت کے خوف سے ترک دیا ہے

امام بخاری سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثین غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد ہین۔ باوجودیکہ صحیح بخاری مین چار ہزار احادیث منقول ہین۔ جس سے ثابت ہے کہ چھیانوے ہزار حدیث اور امام بخاری کے نزدیک صحیح ہین جنکو وہ اپنی کتاب مین نہین لائے

وجملة ما فی صحیح البخاری من الاحادیث المسندة سبعة آلاف ومائتان وخمسة وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررة وبحذف المکررة نحو اربعة آلاف کذا ذکر النووی فی التهذیب والحافظ ابن حجر فی مقدمة فتح الباری (مقدمہ صحیح بخاری ص)

صحیح بخاری کی حدیثون کی تعداد سات ہزار دو سو پچہتر ہے اگر مکرر احادیث کو شمار کرین۔ اور اگر مکررات کو چھوڑ دین تو کل چار ہزار حدیثین ہین۔ ایسا ہی امام نووی نے تہذیب مین اور حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری مین ذکر کیا ہے۔

شیخ عبد الحق نے مقدمہ شرح مشکوۃ مین کہا ہے۔ کہ امام بخاری سے منقول ہے۔ کہ آپ فرماتے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے۔ اور دو لاکھ غیر صحیح۔

ونقل عن البخاری انه قال حفظت من الصحاح مائة الف حدیث ومن غیر الصحاح مائتی الف (مقدمہ شرح مشکوۃ ص)

اس سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری کا کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنا اس امر کا مثبت نہین ہے۔ کہ انہون نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے امام بخاری کا ترک روایت

حدیث مسلم کیونکر موجب ضعف ہو۔

امام مسلم نے خود اپنی کتاب مین بہت سی احادیث کو جنکو وہ صحیح سمجھتے ہین ذکر نہین کیا جیسا مقدمہ شرح مشکوۃ مین ہے۔ مسلم نے کہا ہے جو حدیث مین اس کتاب

> قال مسلم الذی اوردت فی ہذا الکتاب من الاحادیث صحیح۔ ولا اقول ان ما ترکت ضعیف (مقدمہ شرح مشکوۃ صـ)

مین لایا ہون وہ صحیح ہے۔ اور مین یہ نہین کہتا کہ جس حدیث کو مینے چھوڑ دیا (یعنی اس کتاب مین نہین لایا) وہ صحیح نہین۔

امام مسلم نے خود اپنی کتاب صحیح مین فرمایا ہے۔ یہ نہین کہ جو حدیث میرے

> لیس کل شئی عندی صحیح وضعتہ ہنا (یعنی فی کتابہ الصحیح) وانما وضعت ہہنا ما اجمعوا علیہ (صحیح مسلم ج ۱ صـ)

نزدیک صحیح تھی وہ مینے اس کتاب مین جمع کردی ہے۔ مین نے اسمین وہی حدیث جمع کی ہے جسکی صحت پر سب کا اتفاق تھا۔ (یعنی جس حدیث کی صحت مین اختلاف تھا۔ وہ مینے اس کتاب مین نقل نہین کی۔ گو میرے نزدیک وہ صحیح تھی)۔

اب دلمین سوچکر انصاف سے کہین کہ امام بخاری یا خود امام مسلم کے کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنے سے یہ کہان لازم آتا ہے۔ کہ وہ حدیث اُن کے نزدیک صحیح نہو آپ الٹکل پچو ایسی باتین کہکر یہ ظاہر کر رہے ہین۔ کہ فن حدیث سے آپکو کوئی تعلق اور کچھ مس نہین۔ اس الزام دہوکہ دہی ونا واقفی کو آپ مانین خواہ نا مانین۔ آپکی کلام سے یہ تو ثابت ہوتا ہے جسکے ماننے سے آپکو بھی انکار نہین کہ حدیث دمشقی صحیح مسلم کو آپنے اپنے اجتہاد سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور آپکے اعتقاد مخفی توہین صحیحین کے اظہار کے لئے اس مقام مین اسیقدر بس ہے اہل حدیث جو آپکے پنجہ مین گرفتار ہین آپکے اس قول و اقرار سے یقین کرین گے کہ آپ حدیث صحیح مسلم

کو ضعیف قرار دیتے ہین اور اسپر جو فتوے لگائین گے وہ مخفی نہین ہے۔
۷۔ آپ کہتے ہین کہ ازالۃ الاوہام مین احادیث صحیح بخاری وصحیح مسلم کی نسبت
مینے یہ قطعی فیصلہ نہین دیا کہ وہ موضوع ہین بلکہ شرطیہ طور پر کہا ہے کہ اگر اُن کے
باہمی تناقض کو دور نکیا جائے گا تو ایکجانب کی حدیثون کو موضوع ماننا پڑے گا۔
یہ آپکی محض حیلہ سازی ہے۔ جس مقام مین آپنے ان احادیث کو موضوع کہا وہان
شرط تناقض بیان نہین کی بلکہ بڑے زور سے پہلے اُنکا تعارض ثابت کیا ہے
پھر اونپر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے۔ جس سے صاف صاف ثابت ہے کہ آپ کے
نزدیک ان احادیث مین تناقض وتعارض متحقق ہے۔ وبناءً علیہ وہ احادیث
آپ کے نزدیک موضوع ہین۔ ہان آپنے ان احادیث مین کچھہ کچھہ تاویلین بہی کی ہین
جنسے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ تاویل بغرض صحت احادیث مذکورہ آپ کرتے ہین۔
آپکی کلام سے صاف یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ وہ احادیث اول تو آپ کے نزدیک
صحیح نہین موضوع ہین ماسوا اگر بالفرض وہ صحیح مانی جائین تو پہر وہ آپکے نزدیک تاویلات
سے ماول ہین یہ مطلب آپکی ان عبارات ازالہ اوہام سے جو ہم پرچہ نمبر (۱۰-۱۲-۱۴) صفحہ ۲۲۲ وغیرہ
مین نقل کر چکے ہین اونمین بلا شرط آپنے ان احادیث کو موضوع کہا ہے صاف
ثابت ہے۔ آپ اسکے خلاف کے مدعی اور اپنے دعوی مین سچے ہین تو اس مضمون
کی عبارت نقل کرین جسمین پہلے آپنے قطعی اور صاف طور پر ان احادیث کو صحیح
مان لیا ہو پہر اس بیان صحت کے بعد شرطیہ طور پر یہ کہا ہو۔ کہ ان احادیث کی تاویل
نکیجائے تو یہ موضوع ٹہیرتی ہین۔ آپ اپنی کتاب سے یہ تصریح نکال دینگے۔ تو ہم
آپکو اس الزام سے کہ آپنے صحیحین کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ بری کر دینگے
ورنہ کس وناکس کو یقین ہوگا کہ در حقیقت آپ صحیح بخاری ومسلم کی حدیثون کو موضوع
ٹہرا چکے ہین۔ مگر اپنے اتباع عوام اہل حدیث کے خوف سے انکو موضوع کہنے سے انکار

کرتے ہین تاکہ عوام آپکو منکر احادیث نکہین اور نحو اہل سنت سے خارج نکرین۔
۷۔ آپ لکھتے ہین میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آسکتا ہے۔ کہ جب صحابہ مین سے مشاہیر صحابہ اپنی راے کو شائع کرین۔ اور دوسرے باوجود سننے کے اس راے کی مخالفت ظاہر نفرمائین سو یہی اجماع ہے۔

پھر آپ فرماتے ہین کہ ابن عمرؓ و جابرؓ نے ابن صیاد کو دجال کہا تو یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نرہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے۔ آپکے نزدیک یہ اجماع نہین تو بتا دین کہ کس صحابی نے ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کیا پھر آپ لکھتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا ہے اور یہ ہزار اجماع سے افضل ہے۔

ان عبارات مین آپنے میرے سوالات کا۔ کہ (۱) یہ تعریف اجماع جو آپنے لکھی ہے وہ کس کتاب مین ہے (۲) بعض صحابہ کے اتفاق کو کون اجماع کہتا ہے (۳) سکوت باقی صحابہ پر نقل صحیح کی کہان شہادت پائی جاتی ہے۔ اسکو نقل کرین۔ غالباً اور ہوگا سے کام نہ لین۔ کچھ جواب نہ دیا۔ اور پھر اپنے خیالات سابقہ کو دوبارہ نقل کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ علمی سوالات کو سمجھ نہین سکتے اور مسائل متعلقہ اجماع سے واقف نہین۔ یا دیدہ و دانستہ مسلمانون کو دھوکہ دہی کی غرض سے انکے جواب سے جو آپکے دعاوی کے مبطل ہین چشم پوشی کرتے ہین۔

اب مین ان سوالات کا پھر اعادہ نہین کرتا کیونکہ مین آپ سے جواب ملنے کی امید نہین رکھتا اور بجاے اسکے آپ کی باتون کا خود ایسا جواب دیتا ہون جس سے ثابت ہو کہ آپنے جو کچھ کہا ہے وہ آپ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔ اور وہ میرے سوالات کا جواب نہین ہو سکتا۔ آپنے پرچہ نمبر ۱ (صفحہ ۹) مین تین شخصون کی جماعت کے اتفاق کو اجماع قرار دیا تھا۔ جو محض غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ علماء اسلام جو اجماع کے قائل ہین اجماع

کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ ایک وقت کے جملہ مجتہدین کے جنمیں ایک شخص بھی منفرد و مخالف نہو۔ اتفاق کا نام ہے۔

توضیح میں ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایک وقت کے تمام مجتہدون کا ایک حکم شرعی پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔

هو اتفاق المجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم في عصر على حكم شرعي (توضیح)

کتب اصول میں یہ بھی مصرح ہے کہ خلاف الواحد مانع یعنی ایک مجتہد بھی اہل اتفاق کا مخالف ہو تو پھر اجماع متحقق نہوگا۔

مسلم الثبوت اور اسکی شرح فواتح الرحموت میں ہے۔ بعض علماء قائل ہیں کہ اکثر مجتہدین کا اجماع مخالفین کی ندرت وقلت کی حالت میں اجماع سمجھا جاتا ہے جیسا کہ ابن عباس کے سوا اور سب اس امر کا قائل ہونا کہ اگر اہل میراث کے حصے اس عدد سے جسکے حصہ نکالے گئے ہون بڑھ جاوین تو اس عدد کو بڑھایا جائے۔ اور ابو موسی اشعری کے سوا اور سب لوگون کا قائل ہونا کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ابوہریرہ وابن عمرؓ کے سوا اور سب لوگون کا اسپر اتفاق کرنا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے مگر مذہب مختار یہ ہے کہ ایسا اجماع شرعًا اجماع نہیں کہلاتا۔ کیونکہ یہ اتفاق کل نہیں جو عصمت کا مدار ہے۔

قيل اجماع الاكثر مع ندرة المخالف اجماع كغير ابن عباس اجمعوا على العول بالعول وغير ابي موسى الاشعري اجمعوا على نقض النوم الوضوء وغير ابي هريرة وابن عمر اجمعوا على جواز الصوم في السفر + + والمختار انه ليس باجماع لانتفاء الكل الذي هو مناط العصمة (مسلم الثبوت)

اور نیز اوسمین ہے۔ صرف اہلبیت نبوی کے اتفاق سے اجماع منعقد نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف بعض مجتہدین

لا ينعقد الاجماع باهل البيت وحدهم

لا بحکم بعض الامۃ خلافا للشیعۃ (مسلم)

بہت ہیں شیعہ کو اسمیں خلاف ہے جو اسکو اجماع سمجھتے ہیں اور نیز اسمیں ہے۔ صرف خلفاء اربعہ کے اتفاق سے بہی اجماع

ولا ینعقد بالخلفاء الاربعۃ خلافا لاحمد الامام۔ (مسلم)

منعقد نہیں ہوتا۔ اسمیں امام احمدؒ کا خلاف ہے۔

سکوت باقی اصحاب سے آپنے اجماع استنباط کیا ہے مگر اس کا ثبوت نہین دیا۔ بلکہ اولٹا ہمسے ثبوت مخالفت طلب کیا ہے یہ ثبوت پیش کرنا ہمارا فرض نہتا۔ مگر ہم آپ پر احسان کرتے ہین آپکو سکوت کل کا ثبوت پیش کرنا معاف کرکے خود ثبوت خلاف پیش کرتے ہین۔ پس واضح ہو کہ ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجہنے والے۔ ایک ابو سعید خدری صحابی تہے اون سے صحیح مسلم مین منقول ہے

عن ابی سعیدؓ قال صحبت ابن صیاد الی مکۃ فقال لی ما قد لقیت من الناس یزعمون انی الدجال الست سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ لا یولد لہ قال قلت بلی قال فقد ولد لی اولیس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل المدینۃ ولا مکۃ قلت بلی قال فقد ولدت بالمدینۃ وھا انا ارید مکۃ قال ثم قال لی فی آخر قولہ اما واللہ انی لاعلم مولدہ ومکانہ واین ھو قال فلبسنی۔ صحیح مسلم (۳۹)

کہ ابو سعید خدری کہتے ہین مین مکہ تک ابن صیاد کے ساتھ ہو کر چلا۔ تو اسنے کہا مجہے لوگون سے کیا تکلیف پہنچی ہے۔ وہ سمجہتے ہین کہ مین دجال ہون۔ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین سنا کہ آپ فرماتے دجال لاولد ہوگا۔ مینے کہا ہان سنا ہے۔ پہر وہ بولا کہ مین نے تو صاحب اولاد ہون۔ پہر بولا۔ کیا تو نے آنحضرت سے یہ نہین سنا۔ کہ دجال مکہ و مدینہ مین داخل نہ ہوگا۔ مینے کہا ہان سنا ہے۔ پہر وہ بولا کہ مین مدینہ مین پیدا ہوا ہون اور اب مکہ کو جارہا ہون۔ ابو سعید نے فرمایا ہے کہ اسنے اپنی آخر کلام مین کہا کہ مین

جانتا ہون کہ دجال کہان پیدا ہوا۔ اور اب وہ کہان ہے۔ یہ کہکر اُسنے مجھے شبہ مین ڈالدیا۔ ابوسعید خدری کا یہ لفظ لبسنی صاف شرح ہے کہ وہ ابن صیاد کو یقیناً دجال موعود نہ سمجھتے بلکہ اسمین انکو لبس یعنے شبہ تہا۔

دوسرے تمیم داری نے جو دجال کو اپنی آنکھہ سے ایک جزیرہ مین مقید دیکہہ کر آنحضرت
چنانچہ صحیح مسلم مین۔ فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ مینے آنحضرت

وفی روایۃ فاطمۃ بنت قیس قالت سمعت نداء المنادی منادی رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی الصلوۃ جامعۃ فخرجتُ الی المسجد فصلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فکنت فی صف النساء الذی یلی ظهور القوم فلما قضی رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوتہ جلس علی المنبر وهو یضحك فقال لیلزم کل انسان مصلاه ثم قال اتدرون لم جمعتکم قالوا الله ورسوله اعلم قال انی والله ما جمعتکم لرغبة ولا لرهبة ولکن جمعتکم لان تمیم الداری کان رجلا نصرانیاً فجاء فبایع واسلم وحدثنی حدیثاً وافق الذی کنت احدثکم عن مسیح الدجال حدثنی انه رکب فی سفینة بحریة مع ثلثین رجلاً من لخم وجذام

صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن کی آواز اذان سُنی تو مین مسجد کیطرف نکلی۔ اور مین عورتون کی صف مین جو مردون کی پیٹھ پیچھے ہوتی جا ٹہری۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپنے یہ فرمایا۔ کہ سب کوئی اپنی اپنی جگہ ٹہرا رہے پہر فرمایا تم جانتے ہو مین نے تمہین کیون جمع کیا ہے۔ وہ بولے اللہ اور اُس کا رسول خوب جانتے ہین۔ تو آپ نے فرمایا مینے تمہین ترغیب (رغبت و شوق دلانے) ترہیب (ڈر سنانے) کے لئے نہین بلایا بلکہ اسلئے بلایا ہے کہ تمیم داری نصرانی تہا۔ وہ آیا ہے اور مسلمان ہوگیا ہے اور اسنے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے جو میری اس حدیث کے مطابق و موافق

فلعب بهم الموج شهرا في البحر ثم
ارفئوا الى جزيرة في البحر حين تغرب
حين مغرب الشمس فجلسوا في اقرب
السفينة فدخلوا الجزيرة فلقيتهم
دابة اهلب كثير الشعر لا يدرون
ما قبله من دبره من كثرة الشعر
فقالوا ويلك ما انت قالت انا الجساسة
قالوا وما الجساسة قالت يا ايها القوم
انطلقوا الى هذا الرجل في الدير فانه
الى خبركم بالاشواق قال لما سمت
لنا رجلا فرقنا منها ان تكون شيطانة
قال فانطلقنا سراعا حتى دخلنا الدير
فاذا فيه اعظم انسان رايناه قط خلقا
واشده وثاقا مجموعة يداه الى عنقه
ما بين ركبتيه الى كعبيه بالحديد قلنا
ويلك ما انت قال قد قدرتم على
خبري فاخبروني ما انتم قالوا نحن
اناس من العرب ركبنا في سفينة
بحرية فصادفنا البحر حين اغتلم
فلعب بنا الموج شهرا ثم ارفينا الى
جزيرتك هذه فجلسنا في اقربها

ہے۔ جو میں تمہیں دجال کی بابت
سنایا کرتا تہا۔ اسنے کہا ہے کہ وہ تیس
آدمیوں کے ساتہ جو بنی لخم و بنی جذام
سے تہی ایک جہاز میں سوار ہوا۔ موج
نے ایک مہینے تک انکے جہاز کو خراب
کیا اور پہرایا۔ پہر وہ غروب آفتاب کے
وقت ایک جزیرہ کیطرف پناہ گزین
ہوئے اور ایک چہوٹی سی کشتی میں بیٹہ کر
ایک جزیرہ میں داخل ہوئے۔ تو انکو
ایک جانور سا ملا جسکو اہلب کہتے ہیں
اسکے بالوں کی کثرت کے سبب اس کا
منہ اور پیچہا نظر نہ آتا تہا۔ وہ بولے
تجہے خرابی تو کون ہے۔ وہ بولا میں جساسہ
(دجال کا جاسوس) ہوں۔ وہ بولے
کیسا جساسہ۔ اسنے کہا اس صومعہ (گرجا)
میں چلو وہاں ایک آدمی تمہاری خبروں
کا مشتاق ہے۔ جب اسنے ایک آدمی
کا ذکر کیا تو ہم ڈر گئے کہ مبادا یہ کوئی
بہوت یا چڑیل ہو۔ مگر ہم جلدی سے
اس صومعہ میں گئے تو ایک اتنا بڑا
آدمی جسکے برابر ہمنے کبہی کوئی نہ دیکہا

فد خلنا الجزیرہ فلقینا دابۃ اهلب
کثیر الشعر لا ندری ما قبلہ من دبرہ
من کثرۃ الشعر فقلنا ویلك ما انت
فقالت انا الجساسۃ قلنا وما الجساسۃ
قالت اعمدوا الی ھذا الرجل فی الدیر
فانہ الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا
الیك سراعا وفزعنا منہا ولم نامن
ان تکون شیطانۃ فقال اخبرونی
عن نخل بیسان قلنا عن ای شانہا
تستخبر قال اسئلکم عن نخلہا
ھل یثمر قلنا لہ نعم قال اما انہا یوشك
ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرۃ
طبریۃ قلنا عن ای شانہا تستخبر
قال ھل فیہا ماء قالوا ھی کثیرۃ
الماء قال لما ان ماءھا یوشك
ان یذھب قال اخبرونی عن عین
زغر قالوا عن ای شانہا تستخبر قال
ھل فی العین ماء وھل یزرع اھلہا
بماء العین قلنا لہ نعم ھی کثیرۃ الماء
واھلہا یزرعون من مائہا۔ قال
اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل قالوا

تہا۔ نظر آیا جسکے ہاتھ گردن سے جکڑے
ہوئے اور وہ گھٹنون سے ٹخنون تک
لوہے کے زنجیرون سے باندہا ہوا ہے
ہمنے اسکو کہا تجہے خرابی تو کون ہے وہ
بولا تم میری خبر پر تو تم قادر ہو چکے۔ تم
بتلاؤ کہ تم کون ہو۔ ہم بولے ہم عرب کے
لوگ ہین ہم ایک جہاز پر ایسے وقت
مین سوار ہوئے جبکہ دریا مین موجون
کا زور تہا۔ موج دریا نے ہمکو ایک مہینے
تک خراب کیا پہر ہم اس جزیرہ پر آلگے
تو ہمکو یہ جانور ملا (پہر جو اس سے سوال
وجواب ہوئے انکو بیان کیا) پہر کہا ہم
تیری طرف جلدی سے آگئے اور ہم
ڈرے تہے کہ تو کوئی بہوت ہوگا۔ وہ
بولا بتاؤ (موضع) بیسان کے باغ
خرما کا کیا حال ہے۔ وہ پہل دیتا ہے
ہم بولے ہان دیتا ہے۔ وہ بولا ایک
وقت عنقریب ایسا آئیگا کہ وہ پہل
نہ دیگا۔ پہر اسنے کہا بحیرہ طبریہ کا حال
بتلاؤ۔ ہمنے کہا اسکا کیا حال پوچہتا ہے
وہ بولا اسمین پانی ہے۔ ہمنے کہا اسمین

قد خرج من مكة ونزل يثرب قال
اقاتله العرب قلنا نعم قال كيف صنع
بهم فاخبرناه انه قد ظهر على من يليه
من العرب واطاعوه قال قال لهم قد
كان ذلك قلنا نعم قال اما ان ذاك خير
لهم ان يطيعوه واني مخبركم عني اني انا
المسيح الدجال واني اوشك ان يؤذن لي
في الخروج فاخرج فاسير في الارض
فلا ادع قرية الا هبطتها في اربعين
ليلة غير مكة وطيبة فهما محرمتان
علي كلتاهما كلما اردت ان ادخل واحدة
او واحدا منهما استقبلني ملك بيده
السيف صلتا يصدني عنها وان على
كل نقب منها ملائكة يحرسونها قالت
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وطعن
بمخصرته في المنبر هذه طيبة هذه
طيبة هذه طيبة يعني المدينة الا هل
كنت حدثتكم ذلك فقال الناس نعم فانه
اعجبني حديث تميم انه وافق الذي
كنت احدثكم عنه وعن المدينة
ومكة الا انه في بحر الشام او بحر اليمن

بہت پانی ہے۔ وہ بولا عنقریب ایک
وقت ایسا آئیگا کہ اسکا پانی جاتا رہیگا۔
پھر وہ بولا (موضع) زغر کے چشمہ کا حال
بتاؤ۔ ہمنے کہا اسکا کیا حال پوچھتا ہی
وہ بولا اسمین پانی ہے۔ ہمنے کہا اسمین
بہت پانی ہے جس سے لوگ کہیتون
کو پانی دیتے ہین۔ وہ بولا اُمیون
(عرب کے ان پڑھون) کے نبی کی مجھے
خبر دو اسکا کیا حال ہوا۔ ہمنے کہا آپ
مکہ سے نکلے اور مدینہ مین رونق افروز
ہوئے ہین وہ بولا ملک عرب نے اُنسے
لڑائی کی ہے ہمنے کہا ہان کی ہے
وہ بولا پھر انکا کیا حال ہوا۔ ہمنے کہا کہ آپ
اپنے پاس والے عربیون پر غالب آگئے
ہین اور وہ انکی تابع ہوگئے ہین۔ وہ بولا
کیا انہون نے ایسا کیا ہے۔ ہمنے کہا ہان
ایسا کیا ہے۔ وہ بولا سن رکھو ان کے
حق مین یہی بہتر ہے کہ وہ آپکے مطیع
ہو جائین اور مین تمہین اپنا حال کہتا
ہون کہ مین مسیح دجال ہون مجھے
عنقریب نکلنے کی اجازت ہوگی تو مین

لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو واومی بیده الی المشرق قالت فحفظت هذا من رسول الله صلعم (صحیح مسلم ج ۲)

نکلونگا اور تمام زمین پر پہر جاؤنگا کوئی گاؤن نہ چہوڑونگا جسمین چالیس رات کا عرصہ مین نہ اترونگا بجز مکہ اور طیبہ کے کہ وہ دونو مجہپر حرام کئے گئے ہین۔ جب مین ان دو شہرون مین داخل ہونا چاہونگا فرشتہ تلوار ہاتہ مین کہینچے ہوئے میرے سامنے آئیگا اور مجہے روک دیگا۔ انکے ہر ایک پہاٹک پر فرشتے ہونگے جو ان کی حفاظت کرین گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہڑی کو (جو آپکے ہاتہ مین تہی) منبر پر مارا۔ اور یہ فرمایا کہ طیبہ (جسکا دجال نے ذکر کیا ہے) یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ یعنی مدینہ۔ سن رکہو کیا مین تمہین یہ حدیث دجال کی سنایا نکرتا تہا لوگون نے کہا ہان بے شک آپ سنایا کرتے تہے۔ آپ نے فرمایا مجہے یہ تمیم کی بات پسند آئی ہے۔ یہ میری اس حدیث کے موافق ہے جو مین تمکو دجال کی بابت اور مکہ و مدینہ کی بابت سنایا کرتا تہا۔ سن رکہو کیا وہ دریاے شام یا یمن مین ہی نہین وہ تو مشرق کی طرف ہے۔ وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے۔ وہ وہی ہے جو مشرق کیطرف ہے۔ اور آپنے مشرق کی طرف ہاتہ سے بہی اشارہ کیا۔ فاطمہ اس حدیث کی راوی کہتی ہے۔ یہ حدیث مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور یاد رکہی ہے۔"

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ تمیم داری نے دجال کو آنکہ سے دیکہا۔ پہر کیونکر ممکن تہا کہ وہ قول ابن عمرؓ کے موافق ابن صیاد کو دجال سمجہتے۔

آپنے اس حدیث کا ضعف ایک دوست کے حوالے سے نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم سے نقل ہے اسکا جواب ہم اسوقت دین گے جب آپ نواب صاحب کا اصل کلام نقل کر دیجیے۔

تیسرے وہ لوگ جو حضرت ابن عمرؓ کے منہ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کر چکے ہین۔

چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۹ میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ حضرت

فقلت لبعضهم هل تحدثون انه هو قال لا والله قال قلت كذبتني والله لقد اخبرني بعضكم انه لن يموت حتى يكون اكثركم مالا وولدا فكذلك هو زعموا اليوم (صحیح مسلم ص ۳۹۹)

ابن عمر فرماتے ہیں میں ابن صیاد کو دو دفعہ ملا (ایکدفعہ) میں اس سے ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ کیا تم یہ باتیں کرتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے۔ وہ بولے بخدا ہم یہ باتیں نہیں کرتے۔ میں نے کہا تم جھوٹ لاتے ہو۔ مجھے تم میں سے بعض لوگوں نے خبر دی تھی کہ دجال تب مریگا جبکہ تم سے بڑھکر مال اور اولاد والا ہو جائیگا اور وہ انکے خیال میں آج ایسا ہی ہے۔

یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ میں نے بعض لوگوں کو (جنسے انکے معاصر صحابہ مراد ہیں) کہا۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے تو وہ بولے بخدا ہم نہیں کہتے میں نے کہا تم مجھے جھوٹا کرتے ہو۔ بخدا تمہیں سے بعض نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ دجال صاحب اولاد ہو کر مریگا اور اب وہ (ابن صیاد) ایسا ہی صاحب اولاد ہے۔ یہ قول ابن عمر اس امر پر نص صریح ہے کہ ابن صیاد کو اور لوگ حضرت ابن عمر کے معاصر دجال نہیں جانتے تھے اور ان کے سامنے انکی رائے سے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

صرف حضرت ابن عمرؓ ہی کا یہ ایسا قول تھا جسمیں ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح دجال کہا گیا ہے۔ کیونکہ جابر و حضرت عمر کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال موعود ہے۔ بلکہ انہوں نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالوں کے ایک دجال مراد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عنقریب اسکا ثبوت آتا ہے اور جب کہ ابن عمرؓ کے صریح قول پر انکار پایا گیا ہے تو اس سے بڑھ کر خلاف کی تصریح آپ کیا چاہیں گے۔

آپ کے حواری حکیم نورالدین نے ہمارے سوال نمبری ۲۱ کے جواب میں اس خلاف کو تسلیم کیا اور یہ کہا ہے کہ دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔

آپنے بڑا غضب ڈھایا۔ کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر اجماع صحابہ کا دعوی کرلیا۔ اپنے حواری سے تو مشورہ کرلیا ہوتا۔ اخیر مین جو آپنے قول فاروقی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکوت کا دعویٰ کیا ہے اُسکا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا۔ اور اُسپر قسم کہائی تہی اسمین یہ تصریح نکی تہی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے۔ جسکو آپنے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علامات خاصہ بیان کرکے خبر دی تہی۔ اور جملہ انبیا سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تہا۔ لہذا ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد منجملہ اُن تیس دجالونکے ہے جنکے خروج کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔

اس صورت مین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت آپ کے لئے کچہ مفید نہین ہے کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد کو آخری دجال کہنے پر نہوا۔ بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ

ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ مین کہا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ شاید

قیل لعل عمر اراد بذلك ان ابن صیاد من الدجالین الذین یخرجون فیدعون النبوۃ ویضلون الناس ویلبسون الامر علیہم۔ (مرقاۃ)	حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے سے یہ مراد ہو کہ وہ منجملہ ان تیس دجالون کے جو قیامت سے پہلے نکلینگے۔ اور نبوت کا دعوی کرین گے اور لوگون کو بہکائینگے

اور انپر دین کو مشتبہ کرین گے۔ ایک دجال ہے۔

اسپر شاید آپ اعتراض کرین کہ جابر کے قول "ابن صیاد الدجال" مین جو حضرت عمرؓ کیطرف بہی منسوب ہوا ہے۔ لفظ دجال پر الف ولام بتارہا ہے کہ دجال سے ان کی مراد خاص دجال ہے نہ کوئی دجال۔ اور علما معانی و بیان نے کہا ہے کہ خبر معرف باللام ہو۔ تو اُسکا مبتدا مین قصر ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر دجال سے اخری دجال مراد نہ لین بلکہ منجملہ تیس دجال کے ایک دجال مراد ٹہرائین تو اس صورت مین

ں دجال کیطرف الف ولام کا ارشارہ ہوسکتا ہے۔
جواب قصر سو یہ ہے کہ خبر معرف بلام مقدم ہو جیسے کہ ابن عمرؓ کے قول المسیح
ابن صیاد مین ہے۔ تو بیشک وبلا اختلاف خبر کا مبتدا پر قصر ہوتا ہے
ہتیکہ خبر موخر ہو تو اوسکا مفید قصر ہونا محل اختلاف ہے۔ صاحب کشاف
ق مین اس سے انکار کیا ہے۔
چنانچہ مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی نے مطول کے حاشیہ مین کہا ہے

صاحب الکشاف الی التفرقۃ	صاحب کشاف ان دو نو صورتون مین
ماحیث ذکر فی الفائق ان قولك	فرق کی طرف مائل ہوا ہے۔ چنانچہ
هو الدهر معناه انه الجالب	فائق مین اسنے لکھا ہے کہ اللّٰہ ھو الدھر
ث لا غیر الجالب وقولك	(جسمین خبر معرف باللام موخر ہے) کے
ر هو الله معناه ان الجالب	معنے یہ ہین کہ خدا تعالے حوادث زمانہ
لحوادث هو الله لا غیره "	کا لانے والا ہے۔ ایسا نہین کہ وہ

نہ لائے۔ اور الدھر ھو اللّٰہ" (جسمین خبر معرف باللام مقدم ہو) یہ معنے ہین
ہی حوادث لانے والا ہے بجز خدا اور کوئی حوادث لانے والا نہیں ہے۔
ۃ علیہ لام الدجال سے قصر ثابت نہین ہوتا۔ لام کو عہدی کہو خواہ جنسے اور قول
ریا حضرت عمر کے معنے یہ بنتے ہین۔ کہ ابن صیاد دجال ہے نہ کیا اور یہ معنی نہین کہ
ں وہی ہے نہ کوئی اور۔ مگر ان باتون کے سمجھنے کے لئے علم ادب ومعانی وبیان ہیز
ں بکار ہے۔ آپ اس احتمال کو کہ حضرت عمرؓ نے دجال سے تیس دجالون میں سے
دجال مراد رکہا تہا کسی دلیل سے اٹھادین اور ان کے صریح الفاظ سے ثابت
ین کہ دجال سے انکی مراد آخری دجال تہا۔ تو پہر اسکا جواب ہم یہ دین گے کہ آنحضرت
اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو جب انہون نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا تہا یہ فرمادیا تہا کہ

ابن صیاد وہ دجال ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت ہوگی اُسکے قاتل حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہین۔

چنانچہ صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت دین مین اُسکی گردن مارون۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو تو اُسکے قتل پر ہرگز مسلط ہوگا۔ اور اگر یہ وہ نہین تو تیرا اُسکا قتل بہتر نہین

فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول الله اضرب عنقه فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یکنه فلن تسلط علیه وان لم یکنه فلا خیر لک فی قتله (صحیح مسلم ۳۹۸)

شرح سنۃ کی روایت مین یون آیا ہے۔ اگر یہ دجال موعود ہے تو تو اس کا قاتل نہین۔ اسکا قاتل عیسےٰ بن مریم ہے۔ اور اگر یہ وہ نہین تو تجھے نہین پہنچتا کہ تو ایک ایسے شخص کو قتل کرے جو مسلمان کی امان و پناہ مین ہے۔

ان یکن هو فلست صاحبه انما صاحبه عیسی بن مریم وان لا یکن هو فلیس لک ان تقتل رجلا من اهل العهد (مشکوٰۃ ۴۷۰)

اس قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو اس خیال سے انہون نے بالغرض ظاہر کیا ہو یا دل مین رکھا ہو (کہ ابن صیاد دجال موعود ہے) روکدیا۔ اور بناءً علیہ اسکے قتل سے منع کر دیا اس قول نبوی کے کتب حدیث مین موجود ہونے کے ساتھ یہ کہنا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال موعود کہنے یا سمجھنے پر سکوت کیا۔ اسی شخص کا کام ہے جسکو حدیث بلکہ کسی شخص کی کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہو۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے۔ کہ آپنے جو جواب مین کہا ہے وہ فن حدیث اصول فقہ علم معانی و بیان و ادب وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

۸۔ آپ لکھتے ہین کہ کسی کو کسی بات کا قائل ٹھہرانا تصریح پر موقوف نہین۔

نمبر نہم جلد چہاردہم

(۱) اُس امر کی نسبت اوسکے اشارات پائے جانے سے ہی اُسکو قائل بنایا جاتا ہے۔
(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مدت طویل تک ابن صیاد کے دجال ہونے سے شک رہنا احتمالی امر نہین۔ آنحضرت نے زبان سے ڈر سنایا ہوگا تب ہی صحابی نے لم یزل کا لفظ فرمایا (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سبہی انبیا علیہم السلام دجال سے ڈرانے آئے ہین۔ (۴) ایک شخص کا دس برس سے دہلی کی تیاری کرنا کوئی بیان کرے تو اس سے یہ سمجہ مین آتا ہے کہ اوس شخص نے دہلی جانے کا ارادہ کبہی زبان سے بتایا ہوگا۔ (۵) اور اگر یہی احتمال مسلم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات سے آپ کا ڈرنا صحابی نے سمجہ لیا تہا تو یہ بہی احتمال ہے کہ زبان سے سُنا ہو۔ اور لفظ لم یزل سے یہ احتمال قوی ہوتا ہے۔ (۶) اُس صورت مین اپکا محکو مفتری کہنا عجب ہے۔
اس سے اپکا افترا سابق اور پختہ و متیقن ہوتا ہے۔ اور یہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ آپنے جو کچہ پہلے کہا تھا وہ خطاً نہین کہا عمداً افترا کیا ہے اور اسپر آپ کو ابتک ایسا اصرار ہے کہ جتلانے سے بہی باز نہین آتے اور اپنی غلطی کا اعتراف نہین کرتے۔ محدثین نے بیان کیا ہے۔ کہ جو شخص روایت حدیث مین غلطی پر متنبہ کیا جائے اور پہر اس سے باز نہ آئے وہ ساقط العدالت ہو جاتا ہے۔
(۱) آپ کا یہ کہنا کہ اشارات سے بہی ایک شخص کو ایک امر کا قائل بنایا جاتا ہے۔ تب آپکے حق مین مفید ہو جب صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول کا قائل بناتا جسکا قائل آنحضرت کو آپنے بنادیا ہے۔ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قائل قول مذکور نہین بنایا بلکہ اپنا خیال بیان کیا ہے تو پہر اس کہنے سے آپکو کیا فائدہ ہے کہ اشارات سے بہی قائل بنایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنا اسی صورت و پیرایہ مین حلال ہے جس صورت و پیرایہ مین آپنے فرمایا ہو۔ اشارتاً ہو تو اشارتاً صراحتاً کہا ہو تو صراحتاً۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ آپ کی کتب حدیث مین نظر ہو تو آپ کو معلوم ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپسے کوئی ایسا لفظ نقل نہ کرتے جو آپنے نفرمایا ہوتا اور اگر اون کو اصل لفظ حضرت رسالت مین شک واقع ہو جاتا تو شک و تردد کے ساتہ الفاظ بیان کرتے۔ آپنے باوجودیکہ آپ کو یہ علم نہتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ الفاظ فرمائے ہین جو آپنے نقل کئے ہین اور ابتک اسکا علم ویقین نہین صرف خیالی احتمال ہے پہر آپنے اس لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیا۔ تو یہ بجز افترا عمدی اور کیا ہو سکتا ہے۔ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن صیاد سے ڈرنے کو احتمالی کون کہتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اصحاب اس امر کو ملاحظہ کرتے۔ تب ہی ایک صحابی نے کہدیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ڈرتے تھے۔ لفظ ھمیشہ یا لم یزل کو یہ لازم نہین ہے کہ آپ زبان سے بہی فرمادیا کرتے کہ مین ڈرتا ہون۔ (۳) پہلے انبیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہم اجمعین نے بے شک دجال موعود سے ڈرایا ہے۔ مگر اس سے یہ نکالنا کہ آپنے ابن صیاد کو دجال کہکر ڈرایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسرا افترا ہے دجال سے ڈرانا۔ ابن صیاد سے ڈرانا نہین ہے۔ خدا سے ڈرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نکرتے جاؤ۔ (۴) تیاری دہلی کی مثال مین آپنے مسلمانون کو دہوکہ دیا ہے۔ ایک شخص کو دس برس سے اگر کوئی دیکہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دہلی کا ٹکٹ خرید کر واپس کرتا ہے اور اسی حالت مین آخری برس تک وہ رہا ہے تو وہ اسکی نسبت یہ کہ سکتا ہے کہ وہ دس برس سے تیار ہے گو تیاری کا حرف زبان کبہی زبان پر نہ لاوے۔

ہمسے ایک اور مثال سنیئے ایک شخص مدت العمر نمازون اور دعاؤن مین زاری کرتا ہے۔ احکام شریعت کا پابند ہو خدا کا اور بندون کا حق تلف نکرے۔ اسکی نسبت

کسی تاکس بشر طیکہ فاتر الحواس نہو یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ خدا تعالے سے ڈرتا ہے۔ گو وہ منہ سے کبھی نکہے کہ مین خدا سے ڈرتا ہون (۵) ایک احتمال کے مقابل دوسرا احتمال ہو تو مدعی کو اس سے استدلال درست نہین ہے۔ اسکے خصم منکر کو پہنچتا ہے۔ کہ وہ اس احتمال سے تمسک کرکے بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مدعی کے استدلال کو توڑ دے۔ آپ اس امر سے ناواقف ہین تب ہی مدعی ہو کر احتمال سے استدلال کرتے ہین۔ (۶) افترا آپکی قدیم سنت ہے ان افتراؤن کے علاوہ جو ثابت کئے گئے ہین۔ آپنے رسالہ ازالہ کے صفحہ ۲۰۱ مین حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم کا ترجمہ کیا تو اسمین اس سوال وجواب کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا کیا ہے۔

کہ تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا۔ اور تم مین سے ہے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔ آپنے عمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نہین کیا تو بتائین کہ اس حدیث کو کس طریق یا وجہ مین یہ سوال وجواب وارد ہین۔

رسالہ ازالہ کے صفحہ ۱۸۱ مین آپنے دجال موعود کے محل نزول مین اختلاف علما بیان کیا تو اسمین علماء اسلام پر یہ افترا کیا ہے کہ بعض علما کہتے ہین کہ وہ بیت المقدس مین اتریگا نہ دمشق مین بلکہ مسلمانون کے لشکر مین اتریگا۔ آپ اس قول کے بیان مین مفتری نہین تو بتادین کہ کس عالم کا یہ قول ہے کہ وہ نہ بیت المقدس مین اتریگی نہ دمشق مین۔ آپکے ان افتراؤن سے کامل یقین ہوتا ہے کہ آپ کسی الہام کے دعوی مین سچے نہین اور جو تار و پود آپنے پہیلا رکہا ہے وہ سب افترا ہے۔

۹۔ آپ کہتے ہین کہ آپ بخاری بخاری کرتے ہین اور بخاری کی یہ حدیث اپنے

سلہ جب کسی دلیل مین احتمال مخالف پیدا ہو تو اس دلیل سے دست آویز کرنا باطل و بیکار ہو جاتا ہے۔

رسالہ مین نقل کر چکے ہین کہ محدث کی بات مین ہی شیطان کا دخل نہین ہوتا۔ بخاری پر آپکا ایمان ہے تو اس حدیث کی تسلیم سے ابن عربی کا قول آپکے نزدیک مسلم ہے پھر مینے آپ پر کیا افترا کیا۔ اسمین آپنے مجھپر ایک اور افترا کیا اور مسلمانون کو دہوکہ دیا۔ مہربان من مین صحیح بخاری کو تسلیم کرتا ہون اور اس حدیث پر جو صحیح بخاری مین محدث کی شان مین مروی ہے۔ مین ایمان رکہتا ہون اور معہذا یہ اعتقاد رکہتا ہون کہ جو شخص محدث کہلاوے اور صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو بشہادت الہام خود موضوع قرار دے۔ وہ محدث نہین ہے شیطانکی طرف سے مخاطب ہے۔ واقعی محدث وملہم وہی شخص ہے جسکی تحدیث والہام الہام قدیم قرآن مجید واحادیث صحیحہ کے مخالف نہو۔ اور جو شخص محدث یا ملہم ہونے کا دعوے کرے اور اسکے ساتھ یہ کہے کہ مجھے فرشتون نے کہا ہے۔ یا خدانے الہام کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ صحیحین کی حدیثین موضوع ہین مین اسکو شیطان کا مخاطب اور اس کی طرف سے محدث بلکہ شیطان مجسم سمجہتا ہون۔ ایسا جعلی محدث بعینہ ویسا ہے جو محدث بنکر کہے کہ مجھے الہام ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہین ہے جسکو امید ہے آپ بہی محدث تسلیم نکرینگے یہی وجہ ہے کہ اسوقت کے مسلمان جو بخاری کو مانتے ہین آپکے دعوے محدثیت کو قبول نہین کرتے کیا وہ اس انکار سے اوس حدیث بخاری کے منکر ہو سکتے ہین؟ ہرگز نہین!۔

خدا سے ڈرو اور مسلمانون کو مغالطے ندو۔ یہ آپکی کلام کا مختصر جواب ہے جس سے آپکے مغالطات اور ناواقفی اور دہوکہ دہی کا بخوبی اظہار ہوگیا بعض مطالب پر جو آخری اور پرچہائے سابق کے جوابات ونتائج کو بخوف تطویل عمداً چہوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو کچہ ہمنے بیان کیا ہے وہ ہمارے حصول مطلب کے لئے کافی ہے ان باتون کو ہمارے اصل مدعا سے ایسا تعلق نہین ہے کہ بلا بیان ان باتون کے وہ مدعا

حاصل نہو تا ان باتون کا اظہار صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپنے اصل سوال کا جواب
نہ دیا اور ان باتون کے بیان سے جنکا جواب ہمنے دیا ہے جواب کو ٹلایا۔ آئندہ آپ اپنی
طرز تحریر اور تطویل و دفع الوقتی کو بدل دین تو اس طرف سے بہی اسی قسم کی باتون سے
قلم کو روک لیا جائیگا اور اگر اس تحریر کے جواب مین آپنے پہر وہی روش اختیار کی تو آپ
دیکہہ لین گے۔ اس طرف سے بہی ایسا سلوک ہوگا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ اس روش
کو بدل دین اور میرے اصل سوال کا جواب اتنی سطرونمین دین۔ جتنی سطرون مین
میرا سوال ہے۔ مین سر دست جواب با دلائل نہین چاہتا۔ مجرد جواب کا طالب ہون
جسوقت مین کسی مسئلہ مین آپسے بحث و دلائل کا طالب ہونگا اُسوقت آپ تفصیلی
بحث کرین۔ میری یہ نصیحت منظور ہو تو آپ مختصر بتا دین کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم
کی احادیث جملہ صحیح اور واجب العمل ہین یا جملہ موضوع ناقابل العمل یا مختلط جنمین بعض
صحیح ہون اور بعض موضوع۔ اس سوال کا جواب دو حرفی آپنے دیا تو پہر مین اور سوال
کرونگا۔ اور اسیطرح اختصار آپنے مد نظر رکہا تو ایک دن مین مباحثہ ختم ہوگا انشاءاللہ
آئندہ اختیار۔ کما تدین تدان ؛

ابو سعید محمد حسین ۲۶ جولائی ۱۸۹۱ء

تحریر نمبر ششم از جانب کادیانی

اور

اسپر ہماری طرف سے چند نوٹ

معہ

جواب

یہ وہ تحریر ہے جسکو کادیانی نے آخری جلسہ مباحثہ مین پڑہکر سنایا اور میرے

مباحثہ کو ناتمام چھوڑ کر فرار اختیار کیا تھا۔ اس تحریر کی نقل دینے کا اُسنے اُسی جلسہ میں تو اقرار کیا تھا۔ مگر گھر پہنچکر دوسرے دن بذریعہ خط نقل دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس تحریر کو چھاپ کر مشتہر کیا تب بھی اسکو ہمارے پاس نہ بھجوایا۔ باوجودیکہ رسالہ اشاعۃ السنۃ سالہا سال سے زمانہ اشاعت تحریر مذکور تک بلا قیمت اُس کے پاس بھیجتا رہا۔ اس قطع تعلق سے اسنے گویا ہمسے بحث وخطاب کا سلسلہ توڑ دیا اور ہمسے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا۔ لہذا ہم بھی اب اسکو اس تحریر میں اپنا مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ اور اسکی تحریر ہشتم کے متعلق جو لکھنا چاہتے ہین۔ وہ بغرضِ مباحثہ ومطالبہ جواب نہین لکھتے۔ بلکہ صرف اپنے ناظرین خصوصًا کادیانی کے سادہ لوح دام افتادہ اہلحدیث معتقدین کو جو اسکو اہلحدیث سمجھکر اُسکے دام مین پھنسے ہوئے ہین۔ اُس کی دہوکہ بازیون اور اکاذیب پر مطلع کرنے کی غرض سے اس تحریر پر چند نوٹ (یادداشتین) تحریر کرتے ہین جنسے اُنکو معلوم ہو۔ کہ کادیانی اہلحدیث کیا ایک ادنی درجہ کا مسلمان بھی نہین بلکہ وہ دربردہ زندیق (چھپا مرتد) ہے۔ وہ اہلِ حدیث بنکر سادہ لوح اہلحدیث کو زندیق بنانا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے اسکی اصل تمام عبارت یا اُسکی پوری مضمون کی نقل سے تعرض نہین کرتے۔ اور نہ اُسکے ترک بحث وخطاب کیحالت مین اس امر کو اپنا فرض سمجھتے ہین۔ بلکہ صرف اسکی تمہیدی تحریر کو جسمین اوسنے ہماری تحریر نمبر ہشتم کا مجمل جواب دیا ہے۔ بعینہ اور باقی تحریر کے فقرات لائق نوٹ کا خلاصہ مطلب نقل کرکے اسپر نوٹ کرتے ہین۔ وباللہ التوفیق۔

نقل تمہید کادیانی جسکے فقرات لائق نوٹ پر نمبر ہمنے از خود لگائے ہین

حضرت مولویصاحب مین نہایت افسوس سے تحریر کرتا ہون۔ کہ جس سوال کے جواب کو مین کئی دفعہ (۱) آپکی خدمت مین گذارش کر چکا ہون۔ وہی سوال آپ

بار بار بہت سی[2] غیر متعلق باتون کے ساتھ پیش کر رہے ہین۔ مجھے معلوم ہوتا ہے
کہ آپنے اچھی طرح میری تحریرات پر غور ہی نہین کی۔ اور نہ میری کلام کو سمجھا ہے[3] اسی وجہ
سے آپ ان امور کا ہی الزام میرے پر لگاتے ہین۔ جنکا مین قائل نہین ہون[4]۔ لہذا
مین مناسب سمجھتا ہون۔ کہ برعایت اختصار پھر آپکو اپنے عقیدہ[5] اور مذہب سے جو
حدیثون کے بارہ مین رکھتا ہون۔ اطلاع دون۔ سو مہربان من آپ پر ظاہر ہو۔
کہ مین اپنی تحریر چہارم[6] و پنجم مین بتفصیل و تصریح بیان کر چکا ہون۔ کہ احادیث
کے دو حصہ ہین۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ مین آگیا ہے۔ یعنی وہ حدیثین
جنکو تعامل کے محکم[7] اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے۔ اور دوسرا وہ حصہ ہے
جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہین اور صرف راویون کے سہارے اور
انکی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کئے گئے ہین۔ سو اگرچہ مین صحیحین[8] کی حدیثین
اس قوت اور مرتبہ پر نہین سمجھتا کہ باوجود مخالفت آیات صریحہ و بیّنہ قرآن انکو صحیح
سمجھ لیتا ہون لیکن سلسلہ[9] تعامل کی حدیثین میری اس شرط سے باہر ہین۔ چنانچہ
اپنی تحریر نمبر پنجم مین بتصریح لکھ چکا ہون۔ اگر سلسلہ تعامل کی حدیثون کے
رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر مغائر معلوم ہو۔ تو
مین اسکو تسلیم کر سکتا ہون۔ کیونکہ سلسلہ تعامل کی حدیثین حجت[10] قوی ہین اور قرآن
کو معیار ٹھہرانے سے سلسلہ تعامل کی حدیثین مستثنیٰ[11] ہین۔ دیکھو تحریر نمبر پنجم بجواب
آپکی تحریر کے۔ آپ میری تحریر نمبر پنجم کے پڑھنے کے بعد اگر فہم اور تدبر سے کام
لیتے تو بیہودہ اور غیر متعلق[12] باتون سے اپنی تحریر کو طول نہ دیتے[13]۔ مینے کب اور
کہان یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ سنت متوارثہ متعاملہ اور حدیث مجرد دونون اسبات
کی محتاج ہین۔ کہ قرآن کریم سے اپنی تحقیق کی صحت کے لئے پرکھی جائین۔ بلکہ مین تمہ
نمبر دوم مین صاف لکھ چکا ہون کہ سلسلہ تعامل کی حدیثین بحث مانحن فیہ سے

خارج ہین۔ اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کہولتا ہون۔ کہ سلسلہ تعامل کی
حدیثین یعنے سُنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور آمرین کی زیر نظر چلی آتی ہین اور علی
قدر مراتب تاکید مسلمانونکے عملیات[14] دین مین قرناً بعد قرن وعصراً بعد عصر داخل ہو گئی
ہین۔ وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہین۔ اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹھہرانے کی ضرورت ہے[15]
اور اگر ان کے ذریعہ کچھہ زیادت تعلیم قرآن پر[16] ہو تو اس سے انکار نہین۔ ہر چند میرا[17] مذہب
یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم مین کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہین۔ کیونکہ اللہ
جلشانہ فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ یعنی ہمنے تیرے پر
کتاب اتاری ہے جس مین ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ اور نیز فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي
الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ یعنی ہمنے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہین رکہی۔ لیکن ساتھہ[18] ہی اسکے
یہ بہی میرا اعتقاد ہے۔ کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج واستنباط کرنا اور
اسکے مجملات کی تفاصیل صحیحہ بر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا
کام نہین بلکہ یہ خاص طور پر انکا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت[19] یا بطور ولایت
عظمیٰ مدد دیئے گئے ہون۔ سو ایسے[20] لوگون کے لئے جو استخراج واستنباط معارف قرآن
پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہین ہو سکتے ہین۔ یہی سیدہی راہ ہے۔ کہ وہ بغیر
قصد استخراج واستنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے
ذریعہ سے ملی ہین۔ بلا تامل وتوقف قبول کرلین۔ اور جو لوگ وحی ولایت
عظمیٰ کی روشنی سے منور ہین اور الّا المطہرون کی گروہ مین داخل ہین۔ انسے بلاشبہ
عادت اللہ یہی ہے۔ کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے انپر کہولتا رہتا ہے۔
اور یہ بات انپر ثابت کر دیتا ہے۔ کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز
نہین دی۔ بلکہ احادیث صحیحہ مین مجملات واشارات قرآن کریم کی تفصیل ہے[21] سو
اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن انپر کہل جاتا ہے۔ اور نیز ان آیات بینات

کی سچائی اُنپر روشن ہوجاتی ہے۔ جو اللہ جلشانہٗ نے فرمایا ہے۔ جو قرآن سے کوئی چیز باہر نہیں۔ علماء[۲۲] ظاہر ہی ایک قبض کی حالت کے ساتھ اِن آیات پر ایمان لاتے ہین۔ تا انکی تکذیب لازم نآوے۔ لیکن وہ کامل الیقین اور سکینت اور اطمینان جو ملہم کامل کو بعد معائنہ مطابقت و موافقت احادیث صحیحہ او قرآن کریم کے اور بعد علوم کرنے اس احاطہ تام کے جو در حقیقت قرآن کو احادیث پر ہی ملتی ہے۔ وہ علما ظاہر کو کسی طرح مل نہین سکتی۔ بلکہ بعض[۲۳] تو قرآن کو ناقص و ناتمام خیال کرتے ہین۔ اور جن غیر محدود صداقتون اور حقائق اور معارف پر قرآن کریم کی دائمی اور تمام اعجاز کی بنیاد ہے۔ اس سے وہ مُنکر ہین۔ اور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکاری کی وجہ سے ان تمام آیات بیّنات کو جھٹلاتے ہین جسمین صاف اللہ جلشانہٗ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ مین نے سنن متوارثہ متعاملہ کو نمبر پنجم و چہارم مین ایک علیحدہ حصہ بتصریح بیان کر دیا ہے۔ اور میرے نمبر پنجم[۲۴] کے پڑھنے سے ظاہر ہوگا۔ کہ مینے ان سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہین دیا بلکہ انمین مراتب[۲۵] متفاوتہ کا قائل ہون۔ جیسا کہ میرے نمبر پنجم کے صفحہ ۱۳ مین یہ عبارت[۲۶] کہ "جسقدر حدیثین تعامل کے سلسلہ سے فیضیاب ہین وہ حسب تفاضل اور بقدر اپنی فیضیابی کے یقین کے درجہ تک پہنچتی ہین"۔ یعنے کوئی انمین سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے۔ اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنیٰ تک جس کو ظن غالب کہتے ہین[۲۷]۔ لیکن وہ تمام حدیثین بغیر اسکے[۲۸] کہ قرآن سے ملائی جائین۔ بوجہ جمع ہونے دونو قوتون تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کی لائق ہین۔ مگر ایسی احاد حدیثین جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہین ہین اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتدبہ تعلق نہین رکھتین۔ وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہین۔

اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حدیثیں اخبار گذشتہ و قصص ماضیہ یا آیندہ [۲۹]
ہین جنکو نسخ سے بھی تعلق نہین۔ یہ میرا وہ بیان ہے جو مین اپنی اس تحریر کی پہلی
لکھہ چکا ہون۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مینے اپنے کسی پرچہ مین دوسرے حصہ کی احادیث
کا نام سنن متوارثہ متعاملہ نہین رکھا۔ بلکہ ابتدا تحریر سے ہر جگہ صرف حدیث کے نام
سے یاد کیا ہے۔ جس سے میری مراد واقعات ماضیہ و اخبار گذشتہ یا آیندہ ہین۔
اور ظاہر ہے کہ سنن متوارثہ متعاملہ اور احکام متداولہ کے نکالنے کے بعد جو احادیث
بجز فرضیت تعامل سے باہر رہجاتی ہین۔ [۳۰] وہ یہی واقعات و اخبار و قصص ہین جو
تعامل کی تاکید کے سلسلہ سے باہر ہین۔ اور ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ بحث
احکام کے اختلاف کی وجہ سے نہین شروع کی گئی۔

اور مین تمام مسلمانون کو یقین دلاتا ہون۔ کہ مجھے کسی ایک حکم مین بھی دوسرے
مسلمانون سے علیحدگی نہین۔ جسطرح سارے مسلمان احکام اسلام [۳۱] بینہ قرآن کریم
و احادیث صحیحہ و قیاسات [۳۲] مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہین اسیطرح مین جانتا ہون
صرف بعض اخبار گذشتہ و مستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کیوجہ سے جسکو مینے قرآن سے
بکلی مطابق پایا ہے۔ بعض اخبار حدیثیہ کے مین اسطرح پر [۳۳] معنے نہین کرتا۔ جو حال
کے علما کرتے ہین۔ کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف
ٹھیرتی ہین [۳۴]۔ بلکہ دوسری احادیث کے جو صحت مین انکے برابر ہین۔ مغائر و مباین قرار
پاتے ہین سو حاصل یہ تمام بحث ان اخبار سے متعلق ہے جنکے نسخ کی نسبت کوئی سلف
و خلف مین سے قائل نہین۔ کوئی باسمجھ انسان ایسا نہین۔ جسکا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن کریم
کی وہ آیتین جنمین حضرت عیسیٰ کی وفات [۳۵] کا ذکر ہے حدیثون سے منسوخ ہو چکی ہین
یا یہ عقیدہ ہو کہ محدثین اپنی صحت مین انسے بڑھکر ہین [۳۶]۔ بلکہ اس راہ مین بحالت انکار بجز
اس طریق کے مجال کلام نہین۔ کہ یہ کہا جائے۔ کہ وہ آیتین پیش کردہ ہم حدیثون کے مطابق

ہوں گے۔ سنانے حضرت مولوی صاحب آپ ناراض ہوں۔ کاش آپ نے دیانت وامانت
کو مدنظر رکھکر وہی طریق مقصود اختیار کیا ہوتا۔ کیا آپکو معلوم نہین کہ جو احادیث تعامل کے
سلسلہ مین داخل ہوں۔ انکو مین بحث متنازعہ فیہ سے باہر کر چکا ہون۔ اور اگر معلوم
تھا۔ تو پھر کیون آپنے گدہے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی۔ کیا کسی چیز کا حرام یا حلال
کرنا۔ احکام مین (۳۹) نہین ہے۔ اور کیا احکام اکل وشرب تعامل الناس سے باہر ہین۔
اور پھر آپنے لعنت علی الواشمات والمستوشمات کی بہی حدیث پیش کر دی۔ اور
آپکو خیال نہ آیا۔ کہ یہ تو سب احکام ہین (۴۰) جنکے لئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا
ضروری ہے۔ آپ سچ کہین کہ ان تمام غیر متعلق باتون سے آپنے اپنا اور سامعین کا
وقت ضائع کیا۔ یا کچھ اور کیا۔ لوگ منتظر تھے۔ کہ اصل بحث سننے سے کہ جس کا ایک
دنیا مین شور پڑ گیا ہے۔ فائدہ اوٹھاوین اور حق ناحق کا فیصلہ ہو۔ لیکن آپنے نکمی اور
فضول اور بے تعلق باتین شروع کر دین۔ شاید ان باتون سے وہ لوگ بہت خوش
ہوتے ہونگے جنمین اصل مقصود کی شناخت کا مادہ نہین۔ لیکن مین سنتا ہون کہ
حقیقت (۴۱) شناس لوگ آپ کی اس تقریر سے سخت ناراض ہوئے۔ اور آپ کی مناظرہ
لیاقت کا مادہ انہون نے معلوم کر لیا۔ کہ کہانتک ہے۔ بہرحال چونکہ آپ نیز اس دہوکہ
دینے والے مضمون کو ایک جلسہ عام مین سنا چکی ہین۔ اسلئے مین مواضع مناسب سے
(۴۲) آپکے اقوال قولہ۔ اقول کے طور پر ذیل مین بیان کرتا ہون۔ تا منصفین پر کھل جاوے
کہ کہان تک آپنے دیانت وراستی وتہذیب وطریق مناظرہ کا التزام کیا ہے وباللہ التوفیق"
یہ خاتمہ تمہید کا دیا گیا ہے جسمین اوس نے ہماری تحریر نمبر سوم کا ایک اجمالی
جواب دیا ہے اسکے بعد اسنے قولہ اقول کہکر اس اجمال کی تفصیل بتائی
ہے اس تفصیل مین اسنے احادیث محل تعامل کے اقسام ثلثہ (اعلی ووسطی وادنی)
کی ایسی تشریح کی اور مثال دی ہے کہ اسمین احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ

(جنکے عمل و ترک مین اختلاف ہے) کو بہی شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ مباحثہ مطبوعہ کے صفحہ ۵۰ مین کہا ہے۔ "ان یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہین وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہین۔ جن امور کی مواظبت و مداومت بلا فتور و اختلاف چلی آتی ہے۔ وہ اول درجہ پر ہین۔ اور جسقدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لیکر تعامل کے دائرہ مین داخل ہوتے ہین۔ وہ بسبب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ ہین۔ مثلاً رفع یدین (۲۲) و عدم رفع یدین جو دو نو طور کا تعامل چلا آتا ہے۔ ان دونو طور مین سے جو تعامل قرن اول سے آجتک کثرت سے پایا جاتا ہے اسکا درجہ زیادہ ہوگا۔ اور باینہمہ دوسرے کو بدعت نہین ٹھیرائینگے۔ بلکہ ان دونو عملون کی تطبیق کی غرض سے خیال ہوگا۔ کہ باوجود مسلسل تعامل کے پہر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے۔ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفت قرئت کیطرح طرق اداے صلوۃ مین رفع تکلیف امت کیلئے وسعت پیدی ہوگی۔

یاد رکہنا چاہئے کہ جو نمبر اول پر سلسلہ تعامل احکام ہے۔ وہ اختلاف سے بکلی محفوظ ہے۔ کوئی مسلمان اس بات مین اختلاف نہین رکہتا۔ کہ فریضہ صبح دو رکعت ہین اور مغرب کی تین الخ"

اس تمہید کادیانی اور اسکی مؤید تفصیل و تمثیل کے متعلق ہم پہلے ایک اجمالی نوٹ تحریر کرتے ہین۔ پہر اسکے ہر ایک فقرہ پر جسپر نمبر دے آئے ہین تفصیل وار نوٹ لکہینگے

اس تمہید پر اجمالی نوٹ

اس تمہید اور اسکی مؤید تفصیل مین کادیانی نے بیان کیا ہے۔ کہ مین اپنے مخاطب کے سوال کا جواب اپنی تحریر چہارم و پنجم مین یہ دے چکا ہون۔ کہ صحیحین کی جملہ احادیث جو عمل کے متعلق ہین اور انہین فروعات اختلافیہ مثل رفع یدین و عدم رفع

نہیں شامل قرآن ہین۔ بے چون چرا اس ع و مقبول ہین۔ کیونکہ عمل سے۔ (گو اختلافی طور پر ہو) وہ قوت پاکر قطعی ہو چکے ہین۔ ان احادیث کو قرآن سے پرکہنے کی ضرورت نہین ہے۔ وہ بظاہر مخالف قرآن ہون۔ تو بہی مقبول ہین۔ اور ان احادیث سے تعلیم واحکام قرآن پر زیادتی بہی جائز ہے۔ اور جو صحیحین کی حدیثین متعلق عمل نہین ہین۔ انکے اگر یہی ظاہری معنے ہین جو علما بیان کرتے ہین۔ تو وہ صحیح نہین بلکہ موضوع ہین۔ اور لائق قبول واعتبار نہین ہین۔ کیونکہ انکو عمل سے قوت نہین پہنچی اسلئے وہ ظنی ہین۔ اور انکی صحت پرکہنے کے لئے انکو قرآن پر پیش کرنا۔ پہر انکا موافق قرآن ہونا ضروری ہے۔ لہذا جس حدیث کا مضمون مخالف قرآن ہو وہ حدیث صحیح نہین موضوع ہے اور احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح بظاہر معنے جو علما بیان کرتے ہین اسلئے مخالف قرآن ہین کہ ان احادیث کے ان معنے سے حضرت مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ اور قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے۔ کہ مسیح بن مریم فوت ہوگیا ہے" (یہ الفاظ زیر خط بعینہ کادیانی کے الفاظ ہین) ہم کہتے ہین۔ اس بیان مین کادیانی نے محض کذب و دجالیت سے کام لیا ہے۔ جہوٹہ بولا۔ اور مسلمانون کو دہوکہ دیا۔ اور انکو ضلالت والحاد مین پہنسانا چاہا ہے۔

اول تو اسکے اس بیان تمہید کا اسکی تحریر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر مین نام ونشان نہین (۲) اور اگر بالفرض یہ بیان ان تحریرات مین ہے۔ تو یہ ہمارا اصل سوال کا قطعی سوال جواب نہین (۳) اور یہ اس سوال کا جواب ہے۔ تو یہ اسلام خصوصًا مذہب اہل سنت جماعت کے رو سے صحیح جواب نہین بلکہ ایک ملحدانہ جواب ہے جو بالکل مذہب اسلام و سنت سے بالکل مخالف ہے۔

ہماری اس تحریر کے پہلے شق کا ثبوت

کادیانی کی تمہید اور اسکی مشید تفصیل کی فضول و نامعقول و بلا طائل طول بالترتیب

(جو اسکا اکثر حصہ ہے) چشم پوشی کرکے اصل مطلب کیطرف دیکھا جاتا ہے۔ تو آپ
پانچ امور یا دعاوی معلوم ہوتے ہین۔

اول یہ کہ احادیث تعامل سے اسکی مراد احادیث متعلق عمل ہین جنمین اعمال اتفاقیہ (جیسے نماز و روزہ وحج وزکوٰۃ) و اختلافیہ (مثل رفع یدین و آمین بالجہر) سب داخل ہین۔

دوم۔ یہ کہ اس قسم کی سب احادیث صحیحین کی قطعی اور بلا ریب و یقینی صحیح و ثابت اور واجب العمل ہین۔

سوم۔ ایسی احادیث کو دو جہت سے قوت و قطعیت حاصل ہوئی ہے۔ ایک تعامل سے۔ دوسری صحت روایت سے۔

چہارم۔ یہ سب احادیث ایسی صحیح و قوی قطعی الثبوت ہین کہ انکی صحت پر کہنے کے لئے اونکو قرآن پر پیش کرنا۔ اور قرآن سے انکی موافقت ثابت کرنا ضروری نہین۔ بلکہ بظاہر مخالف قرآن ہی ہون۔ تو وہ واجب القبول والعمل ہین اور ان احادیث کے رو سے قرآن مجید کی تعلیم و احکام پر زیادتی بھی جائز ہے۔

پنجم۔ ان احادیث کی قطعی و یقینی الثبوت ہونے کے تین مرتبہ یا درجہ ہین۔ ۱۔ اعلیٰ جیسے احادیث متعلقہ عدد رکعات نماز فرائض۔ ۲۔ اوسط جس سے وہ احادیث مراد ہین۔ جنکے عمل مین اختلاف چلا آیا ہے۔ مگر جانب عمل مین نسبت جانب ترک کثرت ہے۔ ۳۔ ادنیٰ جس سے وہ احادیث محل خلاف مراد ہین۔ جنکی جانب عمل مین نسبت جانب ترک قلت ہے۔

اس تیسری مرتبہ یقین کی نسبت قادیانی نے یہ بھی کہدیا ہے کہ اسکو ظن غالب کہتے ہین اور عقل و انصاف و حیا کو پیش نظر رکھکر یہ خیال نہ کیا کہ ظن تو (اگرچہ غالب ہو) یقین کا مقابل ہوتا ہے۔ اور میں خود اپنی تقریر نمبر چہارم و پنجم وغیرہ مین اسکو یقین کے مقابلہ مین ذکر کیا۔ اور اسکا مقابل بنایا ہے۔ پھر وہ یقین کا ایک قسم کیونکر ہو سکتا ہو

مگر شاید وہ اس وجہ سے بے فکر و بلاخوف ہو کر ایسی باتین کہدیتا ہے۔ کہ اہل عقل
والانصاف سے مجھے کیا کام جن لوگون سے مجھے کام ہے۔ اور وہ میرے دام
مین آچکے ہین۔ وہ عقل کے اندہے اور کانٹھ کے پوری ہین۔ لہذا مین جو کچھ اون کو
کہونگا۔ دن کو رات۔ یا رات کو دن۔ وہ بے چون وچرا اسکو مان لینگے۔ اور اُس کی
شکریہ مین فلوس مقررہ بہیجدین گے۔ اہل عقل انصاف جو چاہین کہا کرین۔

ان پانچون امور یا دعاوی مین سے ایک ہی ایسا نہین ہے۔ جسپر
کادیانی نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر مین تصریح کی ہو۔
یا اسکی طرف اسکا اشارہ پایا گیا ہو۔ اور تحریرات مین تو وہ اُنکے بیان کا خود
مدعی نہین ہوا تحریر نمبر چہارم و پنجم مین اُنکے بیان کا مدعی ہوا ہے۔ لہذا ان دونو
تحریرون کی عبارات اس مقام مین نقل کرکے ناظرین پر کادیانی کا کذب ثابت کیا جاتا ہے۔

نقل تحریر چہارم کادیانی و ثبات مخالف مضمون آن مضمون تمہید بہتانی

واضح ہو کہ جس تحریر کو کادیانی نے تحریر نمبر چہارم کہا ہے اور مباحثہ مطبوعہ
مندرجہ رسالہ "الحق" مین اسکو نمبر چہارم قرار دیا ہے۔ وہ دراصل تحریر نمبر پنجم ہے۔
(چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ و ۹ و ۱۰ جلد ۱۳ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا)
اس تحریر مین کادیانی نے جو کچھ تعامل کے متعلق کہا ہے وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنۃ
نمبر ۹ جلد ۱۳ مین بصفحہ ۲۱۵ اور مباحثہ مندرجہ "الحق" مین بصفحہ ۱۲ منقول ہے)
انکا (یعنی محدثین کا) کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا۔ کہ یہ صحیح ہے اسکے یہ معنی نہین کہ
وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ صحت کامل تک پہنچ گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک حدیث
باوجود صحیح ہونیکے پہر بہی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو۔ غرض علم حدیث ایک
ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے۔ لہذا اگر کوئی اسجگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث

صرف مرتبۂ ظن تک محدود ہین - تو پہر اس سے لازم آتا ہے - کہ صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثون کے ذریعہ مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہین - وہ سب ظنی ہون تو انکا جواب یہ ہے - کہ یہ بڑے دہوکہ کی بات ہے - کہ ایسا سمجہا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہین - وبس بلکہ انکے یقینی ہونیکا یہ موجب ہے - کہ سلسلۂ تعامل ساتہ ساتہ چلا آیا ہے - اگر فرض کرلین کہ یہ فن دنیا مین پیدا نہ ہوتا - تو پہر بہی سب اعمال و فرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے - خیال کرنا چاہئے - کہ جس زمانہ تک حدیثین جمع نہین ہوئی تہین - کیا اسوقت تک لوگ حج نہین کرتے تہے - یا نماز نہین پڑہتے تہے - یا زکوٰۃ نہین دیتے تہے - ہان اگر یہ صورت پیش آتی - کہ لوگ ان تمام احکام و اعمال کو یکدفعہ چہوڑ بیٹہے اور صرف روایتون کے ذریعہ سے وہ باتین جمع کیجاتین - تو بے شک یہ درجہ یقینی ہونیکا تمام کاموں کا جو اب انمین پایا جاتا ہے - ہرگز نہ ہوتا - سو یہ ایک دہوکہ ہے - کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم و صلوٰۃ وغیرہ کی تفاصیل معلوم ہوئی ہین - بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی چلی آئی ہین - اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچہ تعلق نہین وہ تو طبعی طور پر ہر ایک مذہب کو لازم ہوتا ہے - میرا مطلب تو صرف اسقدر ہے - کہ حدیثین اگرچہ صحیح ہی ہون - لیکن انکی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہین - سوان حدیثونکی حقیقی صحت پر کہنے والا قرآن شریف ہے "

اس تحریر نمبر پنجم (یا بالفعل کادیانی نمبر چہارم مین) کادیانی نے تعامل اور احادیث معل تعامل کی نسبت اس عبارت کے سوا ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ تک نہین کہا - اور اس عبارت مین امور یاد عاوی خمسہ مذکورہ کا نام و نشان کہین پایا نہین جاتا بلکہ انکا خلاف موجود ہے امر اول و پنجم کے برخلاف اس عبارت مین کادیانی نے تعامل قطعی اور یقینی و تمام ثبوت کی تفصیل مین صرف اتفاقی احکام و اعمال

نماز و حج و زکوٰۃ کو ذکر کر کے جتایا ہے۔ کہ احادیث تعامل سے وہ احادیث مراد ہیں۔ جنپر اتفاق کے ساتھ عمل چلا آیا ہے۔ اور انکو یقینی و ثبوت تام کا درجہ حاصل ہے اور امر دوم و سوم کے برخلاف اُسنے علم احادیث کو ظنی و مفید ظن کہا ہے۔ اور اس فن کو سلسلہ تعامل سے بالکل بے تعلق قرار دیا ہے اور قطعیت حکم صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کو صرف تعامل کا اثر بتایا ہے۔ اور روایت کو اس اثر میں محض بے دخل ٹھیرایا ہے۔ اور امر چہارم و پنجم کے برخلاف اُسنے جملہ احادیث کو ظن یا غالب ظن کے مرتبہ مین ٹھیرا کر ان سب کو امتحان صحت کرنے قرآن پر عرض کرنے کا محتاج ٹھیرایا ہے اور کسی حدیث کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا اب **ناظرین** . . . **انصاف** سے کہیں۔ ان تصریحات و عبارات کے ساتھ اُسکا یہ کہنا۔ کہ جو کچھ مین تمہید مین کہ رہا ہوں۔ وہ تحریر نمبر چہارم مین کہہ آیا ہوں۔ کذب محض اور دہوکہ دہی نہیں تو کیا ہے۔

نقل عبارت تحریر نمبر پنجم کادیانی و اثبات مخالفت مضمون آن بمضمون تمہید آن کذاب لاثانی

واضح ہو۔ کہ جس اپنی تحریر کو کادیانی تحریر نمبر پنجم قرار دیا ہے۔ اور مباحثہ مندرجہ "الحق" مین اسکو نمبر پنجم کہا ہے۔ وہ درحقیقت نمبر ہفتم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ وغیرہ جلد ۱۴ وغیرہ نمبر ۵ جلد ۱۴ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اِس تحریر مین کادیانی نے جو کچھ متعلق تعامل و احادیث تعامل کہا ہے وہ یہ ہے۔ (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۱۴ مین صفحہ ۱۱۸ وغیرہ اور مباحثہ مندرجہ "الحق" مین صفحہ ۱۳۱ وغیرہ ہے۔)۔ اُنما ... کہ وہ حصہ ... حصہ جو سلسلہ تعامل کی بنا مین کامل طور پر آگیا ہے

یعنی وہ حدیثیں جنکو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے۔ اور مرتبہ
یقین تک پہنچا دیا ہے۔ جس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات
اور احکام شرع متین داخل ہیں۔ سو ایسی حدیثیں تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک
پہنچ گئی ہیں۔ اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے۔ وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ
سے حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے۔ اور نہ وہ راویوں کی
وثاقت و اعتبار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ بلکہ وہ قوت برکت و طفیل سلسلہ تعامل پیدا
ہوئی ہے۔ سو میں ایسی حدیثوں کو جہانتک انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے
ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جسکو سلسلہ تعامل
سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے سے اور انکی راست
گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں۔ ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھکر خیال نہیں کرتا اور
غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہیں وہ یقینی
اور قطعی الثبوت طریق نہیں ہے۔ بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے۔ وجہ یہ کہ ان
حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور درست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت
فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے۔ اور ان تمام
امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ ثبوت پر جو حکم رویت کا
رکھتا ہے۔ پہنچنا حکم محال کا رکھتا ہے۔ اور کسی کو طاقت نہیں کہ ایسی حدیثوں کی
نسبت ایسا ثبوت کامل پیش کر سکے۔ سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے۔ کہ جسقدر
حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیضیاب ہیں۔ وہ حسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیضیابی
کے یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں
غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ تک ہیں۔ اسلئے میرا مذہب بخاری
اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے۔ جو میں بیان کر دیا ہے یعنی مرتبہ

صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے ظن کی حالت میں ہیں ۔ لیکن اس حالت میں بھی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو موضوع قرار نہیں دے سکتا ۔ ہرچند محدثین نے اپنے طرق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لئے مقرر کیا ہے ۔ لیکن کبھی انہوں نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے ۔ اور ظاہر ہے ۔ کہ بوجہ اسکے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا ۔ اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے ۔ لہٰذا روات کی حالات صدق و کذب و دیانت و خیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی ۔ تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی ۔ لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی ۔ سو ہر ایک منصف اور ایماندار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے ۔ کہ بجز ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور چلی آتی ہیں ۔ باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے بہرہ ہیں[1] + اور صاف ظاہر ہے ۔ کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں ۔ صرف ظن یا شک کے درجہ پر ہیں ۔ اور فن حدیث کی تحقیقاتیں انکو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتیں ++ میری غرض تو صرف اسقدر ہے ۔ کہ حدیثوں کو قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہئے ۔ ہاں اگر سلسلہ تعامل کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اسکو بھی تسلیم کر سکتا ہوں ۔

[1] ۔ یہ مباحثہ مطبوعہ کادیانی کے الفاظ ہیں ۔ ہمارے پاس جو کچھ کادیانی کا قلمی پرچہ ہے اسمیں یہ الفاظ ہیں ۔ "کسیقدر تاریکی بھی پڑی ہوئی ہیں" یہاں الفاظ کو کاٹ کر کادیانی کی قلم سے یہ الفاظ لکھے گئے "کسیقدر تاریکی سے باہر نہیں"

کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ مین صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثون کو لونہ ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہین دے سکتا۔ بلکہ میرا انکی نسبت حسن ظن ہے۔ ہان جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی۔ اُسکو مین منجانب رسول کریم یقین نہین کرونگا۔ ہان سلسلہ تعامل کی حدیثین اس سے مستثنےٰ ہین "

اس عبارت مین بہی امور خمسہ مذکورہ بالا مندرجہ تمہید کادیانی کا نام ونشان پایا نہین جاتا۔ بلکہ تحریر نمبر چہارم سے بڑہکر ان امور کا خلاف اسمین موجود ہے۔ امر اول و پنجم کے برخلاف اسمین احادیث حصہ اول متعلقہ سلسلہ تعامل کا ایک مرتبہ یقین و کامل ثبوت مقرر کیا ہے۔ اور باقی احادیث حصہ دوم کا (جنکو تعامل سے تعلق نہین) مرتبہ ظن یا غالب ظن ٹھہرایا۔ اسکی عبارت مین حصہ اول کی نسبت الفاظ "ایک مرتبہ یقین کامل ثبوت" وغیرہ استعمال کیے گئے ہین۔ اور اسکے مقابلہ مین حصہ دوم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کیے گئی ہین۔ "گو وہ مرتبہ ظن سے بڑہکر نہین۔ غایت کار بعض حدیثین ظن غالب کے مرتبہ پر ہین۔ وہ یقینی اور قطعی الثبوت نہین " وغیرہ وغیرہ۔ ہرچند حصہ اول کی نسبت اوس نے ایک لفظ بحسب تقاضہ و بقدر فیضیابی بہی بولدیا ہے۔ ولیکن چونکہ وہ لفظ اُس نے مقابلہ ظن وغالب ظن بولا ہے۔ لہذا اس لفظ سے جو درجہ مراد ہوگا۔ وہ ضرور ایک یقین ہی کا درجہ ہوگا۔ اس سی ظن غالب کا درجہ مراد نہ ہوسکیگا۔ جیسا کہ اُسنے آپ تمہید مین ادنٰے درجہ یقین کو ظن غالب قرار دیا ہے۔ اور روز روشن مین اپنے اتباع کی آنکہون مین خاک ڈالنا چاہا ہے۔ اور امر دوم سوم کا خلاف بڑے زور وشور سے کیا۔ اور صاف کہدیا۔ کہ جو قوت حصہ اول احادیث کو حاصل ہے۔ وہ روایت سے اور راویون کی وثوق واعتبار کی وجہ سے نہین ہے۔ اور نہ وہ حدیث کی ذاتی قوت ہے۔ اور نہ اس فن کی تحقیقاتین قطعی اور یقینی ہین۔

اور نہ وہ ثبوت کامل کو منتہی ہو سکتی ہین بلکہ وہ صرف تعامل کیوجہ سے ہے
وبس۔ امر چہارم کے ان الفاظ کو کہ احادیث تعامل قرآن پر عرض ہونیکی
محتاج نہین یا گو الفاظ تحریر پنجم (یا ہشتم*) کا دیانی سے ظاہری اتفاق ہے۔
مگر ان الفاظ کے معانی کو مضمون تحریر پنجم (یا ہشتم*) سے کلی اختلاف ہے
الفاظ امر چہارم تمہید مین کادیانی نے احادیث تعامل کو ایسا عام اور وسیع کیا ہے
کہ احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ رفع یدین وغیرہ کو جو باتفاق امت محمدیہ
ظنیات سے ہین انمین شامل کر لیا ہے۔ اور ہر ظن کو ایک ادنی مرتبہ یقینی
قرار دیکر ان ظنیات فروعیہ اختلافیہ کو اس مرتبہ مین داخل کرکے یقین بنا لیا
ہے مگر مضمون تحریر پنجم یا (ہشتم*) مین احادیث متعلق تعامل کو بلاشبہ
یقین اور کامل ثبوت کی قیدین لگا کر ان احادیث سے مخصوص کر دیا ہے جو
محل اتفاق ہین۔ اور انکے عمل مین کسیکا اختلاف نہین ہے جیسے احادیث متعلقہ
حکم فرضیت صوم و صلوٰۃ یا عدد رکعات ہین۔ لہذا مضمون تحریر پنجم (یا ہشتم*)
کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ جو احادیث بلا اختلاف متعلق تعامل ہین اور وہ بلاشبہ اور
بلاریب قطعی و یقینی ہین۔ اور ثبوت کامل کے درجہ تک پہنچ چکی ہین وہ محتاج
عرض قرآن نہین ہین باقی سب احادیث جنکے عمل و ترک عمل مین اختلاف ہے اور
اس وجہ سے وہ رتبہ صحت و ثبوت کامل تک نہین پہنچین اور وہ بلاشبہ قطعی
و یقینی نہین وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج ہین۔ اور یہ فیصلہ امر چہارم تمہید
کو صریح مخالف ہے۔ اس بیان سے ہماری تجویز کے شق اول ثابت ہوئی
اور یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ جو کچھ کادیانی نے تمہید مین بیان ہوا اسکی تحریر نمبر چہارم
و پنجم مین اسکا نام و نشان نہین۔ بلکہ صریح خلاف موجود ہے۔ اس بیان مین
کادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ اور مسلمانون کو دہوکہ دیا۔

* پنجم بقول کادیانی ہشتم واقع اور نفس الامر مین۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ مین کادیانی کی تحریرات کا
نمبر شمار ہے۔

ہماری تجویز کے دوسرے شق کا ثبوت

فرض کیا اور بطورِ تنزل مان لیا۔ کہ کادیانی کا بیانِ تمہید اسکی تحریر نمبر چہارم ضمیمہ مین موجود ہے۔ تاہم اس بیان مین ہمارے سوال کا جواب کامل قطعی نہین ہر اس بیان مین گو احادیث صحیحین متعلقہ عمل کو صحیح و قطعی الثبوت و واجب العمل مان لیا ہے۔ مگر ان احادیث کی نسبت جو متعلق عمل نہین۔ بلکہ متعلق قصص و اخبار ہین (جیسے احادیث نزولِ مسیح) کوئی قطعی فیصلہ نہین کیا۔ بلکہ شرطی طور پر یہ کہا ہے۔ کہ اگر انکا مضمون موافق قرآن ہوگا۔ تو انکو صحیح تسلیم کیا جاوے گا۔ مخالف ہوگا۔ تو موضوع قرار دیا جاویگا۔ پھر اس امر کا بھی قطعی فیصلہ نہین کیا۔ کہ احادیث متعلقہ نزولِ مسیح کا واقعی اور اصلی مضمون موافقِ قرآن ہے۔ و بنا بر علیہ وہ احادیث صحیح و واجب التسلیم ہین۔ یا وہ مضمون مخالفِ قرآن ہے۔ لہذا وہ احادیث موضوع ہین۔ بلکہ انکی نسبت شتر مرغی اختیار کرکے دورُخی بات کہی ہے۔ کہ ان احادیث کے جو ظاہری معنے علماء کرتے ہین۔ ان معنے کی نظر سے وہ احادیث موضوع ہین۔ اور جو تاویلی معنی ہم خود بدولت کرتے ہین۔ ان معنے کی نظر سے وہ صحیح و موافقِ قرآن ہین۔ جسپر اس سوال کی جگہ ہے۔ کہ ان احادیث کے معانی واقعی و نفس الامر مین مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہونگے۔ ظاہری (جو علماء اسلام بحکم قواعد مقررہ و مسلمہ مراد شارع ٹھیراتے ہین) یا تاویلی و تحریفی (جو از روے الحاد و باطنیت خود بدولت مراد لیتے ہین) پس اگر آپکی راے و اعتقاد مین ان احادیث کے وہی تاویلی معنے صحیح ہین۔ جو آپنے گھڑ لیے ہین۔ اور وہ آپکے خیال مین قرآن مجید کے موافق و مطابق ہین تو آپکو جزم و یقین کے ساتھ ان احادیث کو صحیح اور قطعی الثبوت اور واجب القبول قرار دینا چاہیے اور برملا اور صاف صاف کہنا چاہیے۔ کہ ان احادیث کے یقیناً یہی معنے ہین۔ اور یہ قرآن مجید

کے عین مطابق وموافق ہین۔ اور اس موافقتِ قرآن کے مقتضا سے یہ احادیث صحیح وقطعی واجب القبول ہین۔ اور آن معنے کی یقینِ صحت اور اس یقینِ صحت معنی کی نظر سے یقینِ صحتِ احادیثِ مذکورہ کے ساتہ آپکا ان احادیث کو ظاہری معنے کی نظر سے (جو آپکے نزدیک صحیح نہین) موضوع کہنا۔ ہرگز جائز نہین ہے یہ کہنا بعینہ ایسا ہے۔ کہ کوئی شخص کسی آیت قرآن کے ایک معنی کو یقیناً صحیح و مرادِ خداوندی سمجہے اور دوسرے معنے کو غلط قرار دے۔ اور پہر کسی شخص کے دوسرے معنی کی تجویز پر یون کہے۔ کہ اگر اس آیت سے وہ دوسرے معنے مراد ہین۔ تو یہ آیت قرآن کی آیت نہین ہے۔ بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے۔ جو قرآن مین ملایا گیا ہے۔ یا مثلاً کوئی اپنے دیدہ وشناختہ کے باپ کی ایک صفتِ شجاعت یا سخاوت کا یقین رکہے۔ اور اس صفت کے ساتہ اسکو اپنا باپ جانتا ہو۔ اور پہر دوسرے شخص کے کہنے پر۔ کہ وہ شجاع یا سخی نہین کہدے۔ کہ اگر وہ شجاع وسخی نہین۔ تو وہ اسکا باپ نہین ہے۔

اس شرطی نفی وانکار کو کوئی عاقل صحیح تسلیم نہین کر سکتا۔ بلکہ ہر کس ذی ہوش وحواس اس شرطیہ طور پر منکر آیتِ قرآن کو یہ الزام دے سکتا ہے۔ کہ اگر تیرے نزدیک آیت کے ایک وہی معنے صحیح ومتعین ہین۔ جو تیرے خیال مین ہین۔ اور دوسرے معنے غلط ہین تو تجہے جزم ویقین کے ساتہ ان معنے کی صحت کا دعویٰ کرنا۔ اور بناءً علیہ آیت کو آیتِ قرآن اور اسکا جزو سمجہنا واجب ہے۔ اور دوسرے معنے کو غلط قرار دینا لازم۔ نہ یہ کہ اس غلط معنے کی نظر سے آیت کو قرآن سے خارج کرنا۔ اور اس شرطی طور پر باپ کے منکر کو یہ الزام دے سکتا ہے۔ کہ اگر تیرے علم ویقین مین تیرا باپ سخی وشجاع ہے۔ تو اپنے باپ کو سخی وشجاع جانکر باپ ماننا تجپر واجب ہے نہ دوسرے کی نفی سخاوت وشجاعت کی غرض سے اسکے باپ ہونے سے انکار کرنا۔

ایسا ہی قادیانی پر یہ الزام قائم ہو سکتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک احادیث

نزولِ مسیح کے وہی تاویلی معنے متعین ومتیقن جو تمہارے خیال مین ہین۔ تو ان احادیث کو نقارہ کے آواز سے صحیح ماننا تم پر واجب ہے۔ نہ ظاہری معنے کی نظر پر غرض سے (جنکو تم صحیح نہین سمجھتے) انکو موضوع قرار دینا یا ان دونون معنے کی نظر سے صحت احادیث مین شک وتردد ظاہر کرنا۔ اور یون کہنا۔ کہ اگر ان احادیث کے ظاہری مراد ہین۔ تو یہ موضوع ہین۔ اور اگر تاویلی معنے مراد لین۔ تو صحیح ہین۔ کادیانی کے جواب کو قطعی اور کامل جاننے والو!۔ بتاؤ!۔ اب بھی اسکے جواب کو قطعی اور صحیح وکامل کہوگے۔ کادیانی کی محبت مین جو اندھے اور کانے ہورہے ہین۔ وہ اب بھی اس جواب کو قطعی وکامل کہین۔ تو محلِ تعجب وافسوس نہین۔ مگر صحیح سلیم الحواس ناظرین وسامعین سے تو امید کامل ہے۔ کہ وہ ہماری اس تقریر کو پڑھکر یا سنکر کادیانی کے اس جواب کو یقیناً غیر قطعی وناکامل قرار دین گے۔ اور اس سے کادیانی کی دھوکہ بازی اور چالاکی کا یقین کرین گے۔ اور اسکو اس جواب کی نظر سے شترمرغ یار وباہ صفت سمجھینگے۔ اور اس قسم کی باتون سے اسکی شعبدہ بازی کا یقین کرین گے۔

ہماری تجویز کے تیسری شق کا ثبوت

یہ بھی بطورِ فرض محال فرض کیا۔ اور بطورِ تنزل مان لیا۔ کہ کادیانی نے جو جواب دیا ہے۔ یہ بجائے خود قطعی جواب اور کامل ہے۔ ولیکن یہ جواب اسلام خصوصًا مذہب اہلسنت وجماعت کے رو سے صحیح نہین ہے۔ بلکہ ملحدانہ جواب ہے۔ جو اسلام اور سنن کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ اس جواب مین احادیث متعلقہ عمل کو اگرچہ انکے عمل وترک مین اختلاف ہو۔ قطعی صحیح اور بلا ریب قوی اور یقینی الثبوت کہا ہے۔ اور تعلیمات اور احکام قرآن پر زیادتی کرنے والے۔ اور اجمال یا اشارات قرآن

کی تفسیر و تفصیل کرنیوالے قرار دیا ہے۔ اور ان احادیث کو جو متعلق عمل نہ ہوں مشتبہ و شکی۔ اور بلا شہادت و موافقت قرآن ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ اور اس رتبہ سے گرایا ہے۔ کہ وہ بیان قرآن پر کچھ زیادتی کریں۔ یا اُسکے اجمال شمارہ کی تفسیر و تفصیل کر سکیں۔ اور یہ محض ملحدانہ اصول ہے۔ جس سے احادیث متعلقہ عقائد کا جو اہل سنت کے نزدیک قطعیات سے ہیں۔ رد و ابطال اور احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ سے کتاب اللہ کا نسخ متصور ہے اور یہی اس اصول کی تمہید و تقریر سے کادیانی کا مقصود ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ فروعات خلافیہ کے متعلق جس حدیث کو کوئی چاہے۔ دست آویز بناکر کتاب اللہ پر زیادتی کرے۔ جو نسخ کہلاتا ہے۔ اور عقائد متفق علیہ اہلسنت و جماعت کے متعلق احادیث سے جس حدیث کو مثلاً احادیث متعلقہ توحید و صفات یا احادیث متضمنہ تفاصیل حالات برزخ (قبض ارواح۔ عذاب قبر۔ سوال منکر و نکیر) و حالات محشر (علامات قیامت۔ حشر اجساد از اجداث۔ وجود پلصراط و حساب و وزن اعمال) و نعیم جنت (دیدار خدا و حور و قصور۔ انہار و اشجار) و آلام جہنم (طوق و اغلال وغیرہ) چاہے غیر معتبر کہکر ملحد و زندیق منکر بن جائے۔ اور اسپر کادیانی کی یہ دلیل پیش کرے۔ کہ یہ احادیث متعلق عمل نہیں صرف قصص و اخبار کے متعلق ہیں۔ لہذا انکی صحت شکی و مشتبہ ہے۔ اور بلا شہادت و موافقت قرآن انکو قبول کرنا جائز نہیں۔ اور قرآن میں ان تفاصیل کا نام و نشان نہیں۔ اسمیں مجملاً احوال برزخ و قیامت کا بیان ہے۔ جسپر ان احادیث کے بیان سے کچھ زیادتی کر جائز نہیں۔ اور یہ حدیثیں اس لائق نہیں۔ کہ اس اجمال قرآن کی تفسیر و تفصیل بن سکیں۔ کیونکہ یہ احادیث تعامل یعنی عمل کی قوی اور بلا ریب سلسلہ میں نہیں آئیں اور اس آفتاب کی روشنی سے فیضیاب نہیں ہوئیں۔

اسلام خصوصاً مذہب اہلسنت اس ملحدانہ اصول کے دونو جزء کا مخالف ہے۔ وہ احادیث صحیحہ متعلقہ فروعات اختلافیہ کو اگرچہ واجب العمل قرار دیتا ہے۔ مگر انکو قطعی ویقینی الثبوت نہین کہتا۔ بلکہ باوجود واجب العمل قرار دینے کے انکو مرتبۂ ظن مین جگہ دیتا ہے۔ اور عملیات مین ظن کو لائق عمل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبر ہشتم بصفحہ (۱۷) مین بیان ہوا۔ اسلام مین ایسا کوئی شخص آجتک نہین ہوا۔ جو اختلافی مسئلہ فرعی کو یقینی وقطعی وبلاریب قوی کہے۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو احادیث متعلقہ عمل سے بڑہکر واجب القبول قرار د ے ہے۔ وہ احادیث اسلام خصوصاً مذہب اہلسنت مین قطعی ویقینی الثبوت تسلیم کی گئی ہین۔

دواوین اسلام کتب حدیث وکتب عقائد مین ان احادیث اور انسے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامیہ سنیہ مین شمار کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث اور ان مسائل کی نسبت محدثین وائمہ کلام کا دعویٰ شہرت وتواتر ہے۔ وہ ان احادیث کو حد شہرت یا تواتر تک پہنچی ہوئی نہ سمجھتے۔ تو ان احادیث اور ان مسائل کو عقائد اسلامیہ مین ہرگز شمار نہ کرتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ادہمین مسلم ومتفق علیہ چلا آتا ہے۔ کہ باب عقائد مین ظنیات پر اعتماد جائز نہین۔ اور عقائد کی بنا قطعیات پر ہے۔ اور اس مسئلہ پر انکا نصوص کتاب اللہ سے استدلال استشہاد ہے۔

قرآن مجید مین فرمایا ہے۔ شتاب منکر کہینگے خدا چاہتا تو ہم

سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا اباؤنا ولا حرمنا من شیء کذلک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا باسنا قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن	شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کسی چیز کو اپنی طرف سے حرام بناتے۔ ایسا ہی انسے پہلون نے جھٹلایا یہانتک کہ ہمارا عذاب چکھ لیا۔ تو انسے کہدے تمہارے پاس (اس بیان پر)

* اسکا آیندہ صفحہ آیت بھی بیان ہوگا۔

وان انتم الا تخرصون (انعام ع ۱۰) — کوئی یقینی سند ہے جسکو نکال سکو تم
تو ظن ہی کے پیچھے لگتے۔ اور انکل دوڑا رہے ہو۔

اور فرمایا۔ ان مین بہت لوگ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہین۔ اور ظن حق
وما يتبع اكثرهم الا ظنا ان الظن لا يغني من الحق شيئا ان الله عليم بما يفعلون (یونس ع ۴) — کا کام کچھ نہین دیتا۔ اور جانتا
ہے جو یہ کرتے ہین۔

پہلی آیت کی تفسیر مین **قاضی بیضاوی** نے کہا ہے۔ اس آیت مین ظن
کی پیروی سے ممانعت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً اعتقادی مسائل مین شاید یہ ممانعت
اس موقع پر ہو۔ جہان ظن کے مقابلہ مین کوئی یقینی امر ہو۔ کیونکہ آیت کا مورد نزول ایسا ہی موقع ہے
لفظ "شاید"۔ قاضی بیضاوی نے اس خیال سے بولا ہے۔ کہ الفاظ قرآن کے عموم
کا اعتبار ہے۔ نہ خاص مورد نزول کا اور یہ امر بہت سی آیات و احادیث سے
ثابت ہے۔ اور اسیکے موافق علماے اسلام کا زمانہ صحابہ سے عمل چلا آیا ہے۔
لہذا اس آیت مین ہر ایک ظنی امر کے اتباع سے باب اعتقاد مین ممانعت ہے۔
اسکو اس ظنی امر سے (جسکے مقابلہ مین کوئی قطعی امر ہو) خاص کرنا صحیح نہین ہے
اور **بیضاوی** نے دوسری آیت کی تفسیر مین کہا ہے۔ اس آیت مین اس امر کی
دلیل پائی جاتی ہے۔ کہ باب اعتقاد مین یقین حاصل کرنا واجب ہے۔ اسمین ظن
و تقلید پر اکتفا جائز نہین۔ خدا کا یہ فرمانا۔ کہ خدا جانتا ہے۔ جو وہ کرتے ہین۔
اتباع ظن اور ترک دلیل پر عذاب سے ڈراتا ہے۔

ایسا ہی دوسری آیت کی تفسیر مین **نواب صاحب** مرحوم نے **فتح البیان** مین
فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہین۔ کرخی نے کہا ہے۔ اس آیت مین اس بات کی دلیل پائی
جاتی ہے۔ کہ باب اعتقاد مین علم (یعنی یقین) حاصل کرنا واجب ہے۔ اور ظن و تقلید
پر کافی سمجھنا جائز نہین۔ کیونکہ ظن تو یقین ہی بتاتا ہے۔ اور اسی یقین سے حق

واضح ہوتا ہے۔ اور ظن اسکے قائم مقام نہین ہوسکتا۔ اور اس سے حق معلوم نہین ہوتا۔ وہ ظن کسی امر مین حق کا کام نہین دیتا۔ خدا کا یہ فرمانا۔ ظن کے باطل ہونے کے بیان کے لئے ہے۔ اس مین حق سے علم مراد ہے۔

اور امام رازی نے فرمایا ہے۔ مسائل اعتقادیہ یقینیہ مین ظن پر اعتماد جائز نہین۔ امام سیوطی نے امام رازی کا یہ کلام تفسیر اتقان مین نقل کرکے فرمایا ہے۔ بجھے یہ کلام اس امام کا اسباب مین بس ہے۔

بحر العلوم لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت مین فرمایا ہے۔ اعتقاد ظن سے حاصل نہین ہوتا۔ ہان اعمال مین ظن پر بھی عمل جائز ہے۔ علامہ تفتازانی نے تلویح مین فرمایا ہے۔ اعتقادی مسائل اکے دُکے راویون کی حدیثون سے ثابت نہین ہوتے۔ کیونکہ اعتقادیات کی بنا یقین پر ہوتی ہے۔

علامہ ہارون نے ناظور الحق مین لکھا ہے۔ تو جان چکا ہے۔ کہ باب اعتقاد مین ظن و قیاس جاری نہین ہوتا۔ اور اعتقاد اجتہاد اور لوگون کی راے سے ثابت نہین ہوسکتا۔ اسمین حق قطعی ہوتا ہے۔ جسمین اختلاف متصور نہین۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین بجواب اس قول شیخ علاء الدین قونوی کے کہ "جمعرات اور جمعہ کے دن اہل قبور سے عذاب اُٹھایا جاتا ہے پھر وہ قیامت تک عود نہین کرتا" فرمایا ہے یہ بات مخفی نہین ہے کہ عقائد کے باب مین یقینی دلائل معتبر ہین نہ اکے دُکے راویون کی حدیثین جو ظنی ہوتی ہین۔ ہان جبکہ وہ کئی طرق (راویون) سے مروی ہون اور تواتر معنوی کو پہنچ جائین تو اسوقت وہ بھی قطعی ہو جاتی ہین

اور ملا علی قاری نے رسالہ سم القوارض فی ذم الروافض مین فرمایا ہے۔ اہل علم و صاحب فہم یہ بات جانتے کہ عقائد کی بنا قطعی دلائل پر قائم ہوتی ہے نہ ظنی دلائل پر جو مسائل فرعیہ فقہیہ مین کام دیتے ہین۔ کیونکہ خدا تعالیٰ

نے کافرون کی مذمت مین فرمایا ہے کہ وہ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہین۔ اور ظن حق کام نہین دیتا۔ تو اس سے مُنہ پھیر لے۔ جو ہماری نصیحت سے پھر جاتا ہے۔ اور بجز زندگی دنیا کے کچھ نہین چاہتا۔ وہی اُنکی سمجھ کی حد ہے۔ تیرا رب اوسکو خوب جانتا ہے۔ جو اوسکی راہ سے بھکا ہوا ہے۔ اور جو اوسکی راہ پر ہے۔ اور اس باب مین آیات بکثرت موجود اور احادیث مشہور ہین۔ اور اسپر اجماع قائم ہے۔ ان لوگون کے نزدیک جنکو علم ہے"۔

ایسا ہی شیخ عبد الحق نے تکمیل الایمان مین فرمایا ہے۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مین آپ نے فرمایا ہے۔ شیخ علاء الدین قونوی کہ از محققین علمائے شافعیہ ہست۔ میگوید کہ آنچہ برمن ظاہر میشود۔ اینست کہ اعتقاد حیات انبیاء علیہ السلام در قبور و وجود ایشان در وے۔ بوجہیکہ پیش از وفات ثابت بود استمرار و استقرار ایشان در قبور ہم برین وجہ از مسائل فروع نیست۔ کہ در وے بدلائل ظنیہ غیر قطعیہ اکتفا نمودہ میشود۔ چہ عیانی ثابت شدہ کہ حیاتے کہ ایشانرا پیش از وفات ثابت بود زوال پذیرفتہ و فانی شدہ و عود آن حیات را دلیلی قطعی و حجتے ساطع باید تا اعتقاد بدان صورت بندد"۔

یہ ان حضرات کی عبارات و تصریحات کا ترجمہ ہے۔ اور اصل عبارات ہمارے رسالہ نمبرہ جلد ۹ مین منقول ہین۔ ان تصریحات و استنادات کے ساتھ ان حضرات محدثین و متکلمین و مفسرین نے عقائد مذکورہ کو اپنی کتب مین بیان کیا۔ اور اُنپر احادیث مذکورہ سے تمسک و استدلال کیا ہے۔ تو اُسکی وجہ بجز اسکے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اُنھون نے ان احادیث کو حد شہرت و تواتر تک پہنچی ہوئی جانا۔ اور قطعیات سے شمار کیا ہے

اور اگر وہ ان احادیث کو اخبار احاد سمجھتے اوران عقائد کو جو ان احادیث سے ثابت ہین ظنیات خیال کرتے۔ تو تصریحات بالا کے ساتھ وہ ان عقائد کو اسلامی وسنی عقائد نہ ٹہیراتے اور اپنی کتب حدیث وتفسیر وعقائد مین اُنپر ایمان لانیکی رغبت نہ دلاتے یہ جو ہمنے کہا ہے اسمین محض ظن و استنباط سے کام نہین لیا۔ اور صرف اُن حضرات کے عمل سے نتیجہ کا استخراج واثبات نہین کیا۔ اُن ائمہ نے تصریح وتوضیح کے ساتھ خود بھی ان احادیث کی نسبت شہرت و تواتر کا دعوی کیا۔ اور صاف کہدیا ہے۔ کہ یہ احادیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ گئی ہین۔

فتوائے علمائے پنجاب وہندوستان بحق میرزا کادیان (مندرجہ نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۳) مین علماء متکلمین ومفسرین کے بعض اقوال کو ناظرین دیکھ چکے ہین۔ متکلمین کے اور اقوال دیکھنے ہون۔ تو شرح عقائد وشرح مقاصد مین ملاحظہ کرین اس مقام مین ہم **بعض محدثین** کے اقوال نقل کرتے ہین۔ جنمین احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ کو حد تواتر تک پہنچنے والی اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

خاتمۃ المحدثین امام شوکانی رسالہ توضیح مین احادیث نزول حضرت مسیح کو ذکر کر کے فرماتے ہین۔ یہ اُنتیس حدیثین ہین۔ جن کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہوسکتی ہین۔ جنمین حضرت مسیح کے نزول کا ذکر ہے۔ از انجملہ بعض وہ ہین جو احادیث متعلقہ دجال کے ضمن مین مذکور ہین۔ بعض ایسی ہین جو احادیث مہدی موعود کے ضمن

فهذه تسعة وعشرون حديثا تنضم اليها احاديث اخر ذكر فيها نزول عيسى عليه السلام منها ما هو مذكور في احاديث الدجال ومنها ما هو مذكور في احاديث المنتظر وتنضم الى ذلك ايضا الآثار الواردة عن الصحابة فلها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد في ذلك فمنها

عن ابی هریرة عند ابن ابی شیبة ومنها عنه ایضاً ذکرہ فی کنز العمال ومنها عنه ایضاً ذکرہ فیه ومنها عن ابن عباس ذکرہ فی الکنز ومنها عنه ایضاً ذکرہ فیه ومنها عن عبد الله بن عمر ذکرہ ابن ابی شیبة ومنها عن ابن مسعود ذکرہ فی کنز العمال وجمیع ما سقناہ بالغ حد التواتر کما لا یخفی علی من له فضل اطلاع فتقرر بجمیع ما سقناہ فی ھذا ان الاحادیث الواردة فی المھدی المنتظر متواترة والاحادیث الواردة فی الدجال متواترة والاحادیث الواردة فی نزول عیسی متواترة وفی ھذا المقدار کفایة لمن له ھدایة (حجج عن التوضیح)

ہین مذکور ہین۔ اور اُن کے ساتہ صحابہ کے آثار و اقوال بہی شامل ہو سکتے ہین۔ جو حدیث مرفوع کے حکم مین ہین۔ کیونکہ ایسی احادیث کے بیان مین اصحاب کے اجتہاد ورائے کا دخل نہین ہو سکتا۔ از انجملہ ابوہریرہ کی حدیث ابن ابی شیبہ کی کتاب مین ہے۔ ایک اور اوسکی حدیث کنز العمال مین ہے۔ اُسمین اُنکی ایک اور حدیث ہے۔ و از انجملہ ایک حدیث کنز العمال مین ابن عباس سے ہے۔ اُسمین ایک حدیث انکی اور ہے۔ از انجملہ عبد اللہ بن عمر کی حدیث ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہے۔ و از انجملہ ابن مسعود کی حدیث ہے جو کنز العمال مین ہے۔ یہ سب حدیثین جنکو ہمنے بیان کیا ہے ملکر حد تواتر تک پہنچ چکی ہین۔ ہماری اس نقل و بیان روایات سے ثابت ہوا کہ جو احادیث مہدی موعود کے باب مین وارد ہین۔ وہ متواتر ہین۔ اور جو دجال کے حق مین ہین۔ وہ بہی متواتر ہین۔ اور جو حضرت عیسے کے نزول کے متعلق وارد ہین وہ بہی متواتر ہین۔ اسقدر بیان مین اس شخص کے لیے کفایت ہے جسکو ہدایت حاصل ہے۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح مین کہا ہے۔ کہ دجال کے باب مین جو احادیث

واما الاحادیث الواردة فی الدجال فالذی ذکرہ ھنا مائة حدیث ثم سردھا بقولہ الاول والثانی الی اخر المائة ثم قال ونقتصر علی ھذا المقدار فلیس المراد ھنا الا بیان کون احادیث خروج الدجال متواترة والتواتر یحصل بالبعض مما سقناہ وقد بقیت احادیث واثار عن جماعة من الصحابة ترکنا ذکرھا ووقفنا علی ھذہ المائة الحدیث التی اشرنا الیھا والی من خرجھا۔ (بحجعن التوضیح)

وارد ہین۔ از انجملہ جو اسمقام مین ہم بیان کرنا چاہتے ہین۔ وہ سو احادیث ہین۔ پھر انکو نام بنام ذکر و شمار کیا۔ اور اسکے بعد فرمایا۔ اب ہمکو چاہیے کہ اسیقدر پر بس کرین۔ اس سے ہمارا مقصود صرف اس امر کا بیان ہو کہ احادیث دجال متواتر ہین۔ اور تواتر صرف بعض احادیث سے جو ہمنے بیان کین ہین۔ حاصل و ثابت ہو سکتا ہے۔ اور ہنوز بہت سی احادیث و آثار صحابہ کے باقی ہین۔ جنکے ذکر کو ہمنے ترک کر دیا ہے۔ اور ان ہی سو احادیث کے بیان پر وقفہ کیا ہے۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح مین کہا ہے۔ بعض علماء اعلام نے سوال

ورد السوال من بعض الاعلام عن الاحادیث الواردة فی ھولاء ھل ھی متواترة ام لا فاقول امّا الاحادیث الواردة فی المھدی فالذی امکن الوقوف علیہ منھا خمسون حدیثا ثم سردھا بقولہ الاول ھو الثانی الی اخر الخمسین

کیا ہے۔ کہ ان لوگون کے حق مین جو احادیث وارد ہین۔ وہ متواتر ہین یا نہین۔ اسکے جواب مین مین کہتا ہون۔ کہ جو احادیث امام مہدی کے باب مین وارد ہین۔ از انجملہ جن احادیث سے لوگونکا واقف ہونا ممکن ہو۔ وہ پچاس ہین۔ پھر ان احادیث کو اول

ثم قال فهذه خمسون حديثا فيها الصحيح والحسن والضعيف المنجبر وهي متواترة بلا شك ولا شبهة بل يصدق وصف التواتر على ما هو دونها على جميع الاصطلاحات المحررة في الاصول والى هنا انتهى الكلام على الاحاديث الواردة في المهدي واما الآثار عن الصحابة المصرحة بالمهدي فهي كثيرة الى ان ذكر ثمانية وعشرين ثم قال فهذه ثمانية وعشرون اثرا لها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد في مثل ذلك - توضيح علماء المجد

ودوم تا آخر پنجاہم بیان کیا - پہر کہا یہ پچاس حدیثین ہین - جنمین سے کوئی صحیح ہے - کوئی حسن - کوئی ضعیف جسکے ضعف کا جبر نقصان ہو چکا ہے - اور وہ بلا شک وشبہ متواتر ہین - بلکہ یہ صفت تواتر تو انسے کم درجہ احادیث پر صادق آتی ہے - یہ احادیث مرفوعہ کے متعلق گفتگو ہے رہی آثار صحابہ جو آمد امام مہدی کو بتصریح بیان کرتی ہین - سو بہت ہین پہر انکو اٹھارہ تک شمار کیا - پہر کہا یہ اٹھارہ آثار ہین - جو احادیث مرفوعہ کے حکم ہین - کیونکہ ایسے مضمون کا بیان رائے سے نہین ہو سکتا -

ان عبارات سے صاف ثابت ہے - کہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح علیہ السلام وخروج دجال اور اس قسم کی اور احادیث کی نسبت علماء محدثین ومتکلمین کو تواتر کا دعوٰی ہے - اور اُن کی قطعیت کا اعتقاد وہ ان احادیث کو قطعی الثبوت اور یقینی صحیح جانتے ہین - اور جو مسائل وعقائد ان احادیث سے ثابت ہین - اُنکو وہ اسلامی وسُنی عقائد ٹھرا چکے ہین - اور انکے مقابلہ مین مسائل غریبہ اختلافیہ کو ظنی اور انکے متعلق احادیث کو ظنی الثبوت ومفید ظن قرار دے گئے ہین -

کادیانی نے اپنے جواب و بیان مین ان سب کا خلاف کیا۔ اور اُن کے قرارداد کے روسے اسلام وتسنن کا خلاف کیا۔ اور اسمین الحاد سے کام لیا۔ لہذا اُنکا یہ جواب اسلامی وسنی اصول کے روسے صحیح جواب نہین ہے۔
اس مخالفت اصول وسلام وتسنن کے علاوہ یہ جواب عقل سلیم کے بھی مخالف ہے۔ اور خود اپنے آپکا مخالف اسکے آخر کو اول سے صریح تخالف ہے۔

عقل سلیم سے اس جواب کا مخالف ہونا

یہ اصول مسلم عقلا ہے۔ کہ یقین اعلیٰ رتبہ ہے۔ اور ظن ادنیٰ۔ اسی اصول کی نظر سے اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد جو اعلے رتبہ ہے۔ ظنیات سے متعلق نہین ہوتا۔ بلکہ وہ قطعیات سے مخصوص ہے۔ اور عمل جو بہ نسبت اعتقاد ادنیٰ ہے۔ اور اسکی توابع مین سے ظن سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عبارات علماء منقولہ بالا سے ثابت ہوچکا ہے۔
کادیانی نے اپنے جواب سے اس اصول عقلی کا بھی خلاف کیا (جیساکہ قرارداد اسلام وتسنن کا خلاف کیا ہے) کہ حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی الثبوت ویقینی صحیح قرار دینے کے لیے اہل اسلام کے عمل کو گو اختلافی ہو (جو مثبت ظن ہوتا ہے نہ مفید یقین) لائق لحاظ واعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی قرار دینے کے لیے اہل اسلام کے اعتقاد کو (جو ان احادیث کے متعلق پایا گیا ہے۔ اور وہ مفید یقین ہے) ساقط الاعتبار وناقابل لحاظ ٹھیرایا ہے۔ اور اسمین اعلے کو ادنیٰ اور ادنے کو اعلیٰ ٹھیرایا۔ اور مرجوح کو راجح کیا۔ اور رجح کو ساقط کردیا۔ جو عقلاء جہان کے

بر خلاف ہے۔

اپنے آپ سے اس جواب کا مخالف ہونا یعنی اسکے آخر کا اول سے مخالف ہونا

اس جواب مین پہلے تو حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی والیقینی الثبوت بنانے کے لیے قرار داد علماء اسلام کو (جو اختلاف کے ساتھ ان احادیث کے عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلّم رکھا اور قبول کیا۔ اور اُنکی نسبت حسن ظن کو قائم رکھکر یہ خیال و فرض کر لیا۔ کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتین۔ تو علماء اسلام کا عمل (گو اختلاف سے ہے) انپر پایا نہ جاتا۔ مگر پیچھے کر حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی بنانے کے لیے اس قرار داد علماء کو (جو ان احادیث کے متعلق اعتقاد رکھنے اور انسے مستخرجہ مسائل کو بالاتفاق قبول کر کے عقائد اسلامی وسنی قرار دینے مین۔ وقوع مین آئی ہے) رَدّ کر دیا۔ اور نا قابلِ قبول ٹھیرایا۔ اور اُن کی نسبت حسن ظنی کو قائم نرکھا اور اُنکے حقمین یہ نیک ظن نہ کیا۔ کہ اگر یہ احادیث صحیح اور قطعی نہ ہوتین۔ تو علماء اسلام خصوصًا اہلسنت ان احادیث کو اتفاق کے ساتھ بسر وچشم کیون قبول کرتے۔ اور انسے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامی وسُنّی کیون ٹہیراتے۔ بلکہ ان احادیث کو صحیح وقطعی سمجھنا اور اُنکے ظاہری معانی مراد ٹھیراکر اُن کو اسلامی وسنی عقائد ٹہیرانے مین ان سب علماء کو غلطی پر سمجھا اور انکے علم وفہم ودیر پر بُرا گمان کیا۔ اور یہ اپنی بات کا خود خلاف کرنا ہے۔ یعنی پہلے اون کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلّم رکھنا اور قبول کرنا۔ اور انہین علماء پر حسن ظن رکھنا پھر اُنکے قرارداد کو (جو اتفاق کے

ساتھ اعتقاد کے متعلق پائی گئی ہے) رد کرنا اور اسمین ان پر بدگمانی کرنا۔
کادیانی مین کچھ عقل وحیا و شرم ہوتی۔ تو وہ اس اختلاف وتناقض کا
مرتکب نہ ہوتا۔ بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اور اقوال وقرارداد علماء سے بد اعتقاد
ہے (چنانچہ اُسکے لفظ لفظ سے مستفاد ہے۔ اور اوسکی ہر ایک جزء مذہب جدید کی
اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ کو عمل کے متعلق ہین۔ خواہ اعتقاد کی
متعلق ہر ملا وعلی الاطلاق خیرباد کہتا اور علماء کے عمل و اعتقاد دونون کے قرارداد
کو لغو و ناقابل اعتبار قرار دیتا۔ اور اگر وہ احادیث نبویہ و اقوال وقرارداد علماء
سے حسن ظنی رکھتا ہے۔ (جیسا کہ اسکا ظاہری دعویٰ ہے۔ اور اُسکے ناواقف
دام اوفتادہ لوگون کا اوسکی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ کو متعلق
عمل ہین۔ خواہ متعلق اعتقاد قبول کرتا۔ اور انکی نسبت قبولیت وقرارداد کا عمل
سے وقوع مین آئی ہے خواہ اعتقاد سے لحاظ کرتا۔ اور عمل اعتقاد دونو مین اُنپر حسن
ظنی رکھتا۔ یہ مقتضاے حیا و عقل نہین ہے۔ کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول
کرتا ہے۔ اور اُنکے متعلق علماء اسلام کے عملی قرار داد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہے
اور اسمین اُنپر حسن ظنی رکھتا ہے۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول
نہین سمجھتا۔ اور اونکے متعلق اُنکے اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہین کرتا۔
اور اُسمین اُنپر حسن ظنی نہین رکھتا۔

اس اضطراب و اختلاف ورزی کا سبب و منشاء

اس جواب مین جو کادیانی نے مخالفت اصول اسلام وتسنن وعقل سلیم کے
ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے۔ تو اُسکا سبب و منشاء یہ ہے (جو اسکے ہر ایک قول
وکردار سے مفہوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ وہ حقیقت وہ کسی

مذہب وملت سماوی کا پابند نہیں ہے۔ اور نہ اسلامی اصول و دلائل کتاب
سنت واجماع واقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب
و دین قائم کرنا چاہتا ہے (چنانچہ تصانیف کادیانی کے ریویو مین یا بقیہ
فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان مین مفصل و مدلل طور پر ثابت کیا جاویگا
انشاء اللہ تعالےٰ) مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مسلمانونکو دام مین لانا پرانے
اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا ادعاء و اظہار کے ساتھ ناممکن
ہے۔ لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان و اظہار مین **شتر مرغی و روباہ بازی**
اختیار کرتا ہے۔ اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا۔ اور جس ہتیار سے کام
نکلے اسی کام مین لاتا ہے۔ کبھی زور و شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن
کا اظہار۔ کبھی آیات قرانیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار۔ کبھی احادیث نبویہ
کی تسلیم کا اقرار۔ کبھی کسی بہانہ سے انکی تسلیم سے انکار۔ کبھی اجماع سے
استدلال۔ کبھی اسکو کورانہ کہکر اسکے رد کا اقبال۔ وعلیٰ ہذالقیاس۔ پھر
فرط تہور وجرأت سے وہ اس اقبال و انکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروا
نہین کرتا۔ اور یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار
واقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے۔ بس جس جال مین جو کوئی
پہنسا۔ وہی غنیمت ہے۔ مقابلہ اور موازنہ کرنیوالے پھر پیچیدہ بات
کی تہ کو پہچنے والے لوگ شاذ و نادر ہو گئے ہین۔ والنادر کالمعدوم
اس جرأت وخیال سے وہ ایک مقام مین جس بات کا انکار کر چکا
ہوتا ہے۔ دوسرے مقام مین اسکا اقرار کر لیتا ہے۔ اور جس بات کا
اقرار کیا ہو۔ اس سے انکار کر جاتا ہے۔ اور جو بات نہ کہی ہو تا اسکے کہنیکا
جہوٹا دعویٰ کر جاتا ہے۔ اور جو بات کر چکا ہے۔ اسکے کہنے سے منکر ہو جاتا ہے

اسکی ایک مثال اُسنے یہی جواب مندرجہ تمہید ہے۔ جسکی نسبت وہ کہتا ہے۔ کہ یہ جواب مین تحریر نمبر چہارم پنجم مین دے چکا ہون۔ حالانکہ ان تحریرات مین اُسکا نام ونشان نہین۔ چنانچہ ناظرین نمبر ۱ ... پر مخفی نہین ہے۔ ایک اور عام فہم مثال اسمقام مین ذکر کیجاتی ہے۔ رسالہ فتح الاسلام صفحہ ۱۴ مین اُس نے لیلۃ القدر کی حقیقتاً رات ہونے کی نفی کی ہے۔ اور اسکی نسبت صاف اور کھلم کھلی الفاظ سے یہ بات کہدی ہے

اُس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ مگر درحقیقت

یہ رات نہین ہے۔ یہ ایک زمانہ ہے۔ جو بوجہ ظلمت رات کا ہمرنگ ہے۔" پھر اپنے ازالہ کے صفحہ ۱۶۴ مین اور متعدد تحریرون مین اس نفی سے انکار کیا ہے اور بضمن سوال وجواب یہ کہا ہے۔ (۹) سوال لیلۃ القدر کے اور معنے کرکے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھولدیا۔ اما الجواب معترض صاحب نے اعتراض سے لوگونکو دہوکہ دیا ہے۔ اسجگہ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ خداتعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے۔ کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہین وہ بھی مسلم وبجا ہین۔ اور ساتھ اُنکے یہ بھی معنے ہین اور دونو معنو نمین کچھ منافاۃ نہین۔ قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے۔ اور بطن بھی اور صدہا معارف اسکے اندر پوشیدہ ہین۔ پس اگر اس عاجز نے تفہیم الٰہی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے۔ تو کہان سمجھا گیا۔ کہ پہلے معنون سے انکار ہے۔"

ناظرین اس عبارت ازالہ اور اس عبارت فتح کا مقابلہ کرین۔ اور داد انصاف دیکر کہین۔ کہ کادیانی کا لیلۃ القدر کی رات ہونے سے عبارت فتح مین انکار۔ اور اس انکار سے عبارت ازالہ مین انکار۔ اور رات ہونے کا اقرار ہمارے دعوی کا مصدق اور اسکی ایک صریح وصحیح مثال ہے یا نہین۔ ایسی ہم بہت مثالین

اور بہت ہین ازانجملہ بعض کا بیان کادیانی کی تفصیلی اقوال تحریر نمبر ہشتم کے متعلق آیندہ نوٹون مین ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ مضمون تمہید کادیانی پر ایک **اجمالی نوٹ** ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ کادیانی نے جو تمہید مین دعویٰ کیا ہے۔ کہ مین نے تحریر نمبر چہارم و پنجم مین اصل سوال مخاطب کا جواب دیدیا ہے۔ وہ اولاً محض کذب و خلاف واقع ہے۔ اگر (۲) اُس جواب کا ان تحریرات مین ادا ہونا فرض کرلیا جائے۔ تو وہ اس سوال کا قطعی وکامل جواب نہین ہے۔ اور اگر (۳) اُس جواب کو قطعی وکامل جواب فرض کرلیا جائے۔ تو وہ جواب اصول اسلام وتسنن اور عقل سلیم کے مخالف ہے۔ بلکہ وہ اپنا آپ مخالف ہے۔ **اب** ہم اس تمہید کے مطالب و فقرات پر نمبر وار مفصل نوٹ کرتے ہین۔

فقرات و الفاظ زیر نشان نمبر ہا پر تفصیلی نوٹ

(ان فقرات والفاظ کو ناظرین اصل تحریر کادیانی مین جو صفحہ ۲۴ وغیرہ مین منقول ہے۔ ملاحظہ فرماوین گے۔ تو اُنکے متعلق نوٹون سے حظ اوٹھائین گے)

نوٹ متعلق نمبر ۱۔ یہ قول آپکا محض کذب ہے۔ آپنے آگے ایکدفعہ بھی ہمارے سوال کا جواب نہین دیا۔ اور نہ اب دیا ہے۔ چنانچہ اجمالی نوٹ تمہید مین ثابت ہوچکا ہے۔

نوٹ متعلق نمبر ۲۔ ہمنے ایک بات بھی غیر متعلق پیش نہین کی۔ جن بات کو آپ غیر متعلق سمجھتے ہین۔ یعنی احادیث ممانعت وغم۔ وحرمت مجرد وندگان سے آپ پر الزام وہ غیر متعلق نہین۔ چنانچہ نمبر (۱۰۰) وغیرہ کی متعلق نوٹ کے ضمن مین ثابت ہوگا۔

نوٹ متعلق نمبر ۳- ہم تو آپ کی کلام کا مطلب وہ سمجھتے ہین۔ جو ہر عاقل صاحب حواس سلیم اس سے سمجھ سکتا ہے۔ افسوس آپ خود اپنی کلام کا مطلب نہین سمجھتے۔ تب ہی کہنا کچھ چاہتے ہین۔ اور لکھتے مین کچھ اور۔ (نوٹ متعلق نمبر ۷ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔

نوٹ متعلق نمبر ۴- آپکی کلام سے صاف نکلتا ہے۔ کہ آپ ان باتون کے قائل ہین۔ مگر چونکہ آپ اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ لہذا ممکن ہے۔ کہ آپ دل سے قائل نہ ہون۔ مگر ہم ظاہر کلام پر حکم لگا سکتے ہین آپ کے دل کو چیر نہین سکتے۔ (نوٹ متعلق نمبر ۷ وغیرہ ملاحظہ ہو)

نوٹ متعلق نمبر ۵- آپ کے عام عقیدہ سے سوال نہ تھا۔ بلکہ خاص صحت احادیث صحیحین سے سوال تھا۔ سو آپنے ابتک صاف صاف ظاہر نہین کیا۔

نوٹ متعلق نمبر ۶- تحریر چہارم در اصل پنجم ہے۔ اور پنجم در اصل ہفتم۔ آپنے لوگونکو دہوکہ دینے کے لیے نمبرونکو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔

نوٹ متعلق نمبر ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳- ان فقرات والفاظ مین آپنے تعامل و احادیث محل متعلق تعامل کے ساتھ محکم وقوی ولاریب وحجت قوی کی قیدین لگا کر اپنی کلام کا مطلب ہر ذوی فہم وشعور پر یہ ظاہر کیا ہے۔ (گو خود نہ سمجھا ہو) کہ احادیث تعامل سے آپکی مراد وہ احادیث ہین جو قطعی ویقینی الثبوت ہین۔ اور انکے عمل مین کسیکا اختلاف پایا نہین گیا۔ اور خاص کر وہی احادیث قرآن پر عرض کرنے سے مستثنیٰ ہین۔ باقی سب احادیث جنمیں اتفاقی تعامل پایا نہین گیا۔ وہ محتاج عرض قرآن ہین۔ اسی وجہ سے آپکو ان احادیث سے الزام دیا گیا تھا۔ جو ممانعت دشم اور حرمت خرد ورندگان کے باب مین وارد ہین۔ اور وہ اعتقادیات

مین سے ہونے کے سبب محل تعامل نہین ہوسکتین اپنے اپنی کلام کا مفہوم خود نہین سمجھا۔ اور الٹا غیر متعلق بات کہنے۔ اور غیر لازم الزام دینکا ہم پر اعتراض کیا ہے۔ اسکی اور تشریح نوٹ متعلق نمبر ۳۰ و ۳۹ و ۴۰ مین آئیگی

نوٹ متعلق نمبر ۱۴۔ و ۱۵ و ۱۶۔ عملیات سے اگر مسائل اتفاقی متعلق عمل مراد ہین۔ چنانچہ لفظ تحرّیاً بعد قرنٍ وعصرًا بعد عصرٍ کا اشارہ ہے تو اس کلام کا وہی مطلب ہے۔ جو آپکی تحریرات نمبر پنجم و ہفتم (یا بقول آپ کے نمبر چہارم و پنجم) کا مطلب ہے۔ لہذا اس صورت مین آپ پر وہی الزام قائم ہوتا ہے۔ جو ان تحریرات کے مضمون پر قائم ہوا ہے۔ کہ اس سے ان جملہ احادیث متعلق عمل کا (جنپر اتفاقی عمل اور تعامل عام اہل اسلام کا پایا نہین گیا) بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر اس سے عملیات اختلافیہ مراد ہین۔ تو یہ آپنے اب نیا پہلو بدلا ہے۔ یہ بات آپکی پہلی تحریرات کے الفاظ سے کسی صاحب فہم و فراست صحیحہ کی سمجھ مین نہین آسکتی۔ ومعہذا یہ بات کسی اسلامی مذہب مین صحیح نہین سمجھی گئی۔ کہ ہر ایک حدیث سے جسکے عمل مین اختلاف پایا گیا ہو۔ تعلیم قرآن پر زیادتی جائز ہے۔ یہ ملحدانہ بات آپ ہی کی قلم سے نکلی ہے۔ (اجمالی نوٹ ملاحظہ ہو)۔

نوٹ متعلق فقرہ نمبر ۱ لغایت نمبر ۲۳۔ ان فقرات مین کادیانی نے عجیب روباہ بازی کی اور اپنے دجال ہونے کی پوری داد دی۔ اور اچھی طرح اسکی تصدیق کر دکھائی ہے۔ فقرہ نمبر ۱۶ مین انھون نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ مسائل دین کی تعلیم مین قرآن کریم کامل وکافی ہے۔ کوئی صداقت اس سے باہر نہین ہے۔ پھر فقرہ ۱۸ و ۱۹ مین ان تفاصیل احکام کا جو احادیث مین پائے جاتے ہین۔ اور وہ تفاصیل یقیناً قرآن مین نہین۔ بلکہ قرآن سے باہر ہین

وجود تسلیم کرلیا ہے۔ پہر اسکے برخلاف فقرہ نمبر ۱۱ مین ان تفاصیل مین قرآن سے زوائد تعلیم نہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ونیز فقرہ ۱۸ و ۲۰ مین علما ظاہر و مجتہدین اسلام کا ان تفاصیل احکام کو (جو احادیث مین وارد ہین) قرآن سے نکالنے پر قادر نہ ہونا بیان کرکے انکے مقابلہ گروہ انبیا* اور اولیاء ولایت عظمی کے (جنمین وہ اپنے آپ کو اول نمبر سمجہتا ہے۔ چنانچہ اس کی تحریرات واشتہارات مین جابجا تصریح موجود ہے) قادر ہونیکا دعوی کیا ہے۔ مگر فقرہ نمبر ۱۱ مین ان انبیا اولیاء کا مبلغ علم ومنتہی قدرت ومابہ الفرق بتایا۔ تو صرف یہ بتایا۔ کہ انکو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ آنحضرت نے کوئی تعلیم قرآن سے زائد نہین دی۔ بلکہ احادیث صحیحہ مین مجملات واشارات قرآن کی تفصیل ہے۔ حالانکہ اسبات کے معلوم ہونے۔ اور اُسپر ایمان لانے مین اُسنے فقرہ نمبر ۲ مین علماء ظاہر کو بھی ان کے ساتہ شریک کرلیا ہے۔ ان انبیا واولیا کا خاصہ یہ نہین بتایا۔ کہ وہ ان تفاصیل کو قرآن سے نکال سکتے ہین۔ جسکا فقرہ نمبر ۱۹ مین دعوی کیا تہا اور نیز فقرہ نمبر ۲ مین علماء ظاہر کا اسبات پر جو انبیا واولیا مانتے ہین ایمان لانا تسلیم کیا ہے۔ مگر فقرہ نمبر ۳ مین اسکے برخلاف ان علما کے اسبات سے منکر ہونے اور آیات قرآن کا مکذب ہونے کا دعوی کیا ہے۔

* ۔ انبیاء کو بلفظ جمع لانا مشعر ہے۔ کہ اسوقت آپ کے سوا اور نبی بہی موجود ہین۔ جو قرآن سے تفاصیل احکام شرعیہ نکال سکتے ہین۔ مگر معلوم نہین وہ انبیاء کون ہین۔ حکیم نوردین۔ میان کریم بخش۔ یا اور صاحب ہین۔ اُنکے نام بتا دین تو لفظ جمع اختیار کرنے کی وجہ معلوم ہو۔

اس روباہ بازی اور اختلاف بیانی سے کادیانی کا مقصود لوگون کو اشتباہ مین ڈالنا۔ اور اس اشتباہ کے ذریعہ سے اُنکو اصل مطلب سے دور لیجاتا ہے۔ جو دجالیت کا ایک خاصہ وخاص شیوہ ہے۔ اور اپنے لیئے گریز وفرار کی ایک راہ رکھ لینا۔ تاکہ اگر کوئی ایک بات پر معترض ہو (مثلاً کوئی کہے۔ قرآن (۱) تفاصیل احکام پر مشتمل نہین ہے۔ یا اولیاء (۲) وانبیاء زمانۂ حال کے قرآن سے ان تفاصیل کو نکالنے پر قادر نہین۔ یا علماء (۳) ظاہر قرآن مین مجملات واشارات احکام پائے جانے سے منکر نہین ہین) تو وہ اُس کے مقابلہ مین دوسری بات کو پیش کر سکے۔ مثلاً یہ کہے۔ کہ مین نے قرآن کو تفاصیل احکام پر مشتمل نہین کہا۔ بلکہ صرف اجمالات واشارات پر مشتمل بتایا ہے۔ اور اولیاء وانبیاء زمانۂ حال کو قرآن سے ان تفاصیل کے نکالنے پر قادر نہین بتایا۔ وہ صرف اس بات کو جانتے ہین۔ کہ تفاصیل احادیث کا اجمال قرآن مین موجود ہے۔ اور علماء (۳) ظاہر کو بھی اس بات کو ماننے سے منکر نہین بتایا۔ بلکہ قائل ومؤمن ٹھیرایا ہے۔ اور اگر کوئی ان باتون کا عکس کہے۔ تو یہ اپنی کلام سے اسکا عکس نکال دے۔

افسوس کادیانی کے دام افتادہ بے علم وکم علم لوگ اس کی باتون کو حقائق ودقائق سمجھتے ہین۔ اور یہ نہین سمجھ سکتے۔ کہ یہ اُسکی روباہ بازیان ہین جو علم اور حقائق اسلامیہ سے کوسون دور ہین۔

نوٹ متعلق فقرات نمبر ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ کادیانی نے اپنی تحریر نمبر ہفتم مین (جسکو پنجم کہتا ہے) صاف باین الفاظ کہا ہے۔ کہ

مین ایسی حدیثون کو جانتک کہ اُنکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایکد رجہ یقین تک تسلیم کرتا ہون۔ اب اُسکے برخلاف وہ یہ کہتا ہے۔ کہ

مینے اس تحریر مین جس سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہین دیا۔ یہ ایک سفید جھوٹ نہین تو اور کیا ہے۔ ہان اس ایک درجہ یقین کے بیان کے ساتھ اسنے اس تحریر مین لفظ "حسب استفاضہ اور بقدر فیضیابی" بھی بول دیا تھا۔ جس سے ازراہ روباہ بازی اسنے یہ ٹھیرا لیا تھا۔ کہ اگر کوئی ایک درجہ یقین کے لفظ سے میرے مخالف نتیجہ نکالکر احادیث محل اختلاف کو جو یقینی نہین ہین۔ پیش کر کے مجھے الزام دیگا تو مین یہ عذر کرونگا۔ کہ لفظ "حسب استفاضہ اور بقدر فیضیابی" کہکر مینے یہ جتا دیا تھا۔ کہ یقین جو احادیث محل تعامل مین پایا جاتا ہے۔ کئی مرتبہ و درجہ رکھتا ہے۔ از انجملہ ادنیٰ درجہ ظن غالب کا ہے۔ جو احادیث محل اختلاف مین پایا جاتا ہے۔ لہذا اِن احادیث سے الزام مجھ پر عائد نہین ہوسکتا مگر بدقسمتی سے لفظ "حسب استفاضہ و بقدر فیضیابی" کے ساتھ اُسکی قلم سے لفظ درجہ یقین بھی نکل گیا تھا۔ جس سے ہر کس و ناکس کو بشرطیکہ فہم وحواس سلیمہ رکھتا ہو۔ یہ سمجھ مین آتا ہے۔ کہ جو تفاوت مراتب یقین لفظ "حسب استفاضہ" "وبقدر فیضیابی" سے سمجھ مین آتا ہے۔ وہ تفاوت ایسا نہین۔ کہ یقین کو اپنے درجہ سے اُتار کر درجہ ظن تک پہنچا دے۔ اور ظن غالب کو یقین کا ایک درجہ بنا دے۔ بلکہ وہ تفاوت مراتب یقین حدود یقین کے اندر ہے۔ اور سب مراتب متفاوتہ درجہ یقین مین شامل اور اُسکے نیچے داخل ہین۔ کوئی مرتبہ ایسا نہین۔ کہ وہ درجہ ظن مین اُتر آیا ہو۔ لہذا اب کادیانی نے اپنے اس لفظ درجہ یقین کو بحکم "دروغگو را حافظہ نباشد" بھولکر یا دیدہ دانستہ لوگون کو وہ لفظ بھولا کر لفظ "حسب استفاضہ و بقدر فیضیابی" کی تفصیل تین مراتب سے جنمین سے ادنیٰ درجہ ظن ہو کرتا۔ اور عقل جیا

کو مستعفا دیکران الفاظ کی تشریح مین یہ کہنا ۔ یعنی کوئی اونمین سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے ۔ اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک جسکو ظن غالب کہتے ہین ۔" ایک ایسی روباہ بازی ہے ۔ جسکو سابق روباہ بازی چلنے نہین دیتی ۔ اسکے الفاظ درجہ یقین اُسے اسکی تکذیب ہوتی ہے ۔ دنیا مین ایسا کوئی عاقل نظر نہین آتا ۔ جو ظن کو ایک درجہ یقین کا سمجھتا ہو لہذا ممکن نہین ۔ کہ کادیانی کا یہ قول اسکے قول سابق کی تشریح ہو سکے ۔ وہ اپنی تحریرات سابقہ مین ظن ۔ اور ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھیرا چکا ہے ۔ چنانچہ اجمالی نوٹ مین بیان ہوا ہے ۔ پھر وہ اپنے قرارداد سابق کے برخلاف ظن غالب کو یقین کا ادنے درجہ کیونکر ٹھیرا سکتا ہے ۔ منصفو! انصاف کرو ۔ کادیانیو! تم مین ذرا عقل و انصاف ہو تو ایک اسیبات پر کادیانی کے مکاید کا یقین کر کے اسکی پیروی سے دست بردار ہو جاؤ ۔

نوٹ متعلق نمبر ۲۸ ۔ بیان تولپنے احادیث متعلقہ عمل کا ۔ دونو جہت (تعامل اور صحت روایت) سے قوت پاکر یقینی ہونا بیان کیا ہے ۔ اور سابقاً تحریر نمبر چہارم مین صاف کہا ہے ۔ کہ ان احادیث کے یقینی ہونیکا موجب صرف تعامل ہے ۔ اور فن حدیث کو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہین ہے ص ۲۵۲ وغیرہ ملاحظہ پھر یہ کادیانی کا ایک دروغ گوئی دہوکہ دہی و روباہ بازی نہین تو اور کیا ہے ۔ کادیانیو! کچھ غیرت و شرم ہے ۔ تو اسکا جواب لیس اسکا فریبی ہونا مان کر اس سے الگ ہو جاؤ ۔ ابھی بھی وقت ہے ۔

نوٹ متعلق نمبر ۲۹ و ۳۰ ۔ قصص آیندہ مین حضرت مسیح کے نزول دجال کے خروج کا قصہ بھی داخل ہے ۔ بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ کادیانی کی بحث کے محل ہین ۔ آپکے ہی وہ قصص اولین داخل ہین ۔

جو احوال حشر و نشر و برزخ کے متعلق ہین۔ جنکو عمل سے تعلق نہین۔ بلکہ وہ صرف متعلق اعتقاد ہین۔ قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا۔ کہ ان سب قصص کو صرف اسوجہ سے کہ وہ متعلق عمل نہین۔ درجہ صحت و اعتبار سے ساقط کردیا۔ اور احادیث متعلقہ عمل کو گو اُنکے عمل مین اختلاف ہو۔ صرف عمل سے (گو باختلاف ہو) قوت پایا سمجھکر اُنکو ایسا قطعی و یقینی و بلاریب ثابت قرار دیا۔ کہ اُنکو دست آویز سے تعلیم قرآن پر زیادتی کو بھی جائز کردیا ہے۔ اور عقل و فہم سے کام لیکر یا دوسری اہل عقل و فہم و فراست کی پیروی کرکے اتنا خیال نہ کیا۔ کہ احادیث متعلقہ عمل کو قبول کرنے اور اُنکو بنظر عمل مساوی قرآن ٹھیرانے مین اُس نے کس چیز پر اعتماد کیا ہے۔ اور کس چیز نے اُسکی نظر مین ان احادیث کو قطعی و یقینی اور عمل مین قرآن کے مساوی بنادیا ہے۔ اور وہ چیز احادیث متعلقہ اعتقاد مین جنکو وہ متعلقہ قصص کہتا ہے۔ پائی جاتی ہے یا نہین۔ اگر وہ اپنی یا پرائے عقل سے کام لیتا۔ تو فوراً جان جاتا۔ کہ وہ چیز قرارداد و قبولیت اہل اسلام ہے۔ جو ان احادیث متعلقہ عمل پر اُنکے عمل کرنے سے (گو اختلاف سے ہو) سمجھی جاتی ہے۔) اور وہ چیز اس قرارداد و قبولیت مین ان لوگون پر یہہ حُسن ظنی ہے۔ کہ اگر وہ حدیثین صحیح نہ ہوتین۔ تو ان لوگون کے عمل مین نہ آتین۔ اور یہ قرارداد و قبولیت بعینہا بلکہ بدرجہ اعلیٰ واقوی ہے۔ احادیث متعلقہ اعتقاد مین پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث متعلقہ اعتقاد کو اہل اسلام خصوصاً اہلسنت نے اتفاق کے ساتھ قبول کیا۔ اور اپنے اعتقادیات مین داخل کیا۔ اور متعلق اعتقاد ٹھیرایا ہے۔ جو اُنکے نزدیک بجز قطعیات متعلق نہین ہوتا۔ لہذا ان احادیث کی قبولیت مین اُنپر یہ حسن ظنی بطریق اولیٰ واجب ہے۔ کہ اگر یہ احادیث یقینی صحیح اور قطعی ثابت نہ ہوتین۔ تو وہ اُنکو

اعتقادیات اسلامیہ وشیہ مین داخل نکرتے۔ اس وہم سے بیہہ احادیث احادیث متعلقہ عمل ہے بڑہکر لائق قبول واعتبار ہین ۔اور نہ یہ خیال کیا کہ ان احادیث کو قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ سے کوئی مخالفت وتعارض نہین تو پہر انکے نسخ کی تجویز کیا ضرورت ہے۔

نوٹ متعلق نمبر ۳۱ و ۳۲۔ لفظ احکام اور واجب العمل کہکر آپنے یہ جتایا ہے۔ کہ عقائد اسلامیہ کے جو قرآن وحدیث سے ثابت ومستنبط ہین۔ ماننے مین آپ مسلمانون کے ساتہ متفق نہین ہین۔ بلکہ ان عقائد سے منکر ہین۔ لہذا منجملہ اعتقاد حیات نزول مسیح ہے۔ جو قرآن سے مستنبط ہے۔ اور حدیث مین صریح ہے۔ مگر ازراہ روباہ بازی اس انکار کو اپنے اسمقام مین صاف الفاظ مین ظاہر نہین کیا۔ تاکہ تمام مسلمانون مین آپکے ملحدانہ اعتقاد کی پردہ دری نہ ہو۔ مگر خدا تعالے نے آپکا پردہ پہاڑ دیا۔ اور ہماری قلم سے آپکی کلام کا مطلب ظاہر کردیا۔ اور اگر ان الفاظ سے عقائد اسلامیہ مستنبطہ قرآن وحدیث سے انکار آپکا مقصود نہین ہے۔ تو پہر لفظ عمل وحکم کیون بولا اسکے ساتہ لفظ اعتقاد کہکر اعتقادیات مین اہل اسلام سے موافقت کا اقبال کیون نہ کیا۔ اور نیز اور جگہ اعتقاد نزول حضرت مسیح سے جو کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے۔ آپ نے کیون انکار کیا۔ اور اس اعتقاد کی متضمنہ احادیث کو مجرد قصص ٹہیراکر کیون رد کردیا۔

فقرہ نمبر ۳۳ مین جو آپنے قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جاننے اور تسلیم کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ یہ آپکے دعوی نبوت کے برخلاف ہے۔ علاوہ نیز آپکے اس دعوی کے مخالف ہے۔ جو فقرہ نمبر ۲۸ مین آپ کہ چکے ہین۔ کہ بعض اعتقادی معرفت دقائق وحقائق مین کہ آپ پہنچے ہوئے ہین۔ اس مقام

تک مجتہدین کی رسائی نہیں ہوئی" اور یہ بات اپنے موقع (علم اصول) میں ثابت ہے کہ ایک مجتہد کے قیاس کو دوسرا مجتہد نہیں مانتا۔ اور اسمین اسکی تقلید نہین کرتا۔ پھر آپ نبی اور درجہ ولایت عظمیٰ کے ولی ہوکر اور اس مقام معرفت کو جہان مجتہدین نہیں پہنچ سکے پہنچکر مجتہدین کے قیاسات کو ماننے والے کب ہوسکتے ہین اور آپ کا یہ اعتراف عوام فریب روباہ بازی نہین تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ اقرار دلی اور راستی پر مبنی ہے۔ تو پھر وہ دعویٰ نبوت و ولایت عظمےٰ فریب وروباہ بازی نہین۔ تو اور کیا ہے۔

الغرض ان دو نو دعاوی متناقض ہین آپ سچے نہین ہوسکتے۔ دعوی نبوت وولایت عظمیٰ مین سچے ہین۔ تو دعوی تسلیم وتقلید قیاسات مجتہدین مین جھوٹے ہین۔ اسمین سچے ہین۔ تو اسمین جھوٹے ہین۔

کادیانی کے دام افتادہ نام کے مولویو! تمہاری علم وفہم کہان گئی۔ کادیانی کی تحریر مین یہ بات دیکھ کر بھی تم اسکی دام سے رہائی نہ پائی۔ الحق "الحبك للشئ یعمی ویصم" یعنی ایک چیز کی محبت تمہین اندہا اور بہرا کر دیتی ہے۔ "فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور" یعنی ظاہری آنکھین اندہی نہین ہوتین دلکی جو سینون مین ہے آنکھین آندہی ہوجاتی ہین۔

نوٹ متعلق نمبر ۲۳ و ۲۴۔ یہ بھی کادیانی کی ایک روباہ بازی ہے۔ وہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح و خروج دجال کے الفاظ کو غیر صحیح و موضوع وضعیف قرار دے چکا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۱۰ و صفحہ ۲۲۹ وغیرہ مین ثابت ہوچکا ہے۔ اور یہی اسکی تقریر کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ فقرہ نمبر (۸) مین اسپر تصریح کرچکا ہے۔ مگر اسمقام مین وہ انکے الفاظ کی عدم صحت کا دعوی چھوڑکر صرف ان احادیث کے معانی ظاہری سے جو علماء اسلام کرتے ہین۔ انکار کا مدعی بن بیٹھا ہے

جس سے اپنے دام افتادہ اہلحدیث کو اُسنے یہ جتایا ہے۔ کہ مین صحت الفاظ احادیث کو تو مانتا ہون۔ اسمین مین تمام مسلمانونکا مخالف نہین ہون۔ ہان صرف مین اسکے معنے وہ نہین کرتا۔ جو علماء کرتے ہین۔ اور اگر یہہ امر جو اس نے فقرہ نمبر ۳۳ مین جتایا ہے۔ اسکے دلی اعتقاد کے مطابق ہے۔ تو اُسکا فرض ہے۔ کہ جو اسکی کلام مین جا بجا ان احادیث کے موضوع یا غیر صحیح یا ضعیف ہونے پر تصریح پائی گئی ہے۔ اُسکے غلط ہونے کا اشتہار دے۔ اور آیندہ صاف اور کھلے الفاظ سے اعتراف کرے۔ کہ یہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح و خروج دجال وغیرہ صحیح ہین۔ انکی صحت مین مجھے کسی قسم کا شک و اشتباہ اور عام مسلمانون سے خلاف نہین ہے مین صرف ان احادیث کی معانی مین عام مسلمانون سے مخالف ہون۔ ظاہری معانی چھوڑکر تاویلی معنے کرتا ہون۔ اور اگر یہ اشتہار و اعتراف اس سے وقوع مین نہ آوے (اور ہرگز امید نہین کہ وقوع مین آوے۔ گو اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاوے) تو کادیانی کے دام افتادہ اہلحدیث اُس کو صحت الفاظ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح سے منکر سمجھین۔ اُسکے اس اعتراف و اظہار فقرہ نمبر ۳۳ کو جھوٹ اور روباہ بازی سمجھین۔ اور آیندہ اسکی اتباع سے دست بردار ہو جاوین۔ اگر وہ حق کے طالب ہین۔

فقرہ نمبر ۳۴ مین جو اُسنے کہا ہے کہ یہ احادیث قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہین۔ محض مغالطہ و دہوکہ ہے۔ احادیث نزول مسیح کو نہ قرآن سے مخالفت ہے نہ اور احادیث صحیحہ سے۔ یہ بات ناظرین کو ہمارے پرچہ نمبر ۱ لغایت ۳ جلد ۱۴ سے معلوم ہو چکی ہے۔ اور کچھ آیندہ معلوم ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔

نوٹ متعلق نمبر ۳۵-۳۶-۳۷- یہ بھی محض کادیانی کاکذب ہے
قرآن کی کسی آیت مین یہ ذکر نہین ہے۔ کہ حضرت عیسٰی فوت ہو چکے ہین
بلکہ قرآن حضرت مسیح کا نزول اشارۃً بیان کرتا ہے۔ احادیث اُس اشارہ
کی تصریح کرتی ہین۔ پھر مخالفت کیسی۔ اور تجویز نسخ کے کیا معنے۔ اور
مطابقت کی کیا ضرورت وحاجت باقی رہتی ہے۔

نوٹ متعلق نمبر ۳۸-۳۹-۴۰- تعامل کو جو آپنے قطعی ویقینی وبلاریب
اور احادیث محل تعامل کو قطعی ویقینی الثبوت وبلاریب صحیح کہا۔ تو اس سے
بجز کیا۔ کس ونا کس کو جو الفاظ قطعی ویقینی وبلاریب کے معنے جانتا اور سمجھتا
ہے۔ یہی سمجھ مین آیا۔ کہ ان احادیث سے آپکی مراد وہ احادیث ہین۔ جنپر اُمت محمدیہ
کا اتفاق کے ساتھ عمل پایا گیا ہے۔ اور اُنمین کسی قسم کا اختلاف نہین ہے۔
اور وہی احادیث آپکے نزدیک اس لائق ہین۔ اور یہ رتبہ رکھتی ہین۔ کہ وہ قرآن پر
عرض ہونے کی محتاج نہین۔ اور اُنکی تسلیم صحت موافقتِ قرآن پر موقوف
نہین۔ بلکہ اُنکا مضمون مخالف قرآن بھی ہو۔ تو وہ لائق تسلیم ہے۔ اور وہی
احادیث تعلیم قرآن پر زیادتی کرسکتی ہین۔ اور وہی احادیث قرآن کی مُفسِّر
ہوسکتی ہین۔ اور جو حدیث ایسی قطعی ویقینی وبلاریب صحیح نہو۔ وہ بلاشہادت
موافقت قرآن لائق تسلیم نہین ہے۔ اور نہ وہ حدیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہے
بلکہ ایسی حدیث کے مقابلہ مین قرآن اپنا مفسر آپ ہے۔ جسپر آپکو درندون کی
حرمت اور گدھون کی ممانعت کی حدیث سے الزام دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا تھا۔ کہ گدھے
اور درندے کی ممانعت کی حدیث ایسی ہے۔ کہ اُسپر تعامل ہو ہی نہین سکتا۔
چہ جائیکہ تعامل قطعی ہو۔ کیونکہ یہ حدیث متعلق اعتقاد حرمتِ خر و درندگان ہے
و متعلق عمل۔ ومعہذا یہ حدیث معنے ان آیات قرآن کی تشریح ومفسر ہے جنمین

بیان ہے۔ کہ بجز مردار و خون و خنزیر کے اور کوئی جانور حرام نہیں۔ اور جو کچھ زمین میں خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ تمہارے لیے مباح ہے۔ اس حکم حرمت خر و درندگان میں قرآن اپنا مفسر نہیں ہوا۔ پھر اسکی تائید و شہادت میں کہا گیا تھا۔ کہ یہ خدمت تفسیر و تشریح قرآن حدیث کو قرآن نے خود عطا کی ہے چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔ کہ رسول جو کچھ تمہیں دے۔ وہ تم لے لو۔ پھر اس آیت کی تفسیر و تشریح میں قول ابن مسعود کو پیش کیا گیا تھا۔ کہ انہوں نے اس آیت کے رو سے حکم ممانعت وشم وغیرہ (بدن گودنے) کو جو حدیث نبوی میں وارد ہے داخل قرآن اور اُسکا ایک حکم سمجھا۔ باوجودیکہ یہ حکم بھی متعلق اعتقاد حرمت وشم ہے متعلق عمل نہیں ہے تاکہ یہ محل تعامل ہو سکے۔

اب ناظرین انصاف سے کہیں۔ یہ دونو حدیثیں (حدیث حرمت خر و درندگان و حدیث حرمت وشم) کا دیانی کے اس دعوی سے کہ وہ حدیث جسپر تعامل قطعی و یقینی پایا نہ گیا ہو۔ مفسر قرآن نہیں ہو سکتی۔ اور اسکے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے۔ پورا تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس دعوی میں اُسکو پورا الزام دیتی ہیں۔ پا یہ اجنبی و غیر متعلق احادیث ہیں۔ اور یہ بھی داد دیں کہ اس الزام کے جواب میں آپ کادیانی کا یہ کہنا۔ کہ یہ احادیث متعلق احکام ہیں۔ اور احکام تعامل میں داخل ہیں۔ اور میں احادیث تعامل کو محل نزاع خارج کر چکا ہوں۔ اور اُنکو قرآن کی مفسر اور اسپر زیادتی کرنے والی مان چکا ہوں۔ ایک طرح ہیر پھیر و بازی نہیں تو اور کیا ہے۔

یہیں ناظرین اولاً یہ غور کریں۔ کہ یہ احادیث متعلقہ اعتقاد ہیں نہ متعلق عمل۔ پھر یہ محل تعامل کیونکر ہو سکتی ہیں؟؟

ثانیاً یہ غور کریں کہ کادیانی نے اپنی تحریرات سابقہ میں ہر ایک حکم یا عمل کو

محل نزاع سے خارج کیا۔ اور اسکو مفسر قرآن ٹہرایا ہے۔ یا تعامل قطعی و یقینی اور
بلاریب اور اسکے متعلق احادیث قطعیہ یقینیہ بلاریب صحیحہ ثابت کو۔
ادنٰے غور و توجہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ کادیانی نے احادیث قطعی الثبوت
کو جو تعامل قطعی و یقینی اور بلاریب کا محل و متعلق ہین۔ خارج از محل نزاع
کہا۔ اور مفسر قرآن ٹہرایا ہے۔ نہ ہر ایک عمل یا حکم کو اور نہ ہر ایک حدیث
متعلق عمل کو۔ اور احادیث متضمنہ حکم حرمت خمر و درندگان و حرمت ریشم
کو مطلق عمل و تعامل کا محل نہین۔ وہ صرف اعتقاد حرمت اشیاء مذکورہ
کے متعلق ہین۔ لہذا ان احادیث سے کادیانی پر پورا اور با موقع الزام عائد ہوتا
کادیانی اگر دیانت اور امانت سے کام لیتا۔ تو اس الزام کو مان لیتا۔ اُلٹا
یہ الزام نہ دیتا۔ کہ غیر متعلق حدیثون کو پیش کیا۔
نوٹ متعلق فقرہ نمبر ۴۱-۴۲-۴۳۔ آپ نے لوگون کا رفع انتظار خوب
کیا۔ اخیر تک اصل جواب سوال کیطرف رجوع نہ کیا۔ اِدہر اُدہر کی باتون۔
قطعی ظنی۔ تعامل وغیرہ مین بحث مقدمات کو پہنسا رکھا۔ نہ مقدمات کو
ختم ہونے دیا۔ نہ بحث مقصود حیات و ممات مسیح کیطرف رجوع کرنے دیا۔
آپ کے اس مناظرہ سے بہت حق شناس حقیقت رس لوگون نے آپکی
دیانت اور مناظرانہ لیاقت و راستی و تہذیب کا خوب اندازہ کر لیا۔ اور بہت
سی بہت لوگون نے آپکو جہوٹا اور فریبی اور دہوکہ باز سمجہکر آپکا استہزا کیا
کیا۔ انہ انجملہ اس مقام مین زیادہ و لائق ذکر ایک حضرت میر عباس علی صاحب
صوفی مرحوم لودہانہ مین جو پہلے آپکے خلیفہ تہے پہر اس مناظرہ مین آپسے
بے اعتقاد ہوکر۔ آپ کی اتباع سے بیزار ہوئے۔ فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان
کا نمبر ۱۷ جلد ۱۳ ملاحظہ ہو۔ ایک نہ شد دو شد۔ ہوتے ہوتے مسیح قادیانی جواب

صاحب ایک آپ کے خسر ہیں اور دو آپ کے دہوالہ میں اگر آپ کے مرید ہوگئے تھے۔ اور آخر اسی مباحثہ کو دیکھ کر ایک مجلس عام جامع مسجد پٹیالہ میں تائب ہوئے۔ اور مظہر ہوئے۔ کہ مجھے باوجود خاص تعلق کادیانی کی دعوی کہ وہی کا یہ علم تہا۔ جو مباحثہ لودہانہ کے دیکھنے سے حاصل ہوا حقیقت شناس۔ اور بہت سے لوگ ہیں۔ اُنکی فہرست پھر شائع ہو گی۔ انشاءاللہ تعالے۔ اسمقام میں گنجایش نہیں ہے۔

نوٹ متعلق نمبر - ۴۴۔ یہ تفصیل وتمثیل مصداق مشت بعداز جنگ ؟؟ آپکو پہلے یاد نہ آئی۔ پہلے تو آپ نے قطعی ویقینی وبلاریب وغیرہ کی قیدیں لگاکر احادیث تعامل ان ہی احادیث کو بتایا تھا۔ جنکو اب نمبر اول قرار دیتے ہیں۔ اب نسخ بیین وعدم والی حدیثوں تک کون احادیث تعامل میں شامل کرلیا۔ مگر یہ اخیر ہتہیار بہی آپ کا کام نہ آیا خطا گیا۔ اجمالی نوٹ میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اولاً یہ تفصیل اور اس قسم کے اور مضامین تمہید آپکی سابق تحریرات کے مخالف ہیں۔ ثانیاً اس تفصیل کے ساتھ بہی یہ جواب ہمارے سوال کا جواب قطعی نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً قطعی ہو بہی تو یہ جواب اصول اسلام کے برخلاف ہے۔ اور علاوہ یہ تفصیل اپنی آپ کی خود مبطل ومکذب ہے۔ کیونکہ جس حالت میں احادیث اختلافی صرف اختلافی عمل کے سبب سے قطعی اور قرآن پر عرض ہونے سے مستغنی اور قرآن کی مفسر اور اسپر زیادتی کی مثبت ہوسکتی ہیں۔ تو احادیث اعتقاد متعلق نزول حضرت مسیح وغیرہ اتفاقی تسلیم وقبولیت کے سبب انسے بڑھکر اور بدرجہ اولی قطعی ومستغنی ومفسر قرآن ومثبت زیادت ہوسکتی ہیں۔

فقرات تمہید زیر نشان نمبر ۱۲ پر نوٹ پورے ہوگئے جن سے

کادیانی کی تمام تحریرات نمبر ہشتم کے اصل اصول کی بیخ کنی ہوگئی۔ اور حاجت باقی نہین رہی۔ کہ اب اس تحریر کے اقوال تفصیلہ پر کچہ نوٹ کیے جاوین۔ تاہم کادیانی کے علم دیانت راستبازی اور سلامت لندی کی اور بہی قلعی کہولنے کی غرض سے منجملہ ان اقوال چند اقوال پر نوٹ کیے جاتے ہین۔ وباالله التوفیق۔

ان نوٹون مین پہلے اپنی تحریر نمبر ہشتم کے اس فقرہ کا حوالہ دیا جائے گا۔ جس کا کادیانی نے کچہ جواب دیا ہے۔ پہر کادیانی کے جواب کو بعینہ یا اُس کا خلاصہ نقل کیا جائے گا۔ پہر اس پر مناسب نوٹ دیا جائیگا۔ انشاءالله تعالیٰ

ہمارا قول نمبر ا۔ اپنے میرے قول کا جواب صاف اور قطعی نہین دیا (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۸)

کادیانی کا جواب۔ حضرت مین آپکو کئی دفعہ جواب دے چکا ہون۔ کہ حصہ دوم احادیث سے جو اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم سے ہین۔ اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی کے مخالف ہوگی۔ تو قابل تاویل ہوگی۔ یا موضوع قرار پائے گی۔ (مباحثہ مطبوعہ کادیانی صفحہ ۱۸)

اسپر نوٹ۔ نوٹ متعلق تمہید مین ثابت ہوچکا ہے۔ کہ یہ جواب ہمارے سوال کا قطعی جواب نہین ہے۔ اس جواب مین حرف "اگر" اور "یا" اسکے قطعی ہونے سے مانع ہین۔ کادیانی ان احادیث کو صحیح سمجہتا ہے۔ تو صحت کا صاف اقراری ہو۔ پہر تاویل کا مدعی ہوکر اصول و شروط تاویل کی پابندی سے انہین تاویل کرے۔ اور اگر انکو غیر صحیح سمجہتا ہے۔ تو بیرملا انکو رد کرے۔ موضوعات مین تاویلات کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اسکو یہ دونو باتین اختیار کرنی مشکل ہین۔ اگر وہ انکو صحیح کہے۔ تو پہر اسکے ظاہری

معانی ماننے پڑتے ہین۔ کیونکہ انکی تاویل کی (جو کادیانی کرتا ہے) شرط (ظاہری معنی کا محال ہونا) پائی نہین جاتی۔ اور اگر انکو بر ملا غیر صحیح کہتا ہے۔ تو اُس سے اسکے الحاد ونیچریت کی قلعی کھلتی ہے۔ اسکے دام افتادہ اہلحدیث جو اسکو اہلحدیث سمجھکر اسکے دام مین پہنسے ہوئے ہین۔ اُسکے دام سے نکلتے ہین۔ اسیوجہ "اگر" اور "یا" کا لفظ کہکر اسنے قطعی ہونے سے اس جواب اور اپنی جان کو بچا لیا۔ اور پھر اس طرفہ جھوٹ کو دیکھو۔ کہ مین تو جواب دے چکا ہون ۱۲

ہمارا قول کیا صحیح بخاری ومسلم مین ایسی کوئی حدیث ہے؟ جو بوجہ تعارض موضوع ٹھہر سکے (اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۸ صفحہ ۱۵۹)

کادیانی کا جواب بے شک حصہ دوم کے متعلق کئی ایسی حدیثین ہین جنمین سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ جیساکہ وہی حدیثین جو نزول ابن مریم کے متعلق ہین۔ کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے۔ کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور صحیحین کی بعض حدیثین بہی اس فیصلہ پر شاید ناطق ہین۔ اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بہی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے۔ اور نصاریٰ کا یونی ٹیرین فرقہ بہی اسبات کا قائل ہے۔ اور یہودیون کا بہی یہی اعتقاد ہے۔ اب اگر ان مخالف حدیثون کے جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہین۔ ہماری طرز پر تاویل نہ کیجاوے۔ تو پھر بلاشبہ موضوع ٹہرین گی۔ ++

ایسی کئی حدیثین اور بہی ہین۔ جنمین سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کی حدیث معراج۔ پہر اُسکے تعارض کی چار وجہ بیان کین۔ ایک وجہ یہ کہ ایک حدیث مین جو بخاری کے صفحہ ۵۴۸ مین ہے۔ آنحضرت کا حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان ہوا ہے۔ دوسری

حدیث مین جو صفحہ ۱۳۸ مین ہے۔ چھٹے آسمان پر بجاے موسے کے حضرت
ابراہیم کو دیکھنا بیان ہوا ہے۔
دوسری وجہ یہ کہ ایک حدیث سے جو باب الصلوۃ مین ہے۔ معراج
کا بحالت بیداری ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دوسری حدیث مین جو صفحہ ۴۵۵
مین ہے۔ بیان ہے۔ کہ معراج نیند مین ہوا تھا۔
تیسری وجہ یہ کہ ایک حدیث مین محل معراج جہان فرشتہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو لینے آیا تھا۔ آپکا گھر بیان ہوا ہے۔ دوسری حدیث
مین بیت اللہ کے نزدیک۔
چوتھی وجہ یہ کہ شریک کی حدیث مین وقت معراج قبل وحی پیغمبری
بیان ہوا ہے۔ جو دوسری احادیث کے مخالف ہے۔ بلکہ خود اس حدیث
کے الفاظ مابعد کو مخالف ہے۔ جنمین یہ بیان ہو۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور نمازین فرض ہوئین۔
ان اختلافات کو بیان کرکے کادیانی نے کہا ہے کہ ان اختلافات کا اگر
یہ جواب دیا جاوے۔ کہ یہ اسرا متعدد اوقات مین واقع ہوا ہے۔ اسیوجہ سے
کبھی موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ اور کبھی ابراہیم کو تو یہ تاویل رکیک ہے
کیونکہ انبیاء اور اولیا بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہین
کرتے۔ جیساکہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور نیز اس تعدد معراج کی تجویز
سے لازم آتا ہے۔ کہ دو تین بار نمازین پہلے پچاس پچاس فرض ہوئین۔
پھر منسوخ ہوکر پانچ پانچ ہوئین۔ جو ایک بازیچہ کھیل۔ اور لغو ہے۔
جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خداے تعالے نے پہلے حکم سے پشیمان ہوکر
دوبارہ دوسرا حکم دیا۔

اسیر نوٹ اس جواب مین کادیانی نے احادیث بخاری و مسلم پر **بیسوان** کھُلم کھلا حملہ کیا۔ اور احادیث صحیحین کو برملا موضوع قرار دیا ہے ہرچند احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح کو موضوع قرار دینے مین اُسنے ذرا سے شرط عدم تاویل کی آڑ رکھ لی ہے۔ مگر احادیث متعلقہ معراج نبوی کو تعارض کے سبب موضوع قرار دینے مین کسی شرط کی آڑ نہین رکھی۔ اور بزعم خود بڑے زور شور سے اُنکا باہم متعارض و متخالف ہونا ثابت کرکے اُنکو موضوع قرار دیا ہے۔

پھر کادیانی کا اپنی تحریر پنجم مین یہ کہنا۔ کہ بعض احادیث صحیحین جو تعارض پایا جاتا ہے۔ اُسکو دور کرنے کے لیے خدا نے میری مدد کی ہے" اور تحریر نمبر ہفتم مین اُسکا یہ کہنا۔ کہ مین نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع قرار نہین دیا اور اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء مین اُسکا یہ کہنا۔ کہ مین ان کتابون کو قرآن کے بعد اصح الکتب جانتا ہون" یہ سب منافقانہ چال اور اہلحدیث کو پھنسانے کیلئے ایکچال یا کچھ اور کیا ہے۔ کادیانی کو اہلحدیث اور قائل حدیث جاننے والو۔ اب بھی اسکے منکر صحت صحیحین ہونے مین شک کروگے۔

اس حملہ مین کادیانی نے ایک وار تو احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح پر کیا ہے۔ دوسرا وار احادیث متعلقہ معراج پر۔ احادیث متعلقہ نزول مسیح کو موضوع بنانے کے لیے اُسنے تین دعوی کئے ہین۔ ایک یہ کہ قرآن قطعی فیصلہ دیتا ہے۔ کہ مسیح بن مریم فوت ہوچکا ہے۔ دوسرا یہ کہ صحیحین کی بعض حدیثین بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہین۔ تیسرا یہ کہ ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اسبات کا مقر ہے۔ یہ **تینون** دعاوی ایسے سفید **جھوٹ** ہین۔ کہ سچ کا انمین شبہ و شائبہ بھی نہین ہے

قرآن کی کسی آیۃ مین یہ فیصلہ قطعی کیا ظنی طور پر بھی نہین ہوا۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ اور نہ کسی حدیث صحیحین مین اس فیصلہ پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور نہ کسی ایک صحابی یا کسی زمانہ کے ایک عالم اسلام سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ اور ابتک وہ مردہ ہین۔

کادیانی نے ان تینون دعاوی کا جو ثبوت اپنی تحریرات (ازالہ وغیرہ) مین پیش کیا ہے۔ اسمین محض کذب و دجالیت سے کام لیا ہے۔ اور کم علم لوگون کو دہوکہ دیا ہے۔ اس اجمال کی کسیقدر تفصیل جواب فیصلہ آسمانی کادیانی مین بعض نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴ رسالہ ہو چکی ہین۔ اور پوری تفصیل آیندہ اس جواب کے تتمہ مین ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور اس دعوی موضوعیت احادیث متعلقہ نزول مسیح کی تائید مین۔ جو قول یہود اور ایک فرقہ نصاری کا اُسنے پیش کیا ہے۔ وہ بے شک اسکے اصلی دلائل ہین۔ جنپر اسکا واقعی اعتماد اور اعتقاد ہے۔ مگر یہ دلائل ان ہی لوگون کے لیے موجب اطمینان ہو سکتے ہین۔ جو کادیانی کیطرح معتقدات یہود و نصارے کے پیرو ہون۔ خود ابن اللہ کہلاوین۔ یا کسی اور کو ابن اللہ سمجہین۔ اور تثلیث کو پاک بنا کر اسکے معتقد ہون۔ یا ملحد ہونے کے سبب اسلام و یہودیت و نصرانیت کو مساوی درجہ پر مانتے ہون۔

مسلمان تو ان مذاہب کی ایسی باتون کو۔ جنکی قرآن و حدیث مین تصدیق نہین ہوئی۔ لائق تسلیم نہین سمجہتے۔ اور حدیث لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم[۱] کے پابند ہین۔ انکے اعتقاد و ایمان کے رو سے کوئی

---

[۱] اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ اہل کتاب کو نہ سچا کہو۔ نہ جھوٹا۔ اور اسکی شرح اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۲ کے صفحہ ۹۰ وغیرہ مین ہو چکی ہے

اعتقاد یہود و نصاریٰ کا احادیث صحیحین کی موضوعیت کا مثبت نہیں ہو سکتا۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ صفحہ ۔ جلد ۱۱ مین مضمون تکمیل احکام تورات و انجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد ملاحظہ ہو۔

احادیث متعلقہ معراج کو موضوع بنانے کے لیے جو اختلافات وجوہ اربعہ کادیانی نے بیان کئے۔ انکے بیان مین وہ اپنے خیال مین دور کی کوڑی لایا ہے۔ اور یہ خیال کر بیٹھا ہے۔ کہ یہ اختلافات اور کسی کو کب معلوم ہو سکتے ہین* مگر یہ خیال اسکی بے علمی اور ناواقفی پر دلیل ہے۔ ان اختلافات کو اہلحدیث کا بچہ بچہ جو مشکوٰۃ تک نظر رکھتا ہو۔ جانتا ہے۔ ان اختلافات کے علاوہ چھ وجوہ اختلافات اس حدیث مین اور بیان کئی گئی ہین۔ جو فتح الباری مین منقول ہین۔ مگر ان سب وجوہات اختلاف کو خدا کے فضل سے محدثین نے رفع کر دیا ہے۔ اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ کادیانی خود تو کوچہ حدیث سے محض ناآشنا اور اس فن سے محض جاہل ہے۔ حکیم نور الدین نے جو کچھ حواشی صحیح بخاری سے اسکو بتایا۔ اسنے نئی بات سمجھکر طمطراق کے ساتھ اسکو نقل کر دیا۔ اس مقام مین ان چارون وجوہات اختلاف کا جو کادیانی نے بیان کئی ہین جواب دیا جاتا ہے۔ باقی چھ سو اگر کادیانی نے اور چھ وجہ اکی۔

پہلی وجہ اختلاف کا جواب

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھٹے اور ساتوین آسمان پر دو دو جگہ دیکھنے مین۔ درحقیقت کوئی مخالفت نہین اور یہ ظاہری اختلاف ان احادیث کے موضوع ہونے کا مثبت و موجب

نہین ہوسکتا۔ جائز و ممکن ہے۔ کہ دونو حضرات کو اپنی دونو جگہ
آسمان اورساتوین آسمان پر دیکھا ہو۔ اوران دونو آسمانون پر دونو
اپنے وجود جسمانی سے موجود ہو گئے ہین۔ وہ حضرات تو عالم برزخ مین
جو ایک روحانی عالم ہے۔ جسمین ایسے امور متشابہ الحقیقۃ مجہول ا
وقوع مستبعد نہین۔ متجردین اور متبتلین الی اللہ اس عالم دنیاوی او
مین اپنے جسم اور ظاہری صورت کے ساتھ ایک ہی وقت مین مخ
ومتعدد مواضع مین دیکھے گئے ہین۔ اوریہ امر اہل باطن کے نزدیک
ہے۔ اور اسکی حکایات وواقعات مشہور ہین۔ اس قسم کا ایک
حضرت سید احمد بریلوی کا بھی ہمنے سُنا ہے مگر یہ اسکے بیان کا محل
کادیانی چونکہ محض کور باطن وسیاہ دل نیچری ہے۔ لہذا وہ اس
باتون کو نیچر کے خلاف سمجھکر دل سے نہین مانتا۔ گو زبان سے ا
لیے حاصل ہونے کا مدعی ہے۔ وہ دل سے ان باتون کو مانتا یا م
زبانی دعویٰ کا پاس کرتا۔ تو اُن حضرات کی دونو جگہ دیکھی جانے پر
نہ ہوتا۔ وہ ہماری اس تشبیہ پر بھی اس روحانی سر کو نہ مانیگا۔ لہذا ا
اور اسکے ہم خیال کور باطنون کی نمایش کے لیے ظاہری ح
اس وجہ اختلاف کا جواب دیا جاتا ہے۔ جو محدثین کرام نے ج
ہے۔ کہ جائز و محتمل کا۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آ
پایا۔ مگر اُنکی اس فضیلت کی نظر سے کہ وہ خدا سے ہمکلام ہوئے ہ
انکو ساتوین آسمان تک ساتھ لے لیا۔ اور وہ تواضعاً آنحضرت صلعم
ہو گئے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ جاتے وقت اُنکو چھٹے آسمان پر پا
وقت ساتوین آسمان مین دیکھا۔ ایسا ہی حضرت ابراہیم کو پہلے

آسمان پر پہر ساتوین پر پاتا ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین بخاری کی حدیث شریک کی شرح

وقد قدمنا ان حديث ابی ذر
يوافقه لكن المشهور في الرواية
ان الذی فی السابعة هو ابراهيم
واكد ذلك فی حديث مالك بن
صعصعة بانه كان مسندا ظهره
الی البيت المعمور فمع التعدد
لا اشكال ومع الاتحاد فقد جمع
بان موسى كان فی حالة العروج
فی السادسة وابراهيم فی السابعة
علی ظاهر حديث مالك بن صعصعة
وعند الهبوط كان فی السابعة لانه
لم يذكر فی القصه ان ابراهيم كلمه
فی شیٔ مما يتعلق بما فرض الله على
امته من الصلوٰة كما كلمه موسىٰ م
والسماء السابعة هی اول شئ انتهى
اليه حالة الهبوط فناسب ان يكون
موسى بها لانه هو الذی خاطب
ذلك كما ثبت فی جميع الروايات
ويحتمل ان يكون لقی موسى فی السادسة

مین جسمین حضرت ابراہیم کو چہٹے
آسمان مین دیکھنا بیان ہوا ہے۔ فرمایا
ہے۔ کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین۔ کہ ابوذر
کیحدیث اُسکے موافق ہے۔ ولیکن
مشہور روایت یہ ہے۔ کہ ساتوین آسمان
مین حضرت ابراہیم علیہ السلام ہین
اس امر کو مالک بن صعصعہ کیحدیث
مین یون مؤکد کیا گیا ہے۔ کہ حضرت
ابراہیم بیت المعمور کیطرف پشت کی
ٹیک لگائی ہوئی تہی (جو ساتوین
آسمان مین ہے) پس اگر واقعہ معراج
کو متعدد کہین۔ تو (اس اختلاف کیوجہ
سے) کوئی اعتراض نہین پڑتا۔ اور اگر
اسکو ایک ہی واقعہ قرار دین۔ تو اس
اختلاف کو اسطور پر رفع کیا گیا ہے
کہ حضرت موسی علیہ السلام حالت عروج
نبوی مین چہٹے آسمان پر تہے۔ اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتوین مین
جیسا کہ حدیث مالک کا ظاہر ہے۔ اور

فاصعد معه الى السابعة تفضيلا له على غيره من اجل كلام الله تعالى وظهرت فائدة ذلك فى كلامه مع المصطفى فيما يتعلق بامر امته فى الصلوٰة وقد اشار النووى الى شئ من ذلك والعلم عند الله تعالى۔ (فتح الباری ص جلد ۱۳)

ساتویں آسمان پر جاکر واپس آنے کے وقت موسیٰ ساتویں آسمان میں تھے کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا۔ کہ عدد نماز کی کمی میں جو گفتگو آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے۔ وہ حضرت ابراہیم سے ہوئی تھی۔ جیساکہ حضرت موسیٰ سے اس گفتگو کا ہونا بیان ہوا ہے۔ اور اوپر سے نیچے کو اُترنے کے وقت ساتواں آسمان ہی پہلے آتا ہے۔ لہٰذا حضرت موسیٰ کا وہاں ہونا مناسب ہے۔ کیونکہ جملہ روایات میں ان ہی سے اسباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو اس نظر سے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں۔ خود ساتھ لیکر صعود فرمایا ہو۔ جسکا فائدہ یہ ظاہر ہوا۔ کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے باب میں وہ گفتگو کی۔ اسباب میں امام نووی نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے۔ اور حقیقی واصلی علم خدا تعالےٰ کو ہے۔"

عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث ابوذرؓ کی شرح

وفی الصحیحین من حدیث مالک بن صعصعۃ وفی السابعۃ ابراہیم وھو مخالف لروایۃ انس عن ابی ذر انہ وجد ابراہیم فی السادسۃ وکذا ایضاً فی صحیح مسلم واحمد بن حبان لا سماء

میں کہا ہے۔ کہ مالک بن صعصعہ رضؓ کی روایت میں حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے۔ اور یہ حدیث انس کے خلاف ہے جس میں چھٹے آسمان میں انکو دیکھنا بیان ہوا ہے مخالف

امکانہ فی حین فلا اشکال وان کان مرۃ فیکون اولاً رأہ فی السادسۃ ثم ارتقی معہ الی السادسۃ ۔
(عمدۃ القاری)

ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ اگر معراج دو دفعہ ہوا ہو۔ تو پھر کوئی شبہ نہین رہتا اور اگر ایکدفعہ ہوا ہے۔ تو یہ ہوگا۔ کہ پہلے حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھا پھر وہ آپ کے ساتھ ساتوین آسمان پر چڑھ گئے۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین کہا

وقد استشکل رؤیۃ الانبیاء فی السموت مع ان اجسادہم مستقرۃ فی القبور بالارض واجیب بان ارواحہم تشکلت بصور اجسادہم او احضرت اجسادہم لملاقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ تشریفاً لہ وتکریماً
(قسطلانی صہ ۲۰ جز ۶)

ہے۔ اور اسمین یہ بھی کہا ہے کہ انبیا کے آسمانون پر دیکھے جانے پر یہ شبہ کیا گیا ہے۔ کہ ان کے اجسام تو قبرون مین زمین کے اندر مدفون ہین۔ پھر وہان آسمانون پر کیونکر دیکھے گئے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ ان کی ارواح انکے جسمون کی صورت سے متشکل ہوگئے یا یہ کہ ان کے اجسام بعینہا آنحضرت کی ملاقات کے لیے آنحضرت صلعم کی تعظیم وتکریم کو وہان حاضر کیے گئے۔ ایسا ہی شیخ عبد الحق نے لمعات شرح مشکوۃ مین کہا ہے۔

ان عبارات مین جو تعدد واقعہ معراج کی تجویز بیان ہوئی ہے۔ اسپر کادیانی کی تقریر سابق مین دو اعتراض ہوتے ہین۔ ایک یہ کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیا بعد موت اپنی جگہ سے حرکت و انتقال نہین کر سکتے جسکو دو جواب سے جواب مذکور بھی رد کر سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس تقریر سے تعدد معراج لازم آتا ہے جو ایک بار سے زیادہ (نہین) ولغو ہے

پشیمانی خداتعالے لے بنتا ہے۔ اسمین سے اعتراض اول کا جواب

یہ ہے۔ کہ مسلمانون کے قرآن مین جو مکہ و مدینہ مین نازل ہوا ہے۔ تو ایسی

کوئی آیۃ نہین جس سے انبیا علیہ السلام کا بعد موت ایک مقام مین جگڑے

ہونا ثابت ہو ہان کادیانی قرآن مورد نزول اِنَّا اَنزَلْنَاہُ قَرِیبًا مِّنَ الْقَادِیَان

مین کوئی ایسی آیت ہو۔ تو مسلمانون کے نزدیک وہ جائز التسلیم نہین مسلمانون

کے قرآن سے کوئی ایسی آیۃ کادیانی پیش کرتا۔ تو اسمین اسکی تحریف و تصرف

کا جواب دیا جاتا۔

اور احادیث صحیحہ معراج مین صاف آچکا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت موسے و حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کو بیت المقدس مین بہی دیکھا

اور ان انبیاء نے نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کیا۔ اور حضرت

موسیٰ کو قبر مین نماز پڑہتے اور وادی ازرق مین لبیک کرتے دیکھا۔ اور

معہذا آسمانون پر بہی انکو دیکھا۔ جس سے علماء اسلام نے یہی سمجہا ہے۔

کہ زمین آسمان دونو جگہہ ان حضرات کا وجود پایا گیا ہے۔

صحیح مسلم مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپنے فرمایا

عن ابی ہریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد رایتنی فی جماعۃ الانبیا فاذا موسیٰ علیہ السلام قائم یصلی فاذا رجل ضرب من رجال شنوءۃ واذا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قائم یصلی اقرب الناس شبہا بہ عروۃ بن مسعود الثقفی واذا ابراہیم علیہ السلام قائم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوٰۃ فاممتہم	مینے اپنے آپ کو انبیا کی جماعت مین دیکہا مینے موسے علیہ السلام کو دیکہا کہ وہ نماز پڑہ رہے ہین۔ وہ میانہ قد ہین۔ جیسے شنوءہ قوم کے لوگ اور مین نے عیسے بن مریم علیہ السلام کو دیکہا۔ کہ وہ بہی نماز پڑہ رہے ہین۔ انمے

الحدیث (مسلم صفحہ ۹۱ ج ۱)
وعند احمد من حدیث ابن عباس رض
فلما اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد
الاقصی قام یصلی فاذا النبیون
اجمعون یصلون معہ (قسطلانی
صفحہ ۲۹ جلد ۶)

زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود سے ہے
اور مین نے حضرت ابراہیم ع کو
دیکھا۔ کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہین
انسے زیادہ مشابہ مین ہون۔ پھر
نماز کا وقت آگیا تو مینے ان سب کو
نماز پڑھائی۔ امام احمد کی روایت مین
ہے۔ بیت المقدس مین آپنے سب انبیا کو نماز پڑھائی۔ اور انہون نے
آپکا اقتدا کیا سہ دران مسجد امام انبیا شد ۔ صف پیشینیان را پیشوا شد ۔
امام نووی نے اسحدیث کی شرح مین فرمایا ہے۔ قاضی عیاض نے

قال القاضی فان قیل کیف رای موسی
صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی قبرہ وصلی
رسول صلعم بالانبیاء بیت المقدس
و وجدہم علی مراتبہم فی السموات وسلموا
وقد جواب فالجواب انہ یحتمل ان یکون
رویتہ موسی فی قبرہ عند الکثیب
الاحمر قبل صعود النبی صلعم الی السماء وفی
طریقہ الی بیت المقدس ثم وجد موسی
قد سبقہ الی السماء ویحتمل انہ صلی
علیہ وسلم رای الانبیاء صلوۃ اللہ وسلامہ
علیہم وصلی بہم علی تلک الحال لاول
ما رآہم ثم سالوہ ورحبوا بہ او یکون اجتماعہ

کہا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ
آنحضرت ع نے حضرت موسی ع کو قبر
مین نماز پڑھتے کیونکر دیکھا۔ اور آنحضرت ع
نے انبیا کو بیت المقدس مین نماز
کیونکر پڑھائی۔ حالانکہ انکو بحسب مراتب
آسمانون پر پایا۔ تو اسکا جواب یہ ہے
کہ محتمل ہے۔ کہ حضرت موسے ع کو
قبر مین سرخ تودہ ریگ کے پاس
آسمانون کی طرف جانے سے
پہلے دیکھا ہو۔ اور بیت المقدس
کے راستہ مین پھر حضرت موسے
علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

معهم و صلوته ورؤيته موسى بعد انصرافه ورجوعه عن سدرة المنتهى (شرح مسلم ص۹۶)

پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہون۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ آنحضرت کو پہلے دیکھا۔ تو نماز پڑھائی۔ پھر انہون نے مرحبا وغیرہ کہا ہو۔ یا انبیا کو آنحضرت کا نماز پڑھانا۔ اور حضرت موسےٰ کو دیکھنا۔ سدرۃ المنتہی سے واپس آنے کے بعد ہوا ہو۔

اور **شیخ عبدالحق** نے **لمعات** شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے۔ جن انبیا نے

اما الذين صلوا معه في بيت المقدس فيحمل على الارواح المتمثلة ويحتمل الاجساد ويحتمل انه احضرت اجسادهم في بيت المقدس لملاقاته صلى الله عليه وسلم ثم رفعوا على السماء (لمعات شرح مشکوۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس مین نماز پڑھی۔ انکی ارواح متشکل ہو گئے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ وہ مجسم ہو گئے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ انکے (اصلی) جسم بیت المقدس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے حاضر کیے گئے ہون پھر وہ آسمانپر اٹھائے گئے ہون۔

ان نصوص صریحہ اور اقوال صحیحہ کے مقابلہ مین کادیانی کے اس ڈھکوسلہ کو کہ انبیا علیہم السلام بعد موت ایک جگہ سے نہین ہلتے۔ گویا وہان جکڑے ہوئے ہین (معاذ اللہ) کون سنتا۔ اور اس دعوے بلا دلیل سے احادیث صحیحہ ثابتہ کو کیونکر موضوع سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

تعدد معراج کو اگر یون مانا جاوے کہ پہلے خواب مین یہ معراج ہوا پھر بیداری مین چنانچہ وجہ دوم اختلاف کے جواب مین مفصل بیان ہوگا۔ تو پھر تعدد نسخ نماز اعتراض کادیانی کا موجب نہین ہو سکتا۔ کہ صورت پہلا حکم ایک تمہیدی اور ثانی حکم [illegible] ہے۔

دوسرا اصلی اور واقعی اور اس خواب کی تعبیر گویا پہلے خداتعالے نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج خواب مین دکہایا۔ کہ ہم ایسا حکم دین گے۔ پہر معراج بیداری
مین ویسا کر دکہا دیا۔ علاوہ برین تعدد نسخ بحکم عقل ممنوع اور ناجائز
نہین ہے۔ اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا۔ کہ خداتعالے نے پہلے حکم
پر پشیمان ہوکر دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر تعدد نسخ موجب پشیمانی ہوسکتا ہے۔
تو چاہیے کہ ایک دفعہ کا نسخ بھی موجب پشیمانی ہو۔ اس صورت مین کادیانی
کو لازم ہے۔ کہ مطلق نسخ کو موجب پشیمانی ٹہیراکر اس سے انکار کرے اور
اپنے چہپے مذہب نیچریت کو برملا ظاہر کرے۔ جسمین نسخ کو خلاف تقدس
سمجہا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے قرآن مین وقوع نسخ سے انکار کیا گیا ہے
چنانچہ کادیانی کے پیر دہ پیر و مرشد حکیم نورالدین نے رسالہ فصل الخطاب
لمقدمہ قرأۃ فاتحۃ الکتاب کے خاتمہ مین اس انکار کا اظہار کیا ہے۔ اور اس
سے پہلے انکے پیر و مرشد از ایبل سرسید نے اسکا اشتہار دیا ہے۔ تعدد نسخ
پر اعتراض کی آڑ مین شکار کہیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اہل سنت تو تعدد
نسخ کو ویسا ہی جائز سمجہتے ہین۔ جیسا کہ مطلق نسخ کو اور نسخ کو پہلے حکم سے
پشیمانی اور اسکی غلطی پر مبنی نہین سمجہتے۔ بلکہ اسکو اس حکیمانہ تبدیلی
کی نظیر خیال کرتے ہین جو حکیم حاذق سے وقوع مین آتے ہین۔ کہ پہلے وہ
ایک مریض کے حق مین ایک نسخہ کو مناسب سمجہتا ہے۔ اور پہر جب اسکی
حالت بدل جاتی ہے۔ تو اس نسخہ کو منسوخ کرکے اسکے بدلے دوسرا نسخہ
تجویز کرتا ہے اور جب پہر وہی پہلی حالت مریض عود کرتی ہے۔ تو اس
دوسرے نسخہ کو منسوخ کرکے پہر اس پہلے نسخہ کو تجویز کرتا ہے۔ اور یہ امر
اسکے علم وکمال مین کچہ فرق نہین لاتا اور پشیمانی کا موجب نہین ہوتا۔

اور اسپر یہ گمان نہین کیا جاتا کہ وہ اس تبدیلی مین پشیمان و حیران ہوا ہو بلکہ اسکے علم و کمال و تجربہ اور استقلال کا مثبت ہوتا ہے۔ اس تعدد و نسخ کی مثال احکام اسلام مین قبلہ کا نسخ ہے۔ کہ پہلے کعبہ قبلہ تھا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لے گئے۔ تو وہان یہودیون کی اصلاح حالت کی نظر سے استقبال کعبہ منسوخ ہوکر بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ پھر جب یہودیونکی حالت کا ناقابل اصلاح ہونا کس و ناکس پر ظاہر ہوگیا۔ تو پھر برعایت اصلاح حال عرب استقبال بیت المقدس منسوخ ہوا۔ اور کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب حدیث و تفسیر و اصول مین ہے۔ اس مقام مین اسکی گنجایش نہین ہے۔ اس بیان سے ثابت ہے۔ کہ یہ دونو اعتراض کادیانی کی لچر و لوچ ہین اور واقعہ معراج کا متعدد ہونا کسی اعتراض کا محل نہین۔ اور اختلاف وجہ اول کو دور کرنے کے لیے تجویز تعدد معراج بھی ایک عمدہ تجویز ہے اور جو جواب وجہ اختلاف اول کا ہمنے دیا ہے۔ وہ واقعہ معراج کو ایک واقعہ ماننے سے پورا ہوسکتا ہے۔ اور اسپر کادیانی کا اعتراض اول وارد نہین ہوتا۔ اور یہ امر عقلاً جائز و ممکن اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام ایک ہی واقعہ مین مختلف مواضع مین دیکھے گئے ہون۔ لہذا مومن و متبع سنت کی یہ شان نہین۔ کہ اس امکان و احتمال کے ساتھ احادیث مین ظاہر اختلاف مواضع دیکھکر احادیث مین تعارض کا مدعی ہوکر انکو موضوع قرار دے۔ یہ جرأت کادیانی سے ہوئی تھی۔ جسکو حدیث سے دلی عناد و انکار ہے۔

دوسری وجہ اختلاف ! جواب

معراج نبوی کا بحالت بیداری ہونا بھی صحیح ہے۔ اور بحالت خواب بھی درست۔ اور ان دونوں مین کوئی مخالفت وتعارض نہین ہے۔ جائز وممکن ہے۔ کہ پہلے یہ معراج خواب مین ہؤا ہو اور وہ معراج بیداری کے لیے ایک وعدہ اور بشارت ہو۔ اور پھر بحالت بیداری معراج ہؤا ہو۔ جو اس خواب کی ایک تعبیر وتصدیق ہو۔ اور یہ بھی جائز وممکن ہے کہ ایک ہی معراج کے اول اور آخر آپ پر خواب کیحالت طاری ہو۔ اور اوسط مین بیداری ہو۔ اور یہ بھی ممکن اور محتمل ہے۔ کہ معراج صرف بیداری مین ہؤا ہو۔ اور بعض احادیث مین جو نیند اور اس سے بیداری کا لفظ وارد ہے۔ اس سے امور عالم بالا مین استغراق اور اسحالت استغراق سے افاقہ۔ اور عالم دنیوی کیطرف توجہ مراد ہو۔

قسطلانی نے شرح بخاری مین کہا ہے۔ جمہور قائل ہین۔ کہ اسرا بیت المقدس تک اور معراج آسمانون تک دونو یکبارگی ایک رات مین بیداری کی حالت مین جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئے ہین۔ بعض قائل ہین۔ کہ یہ واقعہ دو دفعہ ہؤا۔ ایک دفعہ خواب مین بطور تمہید دوسری دفعہ بیداری مین۔ یہ بھی قسطلانی نے کہا ہے۔ کہ عام روایتون مین یہ کہ معراج بیداری مین ہوا ہے۔

والجمهور على ان وقوعهما معًا في ليلة واحدة في اليقظة بجسده المكرم صلى الله عليه وسلم وقيل وقع ذالك مرتين مرة في المنام توطية وتمهيدًا ومرة في اليقظة (قسطلانی صـ۲۲ جلد۶) الثابت في الروايات انه كان في اليقظة فان قلنا بالتعدد فلا اشكال والا فيحصل هذا مع قوله اخر الحديث

شیخ عبد الحق دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے۔ کہ معراج

اختلف الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعضھا وانا فی الحطیم وفی بعضھا فی الحجر وفی بعضھا بینا انا عند البیت وفی بعضھا فرج سقف بیتی وانا بمکۃ وفی بعضھا اسری بہ فی شعب ابی طالب وفی بعضھا فی بیت ام ھانی وھو اشھر والجمع بین ھذہ الاقوال علی ما ذکر فی فتح الباری انہ بات فی بیت ام ھانی وبیتھا فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتھا واضاف البیت الی نفسہ الشریفۃ لبیتوتتہ فیہ فنزل الملک فاخرجہ من البیت الی المسجد الحرام ثم اخذ الملک فاخرجہ من المسجد (لمعات) + + ھکذا فی المرقاۃ وزاد فیہ فاخرجہ من البیت الی المسجد وکان مضطجعا وفیہ اثر النعاس ثم اخرجہ من الحطیم الی باب المسجد (مرقاۃ علی قاری)

کے مکان کی تعیین مین روایات کا اختلاف ہے۔ بعض روایات مین حطیم کا ذکر ہے۔ بعض مین حجر کا۔ بعض مین بیت اللہ کا۔ بعض مین آپکے گہر کی چہت سے فرشتہ کی آنے کا۔ بعض مین ابو طالب کی شعب (پہاڑ) کا۔ بعض مین ام ہانی بنت ابی طالب کے گہر کا۔ ان سب کو فتح الباری مین یون باہم متوافق کیا ہے۔ کہ آپ اس رات ام ہانی کے گہر مین تھے۔ جو ابو طالب کے شعب مین تہا۔ اسی گہر کی چہت چیر کر فرشتہ آیا تھا۔ اُسکو اپنے اپنا گہر کہا ہے کیونکہ اُسمین آپ رہتے تھے۔ پہر فرشتہ آپکو مسجد الحرام مین لے گیا۔ ایسا ہی **ملا علی قاری** نے مرقاۃ مین بیان کیا ہے۔ اسمین یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ گہر سے فرشتہ آپکو مسجد مین لایا اسوقت آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ پر اونگھ کا اثر باقی تہا۔ پہر حطیم سے (جسکو حجر بھی کہتے ہین) مسجد کے دروازہ پر لایا۔ وہان سے براق پر سوار کرایا۔

اور جبکہ ان سب مواضع مین فرشتہ کا آنا یون ممکن و محتمل ہے۔ تو پہر اس ظاہری اختلاف کی نظر سے احادیث مین تعارض کا دعوی کرنا۔ اور اس تعارض کی نظر سے اُن کے موضوع ہونے کا مدعی ہونا مؤمن قائل حدیث سے کب متصور ہے۔ اور یہ امر بجز قادیانی کے جو منکر حدیث ہے۔ کس سے ہو سکتا ہے۔

چوتھی وجہ اختلاف کا جواب

درحقیقت واقعہ معراج بعد نبوت ہوا ہے۔ اور جو شریک کی حدیث مین قبل از وحی کا لفظ وارد ہے۔ اس سے یہ مراد نہین ہے۔ کہ معراج وحی سے پہلے ہوا تھا۔ حاشا و کلاّ۔ بلکہ اس حدیث مین صریح الفاظ کے ساتہ آچکا ہے کہ قبل از وحی کے فرشتہ آیا۔ تو اسوقت وہ آپکو پوچھکر چلا گیا۔ پہر آپنے اُسکو نہ دیکھا۔ یہانتک کہ پہر کسی اور شب کو آیا۔ اور اسوقت آپکو آسمان پر لے گیا۔ ان دونو شب مین جو فاصلہ تھا۔ اسکے تعیین مین اختلاف ہے۔ سات سے لیکر تیرہ سال تک فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس فاصلہ کو ایک شب کا فاصلہ مانا جاوے۔ تب ہی یہ مطلب اس حدیث کا بن سکتا ہے۔ کہ جس شب قبل از وحی فرشتہ آیا۔ اوس شب مین وہ آپکو پوچھکر چلا گیا۔ اوس شب معراج نہین ہوا۔ معراج کسی اور شب ہوا۔

جن لوگون نے شریک کی اس روایت مین لفظ قبل از وحی کو غلط قرار دیا۔ اور شریک کو اوسکے بیان مین متفرد اور دوسرے راویونکا مخالف کہا ہے۔ اُنہون نے اس حدیث کے اس جملہ کیطرف کہ فرشتہ اوس رات آپکو پوچھکر چلا گیا اور پھر نظر آیا۔ توجہ و غور سے نہین دیکھا۔ اور لفظ قبل وحی کو دوسری شب کے معراج سے متعلق کر دیا۔ اور دھوکہ کھایا۔ اور جن لوگون نے اس جملہ کو توجہ سے پڑہا۔ اُنہون نے صاف لکہ دیا ہے۔ کہ شریک نے اس لفظ کے

بیان مین کوئی غلطی نہین۔ یہ لفظ قبل از وحی معراج کا محل و متعلق نہین ہی
بلکہ یہ معراج سے پہلے فرشتہ کے آنے کا محل و متعلق ہے۔ اور اس لفظ
مین شریک منفرد بھی نہین اور راویون نے بھی یہ لفظ بولا ہے۔ اور اس
لفظ کو ان روایات سے جنمین معراج کا بعد از وحی و نبوت ہونا بیان
ہوا ہے۔ کوئی مخالفت نہین۔ کیونکہ اس لفظ کو معراج سے تعلق نہین ہے
اسمقام مین اصل حدیث شریک کے الفاظ معہ ترجمہ نقل کیئے جاتے ہین۔
اور خطوط و حدانی (بریکٹس) مین اسکی شرح مین اقوال بعض شراح منقول ہوتے
ہین۔ جس سے ناظرین کو معلوم ہو گا۔ کہ شریک کی اسمین کوئی غلطی نہین
بلکہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

صحیح بخاری اور اسکی شرح قسطلانی مین ہے۔ تین شخص (مین

جاء ثلثۃ نفر لما قف علی اسمائھم صریحاً لکنھم من الملئکۃ لاکن فی روایۃ میمون بن سیاہ عند الطبری	اُن کے نام پر مطلع نہین ہوا۔ ہان میمون بن سیاہ کی روایت مین جو طبری نے نقل کی ہے۔ جبرئیل و میکائیل کا نام آیا ہے۔)
فاتاہ جبریل ومیکائیل۔ قبل ان یوحی	آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے
الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو۔ محمد وقد روی انہ کان نائماً معہ حینئذٍ عمہ حمزۃ بن عبد المطلب وابن عمہ	ایسے وقت مین آئی۔ کہ آپ مسجد الحرام مین سوتے تھے۔ اُن مین سے اول بولا۔ ان (سونے والون) مین محمد کونسا ہے (ایک روایت
جعفر بن ابی طالب۔ فقال اوسطھم	مین ہے۔ اسوقت آپکے ساتھ دو آدمی
ھو خیرھم فقال اخرھم ولابی ذر عن الکشمیھنی فقال احدھم ای احد	اور سوتے تھے۔ ایک آپ کے چچا حمزہ دوسرے آپکے چچازاد بھائی

النفر الثلثة خذوا خيرهم للعروج
به الى السماء فكانت تلك الليلة
اى فكانت تلك القصة الواقعة
تلك الليلة ما ذكرها فلم يرهم
صلى الله عليه وسلم حتى اتوه ليلة اخرى
لم يعين المدة بين المجيئين فيحمل
على ان المجيئ الثانى كان بعد ان
اوحى اليه وحينئذ وقع الاسراء
والمعراج وان كان بين المجيئين مدة
فلا فرق بين ان يكون تلك المدة
ليلة واحدة او ليالى كثيرة او مدة
سنين وبهذا يحصل الجواب عما
استشكله الخطابى وابن حزم وعبد الحق
وعياض والنووى من قبل قوله
قبل ان يوحى اليه ونسبتهم رواية
شريك الى الغلط لان المجمع عليه ان
فرض الصلوة كانت ليلة الاسراء
فكيف يكون قبل الوحى وان شريكا
تفرد بذلك فارتفع الاشكال كذا
قرره ابن حجر + + اما دعوى تفرد
شريك فقال الحافظ ابن حجر نعم

جعفر) ان ملائکہ سے بیچ والا بولا۔
محمد وہ ہے جو ان مین سے بہتر ہے
پس اخیر والا بولا (کشمیہنی کی روایت
ہے۔ ان مین سے ایک بولا) اس بہتر
کو لے لو (یعنی آسمان پر لے جائیو)
پس اس رات اتنا ہی قصہ واقعہ ہوا۔
(یعنی جو مذکور ہوا ہے) پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو نہ دیکھا یہانتک
کہ کسی اور رات وہ فرشتے آئے (ان
دو دفعہ کے آنے کے بیچ کی مدت مقرر
نہین ہوئی۔ پس یہ قرار دیا جائیگا۔
کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا
تھا۔ اور اسوقت سیر معراج کا وقوع
ہوا۔ ان دو دفعہ کے آنے مین کچھ
مدت تھی۔ تو اس مطلب مین۔ کہ
دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا
کوئی فرق نہین پڑتا۔ خواہ وہ
مدت ایک رات کی ہو۔ یا کئی راتون
کی یا چند سالون کی۔ اس مطلب
سے خطابی وغیرہ کے اس شبہ کا
جواب ادا ہوا۔ جو انکو لفظ قبل از وحی

انہ قد وافقہ کثیر بن خنیس عن انس کما اخرجہ سعید بن یحییٰ الاموی فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ وکذلک الانبیاء تنام اعینہم ولا تنام قلوبہم فلم یکلموا حتی احتملوہ فوضعوہ عند زمزم۔ الحدیث (بخاری صفحہ ۱۱۲۰ قسطلانی صفحہ ۵ جلد ۱۰)	سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس لفظ کے بیان میں اُنہوں نے شریک کو غلطی پر کہا۔ وہ شبہ یہ کہ بالاتفاق نماز معراج میں فرض ہوئی تھی۔ پھر معراج قبل از وحی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ شبہ کہ اس لفظ کو صرف شریک ہی لایا ہے۔ اور کسی نے یہ لفظ نہیں بولا یہ شبہ اس مطلب سے رفع ہو گیا۔

ایسا ہی حافظ ابن حجرؒ نے تقریر کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ اس لفظ قبل از وحی کو کثیر خنیس بھی لایا ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید اموی نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔ یعنی شریک اس میں متفرد نہیں ہے) وہ فرشتے اسحالتمیں آئی کہ آپکا دل بیدار تھا۔ اور آنکھ خواب میں تھی۔ دل خواب میں نہ تھا۔ ایسا ہی اور انبیا کا حال ہوتا ہے۔ اُنکی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔ تب وہ فرشتے کچھ نہ بولے۔ آپ کو اوٹھا کر لے گئے۔ اور زمزم کے پاس لیجا کر رکھا۔ تا آخر حدیث جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر لے جانے کا بیان ہے۔

ایسا ہی **حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری** جلد ۱۳ صفحہ ۳۹۹ میں کہا ہے۔

واما ما ذکرہ بعض الشراح انہ کان بین اللیلتین اللتین اتاہ فیہا الملئکۃ سبع وقیل ثمان وقیل تسع وقیل عشر وقیل ثلثۃ عشر فیحمل علی ارادۃ	اور اسپر یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ ان دو راتوں میں مدت فرق بعض نے سات۔ بعض نے آٹھ۔ بعض نے نو۔ بعض نے دس۔ بعض نے تیرہ

السنین لا کما فہمہ الشارح المذکور انھا لیالی (فتح الباری صـ ۳۹۹ ج ۱۳)	بیان کئے ہیں۔ جس سے سال مراد ہیں نہ راتیں۔ جیسا کہ بعض شراح

نے سمجھا ہے۔ کہ ان اعداد سے راتیں مراد ہیں ''

بعض علماء نے لفظ قبل از وحی کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ قبل از وحی

قیل ان ھذا کان اسراء المنام قبل الوحی واما اسراء الیقظۃ فبعد النبوۃ وقیل بل الوحی ھہنا مقید ولیس بالوحی الذی ھو مبدأ النبوۃ والمراد قبل ان یوحی الیہ فی شان الاسراء فاسری بہ فجاءۃً من غیر تقدم اعلام ۔ (زاد المعاد صـ ۲۴ ج ۱) وقیل المراد بہ قبل ان یوحی الیہ فی بیان الصلوٰۃ (قسطلانی ج ۱۰ صـ ۴۳۶)	خواب کا معراج تھا۔ اور معراج بیداری بعد از وحی ہوا ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ اس وحی سے وہ وحی مراد نہیں جو مبدء نبوت ہے۔ بلکہ خاصکر وہ وحی جو بیان معراج کی بابت ہوئی ہے۔ یا وہ وحی جو حکم نماز میں وارد ہوئی ہے۔ ان تاویلات کو حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں اور قسطلانی نے شرح

بخاری میں نقل کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک لفظ قبل از وحی کو معراج سے تعلق ہی نہیں (چنانچہ الفاظ حدیث سے ثابت ہے۔ اور ائمہ حدیث نے اسکو تسلیم اور بیان کیا ہے) تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے۔ بالجملہ یہ لفظ قبل از وحی کسیطرح اعتراض کا محل نہیں ہے۔ نہ یہ اور روایا کے مخالف ہے نہ اسکا راوی اسکے بیان میں متفرد ہے۔ لہٰذا اس لفظی نظر سے اسحدیث کو دوسری احادیث معراج کی معارض قرار دیکر موضوع ٹھیرانا کادیانی ہی کا کام ہے۔ جو حدیث کا دلی دشمن ہے۔ مومن متبع سنت سے اس دعوی موضوعیت پر جرءت نہیں ہو سکتی۔

ہر چند بعض محدثین سلف نے شریک کی حدیث کے بعض الفاظ پر کچھ کچھ اعتراض کئے ہین۔ جنکی ایک جماعت محدثین نے کہ ازانجملہ ایک ابوالفضل بن طاہر ہین۔ حدیث شریک کی نصرت وموافقت مین کھڑے ہوکر کافی جواب دیئے ہین۔ مگر یہ جرأت کسی محدث سے نہین ہوئی کہ ان الفاظ کے سبب شریک کی حدیث

> تکلم ابن حزم والقاضی عیاض وغیرھما علی حدیث شریک ھذا وانتصر لہ جماعۃ منھم ابوالفضل بن طاھر فصنف فیہ جزءاً وسنذکر ما یتعلق بہ مستوفی عند الکلام علیہ انشاء اللہ تعالی فی موضعہ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۲۳)

کو دوسری احادیث کی معارض ومخالف ٹھہراکر۔ ان سب کو موضوع قرار دیا ہو یہ زہر قاتل عداوت حدیث کا پیالہ کادیانی کا نصیب تھا جو اس نے پی لیا اور اپنے آپ کو دشمن حدیث خصوصاً حدیث صحیحین بناکر ہلاک کیا۔ محدثین سلف مین سے جسنے اپنی غلطی فہم سے کسی لفظ پر کوئی اعتراض کیا ہے۔ اسنے صرف اسی لفظ کو شریک کی اغلاط سے خیال کرلیا۔ اصل حدیث اور اسکے تمام مضمون کو دائرہ صحت سے خارج نہین کیا۔ جیساکہ کادیانی سے عمل مین آیا۔ اور اس سے اسکا چھپا انکار صحت صحیحین بخوبی نکل آیا ہوگیا

اس نوٹ مین کادیانی کے جواب کا جواب بھی ادا ہوا۔ اور ساتھ ہی اسکے کادیانی کا منکر صحت حدیث صحیحین ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ وہ جو اپنی تحریرات واشتہارات مین صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ لکھ چکا ہے۔ وہ اسکا محض نفاق ہے۔ درحقیقت وہ انکی صحت کا منکر ہے۔ امید ہے کہ کادیانی کو اہلحدیث سمجھنے والے اور اس دھوکہ سے اسکے دام مین پھنسنے والے اب اسکو منکر حدیث سمجھکر اسکے دام سے چھٹکارا

پائین گے۔ انشاء اللہ تعالے۔

ہماؔ! قول نمبر ۳ آپ لکھتے ہین۔ احادیث کے دو حصہ ہین۔ اول وہ حصہ جو تعامل مین آچکا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۴) صفحہ ۱۶۲!

کادیانی کا جواب۔ مینے اصطلاح اہلحدیث سے سروکار نہین رکھا ہر شخص اپنی اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے۔ مین نے ضروریات دین کے لفظ سے ان امور کو مراد لیا ہے۔ جنکا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔ وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول ہین۔ جو مسلمان بننے کے لیئے ضروری ہین۔ ہر ایک مسلمان ان تمام احکام کو عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ وہ مسلمان بننے کی حالت مین دائمی طور پر اسکو کرنے پڑتے ہین۔ یا کبھی کبھی کرنے کے لیے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔ بخلاف قصص و اخبار کے جو سلسلۂ تعامل سے خارج ہین۔ مسلمانون کو انکے علم و اطلاع کی کوئی بھی ضرورت نہین ہے۔ مسلمانون سے ایسے آدمی بہت تھوڑے ہین۔ جنکو وہ قصے یاد و معلوم ہون"۔

اسپر نوٹ یہ ہین۔ اس جواب مین کادیانی نے سراسر جھوٹ بولکر سخت دھوکھ دیا۔ اور اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ ضروریات دین سے احکام متعلق عمل کو مراد لیا۔ اور (۲) ان سب احکام کے جاننے اور عمل مین لانے کو مسلمان ہونے کے لیے ضروری شرط ٹھیرایا۔ (۳) اور ہر ایک مسلمان کے ان احکام سے واقف ہونے کا دعوی کیا۔ اور ان احکام عملیہ کے مقابلہ مین احادیث متعلقہ عقائد ایمانیہ اسلامیہ سنیہ کو محض قصص و اخبار ٹھیرا کر ضروریات دین (متعلقہ ضرورت دین) سے خارج کیا۔ (۴) اور انکے جاننے ماننے کو غیر ضروری بتایا۔ (۵) اور اکثر مسلمانون کو ان عقائد

سے بے خبر قرار دیا۔ اور ان چپیوں وعاوی مین ایسا محض کذب و مغالطہ سے کام لیا۔ کہ سچ کو انکے آس پاس بھی پھٹکنے نہین دیا۔ ضروریات دین سے کادیانی کی مراد امور دین متعلقہ حاجت و ضرورت دینی ہین تو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ عملیات فرعیہ (احکام متعلقہ عمل) سے بڑہکر اور پیشتر ان ضروریات مین داخل و شامل ہین۔ کادیانی نے ضروریات دینیہ مین صرف عملیات کو داخل کرنے اور اعتقادیات کو خارج کرنے مین دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ (۱) ان اعتقادیات کو جاننا اور ماننا ایسا ضروری اور مسلمان بننے کا لازمہ ہے۔ کہ ویسا احکام عملیہ کو جاننا ضروری نہین ہے۔ عقائد اسلامیہ سنیہ کا جاننا ہر ایک مسلمان سنی کو ضروری ہی بخلاف احکام متعلقہ عمل کہ ان سب کو ہر ایک مسلمان کا جاننا ضروری و شرط اسلام نہین۔ بلکہ خاص کر اوسی مسلمان کو اس حکم کا جاننا ضروری ہے۔ جو اس حکم کی تعمیل کے لائق ہو۔ مثلاً ایک شخص فقیر ہے۔ اور وہ صرف ادائی حکم نماز کے لائق ہے۔ تو اسپر اس حکم نماز کا جاننا اور اسپر عمل کرنا ضروری ہی۔ اور جب وہ زکوٰۃ کی لائق مالدار ہو جائے۔ تب اسپر احکام متعلقہ زکوٰۃ کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ حج کے لائق مال پیدا کرلے۔ تو اوسوقت اسپر احکام متعلقہ حج کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ تجارت کرنے لگے۔ تو اوسوقت اسپر احکام متعلقہ تجارت کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ ایسے ہی اور ہزاران بلکہ بے شمار احکام ہین۔ جنکا قبل از وقت تمام مسلمانون کو جاننا ضروری نہین ہے۔ اور اعتقادیات کا یہ حال ہے۔ کہ مسلمان کہلانے کے لیے ہر عاقل بالغ کو جو ایمان سے مامور ہے لازم ہے۔ کہ وہ خدا پر اور اُسکے رسولون پر ایمان لائے۔ اور اسکی کتابون اور فرشتون کو ماننے

اور قیامت پر اور مُردون کے جسمون کے ساتھ اوٹھائے جانے اور میدان محشر مین حاضر ہونے پر اور نیک و بد اعمال کا حساب دینے اور مومنونکے بہشت مین جانے اور کافرون کے دوزخ مین داخل ہونے کا یقین رکھے اور سنی بننے کیلئے ہر ایک سنی کو جاننا اور ماننا ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اربعہ کی خلافت برحق ہے۔ اہلبیت نبوی کی محبت جزو ایمان ہے۔ قبر کا عذاب برحق ہے۔ اور اہل توحید گنہ گارون کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے وعلی ہذا القیاس بہت سے اعتقاد ہین۔ جو احکام عملیہ نہین کہلاتے۔ اور اسلیے وہ سلسلہ تعامل مین داخل نہین ہو سکتے۔ **کادیانی** نے اس قسم کے اعتقادیات ایمانیہ وسنیہ کو جاننا اور ماننا مسلمانون کے لیے غیر ضروری بتایا۔ اور اسکے مقابلہ مین بے شمار احکام متعلقہ حج و زکوٰۃ و بیع شرا وہبہ طلاق وغیرہ اعمال کو جاننا تمام مسلمانون کے لیے ضروری ٹھیرایا ہے۔ اسمین بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ (۳) اعتقادیات مذکورہ ایسے ہین جن سے ہزار مسلمان اور سنیون مین سے دس نہ جانتے ہونگے۔ اور بے شمار احکام عملیہ ایسے ہین۔ جنکو ہزار مسلمانون سے صرف دس بیس جانتے ہون گے کادیانی نے جملہ احکام عملیہ سے تمام مسلمانون کو واقف۔ اور اعتقادیات سے اکثر کو ناواقف قرار دینے مین بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اپنی نئی **اصطلاح** کا کادیانی اور ہر شخص کو اختیار ہے۔ مگر دو شرط سے **ایک** یہ کہ جو اصطلاح کوئی مقرر کرے۔ اسکو استعمال مین لانے کے وقت یا اس سے پیشتر مخاطبین کو مطلع کرے۔ اور یہ بتا دے۔ کہ فلان اصطلاح سے میری مراد یہ معنے ہین۔ **دوسری** یہ کہ اس اصطلاح

مین اس فن یا مذہب یا جماعت کا خلاف نکرے جس فن یا مذہب یا جماعت میں شامل ہے ... مدعی ہو کر وہ اصطلاح مقرر کرتا ہے۔ اور جو شخص ان دونو شرط کا خلاف کرتا ہے۔ اسپر اس اصطلاح کے مخالف اصطلاح ہونے کا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی اصطلاح مین بکری کا نام خنزیر مقرر کرکے اسکو حلال کہے۔ اور یہ دعوے کرے۔ کہ دین اسلام مین خنزیر حلال ہے۔ تو اسپر یہ دو الزام قائم ہونگے(۱)۔ اُسنے پہلے سے یا اس کلام کے ساتھ یہ کیون نہ کہدیا۔ کہ خنزیر سے میری مراد بکری ہے(۲) اُس اصطلاح سے تونے اصطلاح دین اسلام کا جسنے بکری کو حلال اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے۔ خلاف کیا۔ لہذا تیرا یہ کہنا اسلام کے مخالف ہے۔

کادیانی نے اعتقادیات سلامیہ کو ضروریات دین سے خارج کرنے مین بعینہ یہی کام کیا ہے۔ تحریر نمبر ہفتم مین ضروریات دین کا لفظ بولا۔ تو اس لفظ کا کوئی مطلب بیان نکیا۔ جسپر وہ پہلے اعتراض کا مورد ہؤا۔ جو ہماری تحریر نمبر ہشتم مین اسپر وارد کیا گیا ہے۔ اب اسنے اس لفظ کا مطلب اصطلاح اہل اسلام کے مخالف یہ بیان کیا ہے۔ کہ اس سے صرف احکام عملیہ مراد ہین۔ تو اب اسپر اعتراض دوم وارد کیا گیا ہے۔ کہ یہ اصطلاح اہل اسلام کے قرارداد کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ اعتقادیات کو عملیات بڑہکر دینی ضرورت و حاجت کا متعلق سمجھتے ہین۔ ایسا ہی کادیانی نے اور نئی اصطلاحات مین کام کیا ہے۔ جسکا بیان قول مابعد اور اقوال آیندہ ہوگا۔ انشاءاللہ تعالٰے۔

ہمارا قول نمبر ۱۳ آپ نے سلامت فہم راوی کو شرط ٹھیرایا ہے۔" (اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۴)

کادیانی کا جواب میں محدثین کا متبع اور شاگرد ہو کر گفتگو نہیں کرتا تا میرے لیے انکی اصطلاحوں کا پابند ہونا ضروری ہو۔ میں (تو خدا تعالے کا شاگرد ہون) اُنہی تفہیم سے گفتگو کرتا ہون۔ سلامت فہم سے میری اصطلاح مین مراد یہ ہے۔ کہ راوی کے دماغ مین کوئی آفت وخلل نہو۔ وہ فاسد العقل مخبوط الحواس۔ نیم مجنون۔ مدہوش نہو۔(۲) تمنے یہ کہا ہے۔ کہ راوی حدیث صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے۔ انکی معانی سمجھنے سے بکلی بے نصیب تھے یہ کم فہمی ہے۔ جو شخص اسقدر بھی فہم نہین رکھتا۔ کہ جو بات وہ دوسرے کو پہنچاتا ہے وہ کس زبان مین ہے۔ عربی۔ یا ترکی۔ یا انگریزی۔ یا عبری مین اسکی تبلیغ کیا خاک کرے گا۔ (۳) تمنے یہ دعوے کیا ہے۔ کہ احادیث بعینہا الفاظ سے منقول ہین۔ یہ محض فضول ہے۔ یہ ہوتا۔ تو مثلاً احادیث معراج مین یہ اختلاف کیون پڑتا۔ کہ کبھی موسےٰ کو چھٹے آسمان پر کہدیا۔ کبھی ابراہیم کو۔ (۴) تمنے امام ابو حنیفہ کی تحقیر کی اور انکی نسبت یہ لکھدیا کہ وہ حدیث نبوی کو پانے سے محروم رہے اور انکا قیاسی اٹکلون پر گذارہ رہا ہے۔ (دیکھو صـ۶۲ سے صـ۶۵ مباحثہ لدہانہ)۔

اسپر ہمارا نوٹ اسجواب مین بھی کادیانی نے محض کذب ومغالطہ سے کام لیا۔ اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کردکھایا ہے۔ کادیانی نے اپنی تحریر نمبر پنجم مین راویون کی شرائط مین ایک سلامت فہم کو (جو صحت کی مرادف ہے۔ اور اسکی ضد مقابل غلط فہمی ہے) شمار کیا تھا۔ ہمنے اسکے جواب مین تحریر نمبر ششم مین کہا تھا۔ کہ فہم معانی حدیث مطلق شرط روایت نہین۔ بلکہ خاص کر اس حالت مین شرط ہے۔ کہ راوی حدیث کو بالمعنی روایت کرے۔ تا کہ اس صورت مین مطلب حدیث مین وہ غلطی نکرے

قادیانی نے اس سیدھی بات کو بتنگڑ بنادیا۔ اور اسکو یہ کہنا قرار دیا۔ کہ حدیث کے
راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے۔ وہ ان الفاظ کی معانی
سے اپنے ناآشنا و بے نصیب تھے۔ جیسے ایک عربی شخص ہندی۔ انگریزی
ترکی۔ اور عبرانی الفاظ کی معانی سے بے نصیب ہوتا ہے۔ اور اس افترا مین
وعید لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن کا کچھ لحاظ نکیا۔ پھر اپنی شرط سلامت فہم (یعنی
عدم غلط فہمی) کا مطلب ازراہ جعلسازی یہ گھڑ لیا۔ کہ اس سے سلامت
ہوش وحواس وعدم خبط وجنون ومدہوشی مراد ہے نہ فہم معانی۔ اور
خوف دنیا وخوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا۔ کہ سلامت فہم کے معنے
اس زمانکس محدث ہو۔ خواہ صرف لغت عرب کا واقف ہو۔ یہی سمجھتا ہے
کہ عدم بیت معانی غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔ اور اس لفظ سے سلامت
حواس وہوش وعدم جنون کے معنے۔ نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے۔ نہ عام
لغت عرب سے واقف۔ اور یہ اصطلاح اپنے اگر خدا تعالیٰ کی شاگردی سے
منفرد رکھی تھی۔ تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اسکا ظاہر کرنا۔ اور ایک
اعلانی اشتہار کا چھاپ دینا۔ میرا فرض تھا۔ ورنہ مجھ پر وہ دونو اعتراض
وارد ہوسکتے ہین۔ جو نوٹ سابق مین بیان ہوئے ہین۔ علاوہ بران اگر
اس لفظ سے میری یہی مراد تھی۔ تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت
حافظہ کہنا۔ ضروری نہ تھا۔ جب دماغ کسی آفت کا محل نہو۔ پھر قوت حافظہ
کا سلامت ہونا۔ اسکے لیے لازم ہے۔ لہذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے
کی حاجت نہین رہتی۔ اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت حافظہ
کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے۔ کہ اسوقت اس لفظ سے میری مراد
دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تھا۔ بلکہ فہم معانی احادیث مین غلطی نکرنا

اد تھا۔ جسپر مخاطب کا اعتراض مناسب معلوم ہوتا ہے۔
ب ناظرین منصفین سے عموماً اور کادیانی کی اتباع سے (جو کسی غرض فاسد
طمع مال یا نکاح ہاے جدیدہ یا ترویج سابق اعتقادات نیچریہ سے اسکے
پیرو نہین ہوئی۔ بلکہ وہ طالب حق ہین۔ اور دہوکہ مین آکر وہ اسکی پیروی
مین پہس گئے ہین) خصوصاً داد انصاف کی درخواست ہے۔ وہ خدارا
طرفداری کو یکسو کرکے دادِ انصاف دین۔ اور ایمان سے کہین۔ کہ کادیانی
کے لفظ سلاستِ فہم کے وہ معنے صحیح ہین۔ جو اسنے اپ گھڑ گھڑ کر بیان کئے ہین
یا وہ معنے جو ہمنے سمجھے اور بیان کئے ہین۔ اور ہمارے اس قول کے۔ کہ
فہم معنے ہر ایک حدیث کی رعایت کے لئے شرط نہین ہے۔ کیا وہ معنے ہین۔
کہ جو کادیانی نے افترا کئے ہین۔ کہ راوی حدیث معانی احادیث سے بالکل
بے نصیب تھے۔ اور وہ صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے۔ انکی نسبت وہ
اسقدر بھی فہم نہ رکھتے کہ وہ الفاظ کے عربی مین یا ترکی یا انگریزی وغیرہ
یا یہ معنے (جو ہمنے بیان کئے ہین) کہ ہر ایک حدیث کی معانی کو راوی حدیث
کا سمجھنا شرط اور لازمی اور ضروری امر نہین ہے۔ بلکہ خاص اسحدیث کے
الفاظ کی معانی کو سمجھنا شرطِ روایت ہے جسکے الفاظ کی معانی کو وہ بیان
کرے اور یہ جائز و ممکن ہے۔ کہ وہ بعض الفاظ حدیث کو ان کی
غریب و نادر اور قلیل الاستعمال ہونے کے سبب باوجودیکہ وہ صاحبِ
زبان ہو اور لغت حدیث سے واقف نہ سمجھے۔ اور اسوجہ سے وہ ان الفاظ
کو بعینہا نقل کردے۔ ناظرین منصفین انصاف سے کام لین گے۔ تو
امید ہے ہمکو ڈگری دین گے۔ اور کادیانی کو بہتانی وجعلساز کہینگے۔
ہم اپنے اس قول اور اسکے صحیح معنے کی تائید مین اقوال محدثین و اصولیین سے

شہادت پیش کرتے ہین۔ تاکہ منصفین کو داد انصاف دینے کے وقت وہ اقوال مدد دین۔

طیبی نے رسالۂ اصول حدیث مین عبارت منقولہ صفحہ ۱۲۷ کی پہلی شروط راوی کے بیان مین کہا ہے ضبط راوی سے یہ مراد ہے۔ کہ راوی بیدار مغز ہو۔ صاحب حافظہ نہ غافل ہو۔ اور نہ بھولنے والا۔ حدیث کو سننے اور بیان کرنے دونو حالت مین جو اگر حفظ روایت کرے۔ تو چاہیے کہ اسکو یاد رکھتا ہو۔ اور اگر کتاب سے دیکھ کر روایت کرے۔ تو چاہیے کہ اُس کتاب کو ضبط کر رکھا ہو۔ (یعنے وہ غلطی و تغیر سے محفوظ ہو) اور اگر حدیث کو بالمعنی روایت کرے۔ تو چاہیے کہ اس غلطی سے واقف ہو۔ جس سے معنے مین خلل واقع ہو اور روایت حدیث کے لیے یہ شرط نہین۔ کہ راوی مرد ہو (یعنے عورت نہو) اور نہ یہ کہ آزاد ہو (یعنے غلام نہو) اور نہ یہ کہ اسکو اسحدیث کی فقہ (یعنے مسائل خفیہ مستنبطہ کا علم ہو۔ اور نہ یہ کہ وہ اسکے غریب (زائد الاستعمال) الفاظ کے معنے جانتا ہو۔ اور نہ یہ کہ وہ بینا ہو۔ اور نہ کوئی معین عدد شرط ہے (کہ اتنے راوی ہون)

والضبط ان یکون متیقظا حافظا غیر مغفل ولا ساہ فی حالتی التحمل والاداء فان حدث عن حفظہ ینبغی ان یکون حافظا وان حدث عن کتابہ ینبغی ان یکون ضابطا لہ وان حدث بالمعنی ینبغی ان یکون عارفا بما یختل بہ المعنی ولا یشترط الذکورة ولا الحریة ولا العلم بفقہہ وغریبہ ولا البصر ولا العدد (رسالہ اصول طیبی)

حنفیہ کے ایک امام شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبد العزیز مصنف کشف و تحقیق نے غایۃ التحقیق مین کہا ہے کہ راوی کا فقیہ ہونا یعنی معانی خفیہ حدیث

لم ینقل عن احد من السلف اشتراط الفقہ فی الراوی (غایۃ التحقیق)

احادیث کو سمجھنا شرط روایت نہین ہے۔ اور بعض الفاظ غریب و نادر الاستعمال حدیث کے معنے سے بیخبر ہونا بڑے بڑے ائمہ حدیث وغیرہ سے مروی ہے فقہ و حدیث کے امام مشہور امام احمد بن حنبل سے کسی نے ایک حدیث کے ایک لفظ غریب کے معنے پوچھے۔ تو آپنے جواب دیا۔ کہ اصحاب الغریب سے (یعنے ان لوگون سے جو الفاظ غریب کی شرح کرتے ہین) پوچھو ہین۔ پسند نہین کرتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین اٹکل سے کچھ کہون تو خطا مین پڑون۔

روینا عن المیمونی قال سئل احمد بن حنبل عن حرف من غریب الحدیث فقال سلوا اصحاب الغریب فانی اکرہ ان تکلم فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالظن فاخطی۔ (علوم الحدیث ابن الصلاح)

عربیت اور نحو کے امام اصمعی سے ایک شخص نے پوچھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے۔ کہ ہمسایہ اپنے سقب کا حق دار ہے۔ کیا معنے ہین۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کوئی تفسیر نہین کرتا۔ ہان اتنا کہتا ہون۔ کہ عرب سقب اسکو کہتے ہین جو ملا ہوا ہو۔ یہ اقوال ان ائمہ کے ابن الصلاح نے علوم الحدیث مین بیان کئے ہین۔ پھر کہا کہ غریب الفاظ

وبلغنا عن التاریخی محمد بن عبد الملک قال حدثنی ابو قلابۃ عبد الملک بن محمد قال قلت للاصمعی یا ابا سعید ما معنی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجار احق بسقبہ فقال انا لا افسر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن العرب تزعم ان السقب اللزیق ثم ان غیر واحد من العلماء صنفوا فی ذلک النضر بن شمیل وابو عبیدۃ معمر

المثنی وابوعبید القاسم بن سلام وابو سلیمان الخطابی - (علوم الحدیث ابن الصلاح مختصرا)

حدیث مین جن لوگون نے کتابین تصنیف کی ہین - وہ امام نضر بن شمیل ہین اور امام ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ اور امام ابو عبید قاسم بن سلام اور امام ابو سلیمان خطابی تا آخر

اس بیان سے آپ کے دو کذب و مغالطے ظاہر ہوئے جو ہماری کلام کو بگاڑنے اور اپنے قول کے جعلی معنے کرتے ہین - آپ سے سرزد ہوئی ہین - اب آپکے باقی دو کذب و مغالطون کی کیفیت ناظرین سنین صحابہ کی حدیث نبوی کو بالفاظہ روایت کرنے کا مدعی مین ہی نہین ہون - یہ دعویٰ بہت سی علما نے کیا ہے - جنمین وہ لوگ بھی داخل ہین - جنکی کلام سے آپ بھی اپنی تحریر نمبر ہشتم مین متمسک ہوتے ہین - اور اس دعوے پر دلیل صحابہ کی وہ روایات ہین - جنمین انہون نے دو لفظون کو باوجود ہم معنے یا قریب المعنی ہونے کے شک کے ساتہ بیان کردیا ہے - اور ان کے معنے پر نظر کر کے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نکیا - علامہ تفتازانی (جن کی کلام کے غلط معنے سمجھکر اسکی دست آویز سے اپنے صحیح بخاری مین حدیث موضوع کے پائے جانے کا دعوے کیا ہے -) اپنی کتاب **تلویح کے صفحہ ۲۲۵** مین فرماتے ہین - کہ عادل صحابہ کا ظاہر یہ حال تہا

اما تا بیا فلان الظاهر من حال عدول الصحابة نقل الحديث بلفظه ولهذا نجد في كثير من الاحاديث شك الراوی وانما استفاض النقل بالمعنى عند العلماء لنقود الحديث

کہ وہ حدیث کو بلفظہ نقل کرتے - یہی وجہ ہے - کہ ہم بہت سی احادیث مین (دو ہم معنے لفظون کو) صحابہ کا شک کے ساتہ بیان کرنا پاتے ہین - اگر وہ روایت بالمعنے کرتے -

بالروایۃ والتدوین۔ (توضیح صفحہ ۲۲۵) توان الفاظ کے بیان مین وہ معنے کا لحاظ کر کے صرف ایک لفظ پر اکتفا فرماتے۔ حدیث کو بالمعنے روایت کرنا۔ تو علماء مین تب مروج ہوا ہے۔ جبکہ احادیث کے الفاظ روایت اور تصنیف سے مقرر ہو چکے تھے۔
علامہ سندہی نے دراسات مین فرمایا ہے۔ کہ حفظ الفاظ حدیث مین صحابہ کے

ومن شدۃ اعتنائھم فی حفظ الالفاظ شکھم وترددھم بین اللفظین وعدم اقتصارھم علی احدھما حتی ظن ذالک من الدلیل علی عدم صحۃ النقل بالمعنی فی اللفظین المتقاربین جدًا فی المعنی کما فی حدیث عبداللہ بن مسعود فی صلوۃ الوسطی ملاء اللہ اجوافھم وقبورھم نارًا او حشی اللہ اجوافھم وقبورھم نارا الخ (دراسات صفحہ ۱۸۲)

کمال توجہ پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے دو ہم معنے لفظون کے بیان مین شک و تردد ظاہر کیا اور انمین سے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نکیا یہانتک کہ انکے اس فعل کو اس مسئلہ پر دلیل سمجھا گیا کہ حدیث کو بالمعنے روایت کرنا جائز ہی نہین چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث صلوۃ الوسطے مین لفظ ملاء اللہ او حشی اللہ شک سے وارد ہی (جسکے معنے پر کرنے کے ہین) اسکے بعد علماء نے امام ابن عبدالبر سے اس فعل ابن مسعود سے عدم جواز روایت بالمعنے نکلنے کا جواب نقل کیا ہے۔ اور ان الفاظ کی مثالین کتب حدیث مین بہت پائی جاتی ہین۔ ازانجملہ بخاری کے یہ بصفحہ ۱۴۴ حدیث کسوف مین لفظ مومن۔ یا موقن اور لفظ منافق یا مرتاب شک کے ساتھہ مروی ہین۔

اس دعوی کے مقابلہ مین جو کا دیانی نے حدیث معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی حضرت موسی کو چھٹے آسمان پر دیکھنا اور کبھی حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان کیا اور اسکو روایت کے بالالفاظ مروی ہونے پر دلیل ٹھرایا ہے۔ یہ اسکا محض مغالطہ ہے۔ توضیح سابق مین ثابت ہو چکا ہے کہ ان الفاظ مین

کوئی مخالفت نہین یہ دونون حضرت چھٹے آسمان پر دیکھے گئے تھے۔

حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توہین و تحقیر کا الزام جو کادیانی نے خاکسار پر لگایا ہے اور انکے حق مین یہ کلمات کہنے کا کہ وہ حدیث نبوی سے محروم رہے ۔ اور قیاسی ڈھکلون پر انکا گذارہ رہا۔ محض بہتان کیا ہے ۔ اسمین کادیانی نے سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

حضرت امام الائمہ کی توہین کرنے والے پر خاکسار ہزار لعنت بھیجتا ہے ۔ اور ناحق تہمت کرنے والے پر ہزار نہین تو پانسو ہی سہی ۔ کادیانی سچا ہے تو اسپر آمین کہے اور بیش باد کا نعرہ بلند کرے ۔ خاکسار نے تو حضرت امام صاحب کی نسبت صرف اتنا کہا تھا ۔ کہ اگر صحیح بخاری امام صاحب کے وقت مین ہوتی تو امام اعظم صاحب اسکو آنکھ پر رکھ لیتے پہر اسکی تائید و تصدیق مین امام شعرانی کی عبارات میزان سے نقل کر دی۔ جسکا خلاصہ یہ ہے ۔ کہ حضرت امام صاحب کی وقت مین حدیثین جمع نہوئی تہین ۔ اسلئے آپکو دوسرے امامون کی نسبت احادیث کم پہونچین ۔ اسیوجہ سے آپنے قیاس کیا ۔ یہ بات نہین ۔ کہ آپنے حدیث کے ہوتے قیاس کی طرف رجوع کیا جیسا کہ امام کی معترضین اور مخالفین سمجھتے ہین ۔

اصل کلام خاکسار و عبارت شعرانی رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۴ کے صفحہ ۱۹۹ مین اور کادیانی کے مطبوعہ مباحثہ کے صفحہ ۷۹ مین ناظرین ملاحظہ فرماکر داد انصاف دین کہ وہ کلام خاکسار و عبارت شعرانی امام صاحب کی مدح و تعریف کی مثبت ہے یا اُنکی توہین کی موجب ۔ خاکسار کا کلام تو امام صاحب کی مدح و تعریف کے سوا کچھ ہو ہی نہین سکتا ۔ امام شعرانی کی عبارت بھی آپکی مدح و تعریف و حمایت ہی مین فرمائی گئی ہے ۔

اس عبارت سے پہلے بصفحہ ۷۱ میزان کبریٰ امام شعرانی نے ایک فصل منعقد کرکے کہا ہے ۔ کہ اس فصل مین اُس شخص کے قول کا ضعف بیان ہوتا ہے ۔ جو یہ کہتا ہے ۔

کہ امام ابو حنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے۔ پھر کہا یہ کلام اُس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے اور اپنے دین مین دلیر ہے گفتگو مین پرہیزگار نہین اور خدا تعالی کے اس قول سے غافل ہے جسمین ارشاد ہے۔ کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اسکے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر و تیار ہے پھر امام شعرانی نے حضرت امام صاحب کے بہت سے ایسے اقوال نقل کئے ہین جنسے آپکا رائے سے بیزار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے اسکے بعد صفحہ ۷۲ مین وہ عبارت فرمائی ہے جسکو کادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اَب ناظرین انصاف کرین کہ اس مدعا و غرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہین۔ ہمارے زمانہ کے سرا مد حنفیہ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر مین اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید مین لائے ہین۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ احادیث و آثار کے متبع تھے حدیث کے مقابلے مین قیاس نہ کرتے تھے۔ پھر اس عبارت کو نقل کرکے اسکی نسبت فرماتے ہین کہ یہ عبارت اُن بدگمانون کے لئے۔ جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے مین قیاس کرنیوالا سمجھتے ہین نافع ہے اور انکے اوہام کے دافع ہے۔ اس عبارت میزان مین اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام مین امام صاحب کی مدح اور برأت پر اس سے تمسک و استدلال نہ کیا جاتا

> وما اتباعہ الاحادیث والاثار خلاف ما یظنہ الطاعن انہ یقیس علی خلاف الحدیث فیدل علیہ ما اوردہ فی المیزان الی ان نقل عبارتھا۔ ثم قال ومطالعۃ المیزان لھم نافع ولاوھامھم دافع۔
> (النافع الکبیر ص۱۰)

کادیانی نے اس الزام و اتہام توہین امام صاحب سے حنفیون کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے اُلٹا نتیجہ نکلا اسکا دجال ہونا ثابت ہوا اور اسکا وہ داؤ

نہ چل سکا کسی حنفی نے اسکو اپنا دوست نہ سمجھا بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان و پنجاب نے اوسکو اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اسکی معتقدات پر کفر کا فتویٰ لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کاربند ہوکر ہر شہر و دیار مین کادیانی پر نعرہ لعنت و تکفیر بلند کیا۔ اور ہر جلسہ و مجمع مین اسکی مکفرین کا ساتھ دیا۔ اور اس افترا مین وہ خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا۔

ہمارا قول نمبر ۹ شاید آپ کہین کہ احادیث بھی بالمعنے روایت ہوئے ہین۔ جیسا کہ آپکے مقتدا سید احمد خان نے کہا ہے جسکی تعلیم سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھیرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۴)

کادیانی کا جواب۔ سید احمد خان ہلیر مقتدا نہین[۲] صحابہ حتی الوسع حفظ الفاظ بھی کرتے مگر انکی روایتون پر اعتماد کرنے کے لئے سلامت فہم ضروری شرط ہے۔ کیونکہ اگر فہم مین بباعث پیرانہ سالی۔ یا اختلال دماغ کی کوئی آفت پیدا ہو جاوے تو پھر حفظ الفاظ کافی نہین۔ اس صورت مین تو الفاظ مین بھی شک پڑتا ہے۔ کہ شاید اختلال دماغ کے سبب سہو اسمین بھی کچھ تصرف ہو گیا ہو۔ قرآن[۳] کریم کی نسبت خدا تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ اسمین ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہر ایک امر کا بیان ہی محجوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہین کہ گویا وہ قرآن پر کچھ زوائد بیان کرتے ہین یا بعض احکام مین اُنکے ناسخ ہین[۱]۔ اور نہ زوائد بیان کرتے ہین۔ بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہین۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جسمین یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قاضی بنا کر یمن مین بھیجا۔ تو فرمایا کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کریگا۔ اوسنے کہا

---

[۱] یہان آپ یہ لکھنا بھول گئے ہین یا آپکا کاتب بھول گیا ہے۔ کہ در حقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی ناسخ ہین اور نہ زوائد ہے۔

مر پر۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کتاب اسمین نہ پا دیگا۔ تو پھر کس چیز پر۔ تب اوسنے
کہ پھر حدیث پر تا آخر) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن مین ہر ایک امر
ہے۔ کوئی چیز اس سے باہر نہین۔ لہذا حق الامر یہ ہے کہ جو چیز قرآن کے باہر یا
ف ہو وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہین کیونکہ وحی غیر متلو کی
مسائل قرآن سے مستخرج و مستنبط کئے گئے ہین۔ لہذا جو حدیث از قسم حصہ دوم (قصص
ونکو پرکھنے کے لئے قرآن معیار و محک ہے یعنے جو حدیث قرآن مین نہین یا اسکو
ہے وہ موضوع ہے۔

اس جواب مین بھی قادیانی نے کذب و مغالطہ سے کام لیا اور اپنا دجال
کیا۔ اسمین آپنے تین دعوی کئے ہین ایک یہ کہ سید احمد خان میرا مقتداء
اس دعوی کا کذب ہو تا صفحہ ۱۹۳ نمبر ۶ جلد ہذا مین ظاہر ہو چکا ہے مین ثابت کیا گیا
سید احمد کا شاگرد ہے اسنے جو ملحدانہ ایجاد کیا ہے اسکو سر سید سے بعینہ یا بلفظہ
ن اس شاگردی کے ساتھ وہ سر سید سے بڑھ گیا۔ اور اسکا مقابل بن بیٹھا ہے جسکی
۱۸۱ و ۱۸۵ جلد ہذا مین ہو چکی ہے۔

یہ کہ صحابہ کی مرویات پر اعتماد کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ وہ محض الہام
گئے تھے۔

مین اوسنے بہت غضب ڈہایا ہے اور دہوکہ دیا اور یہ بندوبست کرنا چاہا ہے
یث کو اپنے مذہب ملحدانہ کے مخالف دیکھا اوسکو اس بہانہ سے کہ اسکا راوی
الحواس ہو گیا تھا رد کر دیا۔

کے کذب و مغالطہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ کی عدالت بالاجماع مسلم ہے۔
صلاح نے علوم الحدیث مین فرمایا ہے۔ کہ جملہ صحابہ کا یہ خاصہ ہے۔ کہ انکی عدالت

سے سوال نہو یہ سوال اُنسے اوٹھایا گیا	حابۃ باسرھم خصیصۃ وھی

انہ لا یسئل عن عدالۃ احد منہم بل ذلک امر مفروغ عنہ لکونہم علی الاطلاق معدلین بنصوص الکتاب والسنۃ واجماع من یعتد بہ فی الاجماع (علوم الحدیث ابن الصلاح)

ہے۔ کیونکہ وہ بلا تفصیل بحکم کتاب وسنت واجماع عادل ہین۔ پھر اسپر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ بات کادیانی خود لکھہ چکا ہے۔ کہ عدالت تب ہی قائم رہ سکتی ہے۔ جبکہ ہوش وحواس قائم ہون۔ مباحثہ لدہانہ صفحہ ۸۰ مین اوسکی تحریر نمبر ہشتم مین یہ عبارت موجود ہے۔ آپ (خاکسار کو فرماتے ہین) اپنے بیان مین راوی کے لئے عدل کی شرط لگاتے اور صفت عدل صفت سلامت کی تابع ہے۔ اگر سلامت فہم مین آفت ہو صفت درست فہمی مین اختلال راہ پاوے تو ہر کسی کے قول وفعل مین عدل قائم نہین رہ سکتا۔" اس کلام واعتراف کے ساتھ پہر اُسی تحریر ہشتم مین کادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کی روایات پر تب ہی اعتماد کیا جاویگا۔ جبکہ اُنکی فہم مین سلامت ہو یعنے اختلال نے راہ نہ پائی ہو اس کہنے کے برابر ہے۔ کہ وہ سب عادل نہ تھے۔ انمین بعض ایسے لوگ بہی تھے جو مختل الحواس ہوکر ساقط العدالت ہو چکے تہے۔ جو قرارداد اہل اسلام کے مخالف ہے۔ اور محض کذب اور مغالطہ ہے۔

تیسرے دعوے مین کادیانی نے عجیب رو بہ بازی کی ہے۔ اور اپنے دجال ہونے کی پوری داد دی ہے۔ قرآن شریف کو جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا متضمن ٹھیرایا۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد نزول حضرت مسیح وخروج دجال کو قصص واخبار بناکر اس وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھیرایا۔ کہ قرآن مین اُنکا مضمون پایا نہین جاتا۔ ومصداق برطبق مثل مشہور "دروغ گورا حافظہ نباشد" اور بحکم نص قرآن فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقھون ونص واللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔ یہ دو فقرے بہی اُسکی قلم سے نکل گئے۔ (۱) احادیث مجمل اشارات قرآن کی شارح ہین۔ (۲) احادیث صحیحہ قرآن سے

باہر نہین۔ کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستنبط کئے جاتے ہین۔
لہذا اس دعوی سوم کے ابطال اور اسکی روبہ بازی کے اظہار کے لئے ہمکو زیادہ تکلیف
اُٹھانے کی ضرورت نہین۔ صرف ان ہی دو فقرون کے دست آویز سے یہ کہنا کافی
ہے۔ کہ جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا قرآن مین پایا جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ قرآن
مین ان امور کا بیان موجود ہے۔ مجمل خواہ مفصل۔ جس آیت مین اس تفصیل کا ذکر
ہے۔ اسمین تفصیل سے مطلق بیان مراد ہے۔ نہ وہ تفصیل جو اجمال کے مقابل
ہوتی ہے **قرآن** مین پانچ جگہ یہ لفظ تفصیل آیا ہے۔ جہان مطلق بیان ہی کے معنے
مراد مین۔ (جو آپکی قلم سے بھی یہ لفظ تفصیل بطور تفسیر نکل گئے ہین) تفصیل مقابل اجمال
مراد نہین۔ اور جو قرآن کا بیان اجمالی ہے۔ اسکی تفصیل و شرح حدیث صحیح نے
کردی ہے۔ چنانچہ آپنے بھی فقرہ نمبر ا۔ مین اقرار کیا ہے۔ اور اسکی **مثال** حکم
ممانعت وشم ہے جو حدیث مین وارد ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے اسکو اس وجہ
سے داخل قرآن قرار دیا ہے. کہ وہ قرآن کے اس مجمل و عام حکم کے۔ کہ جو کچہ تمہین رسول
دے لے لو۔ اور جس چیز سے روکے اُس سے رک جاؤ۔ داخل و شامل ہے۔ چنانچہ
نمبر ۷ جلد ۱۴ کے صفحہ ۲۰۵ مین مفصل بیان ہوا۔

بناءً علیہ احادیث صحیحہ متعلقہ نزول حضرت مسیح و خروج دجال جسکو قادیانی نے
قصص و اخبار بنا کر خارج از قرآن و مخالف قرآن ٹھراکر ساقط الاعتبار کیا ہے۔
قرآن مین داخل ہین اس سے باہر نہین قرآن نے نزول حضرت مسیح کو پانچ آیتون
مین مجملاً ذی الوجوہ الفاظ سے بیان کیا ہے۔ احادیث نے ان وجوہات سے بعض وجوہ
کی تفصیل و تعیین کردی ہے۔ لہذا ان احادیث کو ماننا عین قرآن کو تسلیم کرنا ہے۔
آپنے احادیث متعلقہ احکام فرعیہ عملیہ اختلافیہ کو تو اس اصول سے قرآن مین داخل
اور اسکے مجمل اشارات کی شارح تسلیم کیا ہے۔ اور ان احادیث کو پرکھنے کے لئے محتاج

قرآن نہین ٹھہرایا۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو جو احادیث عملیہ فرعیہ اختلافیہ سے بڑھکر صحیح اور قطعی ہین قرآن سے خارج کیا اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے۔ اسمین اپنے اصول کا خود خلاف کیا اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔

ہمارا قول نمبر ۶ آپنے باستدلال آیہ وان الظن لا یغنی من الحق شیئًا احادیث پر اعتراض کیا ہے (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۸)

کادیانی کا جواب میرا عام طور پر احادیث پر اعتراض نہین۔ بلکہ اُن احادیث پر اعتراض ہے جو اول قطعیہ بینہ قرآن کے مخالف ہون۔ (مباحثہ کادیانی مطبوعہ نمبر ۹)

اسپر نوٹ یہ محض کذب ہے۔ جسمقام مین اپنے اس آیہ سے تمسک کرکے احادیث کو ظنی اور ناقابل وثوق ٹھہرایا ہے۔ اس مقام مین عمومًا الفاظ احادیث پر اعتراض کیا ہے۔ اور انمین تعارض تجویز کرکے انمین وقوع تحریف کا دعویٰ کیا ہے۔ اس اعتراض اور دعویٰ سے احادیث مخالفہ قرآن کو مخصوص نہین کیا۔ ناظرین اصل عبارت مقام مذکور مباحثہ کادیانی کے صفحہ ۹ مین اور رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۸ مین ملاحظہ کرین۔

ہمارا قول نمبر ۷۔ علمار کا حنفی ہون یا شافعی اہلحدیث ہون یا اہلفقہ۔ اسپر اتفاق ہے۔ کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے (اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۲)

کادیانی کا جواب حنفیون شافعیون کا یہ مذہب نہین۔ کہ مخالفت قرآن کیحالت مین خبر واحد واجب العمل ہے۔ حنفیہ بجز خبر مشہور کسی حدیث سے قرآن پر زیادتی کو جائز نہین رکھتے۔ شافعی بجز متواتر کسی حدیث سے زیادتی جائز نہین رکھتے۔ آپنے کس سے سُن لیا۔ کہ ان سب کے نزدیک خبر واحد ہرحال واجب العمل ہے۔

اسپر نوٹ سنی سنائی باتین لکھنا آپ ہی کا کام ہے جو نہ کتابون مین نظر نہین کرتے ہین نہ کسی اہل علم سے استفادہ۔ آپکا علم لدنی (خیالی) ہے۔ اور معلم و استاد حکیم نورالدین

انہون نے جو کہا ہے اپنے مان لیا - ہم تو ایسی بات کوئی نہین کہتے جو کسی کتاب مین نہو - آپ جس کتاب اصول سے چاہین ہم یہ مسئلہ اسکو نکال دیتے ہین -
کتاب **توضیح** مین ہے تیسری (خبر واحد) مفید ظن ہے اور وہ وجوب عمل کے لئے کافی ہے -
تلویح مین ہے جمہور کا یہی مذہب ہے - کہ وہ (خبر واحد) عمل کو واجب کرتی ہے - نہ یقین و اعتقاد کو -

الثالث یوجب غلبة الظن اذا اجتمع الشرائط التی اذکرها وھی کافیة لوجوب العمل (توضیح صـ۳۰۴)
الجمہور ذھبوا الی انه یوجب العمل دون العلم (تلویح صـ۳۰۴)

اسمقام مین ہمنے صرف اتنا ہی دعوی کیا تھا سو اسکا ثبوت دیدیا - رہا یہ مسئلہ کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے یا نہین - اور وہ کتاب اللہ کے معارضہ مین مقبول ہے یا نہین - سو اس مقام مین اجنبی ہے - ہمارے نزدیک احادیث محل نزاع (متعلقہ نزول حضرت مسیح و خروج دجال وغیرہ) کتاب اللہ کے مخالف نہین - بلکہ عین موافق و مطابق ہین - چنانچہ نمبر۱ صـ۲۹۸ وغیرہ مین مذکور ہوا - لہذا اس مقام مین ہمکو اس مسئلہ کے بیان اور مذاہب کی تفصیل کی ضرورت نہ تھی - **کادیانی** نے جو اس باب مین **شافعیون کا** مذہب نقل کیا ہے - اسمین بھی کذب سے کام لیا ہو اور اپنی بے علمی کا اظہار کیا ہے -
امام **شافعی** رحمة اللہ علیہ عام کتاب اللہ کی خبر واحد سے تخصیص اور اس طور سے قرآن پر زیادتی کو جائز رکھتے ہین - چنانچہ توضیح تلویح مین تفصیل بیان ہوا ہے -

ولکن عند الشافعی لما ھو دلیل فیه شبهة فیجوز تخصیصه بخبر الواحد والقیاس ای تخصیص عام الکتاب بکل واحد من خبر الواحد والقیاس (توضیح تلویح صـ۱۷)

ہمارا قول نمبر ۸۔ اسی وجہ سے خاصکر صحیحین کی نسبت علماے اسلام نے جن مین مقلد حنفیہ و محدث سب داخل ہین اتفاق کیا ہے۔ کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہین۔ ۔ ۔ ۔ اسپر جو آپ کا یہ سوال ہے۔ کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم مسلمانون مین اتفاق کے ساتھ مسلّم چلی آئی ہین۔ تو بعض علما حنفیہ وغیرہ نے اس حدیث کا خلاف کیون کیا۔ اور سبھی نے انکے موافق مذہب کیون اختیار نہ کیا۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ خلاف فہم معانی مین اختلاف پر مبنی ہے۔ یا بعض وجوہات ترجیح پر آپ فتح القدیر و برہان ملاحظہ کرین۔ رسالہ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۳ اسی صفحہ ۲۰۱ تک

کادیانی کا جواب۔ یہ سفید جھوٹ ہی اگر علماے متقدمین کے نزدیک بخاری مسلم کی حدیثین بغیر کسی عذر نسخ وغیرہ کے بہر حال واجب العمل ہوتین تو وہ بھی آپ کی طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑہتے رفع یدین کرتے۔ (۲) آپکا یہ کہنا کہ وہ دوسرے طور پہ سمنے کرتے ہین۔ دوسرا جھوٹ ہی۔ وہ تو صریح منسوخ یا ضعیف قرار دیتے ہین۔ آپ سچے ہین تو لودہانہ کے علما سے شہادت دلائین۔

اسپر نوٹ۔ کسی پہ صرف منہ سے جھوٹ بولنے کا دعوی کرنا آسان ہے۔ مگر انسان اور مرد میدان وہ ہی جو اپنے دعوی کو ثابت کرے۔ آپ انسان اور مرد میدان ہین تو۔ اِن اپنے دونو دعوون کو حنفیہ کی کتابون سے حنفی علما کے مجمع مین ثابت کردین۔ یہ نہو سکے (اور ہرگز نہوگا۔ آپ میدان مین نہ نکلین گے۔ اور نہ کسی کتاب سے متقدمین حنفیہ کے اسکا ثبوت پیش کرین گے) تو اس باب مین مباہلہ کرین۔ میدان مین آوین اور قسمون کے ساتھ کہین۔ کہ بعض حنفیون نے بعض احادیث صحیح بخاری کے برخلاف عمل کیا ہے۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ انہون نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اسکی یہ وجہ نہین۔ کہ انکی تاویل و معانی مین اختلاف کیا ہے یا اور وجوہات سے انکی معارض حدیثون کو ترجیح دی ہو۔ یہ بات جھوٹ ہو تو قائل پر خدا کی لعنت

خاکسار نے اپنے بیان مین دو دعوے کئے ہین۔ از انجملہ اول دعویٰ کے ثبوت مین اقوال علما محدثین وفقہا صفحہ ۱۶۵ سے صفحہ ۲۰۰ تک جلد ۱۴ مین نقل کر چکا ہی اور دوسرے دعویٰ کے ثبوت کی لئے فتح القدیر اور برہان شرح مواہب الرحمٰن کا حوالہ دیچکا ہی اس ثبوت خاکسار کو اہل اسلام کی پبلک کافی نہ سمجھے تو مین اور ثبوت دینے کو مستعد ہون اور کادیانی مباہلہ چاہے تو مین اسکے لئے بھی حاضر ہون۔

دعوے ضعف کے ساتھ لفظ منسوخ کو جو کادیانی نے ملا دیا ہمین اُس نے مسلمانون کو **دھوکا** دیا ہے۔ اور اپنا **دجال** ہونا ثابت کیا ہے۔ بیشک بعض احادیث صحیحین کو بعض حنفیہ نے منسوخ قرار دیا ہے۔ مگر کسی حدیث کے منسوخ ہونیسے اسکا ضعف ثابت نہین ہوتا۔ نسخ تو آیات قرآن مین بھی پایا جاتا ہے۔ جس سے کوئی مسلمان نہین نکالتا۔ کہ وہ آیات ضعیف ہین یعنے اُنکا قرآن سے ہونا ثابت نہین۔

آپنے جب دیکھا کہ کسی حدیث بخاری کو حنفیون کا ضعیف قرار دینا تو مجہ سے ثابت نہو سکیگا۔ تو بعض کا اسکے ساتھ منسوخ ہونے کا لفظ لگا دیا۔ اور یہ خیال نکیا۔ کہ مسلمان اس دھوکہ مین نہ آئینگے۔ وہ جانتے ہین کہ منسوخ ہونے سے ضعیف ہونا ثابت نہین ہوتا۔

ہمارا قول نمبر ۹۔ امام ابن الصلاح نے فرمایا ہے۔ کہ انکی اتفاقی حدیثین موجب یقین ہین (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۴)۔

کادیانی کا جواب ابن الصلاح کا قول حجت نہین۔ اسکا قول حجت ہے تو چاہیے کہ ان لوگون کا قول بھی حجت ہو۔ جنہون نے بخاری مسلم کی حدیثون مین قدح کیا ہے۔ تلویح[1] مین لکھا ہے۔ کہ بخاری مین یہ حدیث ہے یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ الخ (یعنے جو صاحب تلویح کی نزدیک مجروح وموضوع ہے) مسلم[2] کی شرح نووی مین شریک کی حدیث

مین (جو بخاری مسلم مین ہے) قبل الی یوحی الیہ کا لفظ غلط لکھا ہے۔ نووی
نے شرح مسلم مین حدیث اقضِ بینی و بین ھذا الکاذب کا
جھوٹا ہونا تجویز کیا ہے۔
اسپر نوٹ۔ ابن الصلاح یا کسی اور شخص کا قول بلا دلیل تسلیم نہین کیا جاتا۔
اور نہ تسلیم کرایا جاتا ہے۔ بلکہ جس قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو۔ اسی کو تسلیم
کیا اور کرایا جاتا ہے۔ کسی امام کا ہو۔ خواہ کالے چور کا۔
قول **ابن الصلاح** کی دلیل صحت صحیحین پر اجماع امت ہے جسکو مخالفین و موافقین
نے نقل کیا ہے چنانچہ صفحہ ۱۱ وغیرہ مین منقول ہوا۔ اس اجماع سے قطعیت صاف
ثابت ہوتی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ آپ اشتہار **یکم اگست** ۱۸۹۱ء مین خود مان
چکے ہین۔ کہ مین بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتا ہون۔ اس اظہار یقین
کے بعد آپکو ابن الصلاح کا قول ماننے سے کب عذر ہو سکتا ہے۔
اب اُن لوگون کے اقوال کو دیکھا جاتا ہے۔ جنھون نے صحیحین کی حدیثون پر جرح و قدح کیا ہو۔
وہ بے وجہ و بلا دلیل نکلے تو پھر وہ کیونکر لائق تسلیم ہو سکتی ہین۔ **تلویح** مین جو حدیث
یکثر لکم الاحادیث پر جرح کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری اس جرح سے یقیناً پاک ہے۔
وہ حدیث موضوع صحیح بخاری مین نہین ہے۔ بلکہ وہ کافرون جیسے مرتدون کی بنائی
ہوئی ہے۔ چنانچہ رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۴ صفحہ ۱۰۵ وغیرہ مین بیان ہوا ہو۔
صاحب **تلویح** نے جو اس حدیث کو موضوع کہا ہے، اور اسپر جرح کیا ہے۔ تو اسنے
صحیح بخاری یا اسکے مصنف کو نشانہ نہین بنایا اور نہ یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ یہ حدیث
صحیح بخاری مین ہے۔ قادیانی نے جو کہا ہے۔ کہ تلویح مین لکھا ہے۔ کہ صحیح بخاری
مین یہ حدیث ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ تلویح مین یہ لفظ ہرگز نہین لکھا ہے کہ
صحیح بخاری مین یہ حدیث ہو۔ بلکہ تلویح مین اس حدیث کو رد کرنے اور موضوع قرار دینے کی یہ فقرہ لکھا ہے

ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لاینافی الانقطاع اوکون احد رواتہ غیر معروف۔ جسکا ترجمہ لفظی یہ ہے "کہ بخاری کا اسکو اپنی صحیح مین لانا اس کے منقطع اور اسکے راوی کے غیر معروف ہونیکے مخالف نہین"۔

یہ قول صاحب تلویح کا بقول **ملا خسرو** محشی تلویح کتاب **کشف** کے مصنف کے اس سوال کا کہ یہ حدیث بخاری مین ہے۔ رد وجواب ہے۔ صاحب تلویح اسکے جواب مین گویا یہ کھتے ہین کہ اگر بقول تمہارے یہ حدیث بخاری مین ہے۔ تو بھی صحیح نہین ہوسکتی۔ کیونکہ یہ منقطع وغیر متصل ہے اور اسکا راوی غیر معروف ہے۔ صاحب تلویح نے صاحب کشف کے قول کو بطور فرض محال تسلیم کرکے اسکا یہ جواب دیا ہے۔ خود اپنے علم یا روایت سے اس حدیث کا بخاری مین ہونا بیان نہین کیا۔

قولہ ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لاینافی الانقطاع اقول فیہ رد علے صاحب الکشف حیث قال ان الامام ابا عبداللہ محمد بن اسمعیل البخاری اورد ھذا الحدیث فی کتابہ الخ صـ

کادیانی نے غضب کیا ہے۔ یہ لفظ کہ "بخاری مین یہ حدیث ہے" از خود گھڑ لیا اور صاحب تلویح کی طرف منسوب کرکے اسپر افترا کیا۔

مباحثہ لودہانہ کے جلسہ آخیر مین کادیانی کو اسکے اس کذب پر **متنبہ** کیا گیا۔ تو کادیانی اور اسکے ایک کاسہ لیس نے اسکے جواب مین عذر بدتر از گناہ کیا۔ اور اس جھوٹ پر کئی اور **جھوٹ** کا ملمع چڑہا دیا۔ کادیانی نے **اپنے ازالہ** کے صفحہ ۸۷۱ مین کہا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئین قرار دیکر بیان کیا ہے۔ کہ وہ حدیث (یعنی عرض الحدیث علی القران) کی حدیث بخاری مین موجود ہے۔ اب اسکے مقابلہ پر یہ عذر پیش کرنا۔ کہ نسخجات موجودہ

بخاری جو ہند مین چھپ چکی ہین۔ ان مین یہ حدیث موجود نہین سرا سر
نا سمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے کلی عدم لازم نہین آتا۔ جس
حالت مین ایک سرگروہ مسلمانونکا اپنی شہادت روئت سے اس حدیث کے بخاری
مین ہونا بیان کرتا ہے۔ اور آپ کو یہ دعوی نہین اور نہ کر سکتے ہین۔ کہ تمام دُنیا کی
نسخجات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہین + + + اگر ثانی الحال کوئی
نسخہ قلمی نکل آوے جس مین یہ حدیث موجود ہو۔ تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔
مؤمن کی شہادت عند الشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے۔ اور فقط ایک کی شہادت
روئت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانون پر روزہ رکھنا فرض ہوجاتا ہے۔ اس
صورت مین علامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہین
ہو سکتی۔ صـــ۔ اگر صاحب تلویح اپنی روئت مین کاذب ہوتا۔ تو اسی زمانہ مین علما
کی زبان سے اسکی تشنیع کیجاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جبکہ کوئی جواب
پوچھا نہین گیا۔ تو یہ دوسری دلیل اس بات کی ہے۔ کہ درحقیقت اسکی روئت
صحیح تھی اور ان سب کا سکوت بطور شواہد ملکر اس امر کو اور بھی قوت دیتا ہے۔
کہ درحقیقت وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری مین دیکھی تھی ۱۲

ایسا ہی کادیانی کے ایک کاسہ لیس نے جسکا ظاہر کادیانی کے باطن کا فوٹو
اور عکس ہے۔ مباحثہ مطبوعہ کی حاشیہ مین لکھا ہے۔

اس کلام مین کادیانی نے اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے۔ وہ سراسر کذب و مغالطہ
ہے۔ علامہ تفتازانی ؒ کتاب تلویح مین اس حدیث کی متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ہمنے
بصفحہ ۲۹۰ نقل کردیا ہے۔ اس مین علامہ نے نہ اس حدیث کا بخاری مین موجود ہونا
بیان کیا ہے۔ نہ اس حدیث کے متعلق اپنی روئت ظاہر کی ہے۔ اور نہ اس حدیث
کے بخاری مین ہونے کی شہادت دی ہے۔ اسکا کلام مذکور صرف صاحب کشف کے

قول کا جواب ہے وبس۔ اب کادیانی کے **اکاذیب و مغالطات** کو دیکھین کہ (۱) پہلے اس فقرہ کا۔ کہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہے۔ علامہ پر افترا کیا۔ (۲) پھر علامہ کی روئت کا جھوٹا دعوی کیا۔ (۳) پھر علامہ کو اس بیان کا۔ کہ یہ حدیث صحیح بخاری مین ہے۔ گواہ بنایا۔ (۴) پھر اسکی تائید مین یہ مسئلہ گھڑ لیا۔ کہ ایک شخص کی روئت ہلال رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانون پر روزہ فرض ہوجاتا ہے جو علی الاطلاق کسی مذہب حنفی یا شافعی۔ یا اہل حدیث کا مسئلہ نہین۔ (۵) پھر دوسرے علمار کے اس دعوی روئت پر سکوت کو شہادت بنادیا۔ اوران اکاذیب و مغالطات سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا ہے۔

جو شخص تلویح کے ہمقام سے دیکھیگا۔ وہ صاف یقین کریگا۔ کہ جو کچھ کادیانی نے کہا ہے صاف جھوٹ ہے۔ علامہ تفتازانی نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح بخاری مین ہے۔ نہ یہ کہا ہے۔ کہ مین نے اسمین خود دیکھی ہے۔ اور نہ اس حدیث کے متعلق علامہ کا بیان اس حدیث کے صحیح بخاری مین پائے جانے کی نسبت شہادت ہے نہ اور علما کا اسپر سکوت اسکی شہادت ہوسکتی ہے۔

کادیانی نے جو یہ دھوکا دیا اور کہا ہے۔ کہ شاید کسی قلمی نسخہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہوگی۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث موضوع وافترا کفار کا صحیح بخاری مین ہونا ایسا محال اور یقیناً ناممکن ہے۔ جیسا کسی نسخہ قرآن شریف یا صحیح بخاری مین شراب یا خنزیر کی حلت کا ہونا ناممکن ہے۔ اگر کوئی کادیانی کا بھائی یہ کہدے کہ ایک قلمی نسخہ قرآن مین اس مضمون کی آیت ہے۔ کہ خنزیر حلال ہے۔ اور صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخہ مین اس مضمون کی حدیث مین نے دیکھی ہے۔ تو اس کے جواب مین مسلمان یہی بات کہینگے۔ کہ ایسی آیت اور حدیث کا قرآن اور صحیح بخاری مین ہونا ناممکن ہے۔ اور کوئی شخص بجز کادیانی یہ تجویز نہ کریگا۔ کہ شاید کسی

قلمی نسخہ مین یہ آیت و حدیث ہو۔
ایسا ہی محدثین کے نزدیک اس حدیث کا صحیح بخاری مین ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا موضوع و افترا کفار ہونا اوراس کے مضمون کا مخالف و معارض قرآن ہونا محدثین کے نزدیک مسلم ہے۔ اور صحیح بخاری موضوعات اور معارضات قرآن سے بالاتفاق پاک ہے۔
اس بیان سے یہ **شبہ پیدا** ہوگا۔ کہ یہ حدیث ایسی موضوع و افترا کفار ہے۔ تو علامہ نسفی صاحب کشف نے اسکو صحیح بخاری کی حدیث کیون سمجھا۔ اور علامہ نے اسکے جواب مین صاف کیون نہ کہدیا۔ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور بخاری مین اسکے موجود ہونے کا دعوی غلط ہے۔ یا اور اصولیون نے اسکو اس کتاب مین وارد کرکے اس سے کیون استدلال کیا۔
اسکا **جواب یہ ہے**۔ کہ جس شخص نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دیا۔ یا کسی اور کتاب کی حدیث صحیح سمجھا۔ اسنے دوسرے سے سنی سنائی بات پر اعتماد کیا۔ بچشم خود حدیث کی کتابون کی طرف رجوع نہین۔ اور یہ امر غیر واقع و مستبعد نہین ہے۔ بہت ایسے اکابر گذرے ہین جنکو خاص خاص فنون کا شغل و تعلق رہا ہے۔ جنہین انکو امامت کا درجہ حاصل ہوا۔ دوسرے فنون کی طرف ان کو توجہ کرنے کا موقع نہین ملا۔ اور یہ امر ان کے رتبہ امامت مین جو خاص خاص فنون مین ان کو حاصل تھا۔ خلل انداز نہین سمجھا گیا۔
اس کی **تائید** مین ہم ایک عام شہادت پیش کرتے ہین۔ جو بمنزلہ اصول ہے۔ پھر ایک خاص شہادت پیش کرینگے۔ جو اس عام اصول کی تمثیل ہوگی۔

عام شہادت

تذکرۃ الحفاظ ملخص طبقات ذہبی مین نوع کی نسبت کہا ہے۔ کہ وہ جامع

نوع الجامع لجلالته فی العلم ترک حدیثه	اور علم مین جلیل الشان تھا۔ متروک
وکذالک شیخه مع عبادته فکم من امام	الحدیث تھا۔ اور بہت سے لوگ ایسے
فی فن مقصر عن غیره کسیبویه مثلاً	گذرے ہین۔ جو ایک فن مین امام
امام فی النحو ولا یدری ما الحدیث ووکیع	تھے۔ دوسرے مین قاصر۔ جیسے
امام فی الحدیث ولا یعرف العربیه	سیبویہ نحو مین امام تھے۔ اور یہ
وکابی نواس راس فی الشعر عری من غیره	نہ جانتے تھے۔ کہ حدیث کیا چیز ہے
وعبد الرحمن بن مهدی امام فی الحدیث	اور وکیع حدیث مین امام تھے۔ علم
لا یدری ما الطب قط ومحمد بن الحسن	ادب نہ جانتے۔ اور ابو نواس شعر
راس فی الفقه لا یدری ما القراٰة کحفص	مین رئیس تھے۔ اور فنون سے عاری
امام فی القراٰة تالف فی الحدیث وللحروب	اور عبد الرحمن بن مهدی حدیث مین
رجال یعرفون بها (ملخص طبقات ذہبی)	امام تھے۔ اور نہ جانتے طب کیا ہے۔

اور امام محمد بن حسن (شاگرد امام ابو حنیفہ رح) فقہ کے سر تھے۔ اور نہ جانتے علم قرات کیا چیز ہے۔ اور امام حفص قرات مین امام تھے۔ حدیث سے خالی۔ (چنانچہ کہا گیا ہے) لڑائی کے لئے مخصوص لوگ ہوتے ہین۔ جو اس سے پہچانے جاتے ہین"

خاص شہادت

مفسرین اور فقہا اصولین اپنی کتابو نمین بہت سی ایسی احادیث لائے ہین۔ جو موضوع اور ضعیف ہین اور اس امر کو محدثین اور ان فقہانے جنکو علم حدیث مین دخل ہے۔ بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ طیبی شارح مشکوۃ نے رسالہ اصول حدیث مین کہا ہے۔ حدیثین وضع کرنے والے کئی قسم

والواضعون للحدیث اصناف واعظمهم	کے لوگ ہین۔ از انجملہ بہت ضرر رسان
ضرراً من انتسب الی الزهد وضع	وہ لوگ ہین۔ جو زاہد کہلاتے ہین۔
احتساباً ووضعت الزنادقة ایضاً	انہون نے بامید ثواب حدیثین وضع

جملاً ثم نهضت جهابذة الحديث
بكشف عوارها ومحو عارها والحمد لله
وقد ذهبت الكرامية والطائفة
المبتدعة الى جواز وضع الحديث فى
الترغيب والترهيب منه ما روى
عن ابى عصمة نوح ابن ابى مريم انه قيل له
من اين لك عن عكرمة عن ابن عباس فى
فضائل القرآن سورة سورة فقال انى
رأيت الناس قد اعرضوا عن القرآن
واشتغلوا بفقه ابى حنيفة ومغازى
محمد بن اسحاق فوضعت هذه الاحاديث
حسبة - وقد اخطأ المفسرون فى ايداعها
فى تفاسيرهم الا من عصمه الله ومما ادعوا
فيها انه قال صلى الله عليه وسلم حين قرأ
ومنوة الثالثة الاخرى تلك الغرانيق العلى
وان شفاعتهن لترتجى ولقد اشبعنا القول
فى ابطاله فى باب سجدة التلاوة وكذا ما اورده
الاصوليون من قوله اذا روى عنى حديث
فاعرضوه على كتاب الله فان وافقه
فاقبلوه وان خالفه فردوه قال الخطابى
وضعه الزنادقة ويدفعه قوله

کی ہین۔ اور بعض زندیقون (جیسے مرتدوں)
نے بھی حدیثین وضع کی ہین۔ پھر ماہرین
حدیث کھڑے ہوگئے اور انہون نے انکے
عیب کھولدیئے۔ اور اس ننگ کو جو ان
احادیث کے سبب اسلام کو لاحق ہوا تھا
مٹا دیا۔ کرامیہ (معتزلہ کا ایک فرقہ ہے)
اور بعض بدعتی بھی ثواب کی رغبت
دلانے اور ڈرانے کے لئے حدیثون کو وضع
کرنا جائز سمجھتے ہین۔ اسکی ایک مثال وہ
ہے۔ جو ابو عصمہ نوح ابن مریم سے منقول
ہے۔ کہ اسکو کسی نے پوچھا۔ کہ تیرے پاس
جو فضائل قرآن ہین عکرمہ عن ابن عباس
کی حدیثین ہین۔ یہ تونے کہانسے لی ہین۔
تو اُسنے جواب دیا۔ مینے لوگون کو دیکھا۔ کہ وہ
قرآن کی طرف توجہ نہین کرتے۔ اور امام
ابو حنیفہ رح کی فقہ اور محمد بن اسحاق کے
جنگ نامون سے مشغول ہین۔ تو مین نے
خدا کے لئے یہ حدیثین از خود بنائین۔
بیشک تمام مفسرین* نے بجز ان لوگون کی
جنکو خدا نے بچا لیا۔ خطا کی۔ کہ ان احادیث
کو اپنی تفاسیر مین نقل کردیا۔ از انجملہ

* جیسے واحدی زاہدی۔ بیضاوی وغیرہ مشاہیر مفسرین۔

موضوعات وہ حدیث ہے۔ جسکو مفسرین تفاسیر مین لائے ہین جسکا یہ مضمون ہے	انی قد اوتیت الکتاب و ما یعدلہ و یروی اوتیت الکتاب و مثلہ معہ (رسالہ اصول)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم مین ومنٰوۃ الثالثۃ الاخریٰ۔
پڑہا۔ تو اُسکے بعد تلک الغرانیق العُلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔ بھی اُنکی
زبان سے نکل گیا۔ ہمنے اس روایت کے ابطال مین باب السجدۃ تلاوۃ مین تفصیل
بحث کی ہے۔ واز انجملہ وہ حدیث موضوع ہے جسکو اصولی اپنی کتابون مین لائے
ہین۔ کہ جب کوئی حدیث مجہ سے روایت ہو۔ تو اسکو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ موافق
ہو۔ تو قبول کرو۔ ورنہ رد کرو۔ خطابی نے کہا ہے۔ کہ اسکو جیسے زندیقون نے وضع کیا۔
اور اسکو آنحضرت کا یہ قول رد کرتا ہے۔ کہ مین قرآن دیا گیا ہون اور اسکی مثل (یعنی
حدیث) اس مضمون کے اور بہت سے محدثین کے اقوال ہین۔ جنمین انہون نے
ان احادیث موضوعہ کو نقل کرنے والے مفسرین کے حق مین کہا ہر فلیسوا من اھل ھذا
الشان۔ یعنے وہ لوگ فن حدیث کے اہل نہ تھے"
شیخ عبد الحق صاحب فقیہ و محدث دہلوی احادیث کتاب ہدایہ کی نسبت شرح
سفر السعادت مین فرماتے ہین۔ "کتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور و معتبر ترین کتابہا
است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمۃ اللہ علیہ در اکثر بنائے کار بر دلیل
معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ۔ غالباً اشتغال
وقت آن اوستاد در علم حدیث کمتر بودہ است"
کادیانی شاید ان اقوال کے ذریعہ سے بھی عوام حنفیہ کو مشتعل کریے۔ اور یہ سکہے
کہ ان مین فقہا و اصولین کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے۔ مگر وہ یاد رکھے۔
کہ جیسے پہلے بہتان توہین امام ابو حنیفہ مین اسکو کامیابی ہوئی ہے۔ ویسی ہی اس
اشتعال مین ہوگی۔ خواص علماء حنفیہ خوب جانتے ہین۔ کہ ان اقوال مین مفسرین

واصولیین و فقہاء کی توہین نہین ہوتی۔ ہوتی تو اکابر حنفی علما امثال شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے یہ اقوال نہ نکلتے۔

(۲) شریک کی حدیث مین لفظ قبل ان یوحی الیہ کا غلط ہونا۔ جو امام نووی سے کادیانی نے نقل کیا ہے۔ اسکا جواب نمبر ۱۱ جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۳ مین منقول ہو چکا ہے۔ کہ یہ شریک کی غلطی نہین۔ بلکہ یہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

وکم من عائب قولاً صحیحًا ÷ و آفتہ من الفھم السقیم ÷

(۳) حدیث اقض بینی و بین ھذا الکاذب۔ کا جھوٹا ہونا۔ جو کادیانی نے امام نووی سے نقل کیا ہے۔ اسمین کادیانی نے کذب و خداع سے کام لیا۔ اور اپنا دجال ہونا ثابت کیا ہے۔ امام نووی ہرگز اسبات کا قائل نہین کہ یہ حدیث یا یہ الفاظ راوی کا کذب ہے۔ امام نووی نے صرف مازری سے یہ نقل کیا ہی کہ اگر ان الفاظ کی کوئی تاویل نہو سکے۔ اور باب تاویل بند ہو جاوے۔ تو راوی کی طرف کذب منسوب کیا جائیگا۔ مگر آگے چلکر اسی مازری سے یہ بہی نقل کر دیا ہے۔ کہ جبکہ اس لفظ کا ثابت اور صحیح سمجھنا ضروری ہے۔ تو اس لفظ کی تاویل ہو سکتی ہے۔ اور اسکو بیان کیا۔

اسمقام مین امام نووی کا پورا کلام نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ اُس سے ناظرین کو کادیانی کے کذب کا یقین ہو۔ اور اسکے دجال ہونے کی تصدیق۔

امام نووی نے شرح مسلم جلد دوم کے صفہ ۹۰ مین کہا ہے۔ مازری نے

قال المازری ھذا اللفظ الذی وقع لایلیق ظاہرہ بالعباس وحاشی لعلی ان یکون فیہ بعض ھذہ الاوصاف فضلا عن کلہا ولسنا نقطع	کہا۔ یہ ایسا لفظ واقع ہوا ہے۔ جو بظاہر معنے حضرت عباس رضی کے مناسب حال نہین ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی کی شان اس سے پاک ہے۔ کہ یہ اوصاف

بالعصمة الا للنبي صلى الله عليه وسلم
ولمن شهد له بها لكنا مامورون
بحسن الظن بالصحابة رضي الله عنهم
اجمعين ونفي كل رذيلة عنهم
واذا انسدت طرق تاويلها نسبنا
الكذب الى رواتها قال وقد حمل
هذا المعنى بعض الناس على ان ازال
هذا اللفظة من نسخته تورعا عن اثبات
مثل هذا ولعله حمل الوهم على رواته قال
المازري واذا كان هذا اللفظ لا بد من
اثباته ولم نضف الوهم الى رواته
فاجود ما حمل عليه انه صدر من
العباس على جهة الادلال على ابن اخيه
لانه بمنزلة ابنه وقال ما لا يعتقده
وما يعلم براءة ذمة ابن اخيه منه ولعله
قصد بذلك ردعه عما يعتقد انه مخطئ
فيه وان هذه الاوصاف يتصف
بها لو كان يفعل ما يفعله عن قصد وان
عليا كان لا يراها الا موجبة لذلك
في اعتقاده وهذا كما يقول المالكي
شارب النبيذ ناقص الدين والحنفي

انہیں ہوں۔ اور ہم کو بجز نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے یا اس شخص کے جسکے
حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
شہادت دی ہو۔ کسیکے معصوم
ہونے کا یقین نہیں۔ ولیکن ہم
تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق
میں حسن ظن رکھنے اور ان کی
نسبت برے خصائل کی نفی کرنے
سے مامور ہیں۔ جب باب تاویل
بالکل بند ہو جاوے گا۔ تو ہم راوی
کی طرف کذب کو منسوب کرینگے
بعض لوگوں نے اس لفظ کے
یہی معنے (ظاہری) سمجھے۔ تو
اپنے نسخہ سے ان الفاظ کو کاٹ
دیا۔ شاید اسنے یہ سمجھا ہو۔ کہ ان
الفاظ کے بیان میں راوی کو وہم
ہوگیا ہے۔ مازری نے کہا ہے۔
کہ جب کہ اس لفظ کا صحیح رکھنا
ضروری ہے۔ اور ہم راوی کو وہم
سے موصوف نہیں کرتے۔ تو اسکی
عمدہ تاویل یہ ہے۔ کہ حضرت

يعتقد انه ليس بها وصف فكل واحد
محق في اعتقاده ولا بد من هذا التاويل
لان هذه القضية جرت في مجلس فيه
عمر رض وهو الخليفة وعثمان وسعد
وزبير وعبد الرحمن رضي الله عنهم
ولم ينكر احد منهم هذا الكلام مع
تشددهم في انكار المنكر وما ذلك
الا لانهم فهموا بقرينة الحال
انه تكلم بما لا يعتقد ظاهره مبالغة
في الزجر قال المازري وكذلك قول
عمر رض انكما جئتما ابا بكر فرايتماه
كاذبا اثما غادرا خائنا وكذلك
ذكر عن نفسه انهما راياه كذلك
وتاويل هذا على نحو ما سبق وهو
ان المراد انكما تعتقدان ان
الواجب ان نفعل في هذه القضية
خلاف ما فعلته انا وابو بكر فنحن
على مقتضى رايكما لو اتينا ونحن معتقدان
ما تعتقدانه لكنا بهذه الاوصاف
(شرح مسلم صفحہ ۹۰ ج ۲)

عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت
علی رض کو اپنا بھتیجا بمنزلہ فرزند
سمجھکر یہ الفاظ زبان سے کہدیئے
ہین۔ مگر انکا یہ اعتقاد نہ تھا۔ کہ حضرت
علی رض ایسے ہی ہین۔ شاید ان کا
مقصود (اس الفاظ سے) یہ تھا۔
کہ حضرت علی اس خیال سے رک
جاوین۔ جس خیال مین وہ حضرت
عباس رض کے نزدیک خطا پر تھے۔ اور یہ
مقصود تھا۔ کہ حضرت علی رض اگر دیدہ
دانستہ وہ خطا کرتے ہین۔ تو
ویسے ہین۔ گو حضرت علی اپنے خیال
مین ایسے نہ تھے۔ اسکی مثال یہ ہے۔
کہ کوئی مالکی مذہب شیرہ انگور یا کھجور
پینے والے کو ناقص الدین کہے۔
جسکو حنفی اپنے خیال مین ناقص
الدین نہین سمجھتا۔ اور ان دونون
مین سے ہر ایک شخص اپنے خیال
مین حق پر ہے۔ یہ تاویل ضروری
ہے۔ کیونکہ یہ مقدمہ حضرت عمر رض کے جو خلیفہ وقت تھے۔ اور حضرت عثمان
وسعد وزبیر وعبد الرحمن رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش ہوا۔ ان مین سے

کسی نے ان الفاظ پر انکار ظاہر نہ فرمایا۔ باوجودیکہ بری بات پر انکار کرنے مین ان کو تشدد تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہون نے بقرینہ حال یہ سمجھا۔ کہ وہ ایسے الفاظ بولتے ہین۔ جن کے ظاہری معنے مراد نہین لیتے۔ مانند ی ئے کہا۔ ایسا ہی (یعنے اسی معنے سے) حضرت عمر رضہ کا ان دونون حضرت عباس وحضرت علی رضی اللہ تعالے عنہم کو یہ کہنا ہے کہ تم ابوبکر کے پاس آئے۔ تو تم نے اُنکو کاذب۔ گنہگار۔ غادر اور خائن سمجھا ایسا ہی اپنی نسبت انکا خیال بیان کیا۔ اس کے معنے بنا بر تاویل مذکور بالا یہی ہین۔ کہ تم جب کہ یہ سمجھ رہے ہو۔ کہ معاملہ اراضی متنازعہ فیہا مین واجبی امر وہ تھا۔ جو تمہارا خیال ہے۔ تو اس کا یہ مقتضی ہے۔ کہ ہم تمہارے خیال مین کاذب۔ دغا ور خائن ہین۔ اھ

اس کلام امام نووی کو ناظرین انصاف سے دیکھین۔ اور داد انصاف دین۔ کہ امام نووی نے ان الفاظ کو راوی کا کذب قرار دیا ہے۔ یا انکی تاویل کر کے ان الفاظ کو صحیح وثابت ٹھرایا ہے۔

یہ ہمنے تحریر ہشتم کادیانی کے اقوال تفصیلی کا اول سے نہم قول تک بطور تمثیل کذب ودھوکہ ظاہر کیا ہے۔ اس تفصیل سے کادیانی کا کذاب ودھوکہ باز ہونا بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ اور اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے۔ کہ آیندہ اقوال مین بھی اس نے اسی کذب ودہوکہ بازی سے کام لیا ہوگا۔

اسوقت ہمکو باقی اقوال تحریر مذکور پر بحث کرنے کے لئے نہ وقت ہے اور نہ رسالہ مین جگہ۔ ناظرین کی اگر خواہش ہوئی۔ یا کادیانیون کی اس

قدرت سے تسلی نہوئی۔ تو آئندہ کسی پرچہ مین باقی اقوال پر بھی بحث ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی آئندہ سہی۔

نوٹ لائق ملاحظہ و یاد ہر یک ناظر و مناظر

جس شخص کو اسکا مقابل و معاند پچھاڑے یا پچھاڑے یا للکارے۔ وہ پھر اسکے مقابلہ کا مدعی ہو۔ یا اپنی حالت سے انکاری تو اسکو یہ خیال کرنا ضروری ہے۔ کہ اگر پھر اسنے پچھاڑا۔ یا پچھاڑا یا للکارا۔ تو اسوقت اسکو اور لوگون کے سامنے جو پہلے حاضر نہ تھے۔ دوبارہ ذلت اٹھانی پڑیگی۔ مگر یہ خیال اور دور اندیشی اسی شخص کو ہوتی ہے۔ جو کچھ حیا رکھتا ہو۔ اور جن کو نہ خوف آخرت اور نہ ننگ وحیا دنیا۔ وہ سو دفعہ لتاڑ اور پچھاڑ کھاتے ہین۔ اور پھر مقابلے کے لئے کھڑے ہوجاتے ہین۔ ہمنے بہت لوگ ایسے دیکھے ہین۔ جو مار کھائے جاتے ہین۔ اور مارنے والی کو کھتے جاتے ہین۔ کہ ایک دفعہ تو پھر مار اور دیکھ تماشا۔ اور وہ سر و سر لگائے جاتا ہو۔ مگر وہ اُس کہنے سے باز نہین آتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ ان من مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحي فاصنع ما شئت جسکا خلاصہ ترجمہ یہ مصرعہ ہے۔

ع بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن ۔ اب اگر کوئی پوچھے۔ کہ اسکا مصداق کون ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اشاعۃ السنۃ نمبر دوازدہم[12] جلد چہاردہم[14] دیکھو۔

کادیانیونکے نئے مباحثے

اور

انکی تازہ گریز

بٹالہ کا مباحثہ اور اس سے

ایک حواری کادیانی

کی گریز

میان غلام احمد کادیانی کو لودہانہ ۔ دہلی ۔ پٹیالہ اور سیالکوٹ وغیرہ مین مباحثہ سے گریز وشکست کی ذلت پہنچی تو وہ ناچار ہوکر اپنے مسکن قادیان مین خلوت گزین ہوئی ۔ اور آیندہ بحث ومباحثہ سے بالہام وحکم الٰہی ممنوع (روکے گئے) ہوکر اس شعر کے مصداق بن بیٹھے ؎ زاہد نداشت تابِ وصالِ پری رُخان ✤ کنجِ گرفت وترسِ خدا را بہانہ ساخت مگر اسکے نادان حامی اور کوتاہ اندیش حواری اسکی اس پالیسی کو نہ سمجھے۔ اور اس کی دوراندیشی کی تہ کو نہ پہنچے ۔ وبناءً وہ انکی عافیت وجان بری کو غنیمت نہ سمجھکر اُس ایک سال کی دبی ہوئی ذلت کو تازہ اور دوبارہ ظاہر کرنے سے خواستگار ہوگئے ۔

لہٰ ۔ میان غلام احمد کادیانی اور اُنکے حواری منشی یا مولوی احمد حسن و حکیم نورالدین ۔

اور اس مقولہ مشہورہ کی کہ نادان دوست دانا دشمن سے بدتر ہوتا ہے۔ مصداق بن گئے۔
ازانجملہ ایک منشی یا مولوی محمد احسن صاحب امروہی ملازم معزول ریاست بہوپال ہین۔
جو اوائل جنوری ۱۸۹۰ء مین کادیانی کے بعض مریدون اور حواریون میر نبی بخش نمبردار بٹالہ
ضلع گورداسپور وغیرہ کی حمایت کی امید اور بہروسہ پر بٹالہ مین پہنچے اور میر امتیاز علی صاحب

سلہ۔ اس شک و تردد پر ناظرین تعجب نہ کرین۔ مشہور تو وہ مولوی ہین۔ اور یہ ہم بہی انکو ناشی تالیف مصباح الادلہ مین انکے اس رسالہ کو انکے سینہ کی معلومات سمجھکر انکو مولوی کہہ چکے ہین۔ اور ان کی تعریف مین چند فقرات لکہ چکے ہین۔ مگر انکی تحریرات حال سے۔ اور انکی بالمشافہ گفتگو سے انکار اور گہر سے سوال و جواب لکہکر لانے پر اصرار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مولوی (عالم) نہین۔ صرف منشی ہین۔ اور جو کچہ وہ سابقاً مصباح الادلہ وغیرہ مین لکہ چکے اور حال مین لکہ رہے ہین اونکے سینہ کی معلومات نہین۔ بلکہ سفینہ کی منقولات ہین۔ جنکو وہ جون تون کرکے قلم مین لاتے ہین۔ اور چونکہ یہ بات مشہور ہے۔ سے علم درجلد خویش میباید + نہ کہ در جلد بیش مے باید +
لہذا وہ اب ہمارے خیال مین مولوی (عالم) کہلانے کے مستحق نہین ہین صرف منشی کہلانے کا حق رکہتے ہین۔ کیونکہ اردو۔ فارسی یا کسی دوسرے شخص یا تراجم کی مدد سے عربی کتابون کی فہرستین دیکہکر انسے مضامین اور مسائل نکال لینے اور انکو غلط یا صحیح عبارت و انشاء مین لانے پر وہ قادر ہین۔ اور یہ امر شاید کسی کے نزدیک محل نزاع نہو گا۔ کہ اس طور پر کتابین دیکہکر کچہ لکہ لینا علماء (مولویون) سے مخصوص نہین ہے۔ یہ کام وہ لوگ بہی کرتے ہین جو اتنا نہین جانتے۔ کہ علم یا مولوی کیا لفظ ہے۔ اسم ہے یا فعل اور اسکے لغوی معنے کیا ہین۔ اور اصطلاح مین کیا؟
اسکی تمثیل مین ایسے بہت اشخاص کو پیش کرسکتے ہین جنکو ہمارے مہربان تعجب

منصف کے مکان پر انکی ہم وطن ہونے کی وجہ سے خیمہ زن ہوئے۔ اور جالون مین بیٹھ کر کادیانی کے کفریات کو وہین ثابت کرنے اور اسپر هل من مبارز (کوئی ہیر میدان مین نکلنے والا) کا نعرہ بلند کرنے لگے۔ خاکساران دنون اہتمام طبع رسالہ کیلئے لاہور مین تہا۔ ۱۴ جنوری کو ایک قومی ضرورت کے لئے امرتسر پہنچا تو

بہی مولوی نہ کہینگی۔ اور معہذا وہ صاحب تصانیف ہین۔ انمنجلہ ایک شخص شیخ محی الدین مرحوم تاجر کتب لاہور ہین جو بڑی بڑی ضخیم کتب ظفر المبین اور بلاغ المبین وغیرہ ہمارے شاگرد ولی غلام حسین لاہوری اور اردو تراجم کی مدد سے تصنیف کرکے تمام ملکون مین شائع کرگئے ہین۔ اوران تصانیف کو دیکھکر پنجاب سے باہر اور دور کے بلاد ہندوستان۔ بنگال۔ مدراس۔ بمبئی۔ برہما۔ اسام۔ رنگون وغیرہ کے لوگ انکو مولوی وعالم سمجھتے ہین۔ اور درحقیقت وہ بیچارہ میزان منشعب بہی پڑہے نہ تھے۔ اور ماضی مضارع کے معنے نہ جانتے تھے اوراس امر کو آپ بہی جانتے اور مانتے ہونگے۔ نہین جانتے تو لاہور اور امرتسر کے لوگون سے معلوم کرسکتے ہین۔ اور خود بلاغ المبین کی مشمولہ اور ملحقہ تقریظ مولوی ابوعبید اللہ غلام علی قصوری مرحوم کو دیکھہ سکتے ہین۔ اسمین مولویصاحب مرحوم مقام تعریف کتاب مین اس امر کو جتا چکے ہین۔ اسیطور پر آپکی تصانیف وتحریرات سابقہ اور تحریرات حال اور گریز از شفاہی مقال سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے۔ کہ آپ صرف منشی ہین۔ آپکی موجودہ تحریرات کی بدزبانی اور بازاری دشنام دہی اور اپنی تحریر کے مطالب کو آپ کی نافہمی بہی بتارہی ہے۔ کہ آپکو علم اور علوم سے کوئی تعلق نہین ہے۔ کسی نے کوئی عالم ایسا نہ سنا ہوگا کہ وہ اپنے مخاطب کو چوہڑوں کی گالیاں دے۔ ایک شخص نے کسیکو ماں کی گالی دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۲

تو وہان سے ایک شب کے لئے بٹالہ گیا۔ اور منشی صاحب کا یہ حال سنکر انکے نام اس مضمون کا ایک رقعہ لکھا۔ کہ آپ بحث کرنا چاہتے ہین تو مجھسے کرین ورنہ بیان زبان کو بند رکھین۔ یہ رقعہ اُنہون نے ۱۶ جنوری ۱۸۹۳ء وصول کیا۔ مگر اسکا جواب شام تک نہ دیا۔ تو پھر ایک ریمنڈر (رقعۂ یادداشت) بنام مولوی احمد علی صاحب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۵

اُسکو فرمایا۔ اِنَّكَ امرُءٌ فيكَ جاهلية یعنے تو ایسا آدمی ہے جسمین ہنوز جاہلیت پائی جاتی ہے۔" اور آپنے اعلام کے دوسرے حصہ مین اس خاکسار کو اس قسم کی گالی دی ہے۔ تو پھر آپ عالم نہ جاہل کھلانے کے کیونکر مستحق ہوسکتے ہین۔

تحریرات حال مین جو کچھ آپ لکھتے ہین اوسکا مطلب خود نہین سمجھتے۔ اعلام کے حصہ اول مین کادیانی کی تاویل حدیث نزول حضرت مسیح پر آپنے دس شواہد کو نقل کرکر کئی اوراق سیاہ کئے۔ مگر اتنا نہ سمجھے کہ یہ شواہد اُسی شخص کے مقابلے مین کارآمد ہین۔ جو تاویل کو مطلقاً ناجائز کہی۔ اور کسی حدیث مین تاویل کا قائل نہو۔ اِن شواہد سے یہ ثابت نہین ہوتا۔ کہ جملہ نصوص پیشنگوئیون کی متضمن اول ہین یا ہونے چاہئین۔ یا خاص کر پیشنگوئیان متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال ماوّل ہین۔ اس فہم پر آپ ایک رسالہ بناکر رسالدارین بیٹھے۔ اور یہ کہہ رہے ہین۔ کہ "ہم پانچون سوار دہلی سے آئے ہین!" اور اس بے ساز و بے سامان رسالے کے ساتھ جنرل جرنل اشاعۃ السنۃ کا مقابلہ کرنے کو نکلے۔ اور اسکا جواب مانگ رہے ہین۔

حال مین جو آپنے خاکسار کے نام دو خط لکھے ہین انکو مطالب کو آپ کا نہ سمجھنا ناظرین کو ان کے خطون کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ اسصورت مین آپ مولوی کھلانے کے کیونکر مستحق ہوسکتے ہین۔ اس نافہمی اور بدزبانی پر آپکو ہمارا منشی صاحب کہنا بھی ہمارا ایک احسان ہے۔

جو منصف صاحب کے مکان پر تھے روانہ کیا۔ اسکے جواب مین مولوی احمد علی صاحب نے لکھا۔ کہ آپکا رقعہ منصف صاحب کے سامنے مولوی محمد احسن کو سنا یا گیا۔ انہون نے کہا۔ کہ مولوی محمد حسین کو لکھدو۔ وہ اپنے کام کا کیون حرج کرتے ہین۔ وہ لاہور کو جاوین۔ جواب بذریعہ ڈاک پہنچ جاویگا۔

دوسرے دن خاکسار مباحثہ سے مایوس ہو کر عازم لاہور ہوا۔ مگر مزید احتیاط کی نظر سے اسدن یہی تین بجے کی ٹرین کے وقت ٹھیرا رہا۔ اور دس بجے صبح کے مولوی امام الدین صاحب حکیم کی زبانی بٹالہ کے سجادہ نشین سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ شاہ ظہور الحسین صاحب کی طرف اس مضمون کا پیام بہیجدیا کہ آپ منشی محمد احسن سے دریافت کرین۔ کہ وہ مجھسے مباحثہ کرنا چاہتے ہین۔ یا نہین۔ چاہتے ہین تو مین عزم لاہور کو فسخ کرون ورنہ آج تین بجے کی ٹرین مین چلا جاؤنگا۔ اگر تین بجے سے پہلے میرے پاس منظوری مباحثہ کا پیام نہ پہنچا۔ مگر وقت روانگی ٹرین تک پیام نہ آیا۔ اور مین لاہور کو روانہ ہوا۔ میری روانگی بعد ۱۸ – ۱۹ ۔ تاریخ جنوری کو منشی صاحب نے شاہ صاحب موصوف کو میرے خط کا جواب دیا۔ جسمین ناجائز اور مباحثہ کو ٹلانے والی شروط لگا کر درپردہ مباحثہ سے انکار

بقیہ صفحہ ۳۵۶

آپکے اکثر حصے عمر کے شغل کو دیکہا جاتا ہے۔ تو اُس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ مولوی نہین صرف منشی ہین۔ پہلے آپ ایک مدت تک رسالہ باڈی گارڈ ویسرائے کے منشی تھے۔ اور کام یہ تہا۔ کہ سوارون کو اُردو وغیرہ پڑھاتے۔ اسکے بعد سے آپ بہوپال مین ملازم رہے تو وہان بھی ایسا ہی منشیانہ شغل رہا۔ کہ زکوٰۃ کے مستحقین کے حساب و پڑتال مین رہتے۔ مولوی و عالم سے یہ حیرت نہین ہوتی۔ کہ اپنی عمر کا اکثر حصہ منشیانہ ملازمت مین صرف کرے۔ پڑہنے پڑہانے وغیرہ علمی شغلون سے معطل رہے۔ بااینہمہ اس خطاب منشی پر آپ آشفتہ خاطر ہون۔ اور مولوی کہلانے کی حرص رکہین تو بدزبانی سے تائب ہو کر میدان مین آوین اور اپنی تقریر سے علمی جوہر دکہاوین۔ یہ ہم آپکو مولوی...

[illegible]

اور بظاہر مستعدی کا اظہار تھا۔ اور زبانی یہ کہا۔ کہ آپ مولوی محمد حسین کو لاہور سے بلاوین۔ مین اُنسے مباحثہ کرونگا۔

وہ خط مجھے ۲۰۔ جنوری کو لاہور مین ملا جسکا جواب مین نے ۲۰۔ جنوری کو روانہ بٹالہ کر دیا۔ اور اسمین ناجائز شروط منشی صاحب کی ترمیم۔ اور جائز شروط کو تسلیم کر کے بٹالہ مین مباحثہ کے لئے حاضر ہونا منظور کیا۔ وہ خط ۲۱۔ جنوری کو بذریعہ شاہ صاحب موصوف منشی صاحب کو مل گیا۔ پھر ۲۲۔ جنوری ۱۸۹۳ء کو خاکسار اسی ضرورت قومی کے لئے امرتسر مین پہنچا۔ تو وہان شاہ صاحب کے فرستادہ اپنے بہائی شیخ محمد عمر کو جو صرف میری طلبی کے لئے بٹالہ سے آئے تھے۔ موجود پایا۔ تو اُسیدن امرتسر سے فارغ ہو کر بٹالہ پہنچ گیا۔ خاکسار کے پہنچنے پر منشی صاحب کو دعوی مباحثہ بھول گیا۔ جیسے کابلی افغان کو دیکھکر ہندی کو فارسی بھول جاتی ہے۔ اور دو دن تک میرے خط کا جواب نہ دیا۔ ۲۴ کو جواب بھیجا۔ تو وہ اس مضمون کا تھا۔ جسمین اپنی ناجائز شروط پر اصرار۔ اور ہماری جائز شروط کی تسلیم سے انکار۔ اور اس آڑ مین مباحثہ سے انکار پایا جاتا تھا۔

اس خط کو دیکھکر خاکسار پھر مباحثہ سے مایوس ہوا۔ اور لاہور کو تیار ہو گیا۔ مگر ۲۵۔ جنوری ۱۸۹۳ء کو شاہ صاحب موصوف کی طرف سے چند علما (مولوی فخر الدین صاحب مدرس سکول۔ مولوی احمد علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ۔ مولوی امام الدین صاحب حکیم۔ مولوی احمد اللہ صاحب صوفی وغیرہ) کا ڈپوٹیشن یہ پیام لایا۔ کہ آپ آج لاہور کا قصد نکرین۔ بلکہ جمعہ تک یہان قیام کرین۔ جمعہ تک مولوی احمد حسن صاحب مباحثہ کے لئے مستعد نہوئے۔ تو مین جمعہ کے مجمع عام مین اعلان کر دونگا۔ کہ مولوی احمد حسن صاحب مباحثہ سے انکار کرتے ہین پھر آپ روانہ لاہور ہون۔ اور ادہر منشی صاحب کو مباحثہ کے لئے تقاضا کیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ مین چار ہزار روپیہ کی ضمانت تحریر کر دیتا ہون۔ اگر آپکو مجلس مین کسی قسم کا خوف ہو۔ مگر منشی صاحب نے مجلس مین آنا منظور

نہ کیا۔ اور ایک طولانی خط اس مضمون کا کہ "مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت نہیں" ان کے پاس بھیجدیا۔ اور اس کا جواب تحریری خاکسار سے طلب کیا۔ شاہ صاحب بھی جب آپسے مایوس ہوئے۔ تو انہوں نے جامع مسجد میں تمام مسلمانوں جمعہ پڑھنے والوں کو جمع کیا۔ اور مجمع عام میں یہ کہدیا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب کا میں ممنون ہوں کہ وہ میری درخواست پر لاہور سے آئے۔ اور انہوں نے اپنے کاروبار کا حرج کرکے اتنے دن بٹالہ میں قیام کیا۔ مگر مولوی محمد احسن صاحب مباحثہ کے لئے مجلس میں نہ آئے۔ باوجودیکہ میں چار ہزار روپیہ ضمانت بھی دینے کو حاضر تھا۔ اب میری طرف سے مولوی محمد حسین صاحب کو لاہور جانے کی اجازت ہے۔

اسکے بعد شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ ظہور الحسن صاحب کھڑے ہوگئے۔ اور مستظہر ہوئے۔ کہ میں آج صبح کے وقت منصف صاحب کے مکان پر مولوی محمد احسن صاحب سے ملا تھا اور انہوں نے کہا۔ کہ آپ مباحثہ کرنا نہیں چاہتے۔ تو بالمقابلہ ایک مجلس میں وعظ ہی کریں۔ پہلے ایک صاحب (آپ خواہ مولوی محمد حسین صاحب) وعظ کریں۔ پھر دوسرے صاحب۔ اس سے حاضرین کو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔ کہ حق پر کون ہے۔ اور اس امر کو مولوی محمد احسن صاحب نے منظور کر لیا ہے۔ لہذا آپ سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ آپ دو روز (شنبہ اور یکشنبہ کا دن) بٹالہ میں اور رہیں۔ اور ہماری مسجد میں بالمقابلہ وعظ کریں۔ اس درخواست کی اور معزز لوگوں نے جو حاضر مجلس تھے (جیسے شیخ مہر علی صاحب و شیخ امیر بخش صاحب وغیرہ وغیرہ) نے بھی تائید کی جنکی ساتھ آخر بڑے شاہ صاحب سجادہ نشین بھی متفق ہوگئے۔ خاکسار نے اس درخواست کو منظور کیا اور بالاتفاق یہ قرار پایا۔ کہ تقریریں تین ہوں جس شخص کی پہلی تقریر ہو۔ اوسکی آخری ہو۔ اور دو دن میں دو مسئلوں پر بحث ہو۔ اول یہ کہ قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ وہ مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ جسکی ضمن میں حیات و ممات مسیح سے بھی بحث ہو۔

+ سب مسلمانوں متفق کو ہو کر ایک جگہ جمعہ پڑھنے کا اتفاق اس روز سے پہلے بٹالہ میں نہ ہوا تھا۔

دوسرے دن بہت سے مسلمان حسب قرارداد روز جمعہ شاہ صاحب کے مکان پر جمع ہوئے۔
پولیس کے ملازم بھی حفاظت کیلئے آگئے۔ خاکسار کی طرف سے بہائی صاحب شیخ محمد عمر
حصول اجازت حاضری خاکسار کے لئے پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ منشی محمد احسن صاحب نہین آئے
آگے بیٹھے ہیں اور کادیانی کے حواری جو اس مجلس مین تھے۔ یہ بولے کہ اگر شاہ صاحب یہ وعدہ
کرین کہ ہم اپنے مکان کو مقفل کرکے رکھین گے تو مولوی محمد احسن صاحب آتے ہین۔
شاہ صاحب نے اس امر کو بھی منظور کیا اور اُنکو یہ وعدہ دیکر منشی صاحب کی طرف روانہ
کیا۔ مگر منشی صاحب نہ آئے یہانتک کہ اتوار کا دن بھی گذر گیا۔ پہر خاکسار شاہ صاحب سے
اجازت سفر لاہور کا خواستگار ہوا۔ تو شاہ صاحب نے ایک خط اور منشی صاحب کے نام روانہ
کیا۔ جسکے جواب مین انہون نے شاہ صاحب کے نام اس مضمون کا خط لکھدیا کہ آپ اس معاملے
سے علیحدہ ہو جاوین مین مولوی محمد حسین صاحب سے لاہور مین مباحثہ کرونگا۔
لوتر کی تمام ہوئی اور بحث ختم ہوئی۔ جبپر شاہ صاحب سجادہ نشین نے خاکسار کو دوبارہ
رخصت کیا۔ تو خاکسار لاہور پہنچا اور بٹالہ کے کس و ناکس کو معلوم ہو گیا۔ کہ منشی
(یا مولوی) محمد احسن نے مباحثہ سے گریز کیا۔

ذیل مین وہ مراسلت نقل کیجاتی ہے جو خاکسار اور منشی صاحب مین ہوئی

رقعہ اول منجانب خاکسار

بٹالہ ۱۲ جنوری سنہ ۹۳ء نمبر (۱)

مولوی (یا منشی) محمد احسن صاحب امروہی

سلام علی من اتبع الھدی۔ مین نے سنا ہے۔ کہ آپ بٹالہ مین بیٹھکر کادیانی کے
مسیح موعود ہونیکا دعوے کر رہے ہین اور ھل من مبارز کا نعرہ بلند کر رہے ہین۔ آپکو
اس دعوی کے اثبات یا دعوی وفات مسیح کے اثبات کا حوصلہ یا کسی عقیدہ کفریہ کادیانی
کے اثبات کا دعوی ہے۔ تو ابھی خاکسار کے مکان پر تشریف لاوین یا مجھے جس کے

مکان پر آپ جاہین بلالین۔ اور اپنے دعاوی کو ثابت کرین۔ ورنہ بٹالہ مین ان دعاوی سے اپنے مُنہ کو بند رکہین۔ (ابو سعید محمد حسین)

اسکا جواب منجانب منشی محمد احسن صاحب

اسکے جواب مین جو منشی صاحب کا خط ۲۰ تاریخ کو بذریعہ ڈاک مجہی لاہور مین ملا وہ بہت طول و طویل ہے وہ ہمہ مطاعن کا مجموعہ لغویات کا ذخیرہ تمسخر کا گلدستہ بدتہذیبی کا خاکہ ہے لہذا ہم اسکو تمام نقل کرنا مناسب نہین سمجہتے۔ اوسکے بعض الفاظ پر ہم کچہ اور کارروائی بہی کرنا چاہتے ہین۔ ان الفاظ کو ہم خود ہی شائع کرین تو ہمارا وہ حق جاتا رہیگا۔ منشی صاحب اس خط کو بعینہ چہپوا دینگے۔ تو ہمارے بیان کی تصدیق کرین گے اور ہمکو اس کارروائی کا موقع دین گے۔ ہم صرف اوس خط کا آخری حصہ جو مضمون مباحثہ کے متعلق ہے بلاکم وکاست منشی صاحب کے بعینہا الفاظ سے نقل کرتے ہین۔

وہ یہ ہین

اب اگر آپ چاہین۔ کہ اولاً مین حضرت مرزا صاحب کی مسیحائی ثابت کرون۔ تو آپ پر ضرور ہے۔ کہ جن اصول اور قواعد سے آپنے اس امت مرحومہ مین کسی ولی کو اولیائی گذشتہ سے مجدد تسلیم کرلیا ہو۔ اور وہ آپکے نزدیک صحیح الولائت و مُسلّم التجدید ہو گیا ہو۔ پس اون اصول کو مفصل بیان فرما دیا جاوے۔ تاکہ اونہین اصول کے روسے مع شئے زائد بلکہ مع شئے ازید اس مجدد مختلف فیہ کی تجدید (جس کو حسب تمسک مذکورہ بالا مین مسیح ابن مریم سمجہتا ہون۔ اور بعض احادیث صحیحین کا

ہا ہاس مسئلہ کا خلاصہ صفحہ مین مشتوا ہے

پورا مصداق جانتا ہون ثابت کرون۔ شرائط مباحثہ حسب ذیل ہین۔

شرط اول۔ فریقین مین سے کوئی شخص مجاز نہوگا۔ کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب بول سکے۔ ورنہ حسب تجویز حضرت منصف صاحب کے حضرت سجادہ نشین صاحب بحیثیت صدر انجمن ادسکی حکم ہوکر سزائے مناسب تجویز فرماوین گے۔

شرط دوم۔ جو مناظر کوئی تقریر شروع کرنا چاہے۔ بغیر اجازت صدر انجمن صاحب کے مجاز بولنے کا نہو گا۔ اور جب تک وہ اپنی تقریر پڑھ رہا ہو تو دوسرے مناظر کو خاموش رہنا واجب ہوگا۔ بعد ختم ہو جانے ایک مسلسل تقریر کے جو تحریر مین ضبط کرکر پڑہی جاویگی۔ دوسرا مناظر حسب اجازت صدر انجمن صاحب کے اپنی تقریر شروع کریگا۔ سوا ہردو مباحث کے تیسرے کسی شخص کو کسی جانب سے استحقاق بالمواجہ بولنے کا نہ ہوگا۔

شرط سوم۔ برخواستگی جلسہ بحث برضائے مندی ہردو مباحث فریقین عمل مین آویگی۔ بلارضامندی ہردو مناظرین جلسہ بحث برخاستہ نہوگا۔

شرط چہارم۔ حاضرین فریقین مین سے کوئی صاحب کسی باتمین اشارۃً یا کنایۃً یا صراحۃً کوئی دخل نہ دیسکیگا۔ اسکے ذمہ وار بھی صدر انجمن صاحب ہونگے

شرط پنجم۔ مراتب ادلہ وہی رہینگی جو اصول فقہ اور نیز اصول حدیث مین مسلم اور مستحکم طور پر منضبط ہین۔ اور تعاریف مصطلحات علوم مین مثل طلبہ علم کے گفتگو نہوگی

ف ۱۔ یہ شرط اور شرط ششم بتارہی ہے۔ کہ آپ ضبط تحریر سے پہلے تقریر پر قادر نہین ہیں بالمشافہ مباحثہ کی کیونکر حرص ہے۔ تحریرات کر واسطے اور یہ کافی نہین؟

ف ۲۔ یہ شرط بتارہی ہے۔ کہ علمی سوال سے آپ جی چراتے ہین۔ شاید اسیواسطے آپ تقریری مباحثہ سے گھبراتے ہین۔ جب یہ بات ہے تو مباحثہ کا دعوی کیون اور کس غرض سے ہے؟

ایسے مباحث سے مقاصد ختم نہین ہوتے۔ مثلاً مین سوال کر بیٹھون۔ کہ نص کی کیا تعریف ہے۔ دوسرا سوال کرے کہ اقتضاء النص کی کیا تعریف ہے۔ یہ بحث جو موجب تسلسل ہے نہوگی۔ ہان البتہ اگر کسی بحث کا دارومدار کسی اصطلاح پر قرار پا جاوے۔ اور مناظرین اسمین مختلف ہون۔ تو حسب اقتضاء صراط مستقیم اسکی تحقیق ہوسکتی ہے۔ کتب معتبرہ اصول کی طرف رجوع کرکے اس خلاف کو دفع کیا جائیگا۔

شرط ششم۔ ہر ایک تقریر تحریر مین ضبط کی جاویگی۔ اور ہر ایک کو یہ اختیار ہے۔ کہ کوئی مناظر اپنی تقریر کو۔ اول سے محرر کرلیوے[سلمہ]۔

شرط ہفتم۔ جن اقوال مرزا صاحب کو موجب تکفیر قرار دیا ہے۔ ان مین بھی بحث نہوگی کیونکہ میرے نزدیک وہ اقوال عین معارف و اسرار ہین۔ نہ موجب تکفیر۔ اسکا ثبوت اس عاجز نے رسالہ تحذیر المومنین عن الکفار المسلمین مین بخوبی کردیا ہے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ وہ اقوال خطا ہین۔ تو بھی معفو عنہ ہین۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ مین داخل ہے۔ جنکو اللہ تعالی نے بحکم حدیث قدسی صحیح کے معاف فرمادیا ہے۔ حضرت منصور نے انا الحق کہا تھا۔ علماء معاصرین نے تکفیر کی دوسری قرن مین خود مکفرین غدار قرار دیئے گئے

؎ چون قلم در دست غدارے فتاد ٭ لاجرم منصور بردارے فتاد ٭

اور ظاہر ہے۔ کہ مجدد کیلئے یہ امر ضروری ہے۔ کہ کوئی فہم جدید لاوے۔ ورنہ اس کو مجدد کیون کہا جاتا

(محررہ ۱۷ جنوری ۱۸۹۳ء وقت شب محمد احسن امروہی نزیل بٹالہ)

سلمہ۔ یہی ہوگا۔ اور سب کچھ ہوگا۔ تاکہ آپ صاحبون کے علم اور لیاقت کی حقیقت کھلے۔ آپ پہلی ضبط تحریر کے سوا مباحثہ نہین کرسکتے۔ تو بالمواجہ مباحثہ کی کیا ضرورت۔ اور اس سے کیا فائدہ امروہہ یا بھوپال مین بیٹھکر یہ کام نہین ہوسکتا۔ ہان یہ فائدہ ہے۔ اس ذریعہ سے الاونس (سفرخرچ) خزانہ قادیانی۔ یا (مطبع حواریون) سے مل سکتا ہے۔ مگر ہر شخص اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے کیونکہ ہمارا اسمین بڑا حرج ہے۔ لہذا نا منظور ہے۔

اسکا جواب منجانب خاکسار

اس خط کے جواب کے اول و آخر مین منشی صاحب کی زائد باتون کا جواب دیا گیا۔ اور ان کے سیاہی اخلاق کا فوٹو دکھایا گیا تھا۔ اور چونکہ وہ اصل مطلب سے زائد تھا۔ لہذا اس کو چھوڑ کر مطالب متعلقہ کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

---

۲۰ جنوری ۱۸۹۱ء مولوی (یا منشی) احمد حسن صاحب نمبر ۳۹

سلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آپکا خط مورخہ ۱۰ جنوری ۱۸۹۱ء آج شب لاہور مین ملا۔ مجھے آپ کے دعویٰ مسیحیت کا بانی [illegible] بحث کرنا بخوشی منظور ہے۔ لہذا بمطابق آپ کی درخواست کے کہ آپ پر فرض ہے کہ جن اصول اور قواعد سے آپنے حالت مرحومین مین کسی ولی کو اور نیز گذشتہ مجدد تسلیم کر لیا ہے اور وہ آپ کے نزدیک نتیجۃ الولایت و مسلم التجدید ہو گیا ہے۔ پس ان اصول کو مفصل بیان فرما دیا جاوے کہ انہین اصولون کی روسے مجھے زائد بلکہ بعض زیادہ صحیح و مختلف فیہ کی تجدید (جسکو سب مسلک بالا مین عیسیٰ ابن مریم سمجھتا ہون۔ اور بعض احادیث صحیحین کا پورا مصداق جانتا ہون) ثابت کرون مین اصول و علامات کو بیان کرتا ہون۔ جن کی رو سے مین پہلے ولیون کو ولی سمجھتا ہے آپ ان اصول و علامات سے کا دعویٰ کا

سلّمہ۔ اس مسلک کا (جو ہمنے اپنے بیان مین کیا ہے) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنیوالے مسیح آنحضرت صلعم کی صفات جمالیہ کا مظہر ہو [illegible] اور ایسی مظہر ہوکر اور چونکہ اسوقت کے مظہر مسیح مرزا صاحب [illegible] متصف ہو کر [illegible]

ولی ہونا ثابت کریں۔ اور اگر ثابت نکر سکیں۔ تو مجھسے ان ہی اصول و علامات کی شہادت سے اسکے ولی و مجدد ہونے کا ثبوت لیں۔

وہ اصول و علامات درحقیقت ایک ہی وصف کمال ایمان و اسلام ہے۔ مگر تفہیم عام کی نظر سے تین اصول و علامات سے اسکی تفصیل کی جاتی ہے۔

پس واضح ہو۔ کہ سب سے **پہلی** علامت ولایت اور اسکا **اصل اصول** یہ ہے۔ کہ مدعی ولایت کا اعتقاد کفر و بدعت سے پاک ہو۔ وہ ایسے امور کا معتقد نہو۔ جن کو اسلام نے کفر و بدعت قرار دیا ہے۔

دوسری علامت یا اصل یہ ہے کہ مدعی ولایت کا عمل مخالفت شریعت سے مبرا ہو وہ اخلاق جمیلہ سے متحلی اور اخلاق رزیلہ سے متخلی ہو۔ اسکے ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ حکم شریعت کے ایسے تابع ہوں۔ کہ فرائض مقررہ نماز روزہ حج زکوۃ کے علاوہ نفلی عبادات میں سرگرم ہو کر حدیث لا یزال عبدی یتقرب بی بالنوافل[1]۔ کا مصداق ہو۔ اور محرمات قطعیہ (کذب دہوکا دہی۔ بدگوئی۔ مردم آزاری۔ مال مردم خوری) کے علاوہ مکروہات و مشتبہات سے بھی مجتنب ہو کر حدیث من اتقی[2] الشبہات کا امتثال کرتا ہو۔

تیسری علامت یا اصل (جو پہلے دو اصلوں کی فرع و نتیجہ لازمہ ہے) یہ ہے کہ مدعی ولایت کی ذات و صفات برکات الٰہیہ کے مظہر و مصدر ہوں۔ اور اسکے ہاتھ پاؤں۔ کان آنکھ حدیث[3] حتی اکون سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا کا مصداق ہو جائیں

[1] و [3]۔ یہ دونوں ایک حدیث کے ٹکڑے ہیں جسکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہانتک کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ پھر میں اسکے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ جسکا لازمہ یہ ہے کہ اسکے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ وغیرہ حکم خدا کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ۔ وہ کام دیتے ہیں۔ جو خدا کے کام ہیں جب اللہ ان سے کام لینا چاہتا ہے۔

[2]۔ اس حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص محرمات کے علاوہ شبہات سے بھی بچتا ہے۔ وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لیتا ہے۔

یہ علامات و اصول ولایت ہین۔ اور اگر کوئی ولی ہونے کے ساتھ مجدد ہونیکا بھی مدعی ہو۔ تو اسکے لئے یہ شرط یا علامت ہے۔ کہ اس کے ہاتھ سے دین اسلام کے ان امور کا احیا و ترویج ہو۔ جن مین سستی واقع ہو چکی ہو۔ نہ یہ کہ وہ احداث کرے اور دین مین ایسی باتین نکالے۔ جو بعینہ یا ان کا اصل اصول قرون ثلاثہ مین پایا نہ گیا ہو۔

(۲) آپ کی جملہ شرائط منظور ہین۔ مگر شرط دوم و ششم مین اس قدر ترمیم مناسب ہے کہ پہلے تقریر ہو۔ پیچھے تحریر۔ اور اگر تحریر پہلے ہو تو اندیشہ ہے۔ کہ آپ کادیانی کی طرح جو جا ہینگے خارج از بحث لکھتے چلے جاوینگے۔ اور کوئی آپ کو روک نہ سکیگا۔ اور اس سے اصل بحث چھوٹ جائیگا۔ اور شرط سوم مین یہ ترمیم ہو۔ کہ برخاستگی جلسہ منصف یا میر مجلس کی اجازت سے ہو۔ نہ فریقین کی اجازت سے۔ آپ کی اجازت کی شرط ہوے تو آپ جتنی دیر چاہین گے سوال سُنکر جواب کے لئے بٹھا رکھینگے۔ اور بحث کو کبھی ختم نہونے دینگے۔ کیونکہ آپ جب سے نوکری بھوپال سے معزول ہوئے ہین۔ بیکار و بے شغل ہین۔ اس صورت مین مباحثہ کے بہانہ سے بٹالہ مین آپ کا سالہا سال بیٹھے رہنا۔ اور منصف صاحب کے ماحضر کو غنیمت سمجھکر اسپر گذارہ کرنا بعید نہین ہے۔

شرط ہفتم۔ شاید بھول یا ذھول سے آپ کے قلم سے نکل گئی ہے۔ لہذا وہ بالکل فسخ کے لائق ہے [سلہ] جب آپنے درخواست مذکورہ بالا مین اصول و قواعد شناخت ولی و مجدد کو مقرر کرانا چاہا ہے۔ اور ان اصول مین مدعی ولایت کا مومن کامل ہونا۔ کافر و مبتدع نہونا۔ داخل اصل ایک امر لازمی ہے

سلہ۔ اس شرط کو آپ کی درخواست تقرری اصول شناخت ولی و مجدد کے ساتھ ملانے سے ناظرین کو ہماری دعویٰ کا صدق ثابت اور یقین ہو گا۔ کہ منشی صاحب اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ خود ہی تو ولی و مجدد کی شناخت کے لئے اصول مقرر کرنیکی درخواست کرتے ہین جسمین ولی و مجدد کے اعتقاد داخل ہین بحث و بیان ضروری ہے اور پھر خود ہی شرط ہفتم مین یہ لکھتے ہین کہ سوا اعتقاد کے بحث ہو۔ اور یہ نہین سمجھ سکتے کہ پھر انکی ولایت و مجددیت سے کیونکر بحث ہو۔ افسوس یہ فہم اور یہ دعویٰ کہ مین مولوی ہون۔ اور بحث کرنے کو آیا ہون۔ لاحول ولا قوۃ۔

توبھی کادیانی کے عقائد کفریہ پر کیونکر بحث تھی۔ آپکا یہ کہنا۔ کہ میرے نزدیک وہ اقوال معارف واسرار ہین۔ نہ موجب کفر۔ بحث کی ضرورت کو نہین اٹھاتا بلکہ بحث کو واجب ٹھہراتا ہے۔ آپ کادیانی کے ان اقوال کو معارف جانتے ہین۔ اور مسلمان ان کو کفر کہتے ہین۔ لہذا انمین بحث ہونا ازبس ضروری ہے۔ (ابوسعید محمد حسین)

اسکا جواب منجانب منشی صاحب

اس خط کا جواب بہی منشی صاحب نے بہت طول طویل طعن وتمسخر ولغویات سے پُر۔ پورے آٹھ صفحہ فرنچ پیپر مین دیا ہے۔ جو (۲۷۔ جنوری ۱۸۹۳ء کو ہمکو ملا) ہمذا اسکی لغو اور بیہودہ اور زائد باتون کو چھوڑکر اصل مطلب متعلق بحث کو نقل کیا جاتا ہے۔

وہ یہ ہے

آپ نے کسی مجدد خاص کا نام جو ان علامات اور اوصاف کے ساتھ ممتاز ومتصف ہو۔ ذکر[1] نہین کیا۔ جو مجھکو اس نظر کرنے کی گنجایش ملتی۔ کہ علماء معاصرین نے اُسکی تکفیر

---

[1] ناظرین! انصاف سے کہو مجہسے کسی ولی یا مجدد کا نام آپنے کب پوچہا ہے۔ یہ سوال نہ اس حصہ تحریر مین ہے جو ہمنے نقل کیا ہے نہ باقی تمام تحریر مین۔ منشی صاحب سچے ہین تو اس سوال کی عبارت نقل کرین۔ پہر کسی مجلس مین اپنے خط مین اسکی نشان دہی کرین۔ منشی صاحب آپنے صرف اصول شناخت ولی ومجدد مقرر کرانا چاہا تہا جو مقرر کردیا گیا۔ اس اصول سے کادیانی کا ولی مجدد ہونا یا نہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ اس امر کے لئے پہلے ولیون مجددون کے نام بتانے اور کادیانی کا انسے موازنہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم یہ نہین چاہتے کہ کادیانی کا ولی مجدد ہونا انکے برابر یا انسے بڑہکر ثابت ہو۔ صرف یہ چاہتے ہین۔ کہ کادیانی کا کسی قسم کا (ادنی کیون نہو)

تفضیل کی ہے یا نہیں ۔ لہذا یہ آپ پر ضرور ہے ۔ کہ آپ اس مجدد کی تعیین فرماوین ۔ اور اسکی مجددیت کے مدعی بنین ۔ تاکہ اسکی تجدید مین بھی نظر کی جاوے ۔ اور پھر اسکے معاصرین علما کی تفضیل و تکفیر وغیرہ پر بھی نظر ڈالی جاوے ۔ اور پھر اسکا مقابلہ مجدد حال مختلف فیہ سے کیا جاوے ۔ اور یہ بھی ضرور تحریر فرمایئے ۔ کہ اس مجدد کا کمال ایمان وکمال اسلام آپ کو کیونکر متیقن ہوا ۔ آیا آپکو اسکی تجدید اور ولایت کی نسبت وحی یا الہام ہوا ہے ۔ یا کسی امر دلیل ظنی یا یقینی سے اسکے کمال ایمان اور اسلام تا وفات اسکے تیقن حاصل ہوا ۔ یا صرف حسن ظنی کے طور پر اسکی ولایت اور مجددیت کو مان لیا ۔ وغیرہ وغیرہ میری غرض اصول اور قواعد سے یہی تھی ۔ آپ تو اس غرض سے بہت ہی دور جا پڑے کیونکہ ولی مجدد کی جو علامات خاصہ تحریر فرمائین ۔ ان مین سے علامت اول تو یہ ہے کہ امور عامہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷)

ولی مجدد ہونا ثابت کرین ۔ اس امر کے لئے کچھ ضرورت نہین کہ پہلے ولیون مجددون کی ہم فہرست دین ۔ اور انکو کمال ایمان کا اسلام سے بحث کرین ۔ اور انکے منکرین ومخالفین کے اقوال مین نظر ڈالین ۔ آپ اس بحث ونظر سے بات کو دوسری طرف لیجانا چاہتے ہین ۔ کیونکہ آپ اس امر کا یقین رکھتے ہین ۔ کہ آپ کادیانی کا مسلمان ہونا ثابت نہین کرسکتے چہ جائے ولی ہوتا ۔

اس سوال جدید کا یہی منشا ہے ۔ تو پہلے ابو وہ سوال تقرری اصول شناخت ولی کیون کیا تھا ۔ اب تو اس سوال کے شکنجہ مین آپ پھنس گئے ہین ۔ حکیم نورالدین صاحب تو مباحثہ لاہور مین ہمارے ۲۲ سوالات کے بعد ہماری قابو مین آئے اور بدیست وپا ہوکر جان چکے تھے ۔ کہ اب ہم الزام سے بچ نہین سکتے ۔ اسی وجہ سے کچھ رات رہے لودہانہ کو بھاگے ۔ اور خرجت مع البازی علی سواد کے کاربند ہوئے آپ بھی پہلی ہی تول سے خود پکڑے گئے ۔ اور مصرع ۔ مرا خواندی وخود بدام آمدی ۔ کے مصداق ہوگئے ۔ اب آپ نکلنا چاہتے ہین ۔ تو ہم آپکو کب نکلنے دیتے ہین ۔ آن قطرہ باران رسید ۔

سلّٰہ ۔ ہم دور جا پڑے یا آپ چکر کھا گئے بھول گئے ؟ گریبان مین منہ ڈالکر دیکھین اسمین کچھ نظر آوے

سکے ہے۔ ادنی ادنی مؤمن مین پائی جاتی ہے۔ اندرین صورت مجددون کی کوئی انتہا ہی نرہیگی۔ اور پھر آپ کو جملہ عامہ مؤمنین کو مجدد ماننا پڑے گا۔ اس دائرہ کو اپنے بہت ہی وسعت دیدی۔ اور اگر اسکو بمنزلہ عرض عام کے کہا جاوے۔ اور شرط آخیر کو بمنزلہ خاصہ کی۔ تو پھر یہ گذارش ہے۔ کہ میرا سوال عرض عام سے نہین ہی۔ صرف اس علامت خاصہ سی سوال ہے۔ جس سے مجدد غیر مجدد سی ممتاز ہو جاوے۔ پھر طوالت کرنے کی کیا ضرورت تھی اَب آپ پر واجب ہی۔ کہ جو آخر شرط مجددیت کی آپنے تحریر فرمائی ہی اسکی تحقیق سے کسی خاص مجدد مین نوٹس دیجاوی۔ شرط دوم و ششم مین آپ کی ترمیم منظور نہین۔ کیونکہ ان شروط مین جو طرفین کو مفید ہین اُنکا کیا ضرر ہے۔ بالغرض والتسلیم اگر مین خارج از بحث کچھ کہتا چلا جاؤنگا۔ تو پبلک اور عامہ خود سمجھ لیوینگے۔

تو حاشیہ نمبر اول کو پڑھ لین۔ اَب پچھتاے کیا ہوت ہی۔ چڑیان چگ گئین کھیت" وقت گذر گیا۔ ایک کلام آپکے منہ سی نکل گیا۔ پہلے سے سوچا ہوتا۔ مزن بے تامل گفتار دم + نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم + نطق آدمی بہتر ست از دواب + دواب از تو بہ گر نگوئی صواب +

سلہ۔ یہ ترمیم آپکو منظور نہین۔ تو پھر آپ کو مباحثہ بالمشافہ بھی منظور نہین۔ کیونکہ بالمشافہ مباحثہ کی صورت ہی یہی ہی۔ کہ فریقین زبانی سوال وجواب کرین۔ تحریرات گھر سے لکھکر لائی ہوئی ہون۔ تو پھر حاضری مجلس کی کیا ضرورت ہے۔؟ آپ کیون ادھر تشریف نہین لیجاتے۔

سلہ۔ بے شک سمجھ لینگے۔ مگر ہماری اوقات اور زر کا خون ہو جانے۔ اور ایکسٹرا کی بعد لوانہ کے مباحثہ سی یہ نتیجہ نکلا کہ بہت سا وقت بیکار اور طبع مباحثہ مین بہت روپیہ گراکر۔ جو ابتک پورا نہین ہوا۔ اسکا نقصان ہم دیکھ چکے ہین۔ لہذا اَب کا دیانی یا آپکے اس داؤ مین ہم نہین آسکتے۔ "لایلدغ المومن من جحر مرتین"۔ مومن ایک بل سی دو دفعہ

کر اسکی تحریر خارج از بحث اور لغو ہے۔ جیسا کہ مباحثہ لودہانہ وغیرہ مین سمجھا گیا۔ یہ
امر تو آپکو اور مفید ہو جاویگا۔ نہ معلوم آپکو اسکا اندیشہ کیون ہوا۔ آپ کچہ اندیشہ نہ کیجئے۔
اور اس شرط کو پورے طور پر تسلیم کر لیجئے۔ اور شرط سوم مین جو آپنے ترمیم کی ہے۔
وہ بھی ہرگز منظور نہین۔ کیونکہ اختتام یا اجرا بحث کا اختیار جیسا کہ مجکو اس شرط سے
حاصل ہے۔ آپکو بھی حاصل ہے۔ پہر آپکو طوالت بحث کا خوف کیون پیدا ہوا ہے۔
آپکو اختیار ہے۔ کہ جب آپ چاہین بحث کو ختم کر دین۔ طوالت مین نہ پڑین۔ + + +
شرط ہفتم کے رد و انکار مین جو آپ تحریر فرماتے ہین۔ کہ مرزا صاحب کی تکفیر اور عقائد کفریہ
مین بحث کرنا واجب ہوگا۔ اور اس بحث مین اسکا ذکر و تذکار بنا بر تکفیر وغیرہ ضروری ہے۔
اقول۔ مولوی صاحب [illegible] شیخ العرب والعجم کو بہی اس نسبت الحادیہ بچاؤ کیونکہ

۱۲؎ - آپ یہ بات [illegible] اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ آپنے
شرط سوم مین ہر ایک فریق کو [illegible] کا اختیار نہین دیا۔ بلکہ ہر دو فریق کو
جسکے معنے ایک اور [illegible] لفظ ہر دو کے معنے مین فرق سمجھ
سکتا ہے [illegible] فریق کا اختتام بحث پر اتفاق نہو بحث ختم نہو
اور [illegible] اختتام بحث پر راضی ہون۔ کیونکہ اس بحث مین الاولیس
ملتوی [illegible] چنانچہ پہلے [illegible] صفحہ ۲۶ مین معروض ہوا۔ لہذا یہ
ضرور ہے۔ کہ اختتام [illegible] منصف یا [illegible] اختیار مین ہو۔ آپ اس امر کو منظور نہین
کرتے تو [illegible] معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپکو بحث ہی منظور نہین۔ پہر اس نافہمی آپنے لفظا اردو کی

۱۳؎ - اسوقت حضرت شیخ العرب والعجم کی نسبت اقوال مخالفین سے کیا بحث ہے۔ کیا
حضرت شیخ الکل کو آپنے [illegible] کا دعوی [illegible] یا آپنے اُن کی ولایت یا مجددیت
کا دعوی پیش کیا ہے۔ یا آپکے [illegible] مین حضرت شیخ الکل کا کوئی

[illegible]

تھوڑی ہی مدت منقضی ہوئی ہے۔ مرایاد وترا فراموش۔ کہ اکثر علماء عرب وعجم حضرت ممدوح الشان کے الحاد وزندقہ وکفریات ولامذہبی پر فتوی لگا چکے ہین"

اس کے بعد آپنے جامع الشواہد کی عبارات اور مدار الحق کی تقریظات کی نقل سے آپنے خط کے تین صفحے اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کئے ہین۔

ہمنے اس جواب کا انکو کچھ جواب نہین دیا۔ اور نہ آئندہ جواب دینے کا ارادہ ہے۔ اس خط سے جو منشی صاحب کی بےعلمی اور نافہمی اور گریز از مباحثہ ثابت ہے۔ وہ عیان ہے۔ اور جو نہ سمجھے وہ ہمارے حواشی متعلقہ جواب مذکور سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ جواب خود اپنا جواب ہے۔ یہ کسی اور جواب کا استحقاق وضرورت نہین رکھتا۔

شاہ صاحب سجادہ نشین بٹالہ نے منشی صاحب کا یہ جواب پڑھا۔ تو اسکو گریز از مباحثہ سمجھا۔ وبنا برعلیہ متعدد خطوط اور وسائل سے منشی صاحب کو سمجھایا۔ اور الزام دیا کہ آپ ناجائز شروط پر اصرار کرتے ہین۔ اور اپنے مقابل کی صحیح ترمیم کو نہین مانتے اور مباحثہ

بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible]

قول پیش کیا ہے؟ ابھی تو ہمنے اصول شناخت ولی ومجدد کو بیان کیا ہے۔ جب ہم اس اصول کو ذہن نشین کرا لینگے اور اس اصول کی شہادت سے حضرت شیخ الکل کا ولی ومجدد ہونا ثابت کرینگے یا حضرت شیخ الکل کا قول کا دیانی کے کافر ہونیکے ثبوت مین پیش کرنا چاہینگے تب آپ اس بات کو پیش کرنے اور اس کی تائید مین تقریظات وشہادات جامع الشواہد ومدار الحق وغیرہ سے استدلال کرنیکے مستحق ہونگے۔ اور اسیوقت ہم انکا جواب دینگے اور ثابت کر دکھائینگے کہ جس شخص نے حضرت شیخ الکل کی جناب مین کوئی گستاخی کی ہے۔ اسنے خطا کی۔ ابھی تو آپکو اس سوال کا کوئی موقع ومحل نہین۔ منشی صاحب آپ ہوش مین آوین۔ آپ کہان سے کہان کو بہاگے پہرتے ہین۔ آپکا یہ سوال صاف بتا رہا ہے۔ کہ یا تو آپ ہوش مین نہین اور اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ یا دیدہ ودانستہ بحث کو دوسری طرف لیجانا اور اصل بحث سے جان چہڑانا چاہتے ......

[illegible]

سے گریز کرتے ہین۔ مگر منشی صاحب نے منظور نہ کیا۔ اور دو تین خطون مین اپنی ان
ہی ناجائز شرطون اور خارج از بحث باتون پر اصرار کیا۔ ایک آپنے خط اسمی شاہ صاحب
مورخہ ۲۵- جنوری مین وہ لکھتے ہین۔
"میری مراد ختتام بحث سے یہ تھی۔ کہ انجام کار تمامی بحث فریقین کے اختیار مین رہیگی"
(۲) جلسہ مین تحریر ہو۔ تو پہلے سے غیر وقت مین سوائے وقت جلسہ بحث کے تحریر کرلیا
جاویگا۔ اور اس محرر (لکھے ہوئے) کو جلسہ بحث مین سُنادیا جاویگا۔
(۳) نمبر وار۔ ایک ایک قول جو موجب کفر قرار دیا گیا ہے۔ معرض بحث مین لانا چاہئیے
لہذا مین منتظر تھا۔ ایک ایسے قول کا جواب بطور نمونہ کے عرض کرتا ہون۔ جناب والا
مولوی صاحب سے اسکا تصفیہ فرمالیوین (یعنے اسکا جواب ان سے لین) اس کے بعد
تین صفحہ مین یہ مضمون لکھا۔ کہ کادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہین کیا۔ (ناظرین ملاحظہ
کرین۔ کہ یہ خط ہی ہمان آش ور کاسہ کا مصداق ہے۔ اسمین ان ہی شرائط پر اصرار کرکے
بحث تحریری کی ابتدا کی گئی ہے۔ کہ ہمارے جواب کادیانی کے نبی ہونے کے متضمن کا تحریری
جواب دو) **ایک اور خط** ستائیس جنوری مین آپ لکھتے ہین۔ کہ صاحبزادہ صاحب
اسبارہ مین گفتگو کر گئے ہین۔ اُن سے آپ دریافت کرلین۔ ایسا ہی ایک خط آپ نے
۲۹- جنوری کو شاہ صاحب کے نام روانہ کیا۔ **ان کے جواب مین شاہ صاحب نے**
ان کے نام **دو خط لکھے** جو ذیل مین منقول ہین۔

پہلا خط

مولوی محمد احسن صاحب السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ آپکا نامہ والا پہنچا۔ مضمون
معلوم ہوا۔ یہ فقیر اولاً ایسی تحریری بحث کو تو فضول سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ تو آگے ہی
فریقین کے رسائل مین ہو رہی ہے۔ جسکا اختتام الی ماشاءاللہ ہوگا۔ مگر آپکے دو دفعہ

لکھنے پر مختصراً جواب رقعہ ۲۵ - جنوری ۱۸۹۳ء اور رقعہ ۲۷ - جنوری لکھا جاتا ہی؛

جواب رقعہ اول - آپنے امر اول و دوم مین نہ میری منشا کو منظور کیا - نہ اپنے فریق مقابل کی ترمیم کو اختتام بحث فریقین کے اختیار مین رکھا جاوے تو بقول آپ کے مقابل کے جو فریق جب تک چاہیگا بحث کو لٹکائی رکھیگا - لہذا اسکا اختتام صدر انجمن کی رائے سے ہونا ضروری ہے - وہ وقت کافی مقرر کردیگا - جس فریق نے وقت مقررہ تک جواب نہ دیا - اس کو وہ شکست یافتہ سمجھکر مجلس کو برخاست کرے گا - یا جب کوئی فریق خارج از مبحث باتین کرنے لگے گا - صدر انجمن اسکو شکست یافتہ سمجھکر جلسہ برخاست کریگا

۲ - گھر سے اگر کچہ لکھکر لانا ہو - اور اس تحریر کو پڑہنا ہو - تو گفتگو بالمشافہ کیا ہوئی - تحریرات فریقین گھر بیٹھے لکھ سکتے ہین -

۳ - گفتگو اقوال مرزا صاحب مین قرار ہوگی - اور پہلے اس کو پیش کرلیا جاوے گا - جسکو اپنے مدلل لکھا ہے - چنانچہ ہمنے آپکی تحریر[1] فریق ثانی کو دکھائی - وہ قبول کرتے ہین - کہ پہلے اسی مین بحث کرلی جاویگی - اگرچہ عیسے موعود ہونیکی بحث مقصود بالذات ہی -

جواب رقعۂ دوم - مراتب بحث کی بابت تو حسب تمہید مرقوم ہوچکا ہے - جناب صاحبزادہ صاحب کا کہنا فریق ثانی نے بھی بخوشی قبول کیا ہے - اور یہ کہا - کہ تین تقریر سے زیادہ ہونے کا معمول نہین - جو صاحب پہلی تقریر کرے پیچھے بھی وہی کرے - صاحبزادہ صاحب نے اُن کی اس بات کو قبول کرکے آپکی طرف سے آج دس بجے کا وقت اجتماع کے لئے مقرر کردیا - چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب اس وقت مقررہ پر حاضر ہونیکو طیار ہین - لہذا مکلف اوقات گرامی ہون - کہ آپ اب جیسا چاہین - تعین مکان بحث اور تعیین شخص ذمہ وار بحث اور وقت بحث مولوی محمد حسین صاحب کی

---

[1] وہ خط جسمین آپنے کا دیانی کے مدعی نبوت نہ ہونے اور اسکے مسیح کاذب ہونے کا ثبوت تحریر کرکے اسکا جواب چاہا تھا ایکم ہریٹی کیا -

طرف براہ راست یا بواسطہ شخص مناسب لکھ بھیجین - والسلام وعلیہ الاختتام -

(راقم ظہور الحسین مورخہ ۲۹ جنوری ۱۸۹۳ء)

دوسرا خط

مولوی محمد حسن صاحب السلام علیکم و علی من لدیکم - آپکا خط مورخہ ۲۹ - جنوری ۱۸۹۳ء پہنچا - مظہر ما فیہا ہوا - مختصراً جواب مین التماس ہے - کہ آپ جیسی بحث چاہین ویسی ہو سکتی ہے - مگر اگر آپ کسی جلسہ مین بالمشافہ تشریف نہ لاوین محض گہر بیٹھے تحریری بحث ہوتی رہے - تو ایسی بحث مین ہم لوگون کو آنا منظور نہین - کیونکہ یہ رسائل مین بیشتر شروع ہے - اور آگے بھی ہیگی - اسی لئے مولوی محمد حسین صاحب سے مسئلہ مندرجہ سابقہ کا جواب طلب نہین کیا گیا - اور فقیر نے تو یہ لکھدیا تھا - کہ پہلے بحث اسی سے شروع ہوگی - مگر اگر آپ پہلے سکا جواب گھر سے لکھکر لانا چاہتے ہین - تو مولوی محمد حسین صاحب سے لکھوا کر بھیجدیا جاویگا - لاکن آپ پہلے تعیین مکان بحث او وقت اور ذمہ وار و نیز حکم جو فیصلہ کنندہ تحریرات و تقریرات فریقین ہوگا کیونکہ اپنے صدر انجمن کو اس اختیار سے محروم رکھا ہے - اور یہ بھی سنا جاتا ہے - کہ آپ بٹالہ کے لوگون مین تشریف لانے سے خائف ہین - تو اس خوف کا ازالہ جسطرح خیال دالا مین متصور ہو سکے - آپ ظاہر فرماوین - انشاء اللہ تعالے ویسا ہی ہو جاویگا - تو اگر عام جلسہ مین آپکا خوف کسیطرح زائل نہین ہو سکتا - تو جلسۂ خاص مقرر کردیا جاوے - جسمین وہ لوگ ہون - جن کی تعداد طرفین سے پوری کیجاوے - اگر پھر بھی آپکا خوف زائل نہو - اور ہم لوگونکی کسی تسلی پر آپ مطمئن نہون - تو مجبوراً آپکا گریز از مناظرہ عموماً متیقن ہوگا - خلاصہ تکلیف دہی یہ ہے - کہ مختصر جواب درباب قبول یا عدم قبول مرقومات بالا بدست حامل ارسال فرماوین - تاکہ فردا جلسہ کا ہونا یا نہونا تعیین پا جاوے

لہ یعنی وہی مسئلہ جو آپکے پہلے خط اسمی شاہ صاحب مین مرقوم ہے کہ کادیانی مدعی نبوت نہین ہے - اور اسوجہ سے کافر نہین

مگر حکم مذکور موجود ین بلدہ ہذا مین سے ہو۔ اور علوم حدیث فقہ و قواعد عربیہ و اصطلاحات منطقیہ سے مناسب واقفیت رکھتا ہو۔ فقط۔ والسلام تمّ الکلام۔

(راقم ظہور الحسین)

اسکے بعد شاہ صاحب سجادہ نشین نے ایک اور خط مین آپکو دعوت مناظرہ کی۔ اور اسمین یہ بات لکہی۔ کہ مجھے ایسی تحریرات کیلئے ڈاک منشی ہونے کی ضرورت نہین۔ (جسکا مدعا یہ تہا۔ کہ کاغذی گھوڑے آپ بذریعہ ڈاک خانہ بھی دوڑا سکتے ہین۔ بالمشافہ گفتگو کرنی ہو۔ تو مجھے وسیلہ بناوین)۔

اسکے جواب مین منشی صاحب نے جو آخری خط مورخہ ۳۰۔ جنوری ۹۲ء کو شاہ صاحب کے نام لکھا۔ اور اسمین مقام بٹالہ مین بحث کرنے سے گریز کو بخوبی ظاہر کیا ہے۔ اس خط کا اول اور آخر کو بحذف زوائد نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ مخدوم و مکرم حضرت مولوی سید ظہور حسین صاحب سجادہ نشین بٹالہ شریف دام مجدکم —

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ بلا تاریخ و بغیر زینت دستخط مبارک و مہر شریف وقت شب کے صادر ہوا تھا۔ بسبب نہونے دستخط وغیرہ کے جواب لکھنے مین تردد رہا۔ مگر اب زبانی منشی محمد امین وغیرہ کے معلوم ہوا۔ کہ وہ عنایت نامہ حسب منشاء عالی ہی لکہا گیا ہے۔ + + + آتے تو جناب والا کو اپنا وسیلہ کیا تھا۔ تاکہ کوئی مخالفین مین سے کوئی امر غیر تہذیب اس عاجز کے ساتہ ارتکاب نکرسکے۔ کیونکہ جناب اس شہر کے رئیس ہین اور یہ عاجز مسافرانہ وارد ہے۔ مگر جناب والا نے عنایت نامہ سابق مین ارشاد فرمایا۔ کہ ایسی تحریرات کو ڈاک منشی ہونیکی ضرورت نہین ہے۔ لہذا عرض ہے۔ کہ اب بلا توسل جناب والا کے براہ راست ہی مولویصاحب سے سلجھ لیا جاویگا۔ اب اولہار تو پڑہی گیا ہے۔ دیکھئے یہان سلجھے یا لاہور مین۔ ۵

سلجھے گا کیونکر دیکھئے دل زلف یار سے ٭ بیطرح ہمین اوس سے یہ الجھاؤ پڑ گیا ٭

مطالبات علیحدہ کاغذ پر ثبت ہین - یہ مولوی صاحب کی خدمت مین ارسال فرمائے جاوین - والسلام خیر ختام - (احقر الناس محمد احسن ۳۰ جنوری ۱۸۹۳ء)

ہمارے بیان صدر مین اور منشی صاحب اور شاہ صاحب کے خطوط مین صاحبزادہ صاحب ظہور حسن کی مداخلت و تعلق کا بیان ہوا ہے - لہذا بعض واقعات کے متعلق صاحبزادہ صاحب کی شہادت پیش کرنی ہی مناسب معلوم ہوتی ہے - آپ مصنف صاحب کے نام ذیل تحریر کرتے ہین - جو بڑے شاہ صاحب سے ہمکو وصول ہوا ہے -

---

نقل - وہ مطالبات یہ ہین جنکی سرخی آپنے یہ رکھی تہی - مطالبات نیاز نامہ ۱۷ - جنوری ۱۸۹۳ء بخدمت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی - (۱) میری تحریرات کا جو جواب اشاعۃ السنۃ مین لکہی گئی ہین - جواب کب ملیگا - (۲) اس امت کے کسی مجدد کی تعیین کیجاوے یعنے اسکا نام بتایا جاوے - (۳) خط ۲ جنوری ۱۸۹۳ء مین جو لفظ کشیع عنان لکہا گیا ہے - اسکی تصحیح کیجاوے (۴) وجوہ تکفیر کا دیانی کا جو جواب مین نے خط ۲۵ - جنوری امی شاہ صاحب مین تحریر کیا ہے - اسکا جواب دیا جاوے (۵) جس شخص کی نسبت کفر کا فتوی بہت لوگون نے دیا ہو - اسکا فتوی کسی دوسرے کے کفر کے واسطے مسلم ہو سکتا ہے؟ شاہ صاحب نے اس پرچہ مطالبات کو اسپر عبارت ذیل لکہکر واپس کیا - چونکہ ابلاغ کاغذ ہذا مخالف تحریر والا ہے - یعنی آپنے آج کے خط مین لکہدیا ہے - کہ آپ کو تکلیف دہنی ابلاغ تحریرات وغیرہ سے بری رکھا جائیگا - بلکہ بلا توسل آپکے مولوی صاحب سے سلجہ لیا جاویگا - تو پہر یہ ابلاغ حقیر کے کیونکر تفویض ہوا - لہذا واپس کیا جاتا ہے فقط

مورخہ ۳۰ - جنوری ۱۸۹۳ء سید ظہور حسین سجادہ نشین -

محب الفقرا جناب منصف صاحب دام عنایتکم

از خاکسار صاحبزادہ سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین۔

پھر جب منشی صاحب بٹالہ سے ناکامی کے ساتھ لاہور پہنچے۔ اور لوگونکی طرف سے پھر خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے مجبور کئے گئے۔ تو آپنے بقول شخصے "عصائے پیر بجائے پیر" پھر وہی پرچہ مطالبات شاہ صاحب کا واپس کیا ہوا میاں محمد ابراہیم صاحب سوداگر پشمینہ کے ہاتھ بدرخوست جواب بھیجدیا۔ مینے اسکے جواب مین کہا کہ یہ رقعہ میرے نام کا نہین۔ منشی صاحب میرے نام کا رقعہ تحریر کرین۔ اور اسمین یہ مطالبات درج کرین۔ تو مین انکا جواب دونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

پھر منشی صاحب اس درخواست کو بھول گئے۔ اور حوصلہ نہ پاسکے۔ کہ میرے نام کا رقعہ لکھتے۔ مگر چونکہ منشی صاحب اس شہر مین مہمان ہین۔ لہذا ہم بنظر مہمان نوازی ان مطالبات کا جواب خود بخود لکھتے ہین۔

جواب مطالبہ اوّل۔ آپکے رسائل کے کئی جواب شائع ہوچکے ہین جو مطبع انصاری دہلی سے بقیمت ذیل مل سکتے ہین۔ اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح مولفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب علیگڈھی۔ بیان للناس۔ مولفہ مولوی عبدالمجید صاحب دہلوی۔ شفاء للناس مولفہ مولوی عبداللہ صاحب شاہجہانپوری۔ اشاعۃ السنۃ مین بھی ضمناً جابجا ان کا رد موجود ہے۔ مستقل طور پر آپکی خدمت گذاری ہوگی۔ مگر آپ کے مرشد کادیانی کی خدمت سے فارغ ہوکر۔ آپ ہی فرمائیے۔ کہ آپکا حق خدمت مقدم ہے۔ یا آپکے مرشد کا؟۔ ہرچند مین آپکو مخاطب صحیح نہین سمجھتا۔ اور نہ ہر کس و ناکس للو دکلو کا جواب مجھپر واجب ہے۔ مگر ان لوگون کی خواہش کے لئے جو آپکو مولوی سمجھتے ہین۔ ہمنے آپکو مخاطب کرکے آپکی

ہے۔ ہم تمکو بحسب اصطلاح کادیانی الہام ہوا۔ یا اسکو توارد و اتفاق کہو۔ اس جواب کے لکھنے کے بعد منشی صاحب نے بذریعہ خط ہمارے پاس پرچہ مطالبات ارسال کیا۔ اور اسمین اعلان بکر مطالبہ جواب کیا۔ وہ خط خیر مین مطبوع ہے

بعد سلام سنت اسلام مبرہن رائے تمالی ہو۔

بقیہ ۱۵ ستمبر صفحہ ۱ ستمبر سنہ ۔۔۔

سولویت ظاہر کرونگا انشاءاللہ تعالے۔

اسی غرض سے باوجود ایسا سمجھنے کے آپ سے تقریری مباحثہ کے لئے حاضر ہون۔

(ج-م-۲) آپ کے خط ۱۷- جنوری مین یہ مطالبہ نہیں ہوا۔ مشتے دبعد از جنگ یاد آید ــــ اور نہ کادیانی کو مجدد یا کافر بنانے کے لئے کسی سابق مجدد کی تعیین ضروری ہے۔ حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۳۶۷ ملاحظہ ہو۔

(ج-م-۳) آپکو معلوم ہے۔ کہ میرا خط نمبری ۳۹ جو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ یہ تو قلم کا لکھا ہوا نہیں۔ مگر آپ کے دو خط آپکے دستخطی ہیں۔ پاس موجود ہین۔ خط اول مین آپ بقلم خود لفظ "اصول" کو اوصول لکھتے ہین۔ خط دوم مین لفظ حسرج کو جو غلطی سے بنا ہے۔ آپ بقلم خود ہ ح ہائے ہوز سے لکھتے ہین۔

پس جو چیہ آپ صحت املا ان دونو لفظون کی بتائین۔ وہی وجہ لفظ کشیح عنان کی سمجھ لین۔ اس لفظ کا الزام تو کاتب کی قلم پر عائد ہو سکتا ہے۔ کہ اسنے کف کو کشیح لکھدیا اور میرے دستخطی حروف کا مشتبہ ہونا آپکو اور تمام لوگون کو معلوم ہے۔ جو میری خطوط دیکھ چکے ہین۔ آپ کے واضح اور خوشخط حروف والفاظ کا الزام کسپر عائد ہوگا۔ آپکو تو کسی تاویل کی گنجایش نہین۔

(ج-م-۴) میدان مین نکلین اور اسکا جواب لین۔ کیا آپ مقاصد کو مبادی مین طے کرنا چاہتے ہین۔ یا مباحثہ تقریری کو تحریری بنانا۔ ؎

بہر رنگے کہ می آئی شناسم +۔

(ج-م-۵) مینے اسوقت تک آپکے مقابلے اور مباحثے مین کسی عالم کا قول کفر کادیانی پر دلیل ٹھہرا کر پیش نہین کیا۔ اور نہ انکو مباحثہ مین پیش کرنا کافی سمجھا۔

٭ گو بہت سے آدمی یہ کام کر سکتے ہین۔ از انجملہ ایک میان محمد ابراہیم صاحب سوداگر پشمینہ ہین۔ جو آپ کی نسبت مولوی کہلانے کا زیادہ حق رکھتے اور آپ سے مباحثہ تحریری کرکے آپکو ساکت کر چکے ہین۔

جناب مولوی محمد حسین صاحب ہر جگہ ہر وقت واسطے بیان کرنے مسائل کے مستعد ہین
ابھی تک جناب مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے نہیا نہین ہوا۔ مجھے زبانی
عبد الرحمن کے روبرو جناب اخی اعزی سید ظہور الحسین صاحب معلوم ہوا ہے۔ کہ
وہ بھی مستعد ہین۔ مگر چونکہ انکا رقعہ اس مضمون کا نہین آیا تھا۔ جناب اخی اعزی نے
ارشاد فرمایا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بہرحال تیار ہین۔ آپ وقت اور ثالث جو (تقاریر
منقوبہ کا تصفیہ کرے) اور مکان (جسجگہہ آپ تشریف لانا چاہتے ہین) تحریر فرماوین۔
کیونکہ جسکے مکان پر ہر دو صاحب تشریف ارزانی فرماوین۔ وہ حفظ عزت و آبرو کا ذمہ
وار ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ اخی اعزی نے فرمایا۔ کہ اگر اس فقیر خانہ مین تشریف لاوین
تو مین ذمہ وار ہون۔ چونکہ فقیر واسطے طلب ایک رفیق کے جو ایک ضروری امر کیواسطے

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ

اگر ہم ان اقوال کو کافی اور مباحثہ سے مغنی خیال کرتے۔ تو کیون صاف
یہ نہ کہتے۔ کہ کادیانی باتفاق علماء پنجاب و ہندوستان کافر قرار پاچکا ہے۔ اب
ایسے اتفاقی کافر کے کفر مین بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔
منشی صاحب انصاف سے اور اگر اسلام پر کچھ بھی ایمان ہے۔ تو ایمان سے
کہین۔ کہ اسوقت تک اس مطالبہ کا آپ کو کچھ حق پیدا ہوا ہے۔؟
اور پہلے چار مطالبون کو خصوصاً مطالبہ سوم کو اصل بحث سے کوئی تعلق ہے؟
کیا ان مطالبات سے ناظرین اہل علم کو معلوم نہو گا۔ کہ آپ مولوی نہین ہین
اور اپنے کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔
سطہ۔ بیان مسائل یعنے وعظ کا لفظ انہون نے اسلئے لکھا۔ کہ منشی صاحب مباحثہ
سے گریز کرتے ہین۔ صاحبزادہ صاحب نے چاہا۔ کہ اس بہانہ وعظ سے
وہ میدان مین آجاوین۔

مجھے پٹیالہ مین طلب کرتا ہے۔ جاتا ہے۔ اور جناب اخی اعزی مجھسے ہر امر مین سابق
ولائق و فائق ہین۔ اور ہم سب برادران اسکے امور دینیہ مین کنفس واحدۃ ہین۔
نظر بران امیدوار ہون۔ کہ حضرت اخی اعزی کو اس امر مین مثل بلکہ بہتر مجھسے
سمجھکر مولانا صاحب مولوی محمد حسین جسطرح سے اپنا خط وکتابت براہ راست فرماتے
ہین۔ مولوی محمد احسن صاحب بھی حضرت اقدس سے خط وکتابت کرین۔ حضور کو معلوم
ہے۔ کہ فقیر کسی امر دین یا دنیا مین اپنے آپ کو کچھ نہین سمجھتا۔ بنابران یہ دعا نامہ بخدمت
جناب تحریر کیا ہے۔ اسوقت تک جو کارروائی مولوی محمد احسن صاحب سے ہوئی
ہے۔ وہ بھی آپ کو معلوم۔
ضرور حضور مولوی محمد احسن صاحب کو نہایش فرما دیجئے۔ کہ واسطے رفع نزاع
اہل اسلام ایک تقریر مولوی محمد حسین اور دوسری مولوی احسن کرین۔ اور تیسری
پھر مولوی محمد حسین کرین۔ اور اسپر ختم ہو۔ یا چار تقریر ہو جاوین۔ ضرور بہرحال جسطرح
مولوی محمد احسن صاحب راضی ہین۔ مولوی محمد حسین تیار ہین۔ مگر ثالث و وقت مکان
مقرر کرکے جناب اخی اعزی کو اعلام کردین فقط۔ (ظهور الحسن)

رودادا اور شہادت مباحثہ بٹالہ ختم ہوئی۔ آپ ناظرین مباحثہ لاہور سے سب
کادیانیون کی گریز و فرار کی کیفیت سنین۔

۹ تاریخ بہشتی صاحب لاہور مین وارد ہین۔ حافظ محمد یوسف صاحب و مولوی رحیم بخش
صاحب وغیرہ نے ان کو مباحثہ کے لیے اوٹھایا۔ مگر اُٹھ نہ سکے۔ اور ایک خط خاکسار
کے نام اس مضمون کا لکھدیا۔ جسمین مباحثہ سے صاف گریز پایا جاتا ہے۔ مباحثہ
لاہور ملاحظہ ہو۔

لاہور کا مباحثہ

اور

اس سے جملہ کادیانیوں کی گریز

اثنا رزمانہ مباحثہ بٹالہ مین کادیانی کے ایک چھپے حواری ہمارے سابق و قدیم دوست حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر باری دواب جو رکھا نوالے علاقہ قصور مین متعین ہین لاہور پہنچے اور ایک جماعت کو ساتھ لیکر خاکسار کے پاس تشریف لائے۔ اور خواستگار ہوئے۔ کہ آپ مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین سے ایک دفعہ پھر مباحثہ کریں۔ مینے جواب مین کہا۔ کہ آپ لوگون کی زبانی بات کا مجھے اعتبار نہین۔ کیونکہ پہلے آپنے حکیم نورالدین سے میرا مباحثہ کرایا۔ پھر اسکو نا تمام چھوڑ کر ان کو غائب کر دیا۔ پھر جب مرزا غلام احمد کادیانی کو بذریعہ تار اور خطوط حکیم صاحب کے بھاگ جانیکا الزام دیا گیا۔ تو کادیانی اور اسکے حواریون نے اپنے خطون اور اخبارون مین یہ ظاہر و مشتہر کیا۔ کہ حکیم صاحب سے تمہارا مباحثہ کب ہوا ہے۔ کہ حکیم صاحب کے چلے آنے سے بھاگ جانیکا الزام صحیح ہو سکے۔ تمہارا تو اس گفتگو مین قدم ہی نہ تھا۔ گفتگو حافظ محمد یوسف صاحب اور حکیم صاحب کی تھی۔ حافظ صاحب سائل تھے۔ حکیم صاحب مجیب۔ تم تو صرف وزیٹرز (یعنے تماشائیون) مین تھے۔ تم یون ہی لہو لگا کر شہیدون مین داخل ہوتے ہو (یہ اقوال انکے اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۳ یصفحہ ۳۴۰ و ۵ شائع ہو چکے ہین)۔ اسپر آپ سے بیان واقع کی شہادت چاہی۔ تو آپنے اپنی شہادت کو چھپایا۔ اور ایک جھوٹی بات جوابمین لکھکر مجھے ٹلا یا۔

اَب پہر آپ مباحثہ کی درخواست کرتے ہین۔ فرمایئے! مین اُنکی بات کا کیونکر یقین واعتبار کرون۔ آپ پہر گفتگو کرانا چاہتے ہین۔ تو مجہے اس مضمون کی ایک تحریر دین۔ کہ پہلے ہمنے حکیم نورالدین سے تمہارا مباحثہ کرایا تہا۔ جو ناتمام رہا اَب ہم پہر اسی مقام سے جہان وہ ناتمام رہا مباحثہ کرانا چاہتے ہین۔ جسپر حافظ صاحب نے اسیوقت رقعہ ذیل خاکسار کے نام لکہا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازفقیر محمد یوسف بخدمت بابرکت مخدومی مکرمی مولانا مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم۔ پیشتر جو مینے اپنے شکوک رفع کرنے کے واسطے آپکا اور مولوی نورالدین صاحب سے گفتگو کرائی تہی۔ وہ ناتمام رہگئی تہی۔ اَب چاہتا ہون۔ کہ وہ گفتگو پہر ہووے۔ اور مین شکوک رفع کرون اگر آپکو یہ منظور ہے۔ تو مطلع فرماوین۔ تاکہ مولوی نورالدین صاحب کو طلب کرون اور یہ جلسہ لاہور مین ہووے۔ اور گفتگو اسی جگہ سے ہووے جہان سے ناتمام رہگئی تہی فقط۔ محمد یوسف بقلم خود سلہ ۱۷۔ جنوری ۱۸۹۳ء

اسکے جواب مین خاکسار نے ان کو ایک مختصر رقعہ لکہدیا جسمین یہ وعدہ دیا کہ آپ جس شخص سے (کادیانی صاحب ہون۔ یا حکیم نورالدین صاحب۔ یا منشی محمد احسن امروہی) چاہین۔ مین انسے مباحثہ کے لئے حاضر ہون۔ اسکے بعد خاکسار بٹالہ کو چلا گیا۔ اور وہان منشی محمد احسن صاحب کی خدمت گذاری مین مصروف رہا۔ ان کی تسلی کرکے پہر لاہور مین آیا۔ تو حافظ صاحب کے نام ایک اور خط تحریر کیا جسکی نقل یہ ہے۔

سلہ۔ تاریخ ۱۷۔ درنہ تہی۔ بلکہ اور تہی۔ حافظ صاحب نے جو اس مین راست گوئی کی ہے۔ اسکی ایک خاص وجہ ہے۔ جسکو ہم ابہی ظاہر نہین کرنا چاہتے۔ حافظ صاحب ہمارے ساتہ سیدہے ہوکر نہ چلے۔ تو اسکو بیان کرین گے۔

مورخہ ۱۳ رجب ۱۳۰۹ھ — محبی حافظ محمد یوسف صاحب — مطابق یکم فروری ۱۸۹۲ء ۱۳۸

بعد سلام مسنون مکلف ہون۔ کہ اپنے حکیم نورالدین بھیروی و مرزا غلام احمد کادیانی ومنشی (یا مولوی) محمد احسن امروہی سے مباحثہ کی بابت خط وکتابت کی ہے یا نہین؟ اگر کی ہے تو۔ انہون نے کیا جواب دیا ہے۔ مجھسے مباحثہ کرنا منظور کیا ہے یا نہین کیا ہے توکس وقت اورکن شرائط سے۔ آپ مجھے جلد اطلاع دین۔ اور اگر کسی صاحب نے انہین سے مباحثہ منظور کیا ہے۔ تو انکو لاہور مین جلد بلالین۔ آوماس مباحثہ کو شروع کرا دین۔ کیونکہ مین صرف باقی نصف ماہ رجب کے ایام لاہور مین رہونگا۔ اوائل ماہ شعبان مین حضرت شیخنا وشیخ الکل کے ساتھ پورب* جاؤنگا۔ انشاء اللہ تعالے۔ وہان سے آخر شعبان کو واپس آنا ہوگا۔ پھر ماہ صیام درپیش ہوگا۔ اور گفتگو کا موقعہ جلد نہ ملیگا

* ۔ اس سفر پورب پر تین ضرورتین باعث ہین اول حضرت شیخنا وشیخ الکل کی ملازمت ورفاقت سفر۔ شیخ احمد اللہ صاحب رئیس اعظم رحیم آباد ضلع دربھنگہ عرصہ ایک سال سے حضرت شیخ الکل کی زیارت کے مشتاق ہین۔ اور خاکسار کے ذریعہ اس اشتیاق کا ایک سال سے اظہار کر رہے ہین۔ اِندنون حضرت شیخ الکل بعد دل رحیم آباد تشریف لیجانے کے لئے مستعد ہوگئے ہین۔ اور وہ حضرت خاکسار کی رفاقت کے بھی خواہان ہین۔ دوم مسلمانون کی عزت اور فخر مدرسہ احمدیہ آرہ کا ۲۲۔ شعبان کو سالانہ جلسہ ہے۔ اسمین خاکسار بھی مدعو ہے۔ سوم میرا ایک لڑکا عبدالرشید نامی طال اللہ عمرہ وزادہ علمہ وطن کی تعلیم مروجہ علوم انگریزی وغیرہ کو چھوڑ کر۔ اور اسقدر دور دراز سفر کرکے اس مدرسہ مین عربی علوم پڑھتا ہے۔ اس سفر مین اسکی تعلیم کی نگرانی بھی مدنظر ہے۔

(۲) آپنے یہ امر تو اپنے خط سابق مین تسلیم کیا ہوا ہے کہ جسطور پر پہلے حکیم نورالدین
صاحب سے گفتگو ہوئی ہے۔ اسی طور پر اب بھی اُنسے گفتگو ہوگی۔ آسپر میری طرف
سے یہ مستزاد ہے۔ کہ اسیطور پر دوسرے صاحبون سے گفتگو ہوگی۔ یعنی کوئی فریق
اپنا بیان پہلے تحریر مین لا کر پھر اسکو تقریرًا پیش نہ کریگا۔ بلکہ فریقین کے سوالات
وجوابات زبانی ہونگے اور دو کاتب اسکو لکھتے جائینگے۔ لکھنے کے بعد وہ دوبارہ
پڑھے جائینگے۔ اور اُنپر فریقین دستخط کرین گے۔ یہ ہرگز نہو گا (چنانچہ پہلے بھی
حکیم نورالدین صاحب کے مباحثہ مین نہین ہوا) کہ کوئی فریق پہلے تحریری سوال یا
جواب لکھے یا لکھاوے۔ پھر اسکو مجلس مین پڑھا جاوے۔ کیونکہ اس صورت مین مباحثہ
تحریری بنتا ہے۔ جسکے لئے حاضری فریقین کی کچھ ضرورت نہین۔ یہ مباحثہ تحریری
غائبانہ بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہو رہا ہے۔ فریقین کی تحریرات اور اُنکے جوابات شائع ہو رہی ہین
(۳)۔ آپنے زبانی تقریری منصف کے لئے کہا تھا۔ مین نے بھی اسکو تسلیم کیا تھا۔
بیشک مجلس مین منصف نہو گا۔ تو جو کچھ اور جب تک کوئی فریق چاہیگا۔ کہتا چلا جائیگا۔
منصف مجلس مین ہوگا۔ تو وہ فریقین کو خارج از بحث بات لکھنے سے روک دیگا۔
اور جو ایسی بات کوئی کہیگا اسکو لکھنے نہ دیگا۔ اور جب وہ کسی فریق کا غالب ہونا
مشاہدہ کرے گا فورًا مباحثہ کو بند کردیگا اور اس فریق کا غالب ہونا
ظاہر کردیگا۔ اور اگر کسی خاص شخص کی منصفی کو فریق ثانی منظور نہ کرے تو بجاے اس کے
یہ تجویز ہو۔ کہ ہر ایک مسئلہ متنازعہ فیہا مین تین یا پانچ یا سات تقریرین فریقین
کے ہون۔ وازان جملہ جسکی تقریر پہلے ہو اسکی آخری ہو۔ اسکے بعد اس مسئلہ مین
مباحثہ کو بند کر کے غالب ومغلوب کا فیصلہ حاضرین کے غلبہ رائے سے ہو۔
غلبہ رائے حاضرین کو بھی فریق ثانی منظور نہ کرے تو جانبین کی تقریرون کو چھپوا کر
شائع کیا جاوے۔ اور وہ فیصلہ پبلک سے کرایا جاوے۔
(۴) گفتگو ہر ایک صاحب سے اسی مقام سے شروع ہوگی جس مقام مین انہون نے

سابق گفتگو کو ناتمام چھوڑا ہے۔ حکیم صاحب سے گفتگو کے متعلق تو آپنے اس امر کو اپنے خط سابق مین مانا ہی ہوا ہے۔ باقی دو صاحبون سے بھی اس امر کو تسلیم کرائین کادیانی صاحب سے اس مقام سے گفتگو ہوگی جس مقام مین انہون نے لدہانہ مین گفتگو شروع کرکے ناتمام چھوڑی تھی۔ امروہی صاحب سے اسمقام مین گفتگو ہوگی جس مقام مین انہون نے بٹالہ مین گفتگو شروع کرکے ادہوری چھوڑی ہے۔ پہلے گفتگو کو ناتمام چھوڑکر دوسری گفتگو شروع نہو گی۔

ان چارون باتون کو آپ فریق ثانی سے تسلیم کرائین انکو کچھ عذر ہو تو اسکو پیشتر کرکے اسکا تصفیہ پہلے کرلین۔ تاکہ عین موقعہ پر کوئی نزاع پیدا نہو۔

اس خط کا جواب آپ مجھے جلد دین۔ آپنے جواب مین دیر کی تو اس خط کو اور آپ کے پہلے خط کو رسالہ مین شائع کردیا جاویگا۔ تاکہ پبلک اہل اسلام کو معلوم ہو کہ کون فریق مباحثہ کے لئے مستعد و تیار ہے۔ اور کسکو اس سے صاف انکار ہے یا جائز شروط کی تسلیم سے انکار اور ناجائز شروط کی تسلیم کرانے پر اصرار کی آڑ مین اس مباحثہ سے انکار ہے۔ (ابو سعید محمد حسین)

اس خط کی روانگی سے پہلے حافظ صاحب حکیم نورالدین صاحب سے خط وکتابت کرچکے۔ اور حکیم صاحب لاہور کا ایک دورہ بھی کرکے وطن کو چلے گئے تھے۔ جس سے عموماً یہ سمجھا گیا تھا۔ کہ حکیم صاحب کو اب مباحثہ منظور نہین۔ کادیانی کا ایک چھپا حواری۔ یا یون کہو کہ حامی میان چٹو لاہوری برملا یہ کہتا پہرتا تھا۔ کہ ہم حکیم صاحب کی گفتگو مولوی صاحب (خاکسار) سے نہین کرائینگے۔

بعد وصولی خط مذکور کو حافظ صاحب بٹالہ مین منشی احمد حسن کے پاس اور قادیان مین کادیانی کے پاس پہنچے۔ وہان سے ۹۔ فروری کو میرے خط کا جواب ذیل لکھوا کر لائے۔ اور اپنے ساتھ منشی احمد حسن صاحب کو بھی لیتے آئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد از فقیر محمد یوسف۔ بخدمت بابرکت مخدومی مکرمی معظمی مولوی محمد حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بجواب خط جناب نمبری ٩٣۔ مورخہ ١٣۔ رجب سنہ ١٣٠٧ (سنہ ١٣١٠ھ ہے۔ شاید جلدی سے اور غلطی سے سنہ ١٣٠٧ لکھدیا ہے)۔ جو پنجم جنوری سنہ ١٨٩٣ء شام کو مجکو ملا۔ عرض ہے۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب جناب سے بطریق شرعی مسائل مختلفہ کا بطور تحقیق تصفیہ کرنے کو تیار ومستعد ہین۔ انکی طرف سے کوئی عذر بلکہ اور توقف نہین۔ خطوط منظوری میرے پاس موجود ہین۔ اور ہرسہ صاحبان نے یہ منظور کیا ہے۔ کہ جو تاریخ واسطے جلسہ کے مقرر ہو۔ اس سے ہفتہ عشرہ پیشتر ہمکو اطلاع ہووے۔ لہذا مین جناب سے مستدعی ہون۔ کہ جو تاریخ جناب چاہین۔ فوراً مقرر فرماکر ہمکو مطلع فرمادین۔ تاکہ مین ہرسہ صاحبان کو بذریعہ خطوط اطلاع دون۔ اور مولوی محمد احسن صاحب نے جو شروط مفید طرفین مقرر کی ہین۔ اور میری دانست مین بھی نہایت ضروری ہین۔ وہ اپنے خط مین حسب ذیل لکھتے ہین۔

س١۔ یہ نکتہ چینی منشی احمد حسن آبجی کی کاریگری ہے۔ آپکے پاس ایک یہی ہتیار ہے۔ کہ صرف سہو قلم پر مواخذہ کرین۔ جو علم وعلما کے شان نہین ہے۔

س٢۔ یہ "دروغ گویم بروی تو" کا مصداق ہے۔ انکے عذرات بارہا خود اسی خط مین جو صریح چھپے ثابت ہین۔ کہ انکو گفتگو سے انکار ہے۔ حواشی آیندہ ملاحظہ ہون۔

س٣۔ وہ رقعات آپنے پیش کیون نہ کئے۔ اب ہی بذریعہ ڈاک ارسال کرین۔ تاکہ آپ کا یوسف صدیق ہونا معلوم ہو۔

س٤۔ اسی طرح کے لئے مفید ہین کہ انکو مباحثہ سے بچاتے ہین۔

س٥۔ اسپر قسم کہاتین اگر سچے ہین۔ جانتے ہوئے تو آپ میری خط کی شرط کو مناسب بیان کہو۔ انہ انکا مخالف شروط کو ضروری کہتے ہو۔ پھر یوسف صدیق کہلاتے ہو۔

شرط اول۔ مولوی صاحب سے یہ اقرار پختہ لے لیوین کہ تا اختتام بحث مولوی صاحب بہار یا آرہ وغیرہ مین نہ جاوین۔

شرط دوم۔ ہر ایک بلدہ سے سرآمد علماء مکفرین[1] کو اس جلسہ مین مولوی محمد حسین صاحب طلب کرین۔ اگر یہ نہو سکے۔ تو اتنا ضرور ہے۔ کہ ہر ایک بلدہ کا ایک ایک عالم مکفر۔ جو سرآمد شمار کیا جاتا ہے۔ وہ مولوی صاحب کی طرف سے ضرور ہی تشریف لاوین۔

---

[1] یعنے کل علماء مکفرین۔ چنانچہ لفظ کل آیندہ کے فقرات مین موجود ہے ناظرین انصاف سے کہین۔ یہ شرط کہ کل پنجاب و ہندوستان کے علماء مکفرین جمع ہون یا ہر ایک شہر کا ایک ایک عالم اس مباحثہ کے لئے آوے۔ عادۃً ممکن الوقوع ہے؟ ہرگز نہین۔ اور ممکن نہین۔ کہ وہ ایک مطرود اور مردود و خلائق اور نفاقی کافر و مکفر سے بحث کرنے کے لئے لاہور مین جمع ہون۔ اور ایک جوہے کے شکار کی تمام دنیا کے شیر حرص کرین۔ یا سارے ملک کے توپخانہ جمع کرکے ایک پہاڑ کو اوڑادین۔ اور اسکے نیچے سے ایک تنکا نکالین۔ اور "کوہ کندن وگیاہے برآوردن" پر عمل کرین۔

حافظ صاحب اور جملہ کادیانیو! علما مکفرین پنجاب و ہندوستان تو آپ کادیانی کو اس لائق نہین سمجھتے۔ کہ وہ اسکو منہ لگادین۔ اور غائبانہ بھی اسکو مخاطب کرین۔ جب وہ اسکو کافر ٹہرا چکے ہین۔ تو اب ان کو کونسا شک باقی ہے۔ کہ وہ اسکو دور کرنے کے لئے اس سے بحث کرین۔ اور اس بحث کے لئے جمع ہون۔ خاکسار بھی صرف اس وجہ سے بحث کے لئے حاضر و مستعد ہو جاتا ہے۔ کہ قادیان کے قریب رہتا ہے۔ اور اس بحث سے صرف کادیانی کے عجز کا اظہار اور کفر کا اظہار چاہتا ہے۔ اور "یکے گز ودو فاختہ" اور سے خرگوش کے شکار کی امید رکھتا ہے

شرط سوم۔ مقلدانہ بحث نہو گی۔ ہان بعد پیش کرنے ادلہ مستقلہ کے ادلہ غیر مستقلہ پیش ہو سکتے ہین۔ ترتیب ادلہ وہی رہیگی۔

شرط چہارم۔ فریقین کو اختیار ہے۔ کہ اپنی تقریر کو خواہ بروقت بیان کے تحریر مین ضبط کرلین۔ یا قبل بیان کے محرر کرلیوین۔

شرط پنجم۔ چار منصف ادہر کے اور چار منصف ادہر کے مقرر ہون۔ جن کو قوت فیصلہ از روئے قوت ادلہ کے حاصل ہو گی۔ اور ایک سرپنچ بہی مقرر ہوگا یا پانچ منصف ہماری طرف سے۔ اور پانچ ان کی طرف سے۔ ہمکو اپنی طرف کے منصفونکا اختیار ہے۔ جنکو ہم چاہین منظور کرلین۔ اور ان کو بہی ایساہی اختیار ہے یہ شرطین مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے ہین۔ فقط۔ میرے خیال مین مولوی محمد احسن صاحب کی شرائط اور آپکی شرائط متفق* ہین۔ شرائط مین کسیکو اختلاف نہین ہے۔ اور یہ جو مولوی احمد حسن صاحب تحریر فرماتے ہین۔ کہ کل مکفرین کو آپ

قادیان سے دور ہوتا۔ تو وہ بہی صفحہ و واضح عمل مین لاتا۔ ناظرین بتاؤ یہ ناممکن الوقوع شرط مثل نہ نومن تیل ہوتو ـــــ کا مصداق ہے یا نہین؟ اور اس سے کادیانیون کا گریز آفتاب کی مانند عیان و روشن ہے۔ یا نہین۔ آسکی باقی تفصیل حاشیہ صفحہ ۳۸۹ نمبر (۱) مین ملاحظہ ہو۔

لہ۔ ناظرین!۔ دیکھو یہ وہی شرط ہے جسپر منشی صاحب کو پہلے دن سے اصرار ہے۔ اور ہمکو اس ناجائز شرط کی تسلیم سے انکار ہے۔ اور اس شرط کے ساتہ بالمواجہ بحث بیکار ہے پہلے سے گہر سے تحریر کرکے لاتی ہو تو پہر مجلس مین اسکو پڑہنا کیا ضرور ہے چہپوا کر شائع کرنے سے مجلس سے پڑہکر اسکی اشاعت ہو جاتی ہے اس شرط فاسد کے ساتہ حافظ صاحب اپنا رقعہ مین فرماتے ہین۔ کہ یہ شرطین مفید طرفین اور نہایت ضروری ہین۔ اور آپ کی

* ناظرین "دروغ گوئیم بر روے تو" کسکو کہتے ہین۔ اگر یہ جہوٹ نہین ہے۔

طلب کرین - یا ایک ایک مگر ہر ایک شہر کے سرآمد علماء مین سے مولوی محمد حسین
طلب کرین شاید یہ امر آپکے اوپر محال ہوگا - اسواسطے جسقدر آپ طاقت رکھتے ہین
طلب فرماوین ورنہ مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل اور مولانا
مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی - اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی - اور علماء
نامی سہارنپوری اور دیوبندی کو تو ضرور طلب فرماوین - اور مولوی عبدالحق صاحب
دہلوی صاحب تفسیر حقانی کو بھی ضرور بلاوین یہ آپکے ذمہ ہے - اور بعض بعض
علما جو باقی ہین - انکو مین خود طلب کرلونگا - ان کل علما کا طلب کرنا اسواسطے ضروری
ہے - یہ جلسہ اور فیصلہ آخری ہے - پھر بعد اسکے کوئی جلسہ اور مباحثہ کسی شہر ہند مین نہوگا
اور ایک فائدہ یہ بھی ہوگا - کہ انہین علماء مین سے جسکو مناسب سمجھا جاوے گا -

شرط سے موافق ہین یہ سفید جھوٹ نہین تو کیا ہے - پھر حافظ صاحب کا یہ دعوی
کرین یوسف صدیق ہون - کیونکر مانا جاوے -

۵۱ - یہ اقرار آپکی ہو اپنی ہین داخل ہے - تصنیفات یو - اب اس اقرار کے ساتھ یہ اقرار
بھی لازم ہے - کہ ان صاحبون نے اس مباحثہ کو ایک محال شرط پر معلق کرکے مباحثہ
سے گریز وانکار کیا ہے - اور اس اقرار کے ساتھ آپ کا اپنے خط مین یہ اظہار - کہ
وہ مباحثہ کے لئے مستعد ہین - ان کو کوئی عذر نہین جھوٹ نہین تو اسکا کیا نام
رکھا جاوے - اور اگر جھوٹ ہے - تو آپکو یوسف صدیق کیونکر تسلیم کیا جاوے -

۵۲ - مولوی عبدالحق صاحب مدت ہوئی حیدرآباد گئے ہوئے ہین - حافظ صاحب!
ان پانچ شہرون کے حضرات مذکورین کو طلب کرنا تو پھر محال نہین ؟ میری آمد کا
لحاظ کرکے ایمان سے فرمائیگا - اگر آپ کا ایمان اسکو بھی محال قرار دے - تو پھر ایمان
سے یہ بھی اقرار کرین - کہ اس شرط مین انہون نے تعلیق بالمحال کرکے مباحثہ سے انکار کیا
ہے - ورنہ آپکو یوسف صدیق ہونیکو بٹہ لگیگا -

منصف اور سرپنچ بھی مقرر کیا جائیگا۔ تاکہ بعد اس فیصلہ کے کوئی فریق مباحثہ کی درخواست نکرے۔ اور یہ فیصلہ قطعی سمجھا جاویگا۔ اور آپنے جواب نے خط مین تحریر فرمایا ہے۔ کہ مین یورپ کی طرف جانیوالا ہون۔ آخیر شعبان مین واپس آؤنگا۔ براہ مہربانی یہ ارادہ اپنا یورپ وغیرہ کیطرف جانے کا بالکل ملتوی فرماوین۔ کیونکہ تصفیہ اس تفرقہ کا۔ جو آپنے مسلمانان ہند مین ڈالا ہے۔ مقدم ہے۔ اور اصلاح بین المسلمین اہم ضروریات سے ہے۔ لہذا اور تمام کاروبار دینی اور دنیاوی جو اس سے کم درجہ پر ہین چھوڑ کر سب سے پہلے اسکا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ لاہور سے باہر ہرگز نہین جانا چاہیئے۔ اور مکرر یہ۔ کہ حسب الایما جناب مرزا صاحب قبل از رمضان مبارک موسم سرما مین تاریخ بحث مقرر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ گرمی کو ان کی طبیعت برداشت نہین کرسکتی۔ اور تاکہ آخیر شعبان تک فیصلہ ہوجاوے۔

(خادم العلماء خصوص آپکا تابعدار محمد یوسف تحصیلدار ۔ ۔ فروری سنہ ۹۳ء)

۵۱۔ حضرت بہت اچھا۔ ملتوی کر دونگا۔ اور حکم کی تعمیل کرونگا۔ مگر یہ شرط تقدم تحریر کو چھوڑ کر مباحثہ کے لئے مستعد بھی ہون۔ یا یونہی ایک ضروری سفر موقوف کر کے اس مصرع کا مصداق بنون۔ ۵

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ۔

۵۲۔ اسکے سچے ہونے مین کیا شک ہے۔ "ہر کہ شک آرد کافر گردد" کادیانی صاحب مین حضرت مسیح کی روح نے اوتار لیا ہے۔ اور حضرت مسیح سرد ملک کے رہنے والے تھے۔ لہذا ضرور ہے۔ کہ اوتار مین بھی سردی کا تقاضا ہو۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ اسپر دو سوال وارد ہوتے ہین۔ اول یہ کہ قادیان بھی ایک گرم ملک کا گوشہ ہے۔ اور کادیانی صاحب کے مکانات بھی تنگ و گرم ہین۔ اور اس گرمی کی مکافات کو وہان برف بھی نہین ملتی۔ برف کجا۔ بلکہ پان وغیرہ ضروریات خانگی بھی بٹالہ وامرتسر سے جاتی ہین

حافظ صاحب بٹالہ اور قادیان کو گئے۔ تو خاکسار سے ملکر گئے تھے۔ اور میرے خط نمبری ۶۲ کی شروط کو واجبی اور انصاف پر مبنی مانکر گئے۔ مگر جب وہان سے آئے۔ تو یہ خط لکھوا کر لائے۔ جسمین ان شروط سے صاف انکار پایا جاتا ہے۔ جس سے خاکسار کو یقین ہو گیا۔ کہ کادیانی اور منشی محمد احسن صاحب نے بہی انکی درخواست مباحثہ کو قبول نہین کیا اور صاف جواب دیدیا۔ مگر حافظ صاحب نے صاف طور پر اظہار مناسب نسمجھا بلکہ نا جائز اور ناممکن الوقوع شروط کی آڑ مین اسکا اظہار مناسب خیال کیا۔ خاکسار نے اس خط کا جواب اسی مجلس مین حافظ صاحب کو دیدیا۔ وہ اور اسکا جواب اور اسکا جواب الجواب وغیرہ ذیل مین منقول ہین۔

گرمیون کے دنون مین تو لاہور بلکہ بٹالہ۔ قادیان سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ پچھلے سال بہی تو آپ مسیح کے اوتار تھے۔ پہر اپنے تمام سال لودہانہ دہلی۔ پٹیالہ۔ اور سیالکوٹ کے سفر مین کیونکر تمام کیا۔ اسوقت آپکو گرمی کی تکلیف نہوئی؟

حافظ صاحب! آپ مین ذرہ انصاف۔ حق طلبی اور راستی ہوتی۔ تو آپ اس عذر پر انکو صاف لکھتے۔ کہ یہ آپکا گریز ہے۔ کہ آپ کو رو دہ قادیان مین رہنے والے تمام عمر گرمیون مین کاٹنے والے۔ یہ عذر کرتے ہین اگر ابو سعید محمد حسین (جو ہمیشہ گرمیون مین شملہ جانے کا عادی ہے۔ (چنانچہ آپ بہی ایک فتوی متعلقہ سیلا سالانہ مین اقرار کر چکے ہین) یہ عذر کرتا۔ تو وہ اس عذر مین سچا سمجھا جاتا۔ آپ کے منہ سے یہ عذر کسیوجہ سے زیبا نہین۔ حافظ صاحب! بجاے اس کہنے کے آپ نے اپنے خط مین یہ لکھدیا۔ کہ ان کو مباحثہ مین کوئی عذر نہین۔ پہر آپ کو یوسف صدیق کیونکر تسلیم کیا جاے۔

نقل خطوط

(جو بالمشافہہ لکھی گئی)

لاہور ۹- فروری ۱۸۹۳ء نمبر ۹۶

منجانب خاکسار

محبی حافظ محمد یوسف صاحب۔

بعد سلام مسنون۔ آپکے خط ۸- فروری ۱۸۹۳ء کا جواب یہ ہے۔ کہ آپنے میرے خط نمبری ۲۴ کی شرائط کو منظور نہین کیا۔ بلکہ اُنکے برخلاف نئی شرائط کو تجویز کیا ہے۔ لہذا مین مکرر یہ کہتا ہون۔ کہ اگر آپ کو بحث کرانا منظور ہے۔ تو میرے خط مذکور کی شرائط کو منظور کرین۔ خصوصاً شرط دوم وشرط چہارم کو۔ اور شرط سوم کی اسبات کو۔ کہ تقریرین محدود ہون۔ تین یا پانچ نہایت سات۔ اور یہ بہی ملحوظ رہے۔ کہ فریقین کو تقریر کے لئے مساوی وقت دیا جائے گا۔ اگر گفتگو صرف چند مسائل مین ہوگی۔ انمین اگر احد الفریقین کو شکست ہوئی تو باقی مسائل مین بہی اسکو شکست یافتہ سمجھا جائیگا۔

(ابو سعید محمد حسین)

منجانب حافظ صاحب

جناب من السلام علیکم۔ مولوی محمد احسن صاحب آج لاہور مین صرف آپکے ساتھ مباحثہ کے لئے تشریف لے آئے ہین۔ آپ اُنسے خط وکتابت کرین۔ مجھکو درمیان سے علٰحدہ[۱] کردین

[۱] - علٰحدگی کی درخواست بتارہی ہے۔ کہ آپ قادیان سے مایوس ازمباحثہ ہوکر آئے ورنہ کجا وہ شور اشوری۔ وکجا یہ بے نمکی۔ مگر افسوس یوسف صدیق بنکر آپنے اس انکار کو چھپایا۔ اور دفعہ آئندہ مین انکار کا الزام اٹھا مجھپر لگایا۔

آپ مباحثہ کے واسطے محمد احسن صاحب سے خط تحریر کرین۔ اور انہین سے شرائط بحث مقرر کرلین۔+

(محمد یوسف)

خاکسار

حافظ صاحب السلام علیکم۔ منشی (یا مولوی) محمد احسن صاحب مجہ سے مباحثہ کرنے سے بٹالہ مین انکار کر چکے ہین۔ لہذا مین انکو خود بخود مخاطب نہین کرتا۔ وہ اب دوسری مباحثہ کرنا چاہتے ہین۔ تو میرے اس رقعہ کا جواب دین۔ جو مینے انکے نام لاہور سے لکھا تھا۔ جو جواب انہون نے بٹالہ مین دیا تہا۔ وہ اسکا جواب نہین[۵۱] ہے۔+

(ابوسعید محمد حسین)

حافظ صاحب

مولویصاحب السلام علیکم۔ آپنے میرے خطوط مین اقرار کرلیا ہے۔ کہ مین مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب اور مرزا صاحب سے گفتگو کرنے کو مستعد ہون اب آپ تحریر فرماتے ہین۔ کہ مولوی محمد احسن صاحب سے گفتگو نہین کرتا[۵۲]۔ یہ آپکا فرار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(محمد یوسف)

خاکسار

حافظ صاحب سلام۔ مین تو اب بھی حاضر ہون۔ اگر وہ درخواست کرین۔ یا آپ انکو

۵۱۔ اسکی تفصیل و دلیل اس جواب کے حاشیہ سے ناظرین کو معلوم ہوچکی ہے۔

۵۲۔ حافظ صاحب مین نے تو نہ یہ لفظ کہا ہے۔ اور نہ اس معنے کا کوئی اور لفظ۔ پہر آپکا یہ کہنا دروغ گویم بروے تو"۔ کا مصداق نہین تو اور کیا ہے۔ اور آپ کو یہ دعوے۔ کہ مین یوسف صدیق ہون۔ کب زیبا ہے۔

کہینچ کر سامنے کردین۔ بہاگے ہوئے کے پیچہے جانا میرا کام نہین۔ بر طبق تو ماز زمان۔ مین تیرا مہمان۔ خود بخود مہمان بننا اچہا نہین۔ (ابو سعید محمد حسین)

حافظ صاحب

جناب من السلام علیکم۔ مولوی محمد احسن صاحب لاہور مین موجود ہین۔ اور اسوقت کہانا کہانے کا وقت ہو اگر آپ پلاؤ کہلا دین۔ تو اسیوقت مولوی محمد احسن صاحب کو آپکے روبرو حاضر کرتا ہون۔ (محمد یوسف)

خاکسار

حافظ صاحب سلام۔ مین اُسوقت تک اُنکی دعوت نہین کر سکتا۔ جب تک وہ مرزا کے عقائد سے تائب ہوکر اسلامی عقائد قدیم پر نہو جائین۔ آپ جو اس مباحثہ کے بانی مبانی ہین۔ اپنی گرہ سے پلاؤ پکا دین اور انکو کہلا دین۔ مین اجازت دیتا ہون۔ کہ میرے مکان پر آپ پکوالین اور انکو اپنی طرف سے بلا دین۔ (ابو سعید محمد حسین)

حافظ صاحب

مولویصاحب۔ السلام علیکم۔ اگر آپ پلاؤ نہین کہلاتے۔ تو آپکو مولوی احسن صاحب پلاؤ کہلاوینگے۔ آپ وہان تشریف لے چلین۔ (محمد یوسف)

خاکسار

حافظ صاحب سلام۔ جس حالت مین مین منشی محمد احسن صاحب کو اسلامی عقائد پر نہین سمجہتا۔ تو مین انکی دعوت کیونکر قبول کر سکتا ہون۔ دعوت قبول کرنا ویسا ہی ہے۔ جیسا کہلانا۔ حدیث شریف مین آیا ہے۔ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اجابة الفاسقين[1]۔ پس چہ جائیکہ ایک شخص کفریہ عقائد رکہے۔

(ابو سعید محمد حسین)

[1] یعنے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقون کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا ہے۔

اِس میرے جواب اخیر پر حافظ صاحب لاجواب ہوکر۔ اٹھنے لگے۔ تو خاکسار نے یہ کہدیا۔ کہ لیجیئے حافظ صاحب۔ مین اپنی اس بات سے (کہ مین منشی صاحب کے مکان پر نہین جاتا۔ اور نہ انکو دعوت کرکے بلاتا ہون) ہارا۔ چلئے مین ابھی آپ کے ساتھ منشی صاحب کی فرودگاہ پر چلتا۔ اور اُن سے گفتگو کرتا ہون۔ اسپر حافظ صاحب حیران ہوئے۔ اور اٹھکر چلے گئے۔ پھر چینیانوالی مسجد مین پہنچے۔ اور اس واقعہ کے برخلاف مظہر ہوئے۔ کہ مولوی محمد حسین نے مباحثہ سے انکار کیا۔ اور یہ کہدیا ہے۔ کہ مین ہارا۔ اسکے بعد آپ رائے ونڈ پہنچے۔ تو وہان بابو محمد الدین صاحب گوڈس کلرک وغیرہ کے سامنے آپنے بیان کیا کہ مولوی محمد احسن نے مجھے گالیان دی ہوئی ہین۔ اس لئے مین اُن سے مباحثہ نہین کرتا۔ جسپر حافظ صاحب کے نام خط ذیل لکھا گیا۔

نمبر ۱۰۱

لاہور ۱۳ فروری سنہ ۹۳ء

حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر باری دواب متعلق کہانوالہ

سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ جب آپنے میرا اور حکیم نور الدین کا لاہور مین مباحثہ کرایا تہا اور کادیانی وغیرہ نے اپنے خطون اور ضمیمہ اخبار سیالکوٹ گزٹ مین اُس مباحثہ کی نسبت یہ ظاہر و مشتہر کیا تہا۔ کہ وہ مباحثہ تمہارے (خاکسار کو کہتے ہین) اور حکیم نور الدین صاحب کے مابین نہین ہوا تھا۔ بلکہ حافظ محمد یوسف سائل تھے اور حکیم صاحب مجیب اور تم صرف وزیٹر یعنے ناظرین مین بیٹھے تھے "۔ تو مین نے آپسے اِس امر مین شہادت چاہی تب آپنے اِس شہادت کو چھپایا۔ اور ایک جھوٹی بات جواب مین لکھ کر مجھے ٹلایا۔ اُسوقت سے مین آپکی نسبت بدظن ہوگیا۔ اور آپکو جھوٹا سمجھنے لگا تھا۔ گو اُسوقت سے پہلے مین آپکو متبرک اور با اخلاص اور حضرت عبد اللہ صاحب کا صحبتی اور فیض یافتہ سمجھتا تہا اس کتمان شہادت اور خلاف گوئی کے وقت سے بہی مین آپکو پورا عیسائی مرزائی نہین سمجھتا تہا۔ صرف یہ خیال کرتا تہا۔ کہ آپ غلطی سے کادیانی کو الہامی جانتے ہین۔

مگر اسکے بے مرشد ہونے کی وجہ سے اسکو الہام کے معنے سمجھنے مین غلطی کرنیوالا خیال کرتے ہین (یہ امر آپنے خود مجھے زبانی کہا تھا) اور اسی خیال سے آپ کادیانی کی حمائت کرتے ہین۔ اُسکے عقائد و خیالات کے مصدق نہین ہین۔

اندنون جو آپنے ایک شرمناک کارروائی کی ہے۔ اُس سے مجھے یقین ہوگیا ہے۔ کہ آپ پورے عیسائی مرزائی ہین۔ اور کادیانی کے خیالات کے مصدق و مؤید اور اُنکی اشاعت و ترویج کے دل سے خواہان۔ اسیواسطے مینے اُس خط مین اس کلام سے جو اہل اسلام کو کہا جاتا ہے آپ سے خطاب نہین کیا۔

مین نے متعدد وسائل سے سنا ہے۔ کہ آپنے ۹۔ فروری کو میری مجلس سے اُٹھکر۔ اور چینیانوالی مسجد مین پہونچکر بڑے زور و شور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہ مولوی محمد حسین مولوی محمد احسن کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکاری ہوئے۔ اور یہ کہہ چکے ہین کہ مین ہارا۔ اسکے بعد آپ گیارہ فروری کو راستے ونز اسٹیشن پہنچے۔ تو بابو محمد الدین صاحب گوڈس کلرک وغیرہ صاحبون کے پاس آپنے یہ بیان کیا۔ کہ مین رخصت لیکر لاہور و قادیان پہنچا۔ اور مرزا غلام احمد اور حکیم نور الدین و مولوی محمد احسن کو مولوی محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے مستعد کیا۔ بلکہ مولوی محمد احسن کو اپنے ساتھ لاہور بھی لے گیا۔ اور مولوی محمد حسین کو اُنسے مباحثہ کے لئے کہا۔ تو اُنہون نے مباحثہ سے انکار کر دیا۔ اور یہ عذر کیا۔ کہ مولوی محمد احسن نے مجھے گالیان دی ہوئی ہین۔ اسواسطے مین اُن سے گفتگو نہین کرتا۔ لہذا مین مایوس ہوکر لاہور سے چلا آیا ہون۔ اور پندرہ روز کے لئے مولوی محمد احسن کو لاہور مین چھوڑ آیا ہون۔ اگر آیندہ مولوی محمد حسین مباحثہ چاہینگے۔ تو مولوی محمد احسن اُنسے مباحثہ کرینگے۔

حافظ صاحب یہ دعوی تقدس اور ایسی متبرک و معتبر صحت اور بابرکت توند۔ اور سفید ریش اور اتنا بڑا۔ اور سفید ہوئے۔ مینے تو آپکو بعد تکرار ورد و بدل شرط دعوت و بلا خودی

پلاؤ خوانی کے۔ جو آپ کی طرف سے پیش ہوئی تھی۔ صاف کہدیا تھا۔ کہ مین بغیر شرط پلاؤ کھانے یا کھلاتے کے ابھی آپ کے ساتھ مولوی محمد احسن کے پاس چلتا ہون۔ آپ میری اُن سے گفتگو کرا دین۔ جسکے حاضرین مجلس مولوی رحیم بخش صاحب ومیان عمر الدین صاحب حکیم۔ ومیان مولا بخش صاحب طالب العلم انجمن حمایت اسلام ومیان عبداللہ حجام وغیرہ شاہد ہین۔ اور وہ گواہی دینے کو۔ جس مجلس مین آپ چاہین حاضر ہین۔ پھر آپنے روز روشن ایسا جھوٹھ بالمنہ کی جرأت کیونکر کی۔ اور وعید شدید لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی کچھ پروا نہ کی

حافظ صاحب یہ افترا پردازی اور دروغ گوئی کذاب کادیانی کی صحبت و اعتقاد کا نتیجہ ہے۔ آپ کیا تھے اور اب کیا ہوگئے۔ یوسف صدیق کھلاتے تھے۔ اب یوسف کذاب بن گئے۔ اور بئس الظلمین بدلا کا مصداق ہوگئے۔

حافظ صاحب۔ آپ اپنی خیر و آبرو۔ اور نیکنامی چاہتے ہین۔ تو اس سفید جھوٹھ سے توبہ کرکے توبہ نامہ۔ جسمین یہ صاف اقرار ہو۔ کہ یہ بیان جو میری زبان سے نکل گیا ہے۔ یہ محض خلاف واقعہ ہے۔ آیندہ مین ایسی جرأت نکرونگا۔ میرے پاس فوراً بھیجدین اور اسکے بعد جب عنقریب رخصت ہلا ہور کی مجلس چینیانوالی مین اگر اس توبہ کا اظہار کرین۔ ورنہ مین اس خط کو اپنے رسالہ مین چھاپ دونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

+　　　+　　　+

سلہ اور بہیر اگر جسمین چند فقرات ایسے تھے۔ جیسے حافظ صاحب کو دنیاوی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ نہ ہنسہ براعاۃ دوستی قدیم وہ الفاظ کاٹ کر اس خط کو چھاپا ہے۔ وہ الفاظ یہ سہی۔ اگر حافظ صاحب سے توبہ ہے۔ اور کادیانی کے ساتھ سے الگ ہوئے

+ + +
+ + +
+ + +
+ + +
+ + +

(۲)۔ جو چٹھیات میری اور اپنی آپ مجھسے اس وعدہ پر لیگئے ہین۔ کہ بعد نقل واپس کرونگا۔ وہ فوراً واپس کرین۔ ورنہ مین دوسری کاروائی کرونگا۔ اسکو آپ نوٹس سمجھ لین۔ اُن چٹھیات کو آپ مرزائی عیسائیون کو دکھاتے پھرتے ہین۔ اُنسے آپ کوئی عمدہ نتیجہ نہین نکال سکتے۔ مین اُن چٹھیون کو خود چھاپونگا۔ اور انکو اصلی نتائج سے بھی جلد لوگون کو آگاہ کرونگا۔ اس خط کے جواب کا تین روز تک انتظار کر کے اسکو جواب دیا جائیگا۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ (ابو سعید محمد حسین)

اس خط کے وصول ہونے پر حافظ صاحب گھبرائے اور فوراً لاہور پہنچ گئے۔ اور مسجد چینیا نوالی مین رونق افروز ہوکر مولوی رحیم بخش صاحب سے خواستگار شہادت واقع ہوئے۔ مولوی رحیم بخش صاحب نے واقعہ کے مطابق شہادت دی۔ اور یہ بات سنکو بھی کہدی۔ بلکہ لکھ بھی دی۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مباحثہ سے انکار نہین کیا جسپر حافظ صاحب نے دوبارہ گفتگو کی درخواست کی۔ اور یہ بات مولوی رحیم بخش صاحب کے ذمہ ڈالدی۔ کہ آپ گفتگو کرادین۔ اور اس باب مین ان دونون صاحب کی آپس مین کچھ تحریر بھی ہوئی۔ جو ڈپٹی فتح علیشاہ صاحب کے پاس رکھوائی گئی۔ جسکی نقل ابھی تک ہمکو نہین ملی۔

اس قرارداد کے دوسرے دن ۱۵۔ فروری ۱۸۹۳ء کو مولوی رحیم بخش صاحب خاکسار کے پاس آئے۔ اور رقعہ ذیل مجھے تحریر کر کے دیا۔

مکرمی مولانا مولوی محمد حسین صاحب

السلام علیکم۔ آج کی رات میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان یہ معاہدہ ہوا ہے۔ کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب مولوی محمد احسن صاحب امروہی سے تقریری بحث نکرین تو مین مولوی صاحب کی طرف چھوڑ دونگا۔ اور بحث تقریری مین یہ شرط قرار پائی۔ کہ فریقین مباحث پہلے تقریر کو لکھ کر نہ دوین۔ بلکہ مین مجلس بحث مین اپنی تقریر بحث کو ساتھ ساتھ لکھاتے جائین۔ اور حافظ محمد یوسف صاحب نے بھی اقرار کیا۔ کہ اگر شرط مذکور پر مولوی محمد احسن صاحب مولوی محمد حسین صاحب سے تقریری بحث نکرین۔ تو مین انکی طرف چھوڑ دونگا۔ اور ہماری باہمی رائے سے تین علماء منصف قرار پائے۔ مولوی خلیفہ حمید الدین صاحب لاہوری۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ اور مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی۔ اور میرے اور حافظ یوسف صاحب کے اس عہدنامہ پر دستخط ہوگئے ہین۔ اور مجکو اونہون نے اجازت دی ہے۔ کہ آپ سے بحث کی تاریخ دریافت کرون کہ آپ کس تاریخ مین بحث شروع کرین گے۔ تاکہ بحث مین کسی ضروری کاروبار کی وجہ سے انقطاع واقعہ نہو۔ لہذا ملتمس ہون۔ کہ آپ ازراہ مہربانی تعین وقت بحث سے مطلع فرماوین اور دیگر امر یہ ہے۔ کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے میرے سے واقعہ ۹۔ فروری کی شہادت طلب کی۔ سو مینے شہادت بیان کی۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب نے تقریری بحث سے انکار نہین کیا۔ بلکہ وہ شرط مذکورہ پر بحث کرنے کو تیار تھے۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے میری اس شہادت کو قبول کیا۔ فقط والسلام۔

(خاکسار رحیم بخش امام ومدرس مسجد چینیانوالی ۱۰ فروری ۱۸۹۱ع)

اسکا جواب خاکسار نے اسیوقت لکھکر مولوی رحیم بخش صاحب کو دے دیا۔ جسکی نقل ذیل مین ہے۔

لاہور ۱۵ - فروری ۱۸۹۱ء منشیٰ نمبر ۱۰

مجبی مولوی رحیم بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپکا خط بینے مسرت سے پڑھا - اور یہ شعر میری زبان سے نکلا ہے

سدالحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست ٭ آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید ٭

مین پہلے دن سے یہی چاہتا تھا کہ گفتگو بالمشافہ ہو - تو تقریری ہو نہ تحریری - آپنے کرامت دکہائی - کہ اُنسے یہ بات تسلیم کرادی - کہ تقریر کرنے والا تقریر کرے - اور کوئی شخص اسکو ساتھ ساتھ لکھتا جائے - مجھے اس شرط سے بحث بدل منظور ہے - اور یہ بات حافظ صاحب خود پہلے سے مان چکے ہین - اور لکھکر دے چکے ہین - کہ بحث اُس مقام سے شروع ہوگی - جس مقام مین ناتمام رہی ہو - اب کوئی شرط باقی نہین رہی جا تقریری منصفون مین - اگر میرا کچہ حق ہے - تو مین اتنی ترمیم کرنا چاہتا ہون - کہ مولوی احمد اللہ صاحب اور خلیفہ حمید الدین صاحب مین سے ایک شخص کو موقوف کرکے اسکی جگہ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس یونیورسٹی کالج کو مقرر کیا جاوے - اور اگر میرا کوئی حق نہین ہے - تو مین اُس تقرری سابق کو منظور کرتا ہون - تقرری تاریخ کا حافظ صاحب کو اور آپکو اختیار ہے - جو تاریخ مقرر کرین مجھے منظور ہے - اسمین صرف اتنی عرض ہے کہ پانچ شعبان سے پہلے اور ۲۵ - شعبان سے پیچھے کی کوئی تاریخ ہو - کیونکہ شعبان کو مین پورب جانیوالا ہون - چنانچہ اس امر کو خط مورخہ ۱۲ رجب ۱۳۰۸ نمبری ۶۳ مین لکھ چکا ہون - یہ عذر کوئی نیا عذر نہین ہے -

(ابو سعید محمد حسین)

اس جواب کو مولوی رحیم بخش صاحب خود لیڈر منشی صاحب کے پاس لیگئے - جہان جملہ حوارین کادیانی مجتمع تھے - اس جواب کو دیکھکر اور پڑھکر منشی صاحب حیران و پریشان ہوگئے - اور قرارداد حافظ صاحب و مولوی صاحب سے پھر گئے - اور تقریری

مینے وہ جسمین تحریر پہلے لکھکر پھیر پڑھی جاوے -

مباحثہ سے انکاری ہوئے۔ جسکی تصدیق مولوی رحیم بخش صاحب کے خط سے ہوسکتی ہے واز انجا کہ اس خط کا ماحصل منشی صاحب کے خط آیندہ مین موجود ہے۔ لہذا ہم اس خط کو پورا نقل نہین کرتے۔ صرف اسکے آخری فقرات نقل کرتے ہین جنکا منشی صاحب نے اپنے خط مین خلاف کیا اور جھوٹ لکھا۔

مولوی رحیم بخش صاحب منشی صاحب کا گریز وانکار از منظوری قرارداد حافظ صاحب کا حال بیان کر کے لکھتے ہین۔

"جب مین رخصت ہونے لگا۔ تو منشی عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب نے شاید آپ سے کوئی بات کہی ہو۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ مین اب کیا بات کرون۔ آپ لوگ میری بات نہین ماننتے۔ اسکے بعد مین وہان سے چلا آیا۔ اور جو کچھ میرے سامنے ہوا۔ تحریرًا اطلاع دی گئی ہے"

(رحیم بخش امام و مدرس مسجد چینیان والی لاہور)

اس انکار وگریز منشی صاحب کے بعد۔ حافظ صاحب دوبارہ مباحثہ سے مایوس ہو کر اپنے سٹیشن کو سدہارے۔ مگر جاتے ہوئے ایک شخص کو میرے خط نمبری ۱۰۱ کا۔ ایک ایسا جواب دے گئے۔ جسکا ماحصل یہ ہے۔ کہ جو انکار از مباحثہ مینے آپ کی نسبت مسجد چینیان والی مین۔ اور راستے وندسٹیشن پر بیان کیا ہے۔ وہ آپکے ان رقعات مین جو بالمشافہ آپنے لکھے تھے۔ اور اسکی نقل مجھے نہین دی گئی تھی موجود ہے۔ آپ ان رقعات کو بھیجدین۔ ان رقعات مین انکار نہ نکلا تو مین توبہ کرونگا۔ اس جواب کے آخر مین قادیانی کی طرح ایک گیدڑ بھبکی بھی لکھ گئے۔ جسکے الفاظ یہ ہین۔ "مجھکو تو آپ سے بھی بہت خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکے اوپر رحم کرے۔ مین آپکے معاملہ مین بہت دوستون کو اطلاع کر چکا ہون"

سلہ۔ یعنی میری قرارداد کو منظور نہین کرتے۔ اور تحریری مباحثہ کو نہین مانتے۔ یہ حافظ صاحب کا منشی صاحب کے دوستان اہل شورہ سے خطاب ہے۔

جسکا جواب فوراً تحریر کرکے حافظ صاحب کے پاس بھیجا گیا۔ مگر چونکہ حافظ صاحب اپنا خط قاصد کو دیکر روانہ ہو چکے تھے۔ لہذا وہ خط مع نقول خطوط مطلوبہ اُنکے پاس بذریعہ ڈاک معرفت منشی محمد الدین گوڈس کلرک راونڈ بھیجا گیا جسکی نقل یہ ہے۔

لاہور ۹ فروری ۱۹۰۳ء حافظ محمد یوسف صاحب۔ نمبر ۹۶

سلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آپ جسوقت اور جس مکان مین کسی مسلمان کے (جو مرزائی نہو) چاہین وہ خطوط لیکر مین خود حاضر ہوتا ہون۔ بہتر یہ ہے۔ کہ مسجد چینیان والی مین آپ آجائین۔ اور مجھے بلالین وہی خطوط منصف رہی۔ اور اگر میری سامنے ہونے سے آپکو انکار ہو۔ تو مولوی رحیم بخش صاحب کو میرے پاس بھیجدین۔ مین انکو خط دیدونگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

(۲) آخر خط مین جو آپ نے ایک گیدڑ بھبکی سنائی ہے۔ یہ کادیانی کی شاگردی کا اثر ہے۔ آپ اگر اس گیدڑ بھبکی مین سچے ہین۔ تو اسکی تفصیل کرین۔ تاکہ اس سے آپکا کذاب ہونا۔ ہرکس وناکس پر روشن ہو جائے۔

کادیانی کی گیدڑ بھبکی کا جو انجام ہوا۔ ہمکو آپ رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۲۰ ج ۵ امین ملاحظہ کرین۔

(۳)۔ مولوی رحیم بخش صاحب آج مجھے تحریر کرکے دے گئے ہین۔ کہ انھون نے آپکے سامنے میری بیان کی تصدیق کی۔ اور یہ کہا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مباحثہ سے انکار نہین کیا۔ اور آپنے اسکو اُسوقت تسلیم کیا۔ اب آپ مولوی رحیم بخش صاحب کو اپنے بیان کا مصدق بناتے ہین۔ یہ دوسرے جھوٹ کا آپنے ارتکاب کیا۔ اور اپنے دعوی صدیق ہونے کو آپنے جھٹلایا۔

یہ خط فوراً بدست میان عمرالدین صاحب حکیم آپکے فرودگاہون پر بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ کوچ کر گئے ہین۔ اب فرمایئے وہ خطوط کسکو دکھلائے جائین۔ اور توبہ کون توبہ نہوئی تو وہ خط جو آپکے پاس منشی محمد الدین صاحب کی معرفت بھیجا گیا تھا۔

ضرور چھاپا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

خطوط مطلوبہ کی نقلین مرسل ہین۔ اگر نقول مین کچھ شک ہو تو جب چاہین تصدیق کر سکتے ہین۔ فرق نکلا۔ تو آپکو توبہ سے بری کیا جاویگا۔ اب آپکو مناسب ہے۔ کہ نقول دیکھ کر جلد توبہ نامہ ارسال کرین۔ ورنہ خط سابقہ کے چھاپنے پر* آشفتہ نہون اور افسوس نہ کرین۔ (ابو سعید محمد حسین)

حافظ صاحب کے ناراض و مایوس ہو کر چلے جانے سے منشی صاحب پشیمان ہوئے اور اپنی گروہ مین فراری تصور کیے گئے۔ تب اپنی پشیمانی کو دور کرنے اور اپنی گروہ کے آنسو پوچھنے کی غرض سے ایک **طولانی خط** ۲ صفحہ کا خاکسار کے نام لکھا۔ اور حکیم فضل الٰہی صاحب کے ہاتھ ۱۶۔ فروری کو میرے پاس بھیجدیا۔ **اس خط کا جواب** یہ دیا گیا۔ جو ذیل مین منقول ہے۔ اور ہمین اس خط کا ماحصل موجود ہے۔

لاہور ۱۷۔ فروری ۹۳ء منشی (یا مولوی) محمد احسن صاحب۔ نمبر ۱۱۴

سلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آپکا خط معرفت حکیم فضل الٰہی صاحب وصول ہوا۔ اس خط کا اکثر حصہ وہی طعن و تمسخر و ترلیات اور خارج از مبحث خیالات ہین۔ از انجملہ مطلب کی باتین جو لائق جواب و نوٹس لینے کے ہین صرف آٹھ ہین۔ جو ذیل مین منقول ہین۔

(۱)۔ میری جانب سے دو دفعہ ہے۔ جو کئی مرتبہ لکھ چکا ہون۔ (اپنے پہلے تحریر ہو پیچھے تقریر)

(۲)۔ آپ تحریری مباحثہ سے کیون گریز فرماتے ہین۔

(۳)۔ جو تحریرات بالمشافہ مابین حافظ محمد یوسف صاحب اور جناب کے واقع ہوئی ہین۔ اُنسے آپکا انکار از مباحثہ ثابت ہے۔ اسیواسطے آپ اُنکی نقل نہین دیتے۔

(۴) مولوی رحیم بخش صاحب نے تجویز مباحثہ مین آپکی رعایت کی ہے۔ اور حافظ محمد یوسف صاحب کو دھوکہ دیا ہے۔ تینون منصف آپکے ہم خیال ہین۔ ہمارا کوئی نہین۔

(۵)۔ آپ پورب کا سفر موقوف کرین۔

---

* چونکہ توبہ نامہ نہین آیا۔ لہذا خط چھاپا گیا ہے۔ آیندہ توبہ نامہ آگیا۔ تو اُسکی مکافات بدتدارک

اور اُنکے مجملہ خلفاء و غیرہ کو فتح و غلبہ دین وغیرہ معارف قرآن کے معنے سے بیخبر بتلاتے ہین [51]۔ آنحضرت صلعم کو ابن مریم اور دجّال وغیرہ کی پوری حقیقت منکشف ہونے سے محروم بتلاتے ہین [52]۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور آپ ان سب کفریات و توہین کو معارف و حقائق قرار دیتے ہین۔ اب اگر یہ خاکسار نصرتِ دین اور ذب (مدافعت توہین) سید المرسلین کے لئے کہڑا ہو۔ اور اسکے مقابلے مین آپ مجہپر تعریض سے طعن کرین۔ یا تصریح کے ساتھ ماہین جورو بیٹی کی گالیان دین۔ تو اس سے بڑہکر میرے لئے خدا کے نزدیک اور مومنون کے نزدیک کوئی عزت کا مقام نہین۔ پہلے تو آپ کے مرشد نے یہ دعویٰ اختیار کی تھی اور فیصلہ آسمانی وغیرہ تحریرات مین خوب دل کھولکر گالیان سنائین۔ اب اسکی خلافت آپکو دی ہے۔ آپ شوق سے جو چاہین سو کہین۔ اور اس ناچیز کو (جو اپنی حیثیت و عزت قطرۂ آب و مشت خاک سے زیادہ نہین سمجھتا) اعزاز بخشین اور عزت بڑہائین۔

اصل مطلب کی باتون کا جواب

جواب نمبر ۱۔ مرحبا جزاک اللہ۔ اس شرط پر اصرار کا اظہار فرماکر اپنے ہمارے بیان کو پورا تصدیق کیا اور کس و ناکس کو یقین دلایا کہ آپکو ہنوز تقریری مباحثہ سے صاف اور کھلم کھلا انکار ہے۔

---

[51] - ازالہ کادیانی صفحہ ۶۷۸ و اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۴ صفحہ ۸۵ ملاحظہ ہو۔

[52] - ازالہ کادیانی صفحہ ۶۹۱ ملاحظہ ہو۔ جسمین آنحضرت صلعم کی حق مین یہ گستاخانہ الفاظ مرقوم ہین۔ ہم کہہ سکتے ہین۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف ہوئی ہو۔ اور نہ دجال کے ستر باع کے گدہے کی اصلی کیفیت کھلی ہو۔ اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی ہوئی ہو۔۔۔۔

[illegible]

[illegible]

جواب نمبر ۲۔ تحریری مباحثہ سے گریز کرنے والے پر ہزار لعنت اور جھوٹے پر آپ جسقدر تجویز کرین مین کچھ نہین کہہ سکتا۔

منشی صاحب! مین نے اپنے خط نمبری ۹۶ مین ضبط تحریر کو صاف الفاظ مین منظور کیا ہی اسپر صرف اسقدر بڑھا دیا ہے۔ کہ تقریر پہلے ہو۔ اور تحریر پیچھے۔ اور پھر خط نمبری ۱۰۷ مین مولوی رحیم بخش صاحب اور حافظ صاحب کی تجویز کے مطابق یہ بھی مان لیا ہے۔ کہ تحریر تقریر کے ساتھ ساتھ ہوتی جائے۔ پھر تحریر سے گریز نکالنے کے کیا معنے؟ ۔ ہان اگر آپ صرف تحریری مباحثہ بلا مشافہ ومواجہ چاہتے ہین۔ اور سامنے ہونے سے ڈرتے اور گھبراتے ہین۔ چنانچہ آپکا بٹالہ اور لاہور مین اپنے مطالبات کا جواب غائبانہ تحریری طلب کرنا مشعر ہے۔ تو اس امر کے لئے بھی بندہ حاضر و مستعد ہے۔ مگر اس صورت مین فریقین کو کسی خاص جگہ کی پابندی ضروری نہین۔ یہ کام ہر جگہ بیٹھکر ہو سکتا ہے۔ آپ امروہہ یا بھوپال تشریف لیجاوین۔ بندہ کو پورب جانے کی اجازت دین۔ پھر طرفین سے کاغذی گھوڑے دوڑتے رہین گے۔ اسمین پہلے بھی اتنی عرض کی گئی ہے۔ اور پھر کیجاتی ہے۔ کہ اس تحریری مباحثہ مین الاقرب فالاقرب[1] اور کبر الکبر[2] کا لحاظ رہیگا۔ پہلے آپکے مرشد کا حق ادا ہوگا۔ پھر آپ کا۔

جواب نمبر ۳۔ ان تحریرات کی نقل کل آپکے وکیل اور اپنے دوست حکیم فضل الٰہی صاحب سے مطابق باصل کرا کر حافظ محمد یوسف صاحب کے پاس روانہ کی گئی ہے۔ اُن تحریرات سے انکار مباحثہ ثابت ہوا۔ تو مین اپنی شکست مان لونگا۔ ورنہ آپکو اپنی شکست ماننی پڑے گی۔ اور اسپر بحث ختم ہوگی۔

---

[1] یعنے جو قریب ہے۔ وہ استحقاق جواب وخطاب مین قریب ہے۔

[2] بڑی کا لحاظ کر یعنے بات مین اسکو مقدم کر۔ یہ حدیث صحیح مسلم صفحہ ۵۵ ج ۲ کے الفاظ ہین۔ اسپر منشی صاحب معترض ہوئے ہین کہ یہ کس زبان کا محاورہ ہے۔ اور اسکے معنے کیا ہین۔ صفحہ ۲۱۲ ملاحظہ ہو۔

جواب نمبر ۴ - مولوی رحیم بخش صاحب میرے عزیز دوست ہیں۔ مگر وہ آپکے معاملے میں نہ میرے شیر ہو سکتے نہ وکیل۔ اور انتخاب دو منصفوں (خلیفہ حمید الدین صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب) ۔ تو حافظ صاحب کی تجویز سے ہوا ہے۔ تیسرے منصف کا انتخاب مولوی صاحب کی تجویز سے۔ پس اس میں غلبہ حافظ صاحب کو ہوا۔ لہذا اگر رعایت کا الزام دیتے ہیں۔ تو حافظ صاحب کو دیں۔ چنانچہ اپنے خود اس مجلس میں جسمیں آپکو میرا خط نمبر ۵ ملا تھا۔ حافظ صاحب کو دو دفعہ رعایت کا الزام دیا تھا۔ اب وہ الزام مولوی رحیم بخش صاحب پر (جو نیک اور سیدھے آدمی ہیں) لگایا جاتا ہے۔ یہ کادیانی کی سنت کذب کی پیروی ہے۔ سچ ہیں آپ سچے ہیں۔ تو حاضرین مجلس مذکورہ سے حلفی شہادت دلوادیں۔ کہ اس مجلس میں کس شخص پر یہ الزام قائم ہوا تھا۔

گذشتہ را صلوات۔ آیندہ آپ اپنا منصف خود منتخب کرلیں۔ مگر آپ پہلے مباحثہ تقریری کو تو منظور کرلیں۔ مباحثہ منظور نہیں تو منصف کیا کرینگے۔

جواب نمبر ۵ - بہت اچھا۔ میں سفر موقوف کرونگا۔ اگر آپ مباحثہ تقریری منظور کریں — اور جلد میدان میں نکلیں۔ ورنہ کہ میں تیاری سامان سفر کروں اور ریل کا ٹکٹ لیلوں۔ تب آپ پیام مباحثہ بھیجیں۔ میں ایک ہفتہ کی آپکو اور مہلت دیتا ہوں۔ جسدن آپ میدان میں آئینگے۔ اسیدن ایک گھنٹہ میں آپکا کام تمام کرونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

جواب نمبر ۶ - جھوٹ بولنا۔ اور نبی سنت کاذبانہ نشان ہے۔ ۱۶ - جنوری ۱۹۰۴ء کو میں نے مباحثہ کی درخواست کی اور ۲۰ - کو آپنے مباحثہ لاہور کے وعدہ پر ٹلا کر مجھے رخصت کیا۔ اور ۲۴ کو میں لاہور آ پہنچا۔ پھر ایک ماہ کے قریب میں نے آپ کو

* یہ مولوی رحیم بخش صاحب بصفحہ (۴۰۱) ملاحظہ ہو۔

کیونکر روکا۔ یہ کہیئے کہ بٹالہ کی روٹیوں ﷲ دعوتوں نے روکا۔

جواب نمبر ۷۔ مین قبل از سوال آپ کے آپکو مہمان سمجھکر آپ کی مہمان نوازی کرچکا ہون اور آپکے مطالبات کا جواب لکھ چکا ہون۔ نمبر ۱۲ جلد ۱۴ اصٹ ۲ تا ۳ صٹ ۹ ملاحظہ ہو اَبْ اِس مہمان نوازی کا اعتراف چاہیئے۔ من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ۔

جواب نمبر ۸۔ یہ آپنے سفید۔ اور ڈبل بلکہ ٹربل جھوٹ بولا ہے۔ ایک جھوٹہ مجھپر افترا کیا۔ کہ بلا اجازت لاہور چلے گئے۔

کیا آپنے مولوی احمد علی صاحب سے منصف صاحب کے روبرو* اس مضمون کا رقعہ میرے نام نہین لکھوایا۔ کہ وہ اپنا کیون حرج کرتے ہین۔ لاہور کو چلے جاوین۔ جواب بذریعہ ڈاک پہنچ جاوے گا۔ آپ کو اس سے انکار ہے۔ تو اس رقعہ کی تصدیق کے لئے بٹالہ چلین۔ سفر خرچ مجھسے لین۔ چلو اسی ایک بات مین سچ جھوٹ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اور کسی مباحثہ کی ضرورت نہین رہتی۔

دوسرا جھوٹ منصف صاحب پر۔ کہ انہون نے وہ کلمہ فرمایا۔ جو انکی شان اور منصب منصفی سے بعید ہے۔

منصف صاحب کے سامنے جب آپنے رقعۂ اجازت سفر لکھوایا۔ تو منصف صاحب کا وہ کہنا کب ممکن تھا۔ آپ سچے ہین تو بٹالہ چلین۔ اور ایک مجلس وسائ مین منصف صاحب سے وہ کلمہ کہلاوین۔

تیسرا جھوٹ مجھپر پر۔ کہ اس طرف سے جواباً تحریک مباحثہ ہونے سا اور مباحثہ شروع کرنے کے بعد آپ لاہور چلے گئے۔ آپنے جواب کب دیا۔ اور مباحثہ کب شروع ہوا۔ مین نے ۱۶۔ جنوری کو سوال مباحثہ کیا۔ آپنے باوجود میرے رجسٹرڈ بھیجنے کے میرے سوال کا جواب ندیا۔ اور اس مضمون کا رقعہ لکھوا دیا۔ کہ وہ جاوین۔ جواب بذریعہ ڈاک بھیجیگا۔

* نوٹ۔ آپنے اخری خط مین اسقدر اعتراف منشی صاحب نے کرلیا ہے۔ کہ میرے سامنے وہ رقعہ لکھا گیا

پہر ۱۷ تاریخ کی شب کو میرے رواد ہونے کے بعد جواب کہا۔ اور ۱۸۔ یا ۱۹ کو شاہ صاحب کردیا۔ پہر آپکا یہ کہنا۔ کہ بعد جواب و شروع مباحثہ چلے گئے۔ سفید جھوٹ نہین تو جھوٹ کی کیا تعریف ہے۔ اور عقد مباحثہ صرف میرے سوال پر کیونکر ہوگیا تھا۔ عقد ایجاب قبول دونو سے ہوتا ہے۔ یا صرف ایجاب سے استحقاق امتناع حاصل ہوسکتا ہے۔

یہ میری آخری تحریر ہے۔ اسکا جواب ہو۔ تو یہ ہو۔ کہ آپ میدان مین نکلین۔ اسکے سوا کوئی اور جواب دینگے۔ تو مین اسکا جواب نہ دونگا۔ پبلک خود فیصلہ کریگی۔ کہ کون ہارا۔ اور کون مرد میدان نکلا۔

اَب مین ایک جنرل رول بتاتا ہون۔ جس سے آپ صاحبون کی مدت کے خیالی اور لفظی اور کاغذی مباحثون کا اختتام ہو۔ ہنگ لگے نہ پھٹکری۔ اور نتیجہ آسانی سے نکل آوے۔

وہ یہ ہے

کہ آپ اور آپ کے بڑی بہائی حکیم نورالدین صاحب اور دونون کے روحانی باپ کادیانی صاحب۔ اگر تقریری مباحثہ نہین چاہتے۔ اور صرف تحریری مباحثہ پر جرأت کرسکتے ہین۔ تو اس امر کے لئے آیندہ تحریر کی تکلیف نہ اٹھاوین۔ بلکہ جو تحریرین پہلے خوب سوچ ساچ اور گھوٹ گھاٹ کر ضبط کی ہوئی ہین۔ اور بعض چھپی ہوئی ہین۔ اُن کو۔ اور اسکے مقابلے مین خاکسار کی مطبوعہ تحریرات کو ایک ایسی مجلس مین جسمین تین منصف حسب انتخاب فریقین موجود ہون پیش کردین۔ اس مجلس مین نہ آسکین۔ تو وہ تحریرات غائبانہ منصفون کے پاس بہیجدین۔ ان تحریرات کی رو سے منصفون کے اتفاق سے غالب

اور حق پر ثابت ہو۔ اُسیکو باقی مسائل اور عقائد مین غالب۔ اور حق پر سمجھا جاوے۔ دیکھو۔ کس آسانی سے مباحثہ ختم ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھکر اور تجویز تصفیہ کوئی کیا نکال سکتا ہے۔ اسکو بھی آپ تسلیم نکرین۔ تو آپ کے حق مین بجز دعار کیا ہو سکتا ہے۔ (ابو سعید محمد حسین)

اس خط کا جو جواب منشی صاحب نے دیا ہے۔ اسمین تقریری مباحثہ سے (جسمین تقریر پہلے ہو۔ اور تحریر پیچھے یا تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر ہو) صاف انکار کیا ہے۔ اور یہ لکھدیا ہے۔ کہ "تحریر پہلے ہو۔ اور تقریر پیچھے" اور آخری جنرل رول کو قبول کر کے اس مباحثہ کی تحریرات یا کادیانی و حکیم نورالدین کے سابق مباحثہ کی تحریرات کو مجلس مین پیش کرنا بھی منظور نہین کیا۔ اور اسکی جگہ یہ چاہا ہے۔ کہ انکے اعلام حصۂ دوم کو مجلس مین پیش کر کے اسیوقت اسکا جواب لیا جایئگا (جو ہنوز اس طرف سے لکھا نہین گیا۔ اور نہ آئندہ تا اختتام ردِّ تحریرات کادیانی لکھا جایئگا۔) لہذا خاکسار نے حسب قرارداد اپنے خط نمبر ۱۱۴ کے انکے اس خط کا کوئی جواب نہین دیا۔ اور نہ آئندہ انکی کسی خط یا پیام کا جواب دونگا۔ ان تقریری مباحثہ کے لئے جب وہ چاہین حاضر ہون۔ جس پر اپنا مقصود ظاہر کر چکا ہون۔ جو صفحہ (۲۰۸) مین مرقوم ہے۔

اس خط کے متعلق اپنے ناظرین اور حافظ محمد یوسف صاحب اور انکی پارٹی منشی عبدالحق اکونٹنٹ پنشنر (جسکے مکان پر منشی صاحب فروکش ہین) اور منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ وغیرہ کو جو اس مباحثہ کے بانی یا اسکے معاون و تحریک تھی۔ چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہون۔

امر اول۔ منشی صاحب نے اس خط مین ایسی فحش گوئی کی ہے۔ کہ اسمین عام فاسقون کو جو بازارون مین بھکڑ بازی کرتے ہین پیچھے چھوڑ دیا ہو۔ ایک ایسا ملازم بازہ جسمین اپنے زانی یا لوطی ہونیکی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور اسمین اس شخص کو ...

دکہادی ہی۔ جسنے برائی بدنگنی کیلئے اپنی ناک کٹالی ہتی۔ جو لوگ درحقیقت زنا۔ یا لواطت
کے مرتکب ہوتے ہین۔ وہ بھی (اگرچہ پڑہے لکہے ہون) اس امر کی تمنا و اظہار تحریرون مین
نہین کرتے۔ آپ اس مراد کو نہین پہنچے مگر فرط حیا اور دلیری سے اس ارتکاب کی تمنا تحریرون مین
ظاہر کرتے ہین۔ اور اسمین خوف آخرت تو کجا نے نیا مواخذہ قانون عدالت کی بہی کچہ پرواہ
نہین کرتے۔ کادیانی نے اعلام حصہ دوم مین منشی صاحب کے اس قسم کی فحش گوئی دیکہکر انکو
اس کام کے لئے نوکر رکھا ہی۔ کہ وہ اشاعۃ السنہ کو گالیان دیکر مقابلہ کادیانی سے روپیہ آپ جیسا جان تو
اہل حدیث کہلاتے ہین اور الہامی صوفی مشہور ہین۔ آپ بھی کادیانی کے اس مدعا و مراد کے معاون
ہونگے؟ اور اس فحش گوئی پر بھی ان لوگون سے علیحدہ نہونگے؟ اور اب بھی ان لوگون کا علماء
اسلام سے مباحثہ کرانا چاہینگے؟۔ ان الفاظ کے فحش ہونے مین شک ہو تو اصل خط ملاحظہ کرین۔

امر دوم۔ اس خط مین منشی محمد حسن صاحب نے اقرار کیا ہے۔ کہ مولوی احمد علی صاحب نے وہ خط (جسکا
ذکر صفحہ ۴۰۹ مین ہی) میرے سامنے لکھا ہے۔ اس سے حافظ صاحب اور انکی پارٹی منشی صاحب کے
ایک اس بیان مین جہوٹے ہونیکا یقین کرین۔ کہ تم (خاکسار) پہلی دفعہ لاہور کو بلا اجازت گئے ہو۔
کیونکہ وہ رقعہ جسمین اجازت صاف مرقوم ہے آپکے سامنے لکھا گیا۔ اور آپنے کم سے کم اسکو مسلم رکھا اور
اس سے منع نہ کیا۔ تو پھر اجازت مین کیا کسر رہگئی۔ اور بلا اجازت جانا کیونکر صحیح ہوا۔ دوسرا اس قول
مین منشی صاحب کے جہوٹے ہونیکا یقین کرین جو منصف صاحب کے انہون نے نقل کیا ہی۔ اس خط کے
آپکے سامنے لکھے جانے کے وقت منصف صاحب موجود تھے تو پھر وہ بات کیونکر کہہ سکتے تہے۔

امر سوم۔ منشی صاحب نے اپنی عادت لفظی نکتہ چینی کے مطابق ہمارے لفظ کبرا الکبر پر سوال
کیا ہی کہ اسکے کیا معنے ہین۔ اور یہ کس زبان کا محاورہ ہے ذرہ بیان فرمایا جاوے تاکہ اس ہیچمدان کی
سمجھ مین آجاوے۔ اس سے حافظ صاحب اور انکی پارٹی یہ نتیجہ نکالین کہ منشی محمد حسن عالم نہین محض
... بلحاظ علم بہی وہ بحث و خطاب علماء کے لائق نہین یہ لفظ سید العرب آنحضرت صلعم کی
ہو کتاب صحیح مسلم کی (جو ادنی اہل علم کے مطالعہ مین رہتی ہی) صفحہ ۵۵ ج ۲ میر

م موجود ہین۔ اور انکے معنے ہمارے رسالہ کے صفحہ ۱۰ کے حاشیہ پر لکھے ہوئے ہین۔ منشی صاحب ایسی مشہور کتاب کی حدیث کے الفاظ کو خلاف محاورہ سمجھ کر انپر معترض
و مباحثہ علما سے شرم نہین کرتے۔ حافظ صاحب وہ تو شرم کو امرتسر مین چھوڑکر پنجاب مین آئے ہین اور اسی گالی گلوچ کے لئے کادیانی کے نوکر ہوئے
مین شریک نہین ہین۔ آیندہ آپ ان سے علیحدہ ہو جاوین اور کسی مسلمان اہل علم سے انکو مباحثہ کرانیکا نام نہ لین۔ اب بھی آپ انسے علاحدہ نہوئے تو ادہر سے جواب

قدرتی مباحثہ
اور
اسمیں ایک حواری قادیانی کا عجز

یکم مارچ ۱۹۱۳ء کو خاکسار بارادہ سفر پورب ریلوے سٹیشن لاہور پر پہنچا۔ اور ایک کمرہ میں اپنا سامان سفر رکھکر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ تو ناگاہ حکیم فدا الدین صاحب جمونی بہیری تشریف لائے۔ اور بحکم قضا و قدر اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔ انکو یہ معلوم نہ تہا کہ ہمارا دوست یا حریف بھی اسی کمرہ میں بیٹھیگا۔ اور مینے بہی اس خوف سے کہ مبادا حکیم صاحب مجہہ دیکہکر اس کمرہ سے انتقال کریں اس امر کو چہپایا۔ اور بروانگی گاڑی تک پلیٹ فارم پر ٹہلتا رہا۔ جب روانگی کا وقت قریب پہنچا تو میں داخل ہوا۔ اور جاتے ہی حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑکر پوچہا کہ حکیم صاحب آپکا مزاج اچہا ہے۔ یہی میرا سلام تہا۔ اور ایسا ہی غیر مسلم آشناؤں سے ملنے کا میرا دستور ہے۔ اسکے بعد مینے اپنا ایک خواب یا بیداری کا ایک خیال بیان کیا۔ جو اسی شب یا اس سے پہلے روز وقوع میں آیا تہا۔ کہ مینے چاہا تہا کہ حکیم صاحب کے مسکن پر پہنچ جاؤں۔ اور انکو تبلیغ احکام اسلام و دعوت عقائد اسلامیہ کروں۔ مگر مجہے اس سے یہ خوف مانع ہوگیا کہ مبادا انکے مکان پر کہیں بیٹہے اور کوئی فتنہ پیش آجائے۔ اسوقت جو آپ اس کمرہ میں رونق افروز ہوکر میری پاس بیٹہے ہیں تو یہ واقعہ میرے اس خواب یا خیال کی تعبیر ہے۔ اسکے بعد مینے کہا کہ کمال افسوس کا مقام ہے کہ آپ سے ہمارا کئی وجہ سے اتحاد و تعلق تہا۔ اسلام و وحدت مذہب محدثانہ۔ دوستی۔ ہم وطنی وغیرہ۔ مگر مرزائی عقائد کے اختلاف سے وہ اتحاد و تعلق قطع ہوگیا۔ اور تقطعت بہم الاسباب کا مضمون صادق آیا۔ اسکو حکیم صاحب نے بہی تسلیم کیا۔ اور اسپر افسوس ظاہر فرمایا۔ اسکے بعد مینے کہا کہ حکیم صاحب مدت سے میں اس امر کا خواہاں تہا کہ ہماری آپکی بالمشافہ گفتگو ہو۔ اور مباحثہ جو ۱۲-۱۴ اپریل ۱۹۱۳ء کو بمقام لاہور شروع ہوکر ناتمام رہگیا ہے۔ پورا ہو۔ مگر ناجائز شروط نے جو آپکی طرف سے ہوتی رہی ہیں یہ موقع آنے نہ دیا۔ اب جو حسب اتفاق ہمارا اور آپکا ایک جگہ جمع ہونا میسر ہوا ہے۔ اب آپ اجازت دیں تو میں گفتگو کروں۔

حکیم صاحب۔ ہاں شروع کیجیے۔

خاکسار۔ اُس مباحثہ میں میرے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں آپنے اس امر کو تسلیم کرلیا ہوا ہے۔ کہ احادیث میں جہاں لفظ ابن مریم آیا ہے اسکی نسبت مجہہ یہ علم نہیں کہ صحابہ اس لفظ سے عیسے نبی اللہ کو مراد سمجہتے تہے یا کسی مثیل ابن مریم کو۔ اور پہر آٹہویں سوال کے جواب میں آپ پہلے تسلیم کرچکے ہیں کہ الفاظ قرآن و حدیث سے ظاہری معنے مراد لینا واجب ہے۔ جب تک کہ ان ظاہری معنے سے کوئی مانع قطعی نہو۔ اور یہ بات بہی مسلم کل ہے کہ لفظ ابن مریم کے ظاہری معنے عیسے ابن مریم کے ہیں۔ اسیوجہ سے قرآن میں اس لفظ سے صحابہ کا اسی معنے کو سمجہنا آپنے سوال نمبر ۲۳ کے جواب میں تسلیم کرلیا ہے۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حدیث کے لفظ ابن مریم کے بہی عیسے نبی اللہ کے معنے مراد ٹہرانا واجب ہے۔ اور یہی معنے صحابہ نے سمجہے ہیں۔ پہر آپ اس لفظ حدیث سے مثیل ابن مریم کیوں مراد سمجہتے ہیں۔ اسکے حقیقی و ظاہری معنے سے آپ کی نظر میں کونسا مانع قطعی ہے۔

حکیم صاحب۔ سکوت کان علے راسہ الطیر۔

خاکسار۔ شاید آپ حدیث کے اس لفظ کے ظاہری و حقیقی معنے مراد لینے سے اس امر کو مانع قطعی سمجہے ہونگے کہ آپکے نزدیک قرآن سے حضرت مسیح کی قطعی وفات ثابت ہے اور یہ خیال کرتے ہونگے جب وہ مرچکے ہیں تو پہر اس حدیث سے (جسمیں مسیح ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے) ...

حکیم صاحب۔ ہاں۔ میری یہی ایک دلیل ہے جو اس لفظ سے حقیقی اور ظاہری معنے مراد ...

خاکسار۔ حضرت مسیح کے فوت ہوجانے پر کونسی قطعی دلیل ہے۔

حکیم صاحب۔ آیۃ یا عیسے انی متوفیک و رافعک الی جیسے میں ...

اٹھایا گیا ہوں۔ حضرت عیسیٰ کے رفع کو تو آپ بھی مانتے ہیں پس چاہیے کہ انکی وفات کو بھی مان لیں کیونکہ آیۃ میں توفی کا ذکر پہلے ہوا ہے اور رفع کا ذکر پیچھے ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی توفی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے۔ اسکی نظیر وہ آیۃ قرآن ہے جسمیں افعال حج کے بیان میں خدا تعالےٰ نے صفا پہاڑ کے طواف کا ذکر پہلے کیا۔ اور مروہ کے طواف کا پیچھے کیا۔ تو اس سے آنحضرت صلعم نے سمجھ لیا۔ کہ شروع طواف صفا سے چاہیئے۔ اور آپنے صاف فرما دیا کہ ابدؤا بما بدأ الله یعنی تم اسی پہاڑ سے طواف شروع کرو جسکا ذکر خدا نے پہلے کیا۔ خاکسار۔ (اپنا بگل بھولکر اور سمجھ کر اشاعۃ السنۃ نمبر لغایت ۴ جلد ۱۴ نکالکر) اوّلاً تو اس آیۃ میں کسی دلیل سے توفی کے معنی وفات کے متعین و متیقن نہیں ہیں اور نہ لغت عرب میں توفی معنے وفات کے لیئے مخصوص ہے۔ لہذا جائز و ممکن ہے کہ اس آیۃ میں توفی سے حضرت مسیح کا زندہ اٹھایا جانا مراد ہوا اور وہی مراد لفظ رفع سے ہو چنانچہ امام رازی کی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں توفی کے معنے قبض کرنا ہے

ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهمی واوفانی وتوفیتها منه کما یقال سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه وقد یکون ایضاً توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان اخراجه من الارض واصعاده الی السماء توفیاً له فان قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصیر قوله رافعك الی تکراراً + + قلنا قوله انی متوفیك یدل علی حصول التوفی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعده رافعك الی کان هذا تعیینا للنوع ولم یکن تکراراً

(تفسیر کبیر صفحہ ۹ ج ۲)

عرب کے یہ محاورات ہیں "وفانی فلان دراهمی۔ واوفانی وتوفیتها منه" یعنے فلان شخص نے میرے دراہم میرے قبضہ میں دیدیئے اور میں نے اس سے قبض کر لیئے + + جیسے یہ محاورات ہیں "سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه" یعنے فلان شخص نے میرے دراہم میرے سپرد کر دیئے۔ اور میں نے اس سے لے لیئے۔ اور کبھی توفی بمعنے استوفی آتا ہے۔ یعنے پورا لینے کے معنے میں آن دونوں معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکالکر آسمان پر چڑھا لیجانا۔ انکی توفی ہے۔ اسپر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنوں کی نظر سے توفی بعینہ رفع جسم ہوا۔ لہذا متوفیك فرمانے کے بعد رافعك الی کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ متوفیك فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔ جو ایک جنس یعنی عام مفہوم ہے اور اسکے نیچے کئی انواع و اقسام پائی جاتی ہیں + پھر جب متوفیك فرمانے کے بعد رافعك فرما دیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔ "

ایسے ہی قاموس۔ صحاح۔ صراح۔ مجمع البحار کتب لغات اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لفظ توفی کے معنے بیان کئے ہیں۔ اور ثانیاً فرض کیا۔ اور بطور تنزل مان لیا کہ یہاں توفی سے موت کے معنے مراد ہیں تو بھی حرف واؤ کے ساتھ توفی کا رفع سے پہلے مذکور ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اسکا وقوع پہلے ہوا ہے۔ کیونکہ حرف واؤ قرآن اور عام عرب کے محاورہ میں مطلق جمعیت کے لیئے ہے۔ جس سے سابق (پہلے) لاحق (پیچھے) اور مقارن (ساتھ والے) کا عطف ہوتا ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ اسمیں ترتیب کا لحاظ ہو۔

چنانچہ قاموس میں کہا ہے۔ واؤ مفرد کئی قسم ہے ایک عاطفہ جسکے ذریعہ سے کبھی ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ ہونا بیان کیا جاتا ہے جیسے

"ثم الواو المفردة اقسام الاولی العاطفة تعطف الشئ علی مصاحبه فانجیناه واصحاب السفینة وعلی سابقه ولقد ارسلنا نوحاً وابراهیم وعلی لاحقه وکذلك یوحی الیك"

(قاموس)

قرآن میں نوح کے ساتھ کشتی والوں کا نجات پانا بیان ہوا ہے۔ کبھی پہلی چیز کا پہلے ہونا اور پچھلی کا پیچھے ہونا۔ جیسے نوح اور ابراہیم کے رسول ہونیکا بیان کبھی پچھلی چیز کے پہلے اور پہلی چیز کے پیچھے ہونے کا بیان۔ جیسے خدا تعالیٰ کا فرمانا کہ ہمنے تیری طرف وحی کی اور تجھسے پہلوں کی (آنحضرت صلعم کا جو پیچھے ہوئے پہلے ذکر ہوا۔

مان گئے ہیں۔ لہذا اس واؤ سے ہرگز یقیناً سمجھ میں نہیں آتا کہ توفی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے مگر وجہ یہ نہیں کہ آپنے قرآن میں صفا کے پہلے اور مروہ کے پیچھے مذکور ہونے سے

حکم طواف میں صفا کا مقدم ہونا نکال لیا۔ اس وجہ پر کوئی خصوصیت اُنکی کلام میں پائی نہیں جاتی بلکہ اپنے حکم آپہی اور وحی خفی سے یہ حکم دیا ہے
کہ جس پہاڑ کا خدا نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے طواف شروع کرنا چاہیے۔ اور یہ حکم بھی خاص اسی موقع کے لیے دیا ہے۔ یہ عام حکم نہیں دیا۔ کہ جو
پہلے مذکور ہو۔ اسکو حکم میں مقدم سمجھا کرو۔ بلکہ اسکے برخلاف جو چیز قرآن میں پیچھے مذکور ہے اسکو مقدم کیا ہے۔ دیکھو آیت میراث میں قرض
کا ذکر وصیت سے پیچھے ہوا ہے مگر وہ حکم ادای میں وصیت سے مقدم ہے۔ اور بہت سے واقعات قرآن کا ذکر پیچھے ہوا ہے۔ مگر وجود میں وہ مقدم
ہیں (صفحہ ۹۱ لغایت ۹۴ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۴ ملاحظہ ہو۔)

حکیم صاحب۔ اگر توفی کا وقوع رفع سے پیچھے ہوا تھا۔ تو خدا تعالے نے اس آیت میں توفی کو پہلے ذکر کیوں کیا۔ خدا تعالے کا کلام عبث اور خالی از حکمت تو نہیں ہے۔

خاکسار۔ ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عیسے کو مخالفین کی پکڑ اور قتل اور ایذا کا خوف و اندیشہ ہوا اسلیے اللہ تعالے نے انکی تسلی کے لیے یہ لفظ پہلے فرمایا جس سے (اس فرضی صورت میں کہ توفی سے وفات مراد ہو) یہہ جتایا کہ اے عیسے تجھے لوگ نہیں مارینگے۔ ہم تجھے تیری اپنی موت سے مارینگے۔ چنانچہ کادیانی نے بھی ازالہ کے صفحہ ۹۲۳ میں متوفیک کے یہہ معنی کئے۔ پھر اس قتل اور ایذا کے فکر سے مطمئن کر کے فرمایا کہ ہم تجھے آسمان پر اٹھا لیں گے۔

حکیم صاحب۔ پکڑ اور قتل و ایذا کے خوف کا کہاں ذکر ہے۔

خاکسار۔ یہ ذکر انجیل میں صاف وارد ہے جسکی تصدیق قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

ابن جریر نے کعب احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے۔ کہ جب حضرت عیسے نے اپنے پیرواں کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی تو اللہ نے ان کیطرف وحی کی کہ میں تجھکو وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھالونگا۔ میں تجھے عنقریب قتل دجال کے لیے بھیجونگا۔ پھر تو اس کے بعد چوبیس سال زندہ رہیگا۔ پھر تجھا وہ زندوں کی موت مارونگا۔ کعب نے کہا اسکی تصدیق رسول اللہ صلعم کی حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جسکے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسے علیہ السلام۔

واخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رای عیسے قلۃ من اتبعہ وکثرۃ من کذبہ شکی ذلک الی اللہ فاوحی اللہ الیہ انی متوفیک ورافعک الی وانی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ ثم تعیش بعد ذلک اربعا وعشرین سنۃ ثم امیتک میتۃ الحی قال کعب ذلک تصدیق حدیث رسول اللہ صلعم حیث قال کیف تہلک امۃ انا فی اولہا وعیسے فی اخرہا (درمنثور)

اور قرآن کی آیات جنمیں ذکر ہے۔ کہ یہود نے حضرت مسیح کے قتل کی تدبیر کی خدا تعالی نے بچانے کی تدبیر کی اور ذکر ہے کہ انہوں نے اسکو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ انکو شبہ پڑگیا۔ یہی اس مضمون انجیل کے مصدق ہیں۔

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمرٰن ع ۲)
وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم (النساء ع ۲۲)

حکیم صاحب۔ اس حدیث سے استدلال کرنا آپکی شان بعید ہے۔ کیا یہ آنحضرت صلعم کی حدیث ہے۔ یہہ تو کعب احبار کا قول ہے۔

خاکسار۔ میں مستدل نہیں ہوں کہ اس خوف کے ثبوت میں آنحضرت کی مرفوع اور اتفاقی صحیح حدیث کا پیش کرنا میرا فرض ہو۔ میں تو آپکے دعوے کا مانع ہوں اور منع کی سند میں خوف قتل کو اور اسکی تقویت کے لیے حدیث کعب احبار کو لایا ہوں۔ آپ اسکو نہیں مانتے تو آپکا فرض ہے کہ اس احتمال کو بدلیل اٹھادیں میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس احتمال کو بدلیل ثابت کروں بلکہ میرے لیے یہ احتمال پیدا کرنا کہ حضرت عیسے کو قتل کا خوف کہ ظاہر قرآن اور اس قول کعب سے مفہوم ہوتا ہے۔ تب ہی خدا تعالی نے انکو تسلی دینے کے لیے متوفیک کا لفظ پہلے
بس آیۃ سے حضرت مسیح کا فوت ہونا نکالتے ہیں اور لفظ متوفیک کے پہلے ذکر ہونے سے رفع سے پہلے
ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر توفی رفع سے پہلے نہ ہوتی تو اس آیۃ میں توفی کا ذکر پہلے اور رفع

اور یہ احتمال کہ آپ کو خوف قتل اعدا تھا۔ اسلیے آپکو تسلے دینے کے لیے لفظ توفی کو پہلے ذکر کیا فلاں دلیل سے مدفوع ہے اور لائق قبول نہیں ہے لہذا آپ ہکی فرض ہے۔ کہ آپ پہلے لفظ توفی کا معنے موت کے لیے مخصوص ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں پھر رفع سے پہلے توفی کا وقوع کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں۔ اسکی دلیل جو آپنے یہ پیش کی ہے کہ اگر توفی کا وقوع رفع کے بعد ہو تو آیۃ میں توفی کا ذکر رفع سے پہلے عبث اور خالی از فائدہ ہے۔ اسکے مقابلہ میں ہمارے اس احتمال کو کہ جائز ہے کہ خوف قتل سے مسیح کو تسلے دینے کے لیے توفی کو مقدم کیا ہو دلیل سے اُٹھادیں نہ یہ کہ ہمسے اس احتمال کی مؤید قطعی کی دلیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوچھیں۔

حکیم صاحب۔ مجھے اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ آپ اس بحث کو جانے دیں۔

ناظرین۔ غور کرو اور داد انصاف دیکر کہو۔ حکیم صاحب کس عذر پر اٹھے۔ اور پھر اتمام حجت کے بعد کیونکر بحث سے ساکت و عاجز ہوئے۔ اے ناظرین کیا حضرت مسیح کا یہودیوں سے قتل وایذا کا خائف ہونا۔ ناظرین انجیل و قرآن و حدیث و تفسیر پر مخفی ہے۔ اور کیا اس امر میں حکیم صاحب کو کچھ شک ہے۔ ہرگز نہیں۔ انکو یہ شک کیونکر ہو سکتا ہے۔ جس حالت میں کادیانی کا ازالہ اس خوف کو بیان کر رہا ہے۔ اُسنے تو اس خوف کو اس تک پہنچا دیا کہ مسیح کا صلیب پر چڑہایا جانا مان لیا۔ اور آیۃ انی متوفیک کا اشارہ اس طرف بتایا کہ حضرت مسیح نے سمجھ لیا کہ اب میں صلیب پر مرا۔ اور یہ کہہ کر کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ تب خدا نے انکو وعدہ دیا کہ تو انکے ہاتھ سے نہیں مریگا اور یہ قول فرمایا انی متوفیک ازالہ کا صفحہ ۳۴۳ تا ۳۹۴ ملاحظہ ہو۔ **مگر حکیم صاحب** نے اسوقت ہٹ دہرمی سے کام لیا اور اپنے اعتقاد و کانشنس کے خلاف کرکے ایسی بات کہی جو انکے اعتقاد کے مخالف تھی اور یہ بات جو بے سوچے اُنکے مُنہ سے نکل گئی تو اسکی پیچ کرتے چلے گئے۔ اور آخر دندان شکن جواب پاکر مباحثہ سے عاجز ہوئے۔ **یہ** وہ حکیم صاحب ہیں جنکو کادیانی مجمع علوم عقلی و نقلی بتاتا ہے اور ان ہی کی اندرونی مدد سے کتابیں و رسائل لکھتا ہے۔ آپ احادیث کے لفظ ابن مریم سے اسکے حقیقی ظاہری مراد ہونے پر جس پر خاکسار نے قطعی دلیل بیان کی تھی اسکا قطعی ثبوت اس آیۃ سے نہ دے سکے اور موتوفی بحث کی خواہش کر رہے۔ **اسی گفتگو کی اثنا میں نماز کا وقت آگیا۔** حکیم صاحب نے فرمایا نماز ملکر پڑھیں۔ آپ تو میرا اقتدا نہیں کرینگے۔ میں آپکا مقتدی بنتا ہوں آپ نماز پڑھا دیں۔ خاکسار نے نماز پڑھائی۔ اور گفتگوئے سابق کے قطع ہو جانے کے بعد دوسرے پہلو میں گفتگو کی۔

خاکسار۔ مسائل کی بحث آپ نہیں کرتے۔ تو اتنا تو بتا دیں کہ کادیانی صاف اور صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے۔ ایکبات اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ اور پھر اُس سے صاف منکر ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ ایک بات لکھتا ہے دوسری جگہ اسکا خلاف بیان کرتا ہے اور یہ اقرار نہیں کرتا کہ پہلے جو مینے اسکا خلاف کیا ہے۔ اس سے اب مینے رجوع کیا ہے۔ اور اسمیں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ **اسکی مثال** ایک یہ ہے کہ فتح اسلام کے صفحہ ۵۴ میں کادیانی نے لیلۃ القدر سے رات مراد ہونے سے صاف انکار کیا ہے۔ اور پھر اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۰۴ میں اس انکار سے انکار کر دیا ہے **دوسری مثال** توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں اُسنے آنیوالے مسیح کی نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ازالہ کے صفحہ ۲۳۵ میں اپنے آپکو مسیح قرار دیکر نبی بھی کہا ہے۔ **تیسری مثال** توضیح مرام میں آپنے نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور بعض اشتہارات و تقریرات میں دعوی نبوت سے انکار کیا ہے۔ **چوتھی مثال** ازالہ کے صفحہ ۶۷۳ میں آیۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنے حق میں بشارت ٹھہرایا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے حق میں اسکی بشارت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب رسالہ ... کے صفحہ ۴۲ میں اس آیہ کو آنحضرت صلعم کے حق میں بشارت قرار دیا ہے۔ آور اس پر ایک متعارض بات کو اصل کتاب پر نسبت نکالکر حکیم صاحب کو دکھا دیا۔

حکیم صاحب۔ میں ان باتوں کو مرزا صاحب کی تصانیف میں نہیں دیکھا۔ اب ان باتوں کو انسے پوچھونگا اور اس تعارض کی وجہ دریافت کرونگا۔ اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف نہیں دیکھا کرتا۔ میں تو صرف انکا چہرہ دیکھا کرتا ہوں اسی سے سبق حاصل کرتا ہوں۔

۱۳ **سامع۔** یا آپ بعض غلط یا کذب ہے۔ انکی کتابوں تصانیف کو آپکا نہ دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کادیانی جو لکھتا ہے آپکا بتایا ہوا ہے۔ مضمون آپکا ہے عبارت انکی۔ آپ کے کہنے کی منظر میں یہ بھی کذب ہے۔ آپ کادیانی کے مرید نہیں پیر ہیں۔ اور آپنے یہ مکر کیا ہوا ہے کہ انکو پیر اور پیشوا اور آپکو مرید مشہور کر رکھا ہے۔ در اصل یہ شاگرد ہیں۔ آپ قدیم سے نیچری خیالات رکھتے تھے اور اس قسم کے خیالات پسند کرتے ہیں۔ اور سر سید کی تصانیف کے مشتاق ... براہین احمدیہ و سرمہ چشم آریہ میں اسی قسم کی تاویلات کو دیکھا اور ساتھ ہی اسکے اسکا دعوی الہامات و کرامات ... ملیگا۔ بس آپ نے دیکھا یہاں ہم نیچر اور اسی پر یہ ظاہر کیا ... سید نیچری کو خوب پھیلا دیں۔ کادیانی پہلے سے الہام سے نیچری خیالات ... نہیں کرتا۔ اب بھی اسکو کوئی نئی الہام کہتے چلے ہیں پھر آپ کا وہ کہنا کہ ...

میر ناصر نواب صاحب دہلوی خسر قادیانی کی نظم جس کا صفحہ ۲۹۳ میں وعدہ ہوا تھا

یہ نظم میر صاحب نے اُس زمانے میں تالیف کی تھی جبکہ قادیانی پر بنظر امکان حسن ظنی رکھتا تھا اور میر صاحب اُن سے بلکہ تعلق ملے اور دل سے معتقد ہو رہے تھے۔ جسکا وہ اپنی تحریر ملحقہ رسالہ سے صفحہ ۳ میں اقرار کر چکے ہیں۔ یہ نظم مدت ہوئی کہ میر صاحب نے ہمیں چھاپنے کو دی تھی۔ مگر میر صاحب کی تلون طبع کو سبب سمجھے انکی مدح اور جرح کو مساوی سمجھکر اسکو نہ چھاپا گیا اب جو میر صاحب نے اپنی تحریر مذکور میں قادیانی کی خارج از حد تعریف کی ہے اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ میں اشاعۃ السنۃ کے دھوکہ میں آکر قادیانی سے منحرف اور بداعتقاد ہو گیا تھا۔ اسلیے اس نظم کو چھاپنا ایسی غرض سے مناسب سمجھا کہ میر صاحب ابھی اس تعریف کا اس نظم سے مقابلہ کریں اور ایمان کو انصاف کو پیش نظر رکھکر کہیں کہ قادیانی سے منحرف اور غیر معتقد اشاعۃ السنہ کو دیکھکر ہوئے ہیں یا قدیم سے منحرف تھے اور یہ بھی کہیں اور اگر اب وہ ان کے نزدیک قادیانی ولی ہادی امام مسیح موعود ہے تو پھر اس نظم کا مصداق کون ہے۔ یہ نظم طویل ہے ہم اُس کا انتخاب چھاپتے ہیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں۔

(مثنوی در حالات مکاری اہل زمانہ)

بعد ازیں یہ عرض ہے اے مسلمین	آج دنیا میں کہیں تقویٰ نہیں	ہیں دغا میں آجکل سرگرم لوگ
سینکڑوں دنیا میں پھیلے ہیں روگ	ہیں دوا اُنکے کئی اشتہار	کھلکھل لوگوں کو دیتے ہیں خار
شعبدے کرتے ہیں گمراہی ہیں ہم	جاہلوں کو رات دن دیتے ہیں بیم	ظاہری اور باطنی دُکاندار
خلق کو کرتے ہیں دہوکہ سے شکار	حافظ و حاجی بہت پھرتے ہیں یہاں	حال ہے جنکا زمانہ پر عیاں
قبر کا کوئی مجاور ہے بنا	ہے کوئی زائر بنا اجمیر کا	مہدی دل کیطرح نکلے ہیں فقیر
مارے مارے پھرتے ہیں حضرت و پیر	ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا	آؤ لوگو ہم سے ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک	ہم تمہیں دین فیض تم دو ہمکو بھیک	مال و دولت اور بیٹے پاؤگے
گر بجا خدمت ہماری لاؤگے	تم پھلو پھولوگے دشمن ہونگے خوار	تم پہ رحمت اُنپہ ہوگی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے	اُسکے دلمیں بالخصوص اخلاص ہے	جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید
شمر اسکو جانو یا ہے یزید	ہے مریدی دراصل پیسو کی آب	اسلئے وہ تا...
ہر گھڑی ہے مال والوں کی تلاش	تاکہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش	کوئی ما...

اکیدم مین ہون ولتد پاک سب
ہو یتیمون ہی کا یارا نہ دون کا ہو
حرص کا ہے اس قدر انکو مرض
کچھ نصیحت مین انکے بات مین
دن بدن ہین یہ ہین ہم کو گوئیست
پیشگی قیمت مگر لیتے ہین وہ
اسطرح کا پڑ گیا یارو غضب
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے
سارے بد ہمتو نکا وہ سردار ہے
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا
جانتا اس کو نہ تم مرد نکو
آم اور حنظل تو ہوتے ہین جدا
اَب دغا بازی مین ہر اک تیر ہے
بدمعاش اَب نیک از حد بنگئے
ہر طرف مارے انہون نے جال ہین
عالم و صوفی ہین اور شب خیز ہین
ہین یہی تدبیر ہر دم سوچتے
عقل کا اندھا کوئی ہووے مرید
۔۔۔ بندہ کی وہ دیدے انکو قاش
۔۔۔ تو ہو شقی

قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات
رنڈ یتیمو نکا مال یا بہانہ دو نکا ہو
آجکل برکار ایسے پیر ہین
ڈالتے ہین ہمکو وہ آفات مین
اور کہین تصنیف کے ہین اشتہار
خلق کو اسطرح دم دیتے ہین وہ
قیمتین کھا کر نہین لیتے دکان
وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
ایک کو پلہ سے اسنے زر دیا
کچھ گھٹا اسکا نہ ہرگز اتقا
مشک کی خوشبو تو خود اڑتی ہی یار
جو نہ جانے ہے وہ اندھا عقل کا
کھکو میٹھا دیتی ہین کھٹا وہی
بو مسیلم آج احمد بنگئے
ظاہری نعمال انکے نیک ہین
مال پر لوگون کی دندان تیز ہین
جسطرح ہو مال کچھ کہا جائیے
کانٹھ کا اُلو کوئی ہووے مرید
پیر تو وہ مقبول رحمٰن ہے ضرور
جو شقی ہے انکو وہ ہے متقی
جو کوئی دے ہاتھ کر دینگے ولی

گو ہلے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
کچھ نہین تفتیش سے انکو غرض
انکے حال و قال بے تاثیر ہین
رنگ ہی دُنیا مین اَب ظاہر پرست
یہ ہی لوگون نے کیا ہے روزگار
بعض کھا جاتے ہین قیمت سبکی سب
جیسے آتا تھا کہین انکا ادھار
بدگمانی کا اسے آزار ہے
دوسرے بدنام اپنے کو کیا
چیز کی اپنی کرے تعریف جو
مالکِ دکان دہی گو ترشہ ہا
آج دُنیا مکر سے لبریز ہے
کچھ نہین پرتیت دنیا کی رہی
جیسے دوران بنے دجال ہین
ساری عالم مین وہ گویا ایک ہین
ہر طرح سے ملل ہین وہ نوچتے
کچھ نیا اَب شعبدہ دکھلائیے
ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بدمعاش
انکے دلکو اُس نے بہو جانا سرور
ہین امیرونسے بڑھتے میل جول
اسقدر ہے ان کی دلمیں ۔۔۔ آز

لیتے دم کرتے نہیں چون و چرا
فیدلری کی نہیں ہر کوئی بات
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں
اپنی چالاکی پہ اتراتے ہین وہ
نیک رکھتے ہین گمان و نفس سے
دشمن اپنا جانتے ہین برملا
ہر اسی ونکے لئے منطق پڑھی

وہ روا ہو مال یا ہو نا روا
علم ہے دُنیا کمانے کے لئے
ہنستے رہتے ہین کبھی روتے نہین
اپنی تعریفون ہی بھرتے ہین کتاب
الٰہی کلا ہے یہی اُن کے اثر
سینکڑون کرتے ہین گو وعدے خلاف
ہے اسی تدبیر سے عزت بڑی
حیلہ سازی مین ہے گنجایش بہت

ہین امیر ویتے ہین صدقہ زکوٰۃ
دولتِ دنیا ہے کھانیکو لئے
غیظ مین بدمست ہو جاتے ہین یہ
آیتِ قرآن ہین گویا انکی خواب
گر کوئی روکے تو ہوتے ہین خفا
کم نہین ہوتے مگر لاف و گزاف
بات کو ہوتی ہے گنجایش بہت

دیگر

ہمسایۂ وقت ہر کوئی مشہور
نہ ہدایت کا ہمین نام و نشان
ہے دنیا نے گھیر رکھا ہے
حد سے باہر ہے کفر اور عصیان
حب مولا ہے دلنشے ہے ہم
نہ کسی کا ہن کوہس سو امان
لذت نفس مین وہ ہین سرگرم
ہین ملائک خصال جو انسان
جو ولایت مین ہین قدم رکھتے
اُنکے پیچھے اگر کوئی سامان
رات دن ہین گمارتین بنتین

کوئی بنتا ہے عیسئے دوران
نیک سب اُٹھ گئے زمانہ سے
ہر بہت ہی ضعیف الایمان
نہین آتا نظر کہین اخلاص
حرص دنیا مین پھنس گئی انسان
نہ فقیرون مین صبر باقی ہے
آج کل ہین جو پیشوائے جہان
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہین
انکی صدقہ پہ ہے فقط گذران
شماشہ ہین انکی سب ایسا نشہ
مال کرتے ہین مفت مین ویران

نہ عیان ہمین عیسوی برکت
ما بقی مین نہین رہی ہر جان
بد عقولکی بہت ترقی ہے
ہین دکھانین لوگ مرگ دان
نہ بچا اس سے مولوی کوئی
نہ امیرون مین شکر کا ہے نشان
زرغ بریان کا شوق ہے انکو
لوگ کہتے ہین جنکو قطب زمان
جب حقیقت کھلی زندگی کی
ید دولت پہ ہین گئی دربان
ہاتھ آتے نہیں ...

حاشیہ نمبر ۱۰۴ صفحہ سابق ملاحظہ ہو

دیکھنے کو ترس گئی دل و جان | ہر صدی مین ہوئے ہین اہل الحق | رہبر خلق وصاحب عرفان
دین اسلام جنسے تازہ ہوا | جنسے رونق پذیر تھا ایمان | تھے از انجملہ ایک عبد...
قامع شرک و بدعت و عصیان | ملک غزنین کے رہنے والے تھے | ہے جہالت بھرا جو کو...
استقامت مین تھی مثال کوہ | گرچہ ظلم و ستم تھے کے فغان | راہ حق مین اُٹھائین ...
نہ پھرے حق سے پر کسی عنوان | انکو حاصل تھا صبر ایوبی | کرتے تھے شکر خالق ...
تھے عبادت مین رات دن مشغول | اور جاری تھی ذکر حق مین لسان | تھے نمونہ سلف کا وہ ...
پاک سیرت تھے اور پاک زبان | اپنے مولا پہ اُن کو تکیہ تھا | تھے نہ اک ذرہ فکر آب ...
تھے دعا و نماز مین مصروف | ورد تھا یا حدیث یا قرآن | انکی صحبت مین تھی ...
یاد آتا تھا وہان خدائے جہان | لطف آتا تھا وہان عبادت مین | روز و شب تھی ترقی ایمان
ذکر مولا کی تھی وہان کثرت | بات دنیا کی ہو یہ کیا امکان | امر معروف آپ کرتے ...
پاس آتے تھے اُن کے جو انسان | نہی منکر شعار تھا اُن کا | فضل مولیٰ سے تھے نہ سخت ...
ایسے شیرین کلام و خوش خلق | تھا پُر از حکمت انکا قول و بیان | کچھ کسی سے غرض نہ تھی ...
بے طمع تھے وہ صاحب عرفان | انکی محفل مین ذکر ... تھا | وہان نہوتا تھا لغو اور ...
رہگیا ذکر خیر دنیا مین | کرگئے کوچ اب وہ عالیشان | حق انہیں مغفرت نصیب ...
جنت خلد مین رہین شادان | نیک بندے جہان مین ہین اب بھی | حق کو ... کے ہین ...
پر مجھے وہ نظر نہین آتے | دے ملا مجکو ان سے یا رحمان | تیری قدرت سے کچھ نہین ...
مجکو مشکل ہے اور تجھکو آسان | ناصر اب ختم کر کلام اپنا | حق تری مشکلین ...

خاتمہ — ... اس نمبر ۱۷۲ میں ... کے بعد جو ... صفحات ... اس کے عوض ... کی ... ہے

اس نظم کو پڑھکر امید ہے کہ میر صاحب اپنی اس بات کو جو ایک اشاعۃ السنۃ کے دھوکہ مین آکر کادیانی معترف ہوگیا تھا واپس لینگے اور اقرار کرینگے کہ وہ قدیم سے معترف تھے بلکہ اسکو جھوٹا سمجھتے تھے اب وہ کادیانی کے دھوکہ مین آکر اسکو سچا مہدی اور موعود مسیح سمجھنے لگے ... ہوا انکا رجوع ہے۔